جمالِ محمدی ﷺ

درس بخاری کے آئینہ میں

مجموعۂ ارشادات

حضرت مولانا یوسف متالا صاحب حفظہ اللہ

نام کتاب	:	جمالِ محمدی ﷺ درس بخاری کے آئینہ میں
مجموعہ ارشادات	:	حضرت مولانا یوسف متالا صاحب حفظہ اللہ
صفحات	:	۷۰۸
سن اشاعت	:	۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۷ء
ناشر	:	ازہر اکیڈمی، لندن، برطانیہ

ملنے کے پتے:

ہندوستان:

کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، یوپی

جامعۃ الزہراء، ملا محلہ، نانی نرولی، سورت، گجرات، ۳۹۴۱۱۰

پاکستان:

دار الاشاعت، اردو بازار، ایم۔ اے۔ جناح روڈ، کراچی ۱

برطانیہ:

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park
London, E12 5QA
Tel: (+44) 208 911 9797
Email: sales@azharacademy.com | Website: www.azharacademy.com

Jaamiatul Imaam Muhammad Zakaria
Thornton View Road
Off Pasture Lane
Clayton
Bradford, BD14 6JX

شاہ کارِ دست قدرت ہے جمالِ مصطفیٰ ﷺ
چشم گردوں نے نہیں دیکھی مثالِ مصطفیٰ ﷺ
اے تعالی اللہ! یہ جاہ وجلالِ مصطفیٰ ﷺ
عرشِ اعظم بھی ہے فرشِ پائمالِ مصطفیٰ ﷺ
مولانا ابوالوفاء عارفؔ شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابو الوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ڈومس کے ساحل پر اچانک پہلی ملاقات ہوگئی تھی۔ اس وقت وہ فالج کی وجہ سے آرام کے لئے وہاں تشریف لائے تھے۔ یہ ان کا یہاں سے روانگی کا دن تھا، مگر عصر و مغرب کے درمیان کی ملاقات میں اس قدر تعلق ہو گیا کہ تسخیر جنات کا عمل وغیرہ کئی چیزیں عطا فرمائیں اور اگلے روز گاڑی بھیج کر سورت چوک میں جامع مسجد کے سامنے اپنی قیام گاہ پر مجھے بلوایا اور ایک مریض پر عملی مشق کروائی۔

ان کے انتقال کے بعد ایک دفعہ حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے پوچھا کہ حضرت مولانا ابو الوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر کوئی مقرر ذہن میں ہو تو فرمائیں۔ کسی جگہ کے پروگرام کے لئے ضرورت تھی۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”ان کے جیسا سیرت پر بیان جس میں مناسبت کے اعتبار سے نہایت عمدہ معیار کے نعتیہ اشعار درمیان میں آتے رہیں، ایسا وعظ کہنے والا اب کہاں سے ملے گا!“

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(از کلامِ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا یوسف متالا صاحب حفظہ اللہ)

فہرست

۱
جمال جہاں آرا صلی اللہ علیہ وسلم کی ترحیب کے لئے کونین میں نقارے بج رہے تھے

۲

باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کے ترانے

۳

منور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت، ولادت باسعادت اور مکہ میں، مدینہ میں، مدین میں، کوہ طور پر، بیت اللحم میں

سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر ملائکہ کے دو اجتماع

۵

ممدوح باری تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت گوئی اور اس کا سماع عبادت ہے

دُرِّ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ماں

۷

صلّوا علیہ و آلہ عرق گلاب سے مسواک کے بعد درود شریف۔ ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب

۸

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرأ باسم ربک کے ذریعہ دنیائے دانش کو للکارا

۹

محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق جاں کنی کے عالم میں سلام بھجواتے ہیں

۱۰

مدینہ کا مہاجر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

۱۱

شہ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم اور موذی منافقین

۱۲

ام المؤمنین طاہرہ مطہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے عرش بریں سے براءت وطہارت کا اعلان

۱۳

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نرالی معاشرت

۱۴

امت کی ماں صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی داستان صبر و رضا

۱۵

خالق کونین کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق کا انوکھا انداز اتباع (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جعرانہ میں قیام وعمرہ)

باعثِ جمال کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع رسالت پر جاں نثار پروانے

۱۷

صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق

۱۸

خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بشریت کا استحضار

۱۹

دریتیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بکھیرے موتیوں کو سمیٹنے والوں کی داستانیں

۲۰

سید الاوائل والاواخر صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دعا گو ہیں

۲۱

امام الزہاد آقاءِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شان زہد و بے نیازی

۲۲

شہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دولت کدہ

۲۳

محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی: ایک چیلنج

۲۴

فردوس اعلیٰ کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فردوسِ بریں کی قوتیں فرشِ زمین پر

۲۵

شیوۂ حسینی: سر داد، دست نہ داد در دستِ یزید

۲۶

جد حسنین صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشوراء کے لئے خصوصی ہدایت

۲۷

جد حسین صلی اللہ علیہ وسلم اور شہداءِ کربلا

۲۸

سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز فجر کے بعد کے دو معمول

۲۹

خاتم الزمان والمکان صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہفتہ بھر میں ایک شب و روز ؛ جمعہ و شب جمعہ

الله
رسول
محمد

۳۱

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے قدر شناس

۳۲

انی انا النذیر: کتاب الرد علی الجهمية یہ خارجی معتزلی فتنے آج بھی ہیں

۳۳

امام الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی آسمانوں سے پھر اتریں گے

۳۴

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت پر ابولہب کو بھی نفع ہوا

۳۵

باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نباتات، جمادات، حیوانات سب فدا

۳۶

صاحب مسجد ومنبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت فی الجنۃ کی تمنا فرش ومنبر نے بھی کی

۳۷

مدینہ کے والی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے اُحُد بیتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے لئے جمادات روتے ہیں

۳۸

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پردہ فرما کر بھی امت کی خبر گیری اور رجال کار کا انتخاب

۳۹

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام اور افتاء کی سند اور فتح کی بشارت

۴۰

خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کی مہکتی مرقدیں

۴۱

صدر و بدرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی ہستیاں

۴۳

محبوب رب ذی الجلال صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خالق رب کائنات کا بلاوا اور مرشدی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام

۴۴

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اجماع صحابہ اور کسروی شہزادی روضۂ اقدس پر

۴۵

سید الارواح صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء اولیاء کی عالم برزخ سے رہنمائی

۱

جمال جہاں آرا صلی اللہ علیہ وسلم کی ترحیب کے لئے کونین میں نقارے بج رہے تھے

عجبت للجنّ و تطلابها

و شدّها العیس باقتابها

مجھے تعجب ہوتا ہے جنات پر اور ان کے خبریں تلاش کرنے پر،
اور اونٹوں پر کجاوے باندھنے پر (یعنی سفر کرنے پر)

تھوی الی مکۃ تبغی الھدی

ما صادق الجنّ ککذابھا

وہ مکہ کی طرف لپکتے ہیں ہدایت کی تلاش میں
اور سچے جنات جھوٹے جنات کی طرح کے نہیں

فارحل الی الصفوۃ من ھاشم

لیس قدامھا کاذنابھا

پس اے سواد بن قارب! تم بنی ہاشم کے برگزیدہ شخص کے پاس سفر کر کے جاؤ،
ان میں سے جو آگے نکل گیا وہ پیچھے رہ جانے والوں کی مثل نہیں

اتانی نجیّ بعد ھدءٍ و رقدۃٍ

ولم یک فیما قد بلوت بکاذب

رات کو جب سکون اور نیند کا وقت ہوا
تو میرا سرگوشی کرنے والا دوست (جن) میرے پاس آیا،
اور میں نے جہاں تک آزمایا وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا

ثلاث لیال قولہ کل لیلۃٍ

اتاک رسول من لُوَیّ بن غالب

مسلسل تین راتیں آتا رہا، اور ہر رات یہی بات دہراتا رہا
کہ قبیلہ قریش سے ایک عظیم الشان رسول تیرے پاس تشریف لائے ہیں،
(یعنی مبعوث ہوئے ہیں)

فاشهد أن اللّٰه لا رب غيره

وانک مامون علی کل غائب

پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی ہر بات پر امین ہیں

وانک ادنی المرسلین وسیلةً

الی اللّٰہ یا ابن الاکرمین الاطایب

اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام رسولوں سے بڑھ کر قرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں،

اے سب سے بڑھ کر پاکیزہ اور سب سے بڑھ کر معزز حضرات کے بیٹے!

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعةٍ

سواک بمغن عن سواد بن قارب

اور میرے لئے سفارشی بن جایئے جس دن کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہیں آئے گا

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)
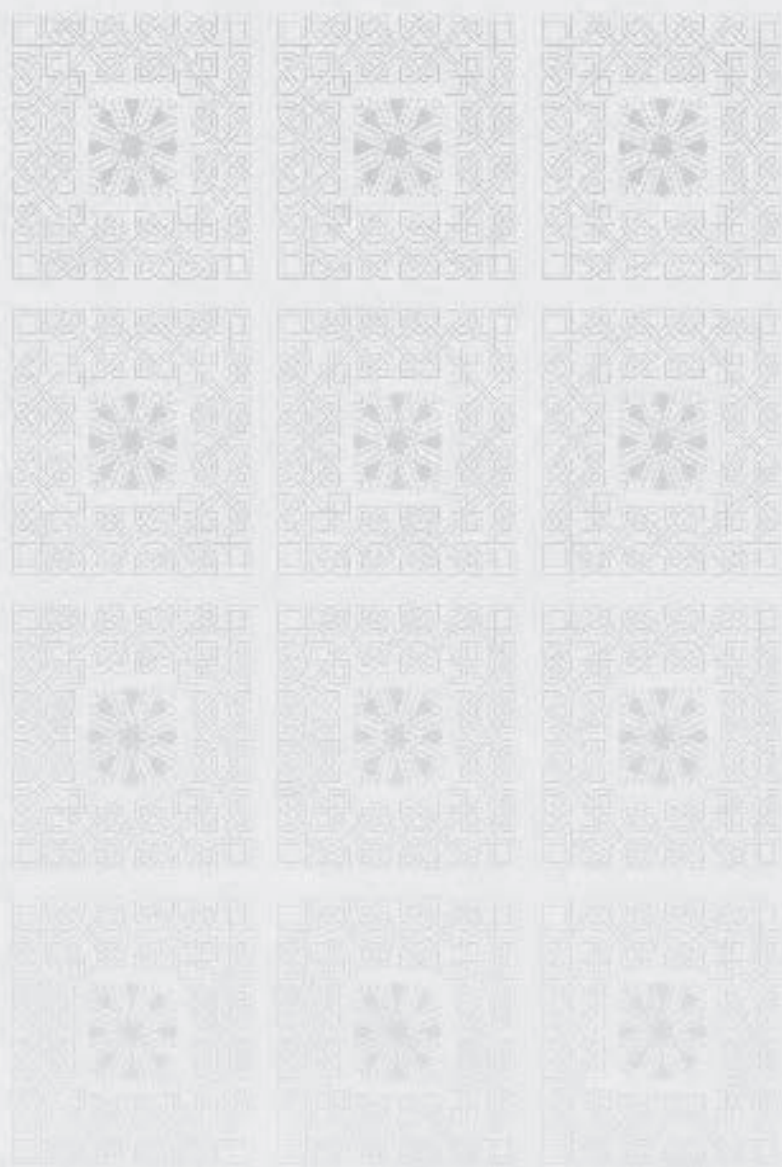
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. اقرا باسم ربک الذی خلق۔

یہ ماہ ربیع الاول وہ مہینہ ہے کہ جس میں سرورِکائنات، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، کسی نے آٹھ ربیع الاول، بارہ ربیع الاول، اور انگریزی مہینوں کے اعتبار سے بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق انتیس اگست ۵۷۰ء عیسوی کو اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

سرورِکائنات، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا شور اور اس کی گونج حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق سے بھی پہلے سے ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔

اس وقت تو شاید ہی کوئی جگہ، کوئی قوم، ایسی رہی ہوگی کہ جس کو اس واقعہ عظیمہ کی طرف متوجہ نہ کیا جارہا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ ربیع الاول میں ہے، اس سے ایک سال پہلے تک، نو ماہ پہلے تک، کتنی ایسی خواتین، کہ جو سابقہ کتب کا علم رکھتی تھیں، اوران کی ان مذہبی کتابوں میں دو جہان کے سردار کی آمد کی خبر دی گئی تھی، اور آمد کا وقت تک ان کی کتابوں میں بتادیا گیا تھا، اسی لئے دنیا اس وقت کی دنیا کی سب سے عظیم ترین سلطنت، سب سے بڑی حکومت کا بادشاہ ہرقل، وہ اس کی جستجو اور تجسس میں رہتا تھا اور نشانیاں دیکھتا رہتا تھا کہ اب آرہے ہیں، کب آرہے ہیں؟

حضرت عبداللہ کے لئے سفر مشکل

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ، ان کے لئے کہیں سفر کرنا مشکل ہوتا۔ جہاں کہیں آپ تشریف لے جاتے تو چاروں طرف سے نگاہیں آپ پر ہوتی تھیں، بالخصوص عورتوں کی طرف سے ان کا مطالبہ ہوتا تھا، کہ وہ اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتیں، تو حضرت عبداللہ کے لئے اس کو برداشت کرنا مشکل ہوگیا تھا، کیا اقامت میں، کیا سفر میں، کیا مکہ میں، کیا مدینہ میں، ہر جگہ، بالخصوص مکہ معظّمہ میں تو کتنی عورتیں ایسی تھیں کہ حضرت عبداللہ کے صرف ایک ان کی جھلک دیکھنے کے لئے، ان کی شکل دیکھنے کے لئے، انہوں نے اپنا کھانا، پینا، آرام ہر چیز قربان کر رکھی تھی۔

مکہ مکرمہ کی ایک کاہنہ کی کوشش

مکہ مکرمہ میں ایک کاہنہ تھی، اس نے بارہا اس کی کوشش کی، براہِ راست خود حضرت عبداللہ سے بھی۔ ان کو منانے کی کوشش کی، ان کے خاندان کو منانے کی کوشش کی، کہ آپ مجھے اپنی حرم میں قبول کرلیں، مجھ سے نکاح کرلیں۔ بہت سی خواتین نے اس کی کوشش کی، ان میں سے یہ مکہ مکرمہ کی کاہنہ تھی، جب اسے یہ بتادیا گیا کہ، حضرت عبداللہ کی نسبت حضرت آمنہ سے طے ہوچکی تھی، اب نکاح ہونے والا ہے، پھر بھی مایوس نہیں ہوئی۔ پھر جب نکاح

ہو چکا اور نکاح کی شہرت ہوگئی، تب بھی اس نے پیچھا نہیں چھوڑا۔
لیکن نکاح کے کچھ عرصہ کے بعد ایک دن بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔
حضرت عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم فرماتے ہیں کہ میں اس محلّہ میں سے، اس رستے سے مشکل سے گزرا کرتا تھا، وہاں سے گزرنے کے لئے مجھے پہلے سے بہت سی تیاریاں اپنے لئے کرنی پڑتی تھیں، کہ میں کس طرح اس سے نکلوں گا۔
لیکن وہ فرماتے ہیں کہ میری حیرت کی کوئی انتہا ہی نہیں رہی، کہ جب میں اس محلّہ میں پہنچا اور اس خاتون نے مجھے دیکھا تو مجھے دیکھتے ہی منہ موڑ کر گھر میں واپس بھاگی اور رونا چلانا شروع کردیا۔ اب تک تو یہ خود حضرت عبداللہ کی خوش آمد کیا کرتی تھی اور حضرت عبداللہ کے لئے، کہ کسی طرح میری طرف نگاہِ کرم ان کی ہوجائے، لیکن جب حضرت عبداللہ نے یہ منظر دیکھا تو سوچا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت عبداللہ خود اس خاتون سے ایک دفعہ پوچھنے لگے کہ اس سے پہلے تو تم بہت زیادہ کوشش کیا کرتی تھی مجھ سے ملنے کی اور تمہارا اصرار تھا مجھ سے نکاح کے لئے، اور اب وہ بات نہیں، ایسا کیوں؟ پھر اس نے صاف صاف قصہ بتادیا۔

نورِ نبوت حضرت عبداللہ کی پیشانی میں

اس نے کہا کہ اصل میں بات یہ تھی کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں سابقہ کتب کا علم رکھتی ہوں، ان کتب کی روشنی میں مجھے آپ کی پیشانی میں ایک نور نظر آتا، اور اس نور کے خاطر میں آپ پر اصرار کیا کرتی تھی اور اس کوشش میں رہا کرتی تھی کہ کاش، کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیں اور وہ نور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغمبر کے سلسلہ کے خاتم ہیں، تمام انبیاء کے سردار ہیں، دو جہان کے سردار ہیں، ان کے نور کو میں آپ کی پیشانی میں دیکھا کرتی تھی اور میں چاہتی تھی کہ آپ مجھ سے نکاح کریں اور میرے ذریعہ اس نور کا ظہور ہو، لیکن آج جب میں نے آپ کو دیکھا کہ وہ نور تو منتقل ہوگیا۔
واقعتاً سب سے پہلے حضرت عبداللہ کو اگر اپنے گھر میں امید کی اور حمل کی اطلاع ہوئی ہے

تو اس کاہنہ کے ذریعہ سے۔اس نے بتایا کہ وہ جونور آپ کی پیشانی میں دیکھا کرتی تھی وہ نورِ نبوت تو منتقل ہو چکا، پھر پتہ چلا کہ حضرت آمنہ امید سے ہیں اور اللہ تبارک وتعالی نے نو ماہ کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کا فیصلہ فرمایا۔

انسانیت کا امتحان

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اس وقت، وہ دن اوراس کے بعد سے لے کر مسلسل واقعات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، کیا کسری کے یہاں، کیا ہرقل کے یہاں، بڑی بڑی حکومتوں نے آنکھوں دیکھے بیداری میں وہ واقعات دیکھے جو حضرت آمنہ اپنے گھر میں بیان فرمایا کرتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت، اب تک تو اللہ تبارک و تعالی کی حکمت اس کی متقاضی تھی کہ انسانوں کو مطلع کیا جائے۔کہ بہت بڑی ذات گرامی کی اس دنیا میں آمد ہورہی ہے، جن کے خاطر دنیا کا سارا نقشہ بنایا گیا، سجایا گیا۔

لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے اور حجت پوری ہوگئی تو اب حق تعالی شانہ کی حکمت اس کی مقتضی ہوئی کہ انسانیت کا امتحان ہو، اور انسانیت کا امتحان کس طرح ہو؟ حضرت عبد اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی رخصت ہو جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے یتیم کہ جنھوں نے اپنے والدِ محترم کی زیارت بھی نہیں کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی یتیم، یتیمی کی حالت میں حضرت آمنہ اور حضرت حلیمہ اور حضرت ام ایمن ان سب کی گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ پرورش کا اعزاز حاصل کرتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی اب دنیا کا امتحان لینے کے لئے، جیسا میں نے بتایا کہ صرف انسانیت کا امتحان مقصود تھا۔

دُرِّ یتیم کی پرورش

اس لئے کہاں تو بڑے بڑے واقعات دکھائے جارہے تھے انسانوں کو متوجہ کرنے کے

لئے، اور بالکل اس کے برعکس اللہ تعالی کی حکمت کے فیصلے ہورہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت یتیمی کی حالت میں پرورش پاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ مدینہ منورہ کے سفر پر لے جاتی ہیں، کہ آپ کے والدِ محترم کی قبر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت کریں، کہ آپ کو یقین ہوجائے کہ آپ کے والدِ محترم یہاں مدینہ منورہ میں مدفون ہیں، وہاں سے واپسی میں جنگل، بیابان، ریگستان میں حضرت آمنہ اور حضرت ام ایمن، دو خواتین تھیں، چھ سال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف، وہاں مختصر علالت حضرت آمنہ کی شروع ہوتی ہے، اور وہیں پر جحفہ اور رابغ کے قریب مقام ابواء میں حضرت آمنہ کا وصال ہوجاتا ہے۔

اس سے پہلے بھی میں نے بار بار عرض کیا کہ دوستو، اگر یتیم کو دیکھنا ہو تو دنیا اس یتیم کو دیکھے، کہ جنہوں نے نہ اپنے والدِ محترم کو دیکھا، اور ماں کی گود نصیب ہوئی تھی تو ماں نے کس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا، کہ جنگل، بیابان ہے نہ کوئی پانی پلانے والا، پوچھنے والا، کفن دینے والا، دفن کرنے والا، صرف ایک باندی امِ ایمن ساتھ ہے، چھ سال کی عمر ہے۔

دُرِّ یتیم کا مراقبہ کافی ہے

آپ کو اگر بزرگ بننا ہے، اپنے علم کو جلاء بخشنی ہے، دل کو روشن کرنا ہے، اگر آپ روحانیت کے متقاضی ہیں تو بڑے بڑے مجاہدوں کی کوئی ضرورت نہیں، صرف یہ ایک مراقبہ آپ کے لئے کافی کہ جہاں کہیں آپ دیکھیں چھ سالہ بچے کو تو فوراً اپنے تصور میں لے آئیے اس چھ سالہ بچے کو، کہ جس نے وہاں جحفہ اور رابغ کے قریب ایک ریگستان، بیابان میں ابواء میں اپنی والدہ محترمہ کی لاش کو دیکھا۔

اسی لئے حضرت آمنہ نے جو اس وقت اشعار کہے ہیں، دل کو ہلا دینے والے، کس طرح انہوں اپنے اس اکلوتے فرزند کو اس دنیا میں اکیلا ایک باندی کی گود میں چھوڑا ہوگا۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے وہ اشعار حضرت آمنہ نے کہے ہیں۔ کس طرح سپرد کرے، ایک چھ سالہ بچہ کو، جو کتنا محتاج ہوتا ہے، اس کو کتنی ضرورت ہوتی ہے، ہر چیز میں وہ محتاج، کیا کھانے میں، کیا پینے میں، کیا استنجا میں، کیا لباس میں، کیا بولنے میں، کیا تعلیم میں، ہر چیز میں وہ محتاج اور احتیاج کے ساتھ ساتھ شفقت کا وہ متقاضی۔

میں جب کبھی اپنے بچہ کو سلیمان کو، چھ سال کا ہے، اس کو میں دیکھتا ہوں، میں ادھر چلا جاتا ہوں اس صحراء میں، سوچتا ہوں کہ اے اللہ! کیا تیری حکمت؟ تو دنیا کو دکھانا چاہتا تھا کہ میری قدرت دیکھو، اے انسانو! کہ جس کو میں نے یتیم بنایا، پیدائشی یتیم بنایا اور چھ سال کی عمر میں ماں اور باپ دونوں کا سایہ اٹھ جاتا ہے، ایک ایک کر کے، پھر دادا بھی اٹھ جاتے ہیں، پھر چچا ابو طالب بھی چلے جاتے ہیں،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ حرا میں برسوں کا اعتکاف

جو میں نے آیت آپ کے سامنے پڑھی اقرا باسم ربک الذی خلق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر ربیع الاول کا مہینہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے مطابق برسوں اعتکاف کے لئے غار حرا میں تشریف لے جاتے رہے، وہاں برسوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ حرا کا اعتکاف ایک دن، دو دن، ایک مہینہ کا نہیں ہوتا۔ جب کبھی تشریف لے جاتے تھے، مہینوں وہاں سے واپس نہیں ہوتے تھے۔

وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل امین آتے ہیں، حق تعالی شانہ کی سب سے پہلی وحی پہونچاتے ہیں اقرا باسم ربک الذی خلق . اسی لئِےا قرأ قرآن جب پڑھتے ہیں تو اقرأ باسم ربک ،کا حکم پورا کرتے ہوئے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہیں۔ یہ بھی ربیع الاول کا مہینہ ہے۔ بڑے مبارک ایام ہیں، بڑی مبارک ساعتیں ہیں، اس میں کتنے بڑے بڑے واقعات دنیا نے دیکھے۔

اللہ تبارک وتعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اپنی حکمت کے مطابق یتیم ہونے

کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور نہایت کس مپرسی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش فرمائی کہ کوئی پرسان حال بھی نہیں۔

گزارہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا انتظام خود کرنا پڑا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ ہیں، صحابۂ کرام جنگل میں ایک درخت اراک کا، پیلو کے پھل توڑ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **علیکم بالاسود** کہ یہ جو پکے ہوئے کالے کالے ہوتے ہیں وہ تم توڑو، صحابہ کرام آپس میں کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا معلوم، یہ تو ریگستان میں، جنگل بیابان میں، جن کا بسیرا ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں کونسی چیز کھانے کی ہے، کونسی چیز کھا سکتے ہیں، کونسی نہیں کھا سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے گزارہ کے لئے مکہ مکرمہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اور وہ ایک ایک بکری پر مجھے قیراط دیا کرتے۔ ایسے یتیم کہ جن کے گزارہ کے لئے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا انتظام خود کرنا پڑا۔

اقرا باسم ربک الذی خلق کے ذریعہ چیلنج

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو **اقرا باسم ربک الذی خلق** کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی بشارت دی جاتی ہے اور پھر رسالت کا بوجھ آپ پر ڈالا جاتا ہے، **یٰایھا الرسول بلغ** تبلیغ کا حکم ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت کس مپرسی اور ضعیفی، کمزوری اور ناتوانی کی حالت میں ساری زندگی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی تک گزری، یہ اس کو جتانے اور بتانے کے لئے کہ اللہ تبارک وتعالی دنیا کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ دیکھئے، یہ میرا رسول جس نے ایسی حالت میں آنکھ کھولی، کہ پیدائش کے وقت باپ موجود نہیں، کوئی تربیت کرنے والا نہیں، کوئی تعلیم دینے والا نہیں، کوئی کھلانے پلانے والا نہیں، مگر میں نے نبی امی کی زبان پر اقرا باسم ربک الذی خلق جاری کیا، جس کلام سے اور جس فصاحت سے پورا عرب عاجز، ایسا فصیح و بلیغ کلام جو میں نے اسے عطا کیا، تو رہتی دنیا تک کے لئے امی کی

طرف سے چیلنج ہے۔

قرآنِ کریم کا چیلنج

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا رہا، پھر باقاعدہ اللہ تعالی کی طرف سے ان کو چیلنج دیا گیا ان کنتم فی ریب مما ۔ کہ انسانو! اگر یہ قرآن جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے اگر اس کی طرف سے تمہیں کوئی شک ہے تو تم اس جیسی ایک چھوٹی سی آیت بنا کر لے آؤ، پہلے اس جیسے قرآن کا چیلنج ہوا، پھر دس آیتوں کا چیلنج ہوا، پھر ایک آیت کا چیلنج ہوا، مگر عرب کے جو فصحاء تھے، اپنا سرِ تسلیم خم کرتے تھے اور وہ یہ جانتے اور مانتے تھے کہ واقعی اس جیسا قرآن بنانے سے ہم عاجز ہیں، اس جیسی ہم ایک آیت نہیں بنا سکتے۔

اللہ تبارک وتعالی نے دنیا کو دکھایا کہ وہ میرا نبی کہ جس کی کوئی تربیت کرنے والا نہیں، جس کو ایک کلمہ سکھانے والا نہیں تھا، جسے کسی استاذ کی طرف سے، کسی معلم کی طرف سے کوئی تعلیم نہیں ملی، اس نے کیسا عظیم کلام دنیا کے سامنے پیش کیا۔

تبلیغ کی ابتداء

اور آگے چلئے، حق تعالی شانہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فاصدع بما تؤمر کھلم کھلا تبلیغ کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر اعلان فرماتے ہیں، مکہ کی گلیوں میں اعلان فرماتے ہیں، کعبہ میں، حرم میں اعلان فرماتے ہیں، منی میں جا کر اعلان فرماتے ہیں، ان کے جو میلے لگتے تھے ان میلوں میں جا کر، عکاظ کے میلے میں اعلان فرماتے ہیں، اور ایسے ماحول میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حق کے لئے کوئی ایک شخص ساتھ دینے والا نہیں، اس لئے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا تھیں، بیچاری ایک خاتون کیا مقابلہ کر پائیں ان بڑے بڑے ظالموں کا، ساری کی ساری قوموں کا؟

سابقین اولین پر کفار کا ظلم

بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، مردوں میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ان کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کفار نے مظالم شروع کیئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ان کو روکنے لگے تب خود صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو انہوں نے پیٹنا شروع کیا، یہاں تک کہ لہولہان کر دیا، بے ہوش ہوگئے، مگر شام کو جب آنکھیں کھلی ہیں اور ہوش آیا تو سب سے پہلا کلمہ جو زبان سے نکلتا ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے، وہ پوچھتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالی عنہا

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالی عنہا، پہلی خاتون جنہوں نے اسلام کے خاطر شہادت پیش کی، ہر طرح ان کو ستایا گیا اور ابو جہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ کیا ظلم اس نے نہیں کیا، بالآخر نازک جگہ پر نیزہ مار کر آپ کو شہید کیا، اخیر تک ان کی زبان پر یہی کہ میں اپنی جان دے سکتی ہوں، ایسی ہزاروں جانیں دے سکتی ہوں مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عہد دے چکی ہوں، بیعت کر چکی ہوں، وہ بیعت ٹوٹ نہیں سکتی۔

حضرت بلال اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ گرم ریت پر، گرم پتھروں پر ان کو لٹایا جاتا تھا، خباب بن ارت رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بلا کر پوچھا کرتے تھے، خباب! ذرا ادھر آؤ، اس طرف چہرہ کرلو، گھوم جاؤ، اور قمیص اٹھا کر دیکھتے اور رونا شروع کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور فرماتے خباب! کیسے تم نے ان کفار کے مظالم برداشت کیئے؟ ایسی پیٹھ تو میں نے دنیا میں آج تک کسی کی نہیں دیکھی، حضرت خباب فرماتے ہیں کہ وہ میرے آنسوؤں سے اور میرے رونے سے، ان کی عناد کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی تھی، میرے زخموں سے چربی

پگھل کر نکلتی جس سے پتھر ٹھنڈے ہوتے تھے، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوستو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مثال پیش کر دی۔

ایک عراقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس میں

مجمع ہے، صحابۂ کرام اور تابعین کا ملا جلا، عراق کا ایک شخص کہنے لگا کہ 'اے کاش! کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انجام دیتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خطاب کر کے وہ کہتا ہے کہ جس طرح آپ لوگوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدر ہوئی، کاش کہ ہمیں بھی ملتی، اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے، تو یہ جتنا کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا، کہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخم پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید تکالیف پہنچیں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح حفاظت کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچنے دیتے'۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمانے لگے 'یہ تو تمہارے اپنے خیالات اور تصورات ہیں، لیکن اگر وہ حقیقت کی دنیا اس وقت کی تم دیکھتے تو شاید تم اسلام پر بھی نہ رہتے، یہ تو وہی مہاجرین اور مکہ کے صحابۂ کرام تھے کہ جو ان مظالم اور ان مصائب اور ان قیامتوں کے باوجود ایمان پر ڈٹے رہے۔

انہوں نے کہا کہ وہ تو حضرت سمیہ تھیں کہ جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کی، تمہارے لئے تو اپنے ایمان کی حفاظت کرنا مشکل ہوتا، جو حالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو پیش آئے، دوستو، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور دین حق کے لئے قربانیاں پیش کیں، ان قربانیوں کے نتیجہ میں یہ سب کچھ ہے، دنیا میں اس وقت اسلام کا شور ہے اور یہ تکبیریں اور یہ مسجد کی اذانیں اور یہ اسلام کی آواز سن رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی مالی حالت

یہ مضمون تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات سے گزارا گیا دنیا کو اور انسانوں کو بتانے کے لئے، کہ آپ صرف اور صرف نبیِ برحق ہیں، اگر تھوڑی سی بھی کسی قوم کی طرف سے، کسی حکومت کی طرف سے، کسی کی جائداد اور دولت کی طرف سے سہارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہوتا، تو ظالم اور دشمن اسی کھاتہ میں ڈال دیتے، اللہ تبارک وتعالی نے تمام چیزیں ہٹا دیں کچھ عرصہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ نہ کھانا ہے، نہ پینا ہے، نہ لباس ہے، نہ تحفظ ہے، جان اور مال، ہر چیز کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ کتنا لمبا عرصہ، کتنا لمبا عرصہ، تیرہ برس کا صرف مکی زندگی کا ہے۔

یہاں تک کہ جب وہ وقت آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے سلاطین کے نام ہجرت کے بعد ایک دعوت نامہ بھیج رہے ہیں، **من محمد رسول اللّٰہ الی کسری بن هرمز، من محمد رسول اللّٰہ الی هرقل عظیم الروم،** تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالی اعتبار سے، صحابۂ کرام مالی اعتبار سے نہایت کمزور ہیں، ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، نہ کھانے کے لئے، نہ پینے کے لئے، پیٹ پر پتھر باندھے جا رہے ہیں اور مسجد نبوی میں سینکڑوں مصلی ہیں، اور ان پر ایک نظر آپ ڈالیں تو سب کے سب ایک چادر اوڑھے ہوئے، ان کے پاس لباس نہیں ہے۔

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی لئے ان حالات میں جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ ذوالبجادین پہنچتے ہیں حضرت عبداللہ، جن کا لقب ہے ذوالبجادین، تو میں نے عرض کیا کہ ساری مسجد میں کوئی کوئی ہوتا تھا کہ جس کے پاس دو چادریں ہیں، ورنہ سب کے پاس ایک ہی چادر اوڑھنے کے لئے ہے، وہی لنگی کے طور پر بھی استعمال ہے اور وہی اوپر کے جسم کو بھی ڈھانکے ہوئے ہے، کسی کے پاس اگر وہ بڑی چادر نہیں ہے تو صرف نیچے لنگی سے، ناف سے لے کر گھٹنے تک کا ستر چھپائے

ہوئے ہے، باقی سب کھلا ہوا ہے۔

اور جب یہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین پہنچتے ہیں مسجد نبوی میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پر نظر پڑتی ہے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے ان سے یہ فرمایا کہ اچھا! یہ دو چادروں والے، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب میں ہجرت کی نیت سے گھر سے چلنے لگا، میری ماں نے اپنی چادر پھاڑ کر مجھے دو ٹکڑے کر دئے، ایک نیچے باندھ دیا، ایک کو اوپر ڈال دیا۔

فقر کی حالت میں سلاطین کو خطوط

حالت یہ ہے یہاں، کہ لباس نہیں صحابۂ کرام کے پاس، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور گھر میں فاقہ، فاقے پر فاقہ، اسی لئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کئی کئی مہینے، ایک مہینہ، دوسرا مہینہ، تیسرا مہینہ، تین تین مہینوں کے ہم چاند دیکھ لیتے تھے اور ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلتا، کس چیز پر چولہا جلے؟ کچھ کھانے کے لئے ہے ہی نہیں، بھوک لگتی تو کہیں کھجور پڑی ہو تو کھجور کھا کر پانی پی لیتے، پانی بھی نہیں ملتا تھا۔

جن کے پاس پینے کو پانی نہیں، جن کے پاس کھانے کے لئے لقمہ نہیں، پہننے کے لئے لباس نہیں، اور اُس وقت لکھا جا رہا ہے **من محمد رسول الله الى هرقل، من محمد رسول الله الى كسرى بن هرمز،** اور تمام دنیا بھر کے سلاطین جو تھے، جو دو بڑے ایمپائر تھے ان کو بھی یہ گرامی نامہ بھیجا گیا۔

ولادت سے لے کر یہاں تک حق تعالی شانہ کی طرف سے ایک چیلنج کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں رکھا گیا۔ کہ جن کے پاس نہ کھانے کو ہے، نہ پینے کو ہے، نہ لباس ہے، میں اپنے اس لاڈلے نبی کو ساری دنیا پر غالب کر کے رہوں گا۔ جن کو تم نے اب تک اس حالت میں دیکھا ہے۔

ہرقل نے بھی نشانیوں سے سچے نبی کو پہچان لیا

اسی لئے جب ان حکومتوں کے پاس یہ گرامی نامے پہنچتے ہیں تو ہرقل نے سب سے پہلے جب اس مضمون کو دیکھا مـن محمد رسول الله، تو اس نے جس طرح حضرت عبداللہ کو مکہ مکرمہ کی کاہنہ دیکھا کرتی تھی، اس طرح ہرقل بہت بڑا ماہر تھا پرانی کتابوں کا، اور جس طرح پہلے بھی بتایا تھا کہ ان کے پاس صرف کتابوں میں ایک دو آیتیں نہیں تھیں، کتابوں میں باب کے باب تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوش خبری میں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن کے متعلق، مدینہ منورہ کے متعلق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی گھڑیاں بتائی گئی تھیں، نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں صرف آمد ان کی کتابوں میں بتائی گئی تھی، بلکہ تفصیلی حالات بتائے گئے تھے کہ مکہ مکرمہ میں ان کی قوم ان پر ظلم کرے گی، وہاں سے ہجرت کرنی پڑے گی، کہاں ہجرت کر کے جائیں گے؟ مدینہ منورہ۔

تبّعِ یمن

اسی لئے گزشتہ مرتبہ میں نے بتایا تھا کہ وہاں یمن میں جو تبع گزرا ہے اس نے کتابوں میں یہ تمام نشانیاں پڑھ کر کے مدینہ منورہ میں ہزاروں مکان بنوائے تھے کہ نبی آخر الزمان کی تشریف آوری کی انتظار میں اگر کسی کو مدینہ منورہ آ کر رہنا ہے تو ان مکانوں میں رہے۔

اللہ کی شان کہ اس کی یہ خدمت قبول ہوئی اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے جس مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا تھا وہ اس تبع کے زمانے کا بنایا ہوا تھا، تمام تفاصیل ان کے پاس موجود تھیں۔ ہرقل یہ گرامی نامہ دیکھتا ہے اور آسمان کی طرف دیکھتا ہے، ستاروں کو دیکھتا ہے، اور اپنے دل میں اس نے فیصلہ کیا کہ یہ بالکل سچے نبی ہیں، ان کی آمد کا وقت بھی یہی ہے اور یہ ان کی طرف سے گرامی نامہ بھی آ گیا ہے، اس کی تفصیل خود صحیح بخاری میں موجود ہے۔

جیشِ عسرۃ

اسلام تو اپنی حقانیت کی وجہ سے پھیلا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو شروع سے لے کر اسلام کے غالب ہونے تک جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود گرامی نامہ بھیجنے کے بعد ہرقل کو چیلنج کے لئے خود فوج لے کر تشریف لے جاتے ہیں، اس آخری غزوہ کا نام ہی جیشِ عسرۃ، کہ تنگی اور فقر والا لشکر کہ اس غزوہ میں تشریف لے گئے اس حال میں، تنگی میں کہ ایک سواری میں چھ چھ اور آٹھ آٹھ شریک ہیں، آدھے سوار ہیں، آدھے پیدل چل رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کی قدر کر کے یہ اور اس کی قوم بچ گئی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کا جب سفر فرماتے ہیں اس وقت بھی کچھ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سلیقہ کا اسلحہ بھی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے مقابلے کے لئے جا رہے ہیں؟ ہرقل، دنیا کی سب سے بڑی سلطنت رومن ایمپائر، لیکن چونکہ اس کو معلوم تھا کہ یہ برحق نبی ہے، انہوں نے ہمیں اپنی طرف سے فرض پورا کرنے کے لئے گرامی نامہ کے ذریعہ سے متنبہ کر دیا ہے اس لئے وہ ٹال مٹول کرتا رہا، اس طرح اس نے اپنے آپ کو بھی بچا لیا اگر چہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا، اس نے اپنی قوم کو بچا لیا، عیسائیوں کو بچا لیا کہ آج تک اس نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کی قدر کی، اس قدر کے نتیجہ میں ان کی سلطنتیں دنیا میں قائم ہیں، عیسائی مذہب دنیا میں موجود ہے۔

کسریٰ اپنی قوم سمیت برباد ہوا

اور اس کے برعکس کسریٰ نے توہین کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کی۔ نہ کسریٰ رہا، نہ کسریٰ کی سلطنت رہی، نہ اس ایمپائر کا کوئی نام و نشان رہا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح قدردانی دے، قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں، ہر وقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے دل میں بسانے کی توفیق دے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابھی نظم پڑھی گئی کہ یہ کتنا پیارا نام۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے یہاں محمد نام کا ادب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کسی جگہ تشریف لے جارہے ہیں، کوئی ڈانٹ رہا ہے کسی کو کہ یہ محمد، یہ برا ہے اس نے یہ کام کیئے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ٹھہر گئے، سب کو بلایا ادھر آؤ اور فرمایا کہ آج سے محمد نام رکھنا بند کردو، کیوں؟ کہ جب کبھی بھی کوئی یہ محمد نام رکھے، اور مسمّٰی کوئی غلط کام کرے گا تو مجھے یہ بھی برداشت نہیں ہے کہ یہ محمد نام رکھنے والے کو کوئی برا کہے، کہ محمد نے چوری کی، محمد نے غلط کام کیا، اسی لئے یہ نام ہی نہ رکھو، اور آئندہ کے لئے طے ہوگیا، لیکن جو پہلے سے موجود ہیں وہ کتنے ساروں کے نام محمد ہیں، فرمایا کہ ان سب کے نام بدل دو، کسی ایک کا نام آپ نے فرمایا کیا نام تمہارا؟ محمد ہے تو تمہارا نام آج سے عبدالرحمٰن، تم کوئی غلط کام کروگے کوئی کہے گا کہ محمد نے ایسا کیا، میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس نام کی بھی توہین ہو۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا آدمی گیا بنوطلحہ کے پاس، ان کے یہاں سات یا نو آدمی تھے جن کے نام سب کے محمد۔ وہ حضرت عمر کا فرستادہ جب پہنچتا ہے ان کے پاس اور ان سے جا کر کہتا ہے کہ مجھے حضرت عمر نے بھیجا ہے، کہ تمہارے یہاں جن کے نام محمد ہیں وہ ان کے نام بدل دیں، تو جو سردار تھے بنوطلحہ کے وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ جا کر امیر المؤمنین سے ہماری طرف سے عرض کردیجئے کہ خود میرا نام محمد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود میرا نام محمد رکھا ہے، تب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرمانے لگے کہ آج سے ہمارا حکم موقوف، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نام رکھا اور اجازت دی ہے، تو عمر اس کے خلاف کیسے کرسکتا ہے؟

اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس درجہ کا ادب نصیب فرمائے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے

یہ برداشت نہیں کیا کہ محمد نام کی طرف کسی طرح کی کوئی غلطی منسوب ہو۔ اللہ تبارک و تعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

۲

باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کے ترانے

واشرف بیت من لؤی بن غالب

سلالة اسماعیل والعرق نازع

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کا خلاصہ ہیں، اور جڑ اپنی شاخ کو اپنی طرف کھینچتی ہے، اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ لوی بن غالب کی اولاد میں شریف ترین قبیلہ ہے

بشارة عیسی والذی عنه عبروا

بشدة بأس بالضحوک المحارب

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی ہیں جن کو انبیاء گزشتہ علیہم السلام نے کثرت جہاد کے سبب ضحوک کے نام سے یاد فرمایا ہے

ومن أخبروا عنه بأن لیس خُلقه

بفظّ وفی الأسواق لیس بصاخب

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی ہیں کہ جن کے بارے میں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام نے یہ خبر دی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تندخو، بدمزاج نہیں ہوں گے، اور نہ بازاروں میں شور و غوغا کرنے والے

ودعوة ابراهیم عند بناءہ

بمکة بیتاً فیه نیل الرغائب

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے مصداق ہیں جو انہوں نے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے فرمائی تھی، جس خانہ کعبہ کے ذریعہ بہت سے انعامات و عطیات حاصل کئے جاتے ہیں

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

اَلْحمدُ لِلّٰہ اَلْحمدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُضْلِل فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ نَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُولُہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اما بعد

دوستو! یہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیثِ پاک کا ذخیرہ ہے اس کی ایک کتاب صحیح بخاری ہے، اس کے افتتاح کے جلسے میں آپ صبح سے شریک ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس شرکت کو قبول فرمائے، ہمارے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام نے درخواست کی یا رسول اللہ! آپ اپنے حالات بیان فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ اقدس سے خود اپنے حالات بیان فرمائے کہ **انا دعوۃ ابراھیم خلیل اللّٰہ** کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے **ربنا و ابعث فیھم رسولا من انفسھم** ۔ کے ذریعہ جو دعا مانگی تھی، میں اس دعا کا نتیجہ ہوں، اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے اور چیزیں ارشاد فرمائیں، ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے وقت کیا کیا واقعات پیش آئے، اس سے پہلے کیا واقعات پیش آئے، عین اس وقت کیا پیش آئے۔

جتنا بڑا واقعہ اتنا ہی اس کا شور

جو حادثہ جتنا اہم اور بڑا ہوتا ہے اس کی، جس طرح میڈیا میں آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ ہر اخبار میں وہ خبر دی جاتی ہے، ہر ریڈیو اس کو بیان کرتا ہے، ہر ٹیلیویزن اس کو نشر کرتا ہے۔ اسی طرح، تکوینی طور پر مشرق سے مغرب تک، جہاں جہاں اس کا تعلق ہوتا ہے، اور اس واقعہ کے اثرات جن کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، وہاں تک فرشتے وہ خبر پھیلا دیتے ہیں۔ ابھی ہمارے یہاں دو تین دن پہلے لندن میں جو حادثہ ہوا، جو ہونا نہیں چاہیے تھا، جو انسانیت کے نام پر بہت بڑا داغ ہے، معصوم بے گناہ انسانوں کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے، اس کی کوئی تأویل نہیں کی جاسکتی، کرنے والے کوئی بھی ہوں، غلط کام ہے۔ لیکن ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی جو زخمی ہیں انہیں شفایاب فرمائے، جو مر چکے ان کے گھر والوں کو اللہ تعالی صبر دے، جن کا جانی مالی نقصان ہوا، اللہ تعالی انہیں نعم البدل بہتر معاوضہ عطا فرمائے۔

تو بیان یہ کر رہا تھا کہ جو واقعہ جس قدر اہم ہوتا ہے تو کسی نہ کسی طرح اس کا شور زیادہ ہوتا ہے۔ اس دن اس واقعہ کے بعد لندن سے مولوی اسماعیل نے فون کیا، ابھی جلسہ میں وہ موجود ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ حادثہ تو صبح ہوا، اخبارات نے پونے دس بجے اس کا وقت بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ رات کو میں نے خواب میں تمہیں دیکھا کہ تم سجدے میں گڑگڑا کر رو کر دعا کر رہے تھے۔ تو فرشتے بتا رہے تھے کہ ایسا واقعہ رونما ہوگا جس کے لئے ہم صرف دعا ہی کر سکتے ہیں، دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالی ایسے حادثات سے دنیا کو محفوظ رکھے، دنیا میں امن چین قائم فرمائے، انسانوں کو انسانیت عطا فرمائے۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ایک عظیم شور برپا

تھا، جیسا میں نے پہلے بھی ایک مرتبہ بیان کیا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا جب یہاں سفر ہوا ہے تو کسی نے خواب میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے دوران انہوں نے سنا کہ اوپر والی منزل میں کافی چہل پہل، بھاگ دوڑ ہے، شور ہو رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھنے والے سے پوچھتے ہیں کہ تمھیں پتہ ہے کہ یہ اوپر کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو نہیں معلوم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملأ اعلیٰ میں حضرت شیخ کے انگلینڈ کے سفر کا شور ہے، چنانچہ یہاں جب حضرت تشریف لائے تو پورے یورپ میں شور تھا، ہنگامہ تھا، ہزاروں انسان ہر وقت وہاں حضرت کے پاس۔ وہ دن، اس کے بعد آج یہ تیس سال کے قریب ہو رہے ہیں، لیکن ہم نے وہ چہل پہل مسلمانوں میں، وہ روحانیت، وہ نور کی بارش، وہ نورانی دن کبھی نہیں دیکھے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کے وصال کا شور و ہنگامہ

ابھی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کا انتقال ہوا ہندوستان میں، ان کے انتقال سے ایک ہفتہ پہلے ہمارے یہاں، ان کے یہاں کے ایک مدرس قاری صاحب تشریف لائے تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے حضرت کے گھر کا خاص نمبر دیں، مجھے حضرت سے بات کرنی ہے، میں حضرت ہردوئی کو فون کروں گا۔

میں نے اس دن ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ چار پائی پر تشریف رکھتے ہیں اور میں اور حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابرار صاحب، ہم تینوں حضرت کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ پوچھتے ہیں کہ تم میں سے کس کے ذمہ کونسی نماز ہے؟ وہاں جب حضرت مفتی صاحب ہوتے تھے، تو اکثر جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے، میں ہمیشہ حضرت کے یہاں پنج وقتہ نمازوں کا امام تھا،

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی سے جب تشریف لاتے تھے تو حضرت شیخ فرماتے تھے کہ مولانا ابرار صاحب آئے ہیں، نماز کے لئے ان کی صلاح کر لیجیو، پھر وہ فجر کی نماز پڑھاتے تھے۔

حضرت شیخ خواب میں مجھے پوچھتے ہیں کہ تم میں سے کس کے ذمہ کونسی نماز ہے؟ تو جھٹ سے مفتی محمود صاحب نے عرض کیا کہ حضرت، میرے ذمہ ظہر، عصر کی نماز ہیں، اس پر میری آنکھ کھلی، تو مجھے بہت ہنسی آئی۔ میں نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب زندگی میں بھی بڑے تیز تھے، خواب میں اوراس عالم میں بھی وہی تیزی ہے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کو فون کر کے ان کو خواب سنانا چاہتا تھا، ابھی فون نہیں ہوسکا کہ ان کا انتقال ہو چکا، پھر ان کے گھر والوں کو تعزیتی فون کیا، خواب بھی سنایا۔

جب میں نے وہاں کینیڈا فون پر بھائی صاحب کو یہ خواب سنایا، تو وہ کہنے لگے کہ یہاں، تین نام لئے انہوں نے کہ فلاں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی رات انتقال کا خواب دیکھا، صبح فجر کے بعد آکر مجھ سے خواب بیان کیا تو میں نے کہا کہ اس کی تعبیر تو یہ ہے کہ کسی بڑے بزرگ کا انتقال ہونے والا ہے، شام کو اطلاع آئی کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کا انتقال ہو گیا، تو اب ان کا انتقال ہردوئی میں ہندوستان میں ہورہا ہے، اور شور ہے کینیڈا میں، انگلینڈ میں، ہر جگہ، جتنا اہم واقعہ ہوتا ہے اس کا اسی قدر شور ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے قبل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ، ہر مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت، یہاں تک کہ پچھلے انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام یہ بشارتیں سن کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سن کر، تمنا کیا کرتے تھے کاش کہ باری تعالی ہمیں اس نبی کی امت میں شامل فرمائے۔

پھر کسی نبی کی دعا کسی طرح قبول ہوئی، حضرت عیسی علیہ السلام کی کس طرح قبول ہوئی؟ حضرت دانیال علیہ السلام کی کس طرح قبول ہوئی؟ انہوں نے مختلف درخواستیں کیں کہ اگر اس نبی کی زیارت نہیں ہوسکتی، تو اس نبی کے خدام اور صحابہ کی زیارت ہوجائے۔

اللہ تبارک وتعالی نے ان کے لئے جب یہ بھی مقدر نہیں تھا، تو ان کے لئے اس کا انتظام کیا گیا، کہ اچھی بات ہے، زندگی میں تو تمہیں ان کے صحابہ اور خدام کی زیارت نہیں ہوسکتی، لیکن تمہاری یہ تمنا اس طرح ہم پوری کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تو صرف اس دنیا سے پردہ فرماتے ہیں، ان کا صرف اِس عالم سے اُس عالم کی طرف انتقال ہوتا ہے، دنیا سے آخرت کی طرف سطحِ زمین سے قبر میں صرف منتقل ہوتے ہیں، ورنہ **الانبیاء احیاء فی قبورھم**، وہ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی نے حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے اس دنیوی زندگی میں تو نہیں، مگر قبر والی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی زیارت مقدر فرمائی اور اس کے لئے سارا انتظام کیا گیا۔

اسی حدیث میں جو میں بیان کر رہا تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حالات بیان فرمائے کہ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کے قبولیت کا نتیجہ ہوں اور میرے دادا عبدالمطلب نے جو خواب دیکھا تھا اس خواب کی تعبیر ہوں۔

اور میری والدہ نے میری ولادت سے پہلے، اور ولادت کے بعد، اور ولادت کے وقت ایک دفعہ نہیں، بارہا یہ دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلتا ہے جس سے ساری دنیا روشن اور منور ہو جاتی ہے۔ اور حضرت آمنہ دیکھا کرتی تھیں شام کے محلات کو اور مدائن کے محلات اور شاہی محلوں کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری ولادت ہوئی، اس وقت میری والدہ نے وہیں مکہ مکرمہ میں ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں دیکھا۔

پہلے تو صرف ایک نور دیکھا کرتی تھیں کہ جس سے ساری دنیا انہیں نظر آتی تھی اور سارا علاقہ نور سے منور اور روشن ہوجاتا تھا، جہاں جہاں اسلام پہنچنے والا تھا وہ نور انہیں دکھایا جارہا تھا، اس میں انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں، یہ تو

حضرت آمنہ اِدھر دیکھتی ہیں۔

اُدھر سچ مچ جب موبذان نے دیکھا کہ دھڑا دھڑ صبح صادق کے وقت جس طرح بارش ہوتی ہے پتھروں کی، اوپر سے کنگرے گر رہے ہیں، باہر آکر دیکھا کہ یہ پتھر کی یہ عظیم الشان عمارت، جو صدیوں سے کھڑی ہوئی ہے، نہ کوئی زلزلہ آیا ہے، نہ کوئی واقعہ ہوا اور یہ اپنے آپ چودہ (۱۴) کنگرے گر رہے ہیں، اور یہ باقی سارے تراشے ہوئے پتھر اسی طرح قائم ہیں اور ان میں سے چودہ کنگرے کیسے گرتے ہیں؟

عبدالمسیح اور اس کا ماموں

پھر اسے یاد آتا ہے کہ آج رات میں نے خواب بڑا عجیب دیکھا تھا، دیکھا کہ بہت بڑے بڑے اونٹ اور اونٹ پر اونٹ سوار اور بہت بڑے بڑے زبردست عربی گھوڑے جس کے اوپر سوار، ایران کے پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، تو اس نے معبرین کو اکھٹا کیا، ان سے تعبیر چاہی۔

جب وہ اس کی تعبیر سے عاجز ہوگئے، تو انہوں نے کہا کہ اس کی تعبیر تو صرف ایک آدمی دے سکتا ہے جس کا نام ہے عبدالمسیح اور وہ عرب کے علاقہ میں ہیں، عرب کے علاقہ کے قریب شام کے علاقہ میں ہیں اور اس کے پاس تعبیر کے لئے آدمی بھیجا جائے تو صحیح تعبیر معلوم ہوسکتی ہے۔

جب ان کے پاس شاہی فرستادہ پہنچا، قاصد پہنچا، اور خواب اور یہ سچ مچ جو کنگرے چودہ گرے، یہ واقعہ بیان کیا، تو اس نے کہا کہ بھئی، میں بھی اس فن کو جانتا ہوں، لیکن مجھ سے زیادہ ماہر اس فن کو جاننے والے میرے ماموں ہیں، اور وہ شام میں فلاں جگہ ہیں، تو وہاں آدمی پہنچا۔ یہ ان کی زندگی کے آخری ایام تھے، سو سال سے زیادہ ان کی عمر ہوچکی تھی۔

انہوں نے یہ خواب سن کر اور یہ حقیقت سن کر کہا کہ یہ نبی آخر الزمان کی دنیا میں تشریف آوری کی خبر ہے کہ وہ اس دنیا میں تشریف لا چکے ہیں، اور قاصد نے کہا کہ ٹھیک ہے، لیکن یہ

جو چودہ کنگرے گرے اس کا کیا مطلب؟

انہوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے یا ان کے لوگوں کی دورِ حکومت میں تمہارے ایرانی چودہ (۱۴) بادشاہ ہوں گے۔ تو جب یہ تعبیر موبذان کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے بڑی خوشیاں منائی کہ اوہو! ابھی تو چودہ نسل تک، چودہ پشت تک ہماری حکومت چلے گی پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

لیکن مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہیں پتہ نہیں تھا قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاء کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ حکومت سے پہلے تک دس بادشاہ تو ان کے مر چکے تھے، ایک گیا دوسرا آیا، ایک چند دن رہا، ایک چند مہینے رہا۔

حضرت دانیال علیہ السلام کی تمنا

دوستو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حضرت دانیال نے جو تمنا کی، تو اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ تمنا اس دنیوی زندگی میں تو پوری نہیں کی جاسکتی، ہاں البتہ جب تم اس دنیا سے پردہ کر جاؤ گے تو اس کے بعد اس نبی آخر الزمان کے صحابۂ کرام کو دیکھنے کی تمہاری تمنا ہم پوری کر دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ حکومت میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے وہ علاقہ فتح کیا، تو وہاں موبذان کے محل پر جب قبضہ ہوا ہے اور اس کے خزانہ کی تلاشی لی گئی، وہ خزانہ ایک صندوقچی میں، ایک کبڈ میں نہیں ہوتا تھا، وہ تو تہہ خانوں میں بڑی بڑی عمارتیں ہوتی تھیں جس میں خزانہ کے طور پر وہ اسلحہ کو رکھتے، خزانہ کے طور پر دولت جمع کرتے تھے، خزانہ کے طور پر اپنی محبوب چیزیں، اپنے نزدیک جن چیزوں کو قیمتی سمجھتے تھے وہ ساری کی ساری وہاں جمع ہوتی تھیں۔

تو جب حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے ساتھی اس خزانہ پر پہنچے

ہیں،تو وہاں انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا، ایک کمرہ جب کھولا گیا تو اس میں انہوں نے دیکھا کہ ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے، اس پر ایک نعش رکھی ہوئی ہے، ایک جنازہ رکھا ہوا ہے جس کا کفن بھی محفوظ، جسم بھی محفوظ، جس طرح آج تیار کر کے جنازہ رکھا گیا ہو اور ان کے سرہانے ایک کتاب رکھی ہوئی ہے، انہوں نے فوراً وہ کتاب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس بھیجی اور ادھر تحقیق شروع کی ،حکومت سے تعلق رکھنے والے اس خزانے کے جو منتظمین تھے انہیں بلایا گیا، تو انہوں نے کہا کہ یہ حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش ہے اور یہ ان کا جنازہ اور ان کی چارپائی ہے، اور یہ جو کتاب ہے، یہ حضرت دانیال علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی جو ان کے سرہانے کتاب رکھی ہوئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کعب احبار کو بلایا اور اس کتاب کا ترجمہ کرایا، جس طرح ہمارے قرآن میں پچھلی امتوں کی، پچھلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی خبریں ہیں، پچھلی قوموں کے واقعات ہیں، قیامت تک آنے والے واقعات مذکور ہیں،اسی طرز کی وہ کتاب تھی جو حضرت دانیال علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لئے قبر تیار کی، اور ان کو دوبارہ وہاں دفن کیا، اس طرح ان کی ،حضرت دانیال علیہ السلام کی تمنا اللہ تبارک وتعالی نے پوری فرمائی۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد آئی ،تو پھر حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کو لکھ بھیجا کہ اچھا، یہ جو قبضہ ہوا اس علاقے پر اور اس خزانے پر، تو سب سے پہلے کون اس چارپائی کے پاس پہنچا اور کس نے اس خزانے کا اور تہہ خانے کا اور سیلر کا دروازہ کھولا جس میں یہ چارپائی تھی؟ تو بتایا گیا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے حرقوص ابن زُہیر ہیں جو ہمارے ساتھی ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اس کا پتہ لگایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس بھیجو، مدینہ منورہ اپنے پاس بلایا اور انہیں حضرت دانیال علیہ السلام والی حدیث سنائی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم ہر وقت اسلام کے لئے دل و جان سے نثار تھے، اس لئے کہ ہر وقت، ہر قدم پر، ایک ایک کلمہ کی صداقت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں حدیث سنائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ **من دلّ علی دانیال فبشّرہ بالجنۃ** کہ جو حضرت دانیال کی لاش کا پتہ لگائے گا، جو سب سے پہلے اس کے پاس پہنچے گا تو میری طرف سے اسے جنت کی بشارت دے دینا۔

میں نے تمہیں ایران سے یہاں تک بلایا یہ بشارت سنانے کے لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سارے واقعہ کی ہمیں خبر دی تھی، اور ہمیں یقین تھا کہ تم ایران کے ملک کو فتح کرو گے، وہاں تک پہنچو گے اور حضرت دانیال تک بھی پہنچو گے اور ان کی کتاب بھی ہمارے ہاتھ لگے گی، اور ان کی یہ تمنا کہ صحابۂ کرام کو وہ دیکھیں اور صحابہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں، یہ اللہ تعالی نے اس شکل سے پوری کرنی تھی، میں نے تمہیں جنت کی بشارت سنانے کے لئے یہاں بلایا تھا، یہ واقعات جتنے اہم ہوتے ہیں اتنا زیادہ اس کا شور ہوتا ہے۔

خیر، آپ لوگ صبح سے اس جلسہ میں مصروف ہیں، تھکے ہوئے ہوں گے، ہم لوگ تو ابھی تازہ دم پہنچے ہیں اس لئے آدھ پون گھنٹے میں ہم ختم کرتے ہیں۔

دوستو! یہ صحیح بخاری حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے ہم نے پڑھی، سہارنپور میں یہ حضرت کا مکمل بخاری شریف کا آخری سبق تھا، بارہا حضرت مجھے فرمایا کرتے تھے، از راہِ شفقت، کہ حضرت کی دونوں آنکھوں میں موتیا اتر چکا تھا اور اس کا آپریشن کرانا تھا، اس لئے حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس سال بخاری شریف پڑھانے کا ارادہ نہیں کیا تھا مگر صرف تیری وجہ سے پڑھا رہا ہوں، حضرت کی شفقت کی وجہ سے آخری ساری مکمل بخاری شریف حضرت کے پاس پڑھنے کی سعادت میسر آئی۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جب اپنی سند بیان فرماتے تھے کہ حضرت نے حدیث کن سے پڑھی، حضرت

کے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب سے، انہوں نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

اور اسی طرح حضرت شیخ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے، انہیں اجازت تھی مولانا رشید احمد گنگوہی سے۔

پھر اس کے بعد حضرت اپنی اور سندیں بھی بیان فرماتے تھے۔

اور اس کے بعد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ایشیا اور حرمین میں جن جن سے خط و کتابت ہو سکتی تھی، میں نے سینکڑوں کی تعداد میں سب کو خطوط لکھے اور سب کو میں نے پوچھا کہ میں آپ کی سند معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی حدیث میں سند کیا ہے؟ کہ تم نے حدیث کس سے پڑھی، تمہارے استاذ نے کن سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری مکمل سند کیا ہے؟

مثلاً ابھی یہ طالبِ علم نے جو یہاں **حدثنا الحمیدی** سے سند پڑھی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے میرے استاذ حمیدی سے، اور انہوں نے اپنے استاذ سے، اور انہوں نے اپنے استاذ سے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی۔

ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر امامِ بخاری تک۔

پھر امامِ بخاری سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تک، شاہ ولی اللہ صاحب نے کن سے حدیث پڑھی؟ انہوں نے کن سے پڑھی؟ انہوں نے کن سے پڑھی؟

اور تیسری ایک کڑی ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے صحیح بخاری پڑھی، انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے پڑھی، تو یہ پوری سند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تک، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے لے کر امامِ بخاری تک، امامِ بخاری سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک سند کے تین حصے ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ہماری اتنی سندیں تو معلوم تھیں، کہ وہ سب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی تھیں، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مصنف تک اور مصنف آگے پھر اپنی کتاب میں ان کی سب کی سندیں چھپی ہوئی ہیں، وہ خود بیان کرتے ہیں۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، پورے ایشیا میں جہاں جہاں اور حرمین میں جن جن کے متعلق معلوم تھا، جتنے مدارس تھے، چاہے وہ مدرسہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتا ہو، بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہو، یا اہلِ حدیث مسلک کا ہو، تمام مسلک کے مدارس کو میں نے لکھا، بلا امتیاز، سب کو میں نے خطوط لکھے اور پوچھا کہ مجھے آپ اپنی سند لکھ کر بھیجئے۔

فرماتے ہیں کہ ہزاروں کی تعداد میں میرے پاس وہ سندیں آئیں اور کوئی ایک سند بھی ایسی نہیں تھی کہ جس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بیچ میں نہ آتے ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس وقت سے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مسند الہند کہا کرتا ہوں کہ پورے ایشیا، عرب ممالک میں تو ان کی اپنی سند ہوں گی، لیکن یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تبارک وتعالی نے حدیث کی اشاعت کا اتنا عظیم الشان کام لیا کہ پورا ایشیا ان کا مرہونِ منت ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ کوئی ایک سند میرے پاس ایسی نہیں آئی کہ جس کے درمیان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہ آتا ہو۔

اللہ تبارک وتعالی نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اونچا مرتبہ عطا فرمایا تھا، کیا علمی لحاظ سے، کیا حدیث پر نظر کے اعتبار سے، کیا فقہ پر نظر کے اعتبار سے، کیا تاریخ اور سیاست پر نظر کے اعتبار سے۔

حضرت کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ، بڑی عظیم الشان کتاب ہے، حضرت مولانا قاری طیب صاحب اخیر عمر میں بھی اس کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے، سبقاً سبقاً اس کو پڑھایا کرتے

تھے۔

دہلی کے اکابرِ ثلاثہ

اس پر مجھے واقعہ یاد آیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمان تھے ایک حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلوی، اور دوسرے مشہور نقشبندی سلسلہ کے بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا آپس میں بڑا تعلق تھا، یہ اکابرِ ثلاثہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، مولانا فخر الدین صاحب، اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں ہوتے تھے۔

تھانہ بھون کے تین بزرگ

اور اس کے تھوڑے سے عرصہ کے بعد ایک دور آیا جس میں اکابرِ ثلاثہ تھانہ بھون میں تھے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ایک ہی مسجد میں وہ نماز پڑھتے تھے، اور ایک مسجد میں بھی اس طرح کہ اس کونے میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہیں، اس کونے میں حضرت مولانا محمد صاحب تھانوی ہیں اور مسجد کے دروازے پر حضرت مولانا ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی ہوتی۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی آنے والا آتا تو سب سے پہلے دروازے پر حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا۔

آج کل ایک نئی چیز شروع ہورہی ہے، کہ حقے کی دکانیں جگہ جگہ نظر آرہی ہیں، میں ایک جنازہ میں بولٹن گیا تو وہ بتانے لگے کہ عیاشی کے اڈے بننے لگے ہیں۔

بولٹن اس ملک میں آنے کے بعد میرا سب سے پہلا وطن بنا، لیسٹر والے مجھے لینے کے لئے آئے تھے، کچھ تنخواہ بھی زیادہ بتائی تھی، ابھی بھی اس دن بھی جب میں نے واقعہ یہاں بیان کیا تو ایک ساتھی بتانے لگے، کہ ان میں میں بھی شامل تھا، حضرت مولانا سلیم صاحب کے والد صاحب تھے اور دو ساتھی اور تھے، وہاں بولٹن والے مجھے گیارہ پاؤنڈ دے رہے تھے،

اور اِنہوں نے، لسٹر والوں نے کہا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لے چلیں، ہم مکان بھی آپ کو دیں گے، مسجدِ نور کے لئے آئے تھے کہ آپ کو ہم پچیس پاؤنڈ تنخواہ دیں گے، اس وقت کے پچیس پاؤنڈ تو واقعی بہت زیادہ تھے، ہمارے گھر میں لڑائی پیدا کر کے گئے، میں نے کہا، میں بولٹن والوں کو وعدہ کر چکا ہوں کہ میں تمہارے یہاں آؤں گا، گھر والوں نے کہا ابھی تو صرف وعدہ ہے میں آؤں گا، آپ نے کام شروع تو نہیں کیا، اور یہ گیارہ پاؤنڈ میں کس طرح کام ہوگا، اس کی وجہ سے گھر میں سوال جواب بھی ہوتے رہے۔

وہاں بولٹن میں گزر رہا تھا، مجھے ایک ساتھی پچھلے ہفتے بتانے لگے جنازہ کے بعد، کہ یہاں یہ حقے کی تین دکانیں ابھی کھل گئی ہیں، میں نے کہا حقے کی دکان؟ کیا لوگ حقے اتنے پیتے ہیں کہ اس قدر بیچے جاتے ہیں؟ کہنے لگے کہ نہیں، حقہ پینے ہی کے لئے لوگ یہاں آتے ہیں اور بڑی افسوس ناک انہوں نے خبر سنائی، انہوں نے کہا کہ مرد عورت سب بیٹھ کر وہاں حقہ پیتے ہیں، **انا للہ و انا الیہ راجعون**، ایسی بے حیائی سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بچائے۔

حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ وہاں مسجد کے دروازے پر ہوتے تھے، جب کوئی آنے والا آتا اور سب سے پہلے سلام کر کے، حضرت سے مصافحہ کر کے حضرت سے ملتا، حضرت اس سے فرماتے کہ دیکھو بھئی، اگر تم کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہو تو وہ کونے میں بیٹھے حضرت مولانا محمد صاحب، ان کے پاس جاؤ، مسئلہ وہ بتائیں گے، اور اگر تم مرید ہونے کے لئے آئے ہو، بیعت ہونے کے لئے آئے ہو یا طریقت کا کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہو، طریقت کے رموز معلوم کرنے ہیں تو اُدھر، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ بزرگ ادھر بیٹھے، اور اگر حقہ پینا ہو تو یاروں کے پاس بیٹھو۔ دہلی میں بھی ایک وقت میں بھی اکابرِ ثلاثہ تھے، تین بزرگ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابولؤلؤہ، فیروز کا، فجر کی نماز کی امامت میں خنجر لگتا ہے، زخمی

ہو جاتے ہیں، خون بہہ رہا ہوتا ہے، کسی کو بھی امید نہیں، لوگ زار و قطار رو رو کر دعائیں کر رہے ہیں، آخر وہ وقتِ موعود جس کے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ خود منتظر تھے، چونکہ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہ **اللھم اجعل موتی فی بلد رسولک، اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک** ، کہ اللہ تو مجھے موت بھی دے اور شہادت بھی دے اور اس شہر میں دے۔ اللہ۔

پھر خود ہی اس کے متعلق سوچتے بھی رہتے تھے کہ میرا مشرق سے مغرب تک ایک رعب اور دبدبہ ہے اور سارے، بڑے بڑے ملوک اور سلاطین کے تخت مسلمان اُلٹ چکے ہیں اور مدینہ منورہ اتنا محفوظ، اور اس مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے بادشاہ کو شہادت کیسے ملے گی؟

اور یہ صحابہ، میں بار بار کوشش کرتا ہوں کہ میں کہیں جاؤں، کسی فوج کے ساتھ میں بھی جہاد میں جاؤں، لیکن یہ مجھے جانے نہیں دیتے، تو پھر مجھے شہادت کیسے ملے گی؟ خود ان کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا۔

اسی لئے ایک مرتبہ انہوں نے مدینہ منورہ میں خطبہ دیا، اور اس خطبہ میں ان کو وہ اپنی شہادت کی موت یاد آ گئی، تو انہوں نے ایک حدیث سنائی کہ جنت میں ایک محل ہے کہ جس کے پانچ سو دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ سو حوریں کھڑی ہیں، اور وہ محل جنت کا ملے گا صرف نبی کو صدیق کو اور شہید کو۔

منبر پر جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے یہ حدیث سنا رہے ہیں اور سناتے ہی فوراً ادھر متوجہ ہو جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اور ادھر دیکھتے ہوئے خطاب کرتے ہیں **ھنیئاً لک یا رسول اللہ!**

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا حال

ارے یہ تو قرن اول میں اسی وقت یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ

عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف جنہیں حاصل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین میزبان، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کے بعد ان سے نہیں رہا جاتا تھا۔

صحابیہ نے قبر شریف پر جان دے دی

صرف وہ تنہا تھے؟ کتنے صحابہ اور بھی تھے؟ ایک صحابیہ قبر شریف پر آتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ اس نے اشعار گنگنانے شروع کئے، پڑھنے شروع کئے، وہیں گریں، ڈھیر ہوگئیں اور ان کا حجرہ شریف کے پاس انتقال ہوگیا۔

ایک اعرابی نے قبر شریف پر جان دی

ایک اعرابی آیا اور اس نے آکر پڑھنا شروع کیا اور اس نے اپنی جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس دے دی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے جب نہیں رہا جاتا تھا تو وہ قبر شریف کے سامنے بیٹھ کر روتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما روتے روتے اپنی پیشانی، پھر سر رکھ دیا قبر شریف کے اوپر اور مسلسل روئے جارہے ہیں۔ وہاں سے مروان نے گزرتے ہوئے دیکھا تو مروان پوچھتا ہے کہ ابن عمر، تم ہوش میں ہو؟ تم کس حال میں ہو تمہیں پتہ ہے؟ تم کیا کررہے ہو تمہیں پتہ ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے غصہ میں مروان کو جواب دیا کہ ہاں! مجھے پتہ ہے، میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

منبر پر سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب یہ حدیث سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف دیکھتے ہوئے مخاطب ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں ھنیئاً لک یا رسول

الـلـــه ! آپ کے لئے تو وہ محل مبارک ہے اے رسول اللہ! ، آپ تو اس میں داخل ہو چکے ہیں، اس کو برت چکے، آپ نے وہ دیکھ لیا۔

اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف مخاطب ہوتے ہیں **ھنیئاً لک یا ابا بکر** ! اے ابو بکر! تمہیں بھی وہ محل مبارک، کہ **لنبی او صدیق او شھید** آیا ہے۔

اور اس کے بعد اپنے متعلق سوال کرتے ہیں اپنے آپ سے، **انّیٰ لک یا عمر** ؟ اے عمر یہ شہادت سے گزر کر تمہیں یہ محل کیسے ملے گا؟ تم تو صرف یہاں کے نہیں، ایک عظیم سلطنت کے بادشاہ بن چکے ہو، خیر تو اللہ تبارک و تعالی نے ان کی یہ تمنا پوری فرمائی اور ابو لؤلؤہ، فیروز کے خنجر سے زخمی ہو کر گرے، پھر اللہ کو پیارے ہوئے تو سب تعزیت کے لئے آ رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما

اکابر ثلاثہ پر مجھے یاد آیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا فخر الدین صاحب اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ، تین بزرگ دہلی میں ہوتے تھے۔

تعزیت کے لئے سب آ رہے ہیں، تانتا بندھا ہوا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا رو رہا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا جنازہ رکھا ہوا ہے، دیکھ کر میں رو رہا ہوں، اتنے میں میں نے محسوس کیا کہ میرے کندھے پر کسی نے اپنا سر رکھا ہے، پھر بھی میں اپنے دیکھنے میں مشغول رہا، میں نے دیکھا نہیں کہ کون ہیں، میں اپنے رونے میں مشغول تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد پہلے جنہوں نے میرے کندھے پر سر رکھا ہوا تھا انہوں نے کہنا شروع کیا کہ مجھے تو اس کا یقین تھا کہ ایسا ضرور ہوگا اور ایسا ضرور ہونے والا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں، کہ مجھے تو اس کا یقین تھا کہ ایسا ضرور ہونے والا ہے، اس لئے کہ میں نے ساری عمر دیکھا، میں نے مکہ میں دیکھا، مدینہ میں دیکھا، سفر میں دیکھا،

حضر میں دیکھا، رات میں، دن میں، ہر وقت جب کبھی میں دیکھتا اور کسی سے سنتا، تو کیا دیکھتا؟

کہ جب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے ہیں تو میں کیا دیکھتا کہ **خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر و عمر**، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، ابوبکر ساتھ ہیں، عمر ساتھ ہیں، کبھی کوئی کہتا کہ **دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر و عمر**، کہ بھئی کون کون گیا اندر؟

وہ کہتے ہیں سب سے پہلے یہ نام آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم **وابو بکر و عمر**، کہتے ہیں کہ ہر کام میں میں دیکھتا کہ ان تینوں کا ہر وقت ساتھ تھا۔

اس کے واقعات کہ کہاں کہاں ساتھ تھے کافی ہیں، لیکن وقت ختم ہو رہا ہے اس کی گنجائش نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان کا رونا اور ان کی آہ وزاری یہ سنی کہ جو کہے جا رہے ہیں، کہ مجھے اس کا یقین تھا کہ تم ضرور ساتھ رہو گے اس لئے کہ میں ساری عمر تم تینوں کو ساتھ ساتھ دیکھتا تھا، کہ ہر کسی سے جب کوئی خبر ملتی تھی کسی جگہ کی، کہنے والا کہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہاں، اور حضرت ابوبکر تھے، حضرت عمر تھے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے گردن پھیر کر دیکھا کہ کون ہے کہ جس نے میرا سہارا لیا ہوا ہے، تو میں نے دیکھا کہ حضرت علی ہیں، کرم اللہ وجہہ، یہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، یہ تینوں ہر جگہ ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم

جب اس دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اب تین اور اکھٹے ہوئے، کہ جہاں کہیں، جو مشورہ ہوتا، جو کام ہوتا، یہ تینوں ساتھ ساتھ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسی لئے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، اب لوگ بیعت کر کے چلے گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں کے سامنے، ساتھیوں کے سامنے رو رہے ہیں اور ان سے فریاد کر رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ رہے ہیں کہ تم نے مجھے بٹھا دیا، وہ انہیں تسلی دیتے ہیں کہ نہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں، انہوں نے کہا نہیں ایسے نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر صراحتاً کہا کہ نہیں، دیکھو میں پورا ایک شعبہ سنبھالوں گا اور وہ شعبہ قضاء، شعبہ قضاء، **انا اکفیک القضاء** کہ میں شعبۂ قضاء، عدالت میں سنبھالوں گا، جتنے مقدمے آئیں گے، سارے مقدمے میں سنوں گا۔

اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی اور دوست کو تسلی دی کہ دیکھئے **انا اکفیک بیت المال**، کہ میں بیت المال کا سارا انتظام میں سنبھالوں گا، اب آپ کے لئے ہم نے بوجھ ہلکا کر دیا، تو یہ تینوں حضرات اخیر تک ساتھ ساتھ رہے۔

نفر من قدر اللّٰہ الی قدر اللّٰہ

یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام کا سفر کرتے ہیں، جب بیت المقدس کی چابی دینے کے لئے یہ شرط کی جاتی ہے کہ تمہارے امیر المؤمنین آ کر ہم سے چابی وصول کریں، تب ہم بیت المقدس کی چابی ان کے حوالے کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے جاتے ہیں، لمبا قصہ ہے، وہاں سے فارغ ہو کر شام والوں کا اصرار ہوتا ہے کہ آپ ذرا ایک نظر شام کو بھی دیکھ لیں، کہ نیا مفتوحہ علاقہ ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے قدم یہاں پڑیں، آپ سے ہم مشورہ لیں۔

طاعونِ عمواس

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی وہاں کے سفر کا ارادہ کر رہے تھے کہ اتنے میں اطلاع

آئی طاعونِ عمواس پلیگ پھیل گیا ہے پورے علاقہ میں، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ پر شام والے حضرات مُصر تھے کہ آپ شام کا علاقہ دیکھنے تشریف لے چلیں، جو ساتھی یہاں سے گئے ہوئے تھے اور اس کے علاوہ بعض ساتھی وہ کہہ رہے تھے کہ نہیں جانا چاہئے، وہاں پلیگ پھیل چکا ہے، ابھی آپ کو طاعون میں جانا نہیں چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اجلاس بلایا، سب کو اکھٹا کیا، نماز کے بعد پوچھا کہ دوستو! بتاؤ کیا کروں؟ میں علاقے کا دورہ کروں یا نہ کروں؟ کہ وہاں پلیگ ہے۔ دو جماعتیں ہوگئیں، دو رائیں تھیں، آدھے لوگ کہہ رہے تھے کہ جانا چاہئے، کچھ کہہ رہے تھے کہ نہیں جانا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو فرمایا کہ تم جاؤ، یہ تو اختلاف پیدا ہو گیا ہے، اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ مہاجرین کو بلاؤ، صرف مہاجرین بلائے گئے، ان میں بھی ٹھیک اسی طرح دو رائیں، دو جماعتیں، ان کو بھی واپس بھیج دیا۔

اور فرمایا کہ انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب رہے ہیں انہیں بلاؤ، وہ بلائے گئے تو ان میں بھی اسی طرح اختلاف ہوگیا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

اتنے میں حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کہیں تشریف لے گئے تھے، وہاں سے گھوڑے پر سوار ہو کر پہنچے، پوچھا کہ کیا بات ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ مشورہ کر رہے تھے کہ یہ طاعون پھیلا ہوا ہے، پلیگ والے علاقہ میں مجھے جانا چاہئے یا نہیں جانا چاہئے؟ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے حدیث سنائی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی علاقہ میں طاعون پھیل جائے، پلیگ پھیل جائے، تو جو اس علاقہ سے باہر ہوں، ان کو وہاں اندر جانا نہیں چاہئے اور جو اس علاقہ کے اندر ہوں، ان کو باہر نہیں آنا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فیصلہ فرما دیا کہ بھئی اب شام نہیں جائیں گے، مدینہ منورہ واپسی کی تیاری ہوگئی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے واپسی کا عزم فرمالیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے خاص دوست ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالی عنہ، اس پورے علاقے کے سب سے بڑے کمانڈر وہی تھے۔ اپنے کارنامے، اپنے مفتوحہ علاقے، اپنی چیزیں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو دکھا کر مشورے لینا چاہتے تھے۔

انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ تو ہمارے ساتھ نہیں آرہے ہیں، واپس جارہے ہیں، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کیا کہ **افراراً من قدر اللّٰہ؟** کہ آپ یہاں شام میں طاعون اور پلیگ پھیلا ہوا ہے اس لئے نہیں جاتے اور طاعون سے بھاگ کر مدینہ منورہ جانا چاہتے ہیں، تو اللہ کی تقدیر سے کوئی بھاگ سکتا ہے؟ قضاء اور قدر نے جو فیصلہ جس شخص کے متعلق پہلے سے کر دیا ہے اور تقدیر میں جو پہلے سے نوشتہ اور لکھا ہوا موجود ہے، اس کے خلاف تو ہو ہی نہیں سکتا تو **افراراً من قدر اللّٰہ؟** کیا تقدیر سے بھاگا جا سکتا ہے؟ کوئی بھاگ سکتا ہے تقدیر سے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دوستانہ شکوہ کیا کہ کاش! اے ابوعبیدہ، یہ کلمہ میں تمہاری زبان سے نہ سنتا، اور کسی اور آدمی کی زبان سے سنتا، تم تو اتنے بڑے صحابی، اتنے بڑے سابقین اولین مہاجرین میں سے، پھر فرمایا بلکہ **نفر من قدر اللّٰہ الی قدر اللّٰہ**، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ ہم جہاں سے بھاگ رہے ہیں وہ بھی اللہ کی تقدیر سے، اور جہاں جارہے ہیں وہ بھی اللہ کی تقدیر سے۔

میں بتا رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کریں، تو کم از کم سو واقعات مل سکتے ہیں، کہ ایک جگہ پر، ایک کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ابوبکر ہیں، عمر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ابوبکر و عمر ہیں۔

اور اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں جو فیصلے ہوئے، جو کام ہوئے اس میں یہ تین ہستیاں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالی عنہ۔

خیر، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے سے اکابر ثلاثہ کا ذکر چھڑا، جو الگ الگ وقت میں ہوا کرتے تھے، ایک گھنٹہ ہو چکا ہے، اس سے زیادہ کا میں نے تو ارادہ نہیں کیا تھا، صبح سے آپ لوگ مصروف ہیں، اب میں حدیث پڑھ لیتا ہوں، دعا کر لیتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان طلبہ کو کامیاب فرمائے، ان طالبات کو کامیاب فرمائے، ان کے لئے علم و عمل مقدر فرمائے، دوستو یہ بڑا پُرفتن دور ہے اوراس میں ہر وقت تقلّب ہے، کس وقت کہاں کیا واقعہ پیش آ سکتا ہے، کوئی گیرنٹی نہیں دی جاسکتی، اس لئے ہر وقت آہ وزاری سے اللہ تبارک وتعالی سے استحکام مانگنا چاہئے، اللہ تبارک وتعالی ہمارے ان اداروں کو باقی رکھے، ہمارے اس سلسلہ کو باقی رکھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. باب كيف كان بدؤ الوحى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقول الله عزوجل انا اوحينا اليک كما اوحينا الى نوح والنبيين من بعده. حدثنا الحميدى عبد الله بن الزبير قال حدثنا سفيان قال حدثنا يحى بن سعيد الانصارى قال اخبرنى محمد بن ابراهيم التيمى انه سمع علقمة بن وقاص الليثى يقول سمعت عمر بن الخطاب رضى الله عنه على المنبر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرأ ما نوى فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او الى امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه۔

اب دعا کریں اللہ تبارک وتعالی اس مدرسہ کو باقی رکھے، خاص طور پر آپ کے یہاں جونئ مسجد تعمیر ہورہی ہے، اللہ تبارک وتعالی اس کام کو آسان فرمائے، جلد سے جلد اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے، درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُنْيَا حَسَنَةً وَ فِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّئٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان، وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ الرَّحِیْمُ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ قُلُوْبًا اَوَّاهَةً مُخْبِتَةً مُنِیْبَةً اِلَیْکَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَ التُّقیٰ وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰی، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ رَسُوْلِکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الصِحَّةَ وَ الْعِفَّةَ وَ الْاَمَانَةَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبرِ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّال۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہمارے سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہمیں ہدایت دے، یا اللہ! ہمیں ہدایت دے، یا اللہ! اس مجمع کو ہدایت دے، یا اللہ! ہمارے بوڑھوں کو ہدایت دے، یا اللہ! ہمارے نوجوانوں کو سیدھی راہ پر لگا، یا اللہ! انہیں مسجد کی طرف راغب بنا، یا اللہ! انہیں دین کی طرف رغبت دے، یا اللہ! انہیں نماز کی طرف رغبت دے، یا اللہ! ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہماری نوجوان نسلوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ہدایت کے اسباب پیدا فرما، یا اللہ! انہیں بے راہروی سے بچا، یا اللہ! ہمارے مدارس کی حفاظت فرما، مساجد کی حفاظت فرما، دینی مراکز کی حفاظت فرما، دینی کاموں کی حفاظت فرما، یا اللہ جہاں کہیں دینی کام ہو رہے ہیں ان تمام کی حفاظت فرما، یا اللہ! دنیا کے تمام کونے کونے میں اس وقت فتنے برپا ہو رہے ہیں، یا اللہ! دنیا کے کونے کونے میں انسانوں کا خون بہہ رہا ہے، اور یا اللہ! بلا وجہ بہایا جا رہا ہے، یا اللہ! انسانوں میں انسانیت پیدا فرما، یا اللہ! ان سے حیوانیت کو

ختم فرما، ان میں سے درندگی کو ختم فرما، یا اللہ! ان میں انسانوں کے دل پیدا فرما،انسانی اخلاق، انسانی کردار پیدا فرما، یا اللہ! اس مسجد کو آباد فرما، قیامت تک کے لئے اس جگہ کو قیامت تک کے لئے قبول فرما، یا اللہ! مسجد کا جو نیا کام، نئی مسجد کا کام ہونے والا ہے اس کو آسان فرما، عافیت کے ساتھ اس کو جلدی مکمل فرما، یا اللہ! تمام سہولتیں اپنی طرف سے پیدا فرما، یا اللہ! جو اس میں مدد کرنے والے ہیں ان تمام کو قبول فرما، ان کے جان اور مال کو قبول فرما، ان کی جان اور مال میں برکت ڈال دے، یا اللہ! انہیں زیادہ سے زیادہ دینی کام کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۳

منور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

کا نورنبوت، ولادت با سعادت

اور مکہ میں، مدینہ میں، مدین میں،

کوہ طور پر، بیت اللحم میں

یا الٰہی سر بسجدہ ہے قلم بہرِ سخن

راہِ نعتِ مصطفیٰ پر اس کو کردے گامزن

ہو بیاں کچھ شانِ عالی احمدِ مختار کا

ہے یہی اہل محبت کے لئے خمرِ کہن

مکہ مولد، طیبہ مورد، حوض موعد حبّذا

حشر کے دن رب سلّم امّتی کی ہے لگن

انبیاء سب مقتدی ہیں لیلۃ المعراج میں

اور امام الانبیاء مہمانِ ربِ ذو المنن

پہونچے جب سدرہ پہ تو جبرئیل یہ کہہ کر رکے

ہست سوزاں ایں تجلی من نتانم پر زدن

"قاب قوسین" اور "دنی" اللہ اکبر یہ مقام

اختیارِ خمر پر راجح ہوا شربِ لبن

عرش، کرسی، حوض، جنت سب کا نظارہ کیا

کیا مبارک ہے سفر ہیں شادماں روح و بدن

تحفۂ قرب و محبت پنجگانہ حاضری

یادگارِ خلعتِ اکرام ہے بے شبہ وظن

ذاتِ مرسل ہے رحیم اور وصف مرسل بھی رحیم

ان کی امت خیر امت، قرن ہے خیر الزمن

ہے لقب امی و لیکن جس طرف بھی دیکھئے

ان سے روشن عقل و دل، دین و فراست علم و فن

آئینہ بن کر ملے تھے جب "حرا" میں جبرئیل

آشکارا ہو گیا تھا سرِ علمِ من لدّن

رحمۃ للعالمیں، محبوب رب، صادق امیں،

منبعِ ایثار وشفقت، مظہر خلقِ حسن

تا قیامت معجزہ ہر سورتِ قرآن ہے

بہرِ منکر ہے تحدی نفیٔ تاکیدِ بلن

ہے نبوت ہر نبی کی حق مگر اس دور میں

سکّۂ حضرت محمد مصطفیٰ کا ہے چلن

(حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک سفر میں روضۂ اقدس پر آخری سلام کے ساتھ مفتی صاحب نے یہ اشعار پیش کئے تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ نعتیہ کلام، نغمۂ توحید اور وصف شیخ کی کیسٹیں۔ حضرت مفتی صاحب ہی کی آواز میں ہم نے حضرت کے یہاں دار العلوم بری قیام کے دوران ٹیپ کی تھیں۔ اللہ کرے کسی جگہ محفوظ ہوں۔

(از حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ العالی)

اوادعکم واعلمکم بوجدی

وقلبی عندکم والجسم عندی

ولا قصدی افارقکم ولکن

قضاء اللّٰہ یغلب کل عبد

(حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحمدُ لِلّٰه اَلْحمدُ لِلّٰه نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئٰاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُضْلِلِ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ نَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُولُہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

أَمَّابَعْد! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَحِیْمِ﴿ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَحِیْمٌ ﴾ صدق اللّٰہ العظیم.

دوستو! دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مرتے دم تک اِن بچوں کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ رکھے، اِن کے دادا جان کی طرح اللہ تعالیٰ اِنہیں علوم سے مالا مال فرمائے، ہمارے اکابر کے نقش قدم پر اِنہیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے، قرآنی احکام پر عمل کرنے کی توفیق دے، حفظ کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ امت میں دنیا کے کونے کونے میں زیادہ سے زیادہ رائج فرمائے اور قرآن سے ہمیں سچی اور پکی محبت عطا فرمائے۔

دو بڑی نعمتیں

دوستو! قرآن پاک اور سرور کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، یہ دو اِس امت کے لئے بہت بڑی خصوصی نعمتیں ہیں جو اِس امت کو عطا ہوئی ہیں، جس قدر ہم اِس پر رشک کریں اور اِس انعام کو لوٹنے کی کوشش کریں وہ کم ہے، جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اِس احسان کو جتلایا کہ ہم نے تمہیں اِس رسول کی امت میں پیدا کیا جس کے لئے کائنات کا سارا نقشہ ہم نے تیار کیا، تمام انبیاء اور رسل جن کے خاطر بھیجے گئے، تمام سابقہ کتب جن کے خاطر نازل کی گئیں، تا کہ آخر میں یہ کہا جاسکے کہ یہ جتنی کتابیں اب تک تھیں وہ ساری کی ساری منسوخ اور سب سے بڑی اور عظیم الشان کتاب قرآن اُس کے لئے ناسخ، اور تا کہ یہ کہا جاسکے کہ جتنے انبیاء حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تک تشریف لائے وہ سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بننے کی اُن کی تمنّا اور اُن کی دعا اور اُن کی چاہت۔

تو یہ بڑی دولت، بڑی عظیم الشان نعمتیں ہمیں دی گئی ہیں، اور جتنا ہمیں اِس کے لئے محنت اور کوشش اور کاوش کرنا چاہئے وہ ہم سے نہیں ہورہی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری اِس کوتاہی کو معاف فرمائے، قرآن پاک جیسی عظیم دولت کی طرف سے جو ہماری غفلت ہے اُس کو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، اور سرورِ کائنات، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بارے میں بھی ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلبگار ہیں۔

نور نبوت

دوستو! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت سے پہلے نبوت عطا فرمائی۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت بیان کی ہے [۱] وہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جب جنت

---

[۱] دقائق الاخبار فی ذکر الجنة والنار لعبد الرحیم بن احمد القاضی، الدرر الحسان فی البعث ونعیم الجنان للسیوطی

میں چلتے پھرتے تھے تو فرشتے اِس کے متمنّی رہتے تھے کہ کاش کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کو پیچھے کی طرف سے، اُن کی پشت کی طرف سے دیکھ سکیں، کیوں؟

اِس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں سرورِ کائنات فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت ودیعت فرمایا تھا، اور وہ نور، اس روایت میں ہے کہ اِس طرح چمکتا تھا، جس طرح ہم چاند اور سورج کو جس طرح چمکتا ہوا دیکھ رہے ہیں اُس سے زیادہ، کئی گنا زیادہ روشنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس نورِ نبوت کی تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی صُلب میں ودیعت تھا۔

نورنبوت سے متعلق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ

اِسی لئے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے، عادتِ شریفہ یہ تھی کہ مدینہ منورہ داخل ہونے سے پہلے اِتنے قریب کہ اہل مدینہ منورہ صحابۂ کرام وہاں تک پہنچ سکیں، وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمالیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے اُس جگہ پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کی شان میں کچھ اشعار کہے ہیں۔

نعت شریف سننے سنانے کا مقصد

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک شعر کا یہ پہلو جو نعت کی طرف جاتا ہے، اور جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا حال بیان کیا گیا ہو وہ اہم ترین عبادت کے برابر ہے، اِسی لئے خود سرورِ کائنات فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے تھے۔

صحابۂ کرام میں سے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور آپ کے علاوہ متعدد صحابۂ کرام کا اپنے قصائد کا سنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ثابت ہے۔

اور یہ اس لئے ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے اِس دل کو بیدار کیا جائے تاکہ حضور پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق دل میں رچے بسے، جب عام کلام ہوتا ہے نثر ہوتا ہے اور وعظ ہوتا ہے تو اُس کا اِتنا اثر نہیں ہوتا جتنا منظوم کلام کا اثر ہوتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اجازت دی، اُنہوں نے جو قصیدہ سنایا اُس میں یہیں سے شروع کرتے ہیں کہ آپ ہی کی بنا پر حضرت آدم کو وجود عطا کیا گیا، آپ ہی کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھی کشتی میں محفوظ رہے، آپ ہی کی برکت تھی کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام آگ میں محفوظ رہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتایا گیا، جتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے خاطر یہ نبوت کا سلسلہ ہم نے جاری کیا ہے، اور اِس نبوت کے سلسلہ میں سب سے اخیر میں آپ تشریف لائیں گے اور تمام انبیاء ورسل کے سردار ہوں گے، اُن تمام انبیاء اور اُن کی امتوں پر آپ کی سیادت کا اقرار واجب اور ضروری تھا۔

اِس آیتِ شریفہ میں اِسی کو جس کی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی امتوں کو خوش خبری دی گئی اُسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ یہ ایک زمانہ سے جو سلسلہ چلا آ رہا تھا اور بشارتیں دی جا رہی تھیں، اور لوگ اس کے منتظر اور متمنّی رہتے تھے کہ وہ نبیٔ آخر الزمان کب آئیں گے، کاش ہم اُن کو پالیں، کاش ہمیں اُن کی زیارت نصیب ہو، کاش ہمیں اُن کی صحبت نصیب ہو۔

شاہِ یمن اور مدینہ منورہ

جس طرح قیصر روم کے بادشاہ کو، اور کسریٰ ایران کے بادشاہ کو کہا جاتا ہے، اسی طرح تبع یمن کی کسی زمانہ میں بڑی حیثیت تھی، وہاں کے بادشاہ کو تُبَّع کہا جاتا تھا، اُس نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سنے تو اُس نے مستقل سفر کیا، اُن کی کتابوں میں تمام چیزوں کی نشان دہی کی گئی تھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے متعلق، کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی، آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے۔
اُس تُبَّع شاہِ یمن نے مستقل دَورہ کیا اُن مقامات کا، وہ مکہ بھی گیا، مدینہ بھی گیا اور اُس نے اُس زمانہ کے اعتبار سے جتنے مکانات بنا سکتا تھا ہزاروں کی تعداد میں اُس نے مکانات بنائے، اور کس کے لئے بنائے کہ دنیا میں جگہ جگہ جو اہلِ کتاب ہیں، جنھوں نے اپنی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت پڑھی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی خاطر مدینہ منورہ آنا چاہتے ہیں، تو بہت بڑی تعداد میں اُس نے مدینہ منورہ میں مکانات تعمیر کیے۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کا مکان تبع کا بنایا ہوا تھا

روایت میں لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اُس کی اِس نیت کی اِس درجہ قدر کی گئی، کہ صدیوں بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے جاتے ہیں تو روایتوں میں ہے کہ مدینہ منورہ کے تمام راستے پر دونوں طرف انصار اور مہاجرین، بچے اور عورتیں قطار لگائے کھڑے تھے، اور ہر قبیلہ کی طرف سے دعوت ہے کہ یا رسول اللہ! آپ ہمارے یہاں تشریف لے آیئے۔
کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ننھیال کی رشتہ داری کا واسطہ دیا، کسی نے اور طریقہ سے دعوت پیش کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو مہار چھوڑ دی ہے ''**اِنَّھَا مَأْمُوْرَۃٌ**'' کہ میری سواری اور اونٹنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مأمورہ ہے، اُس کو جیسا جہاں بیٹھنے کا حکم ہوگا جہاں بیٹھے گی وہ میری منزل ہوگی۔
چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے اور اونٹنی وہاں بیٹھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''**ان شاء اللّٰہ ھذا المنزل**'' کہ یہی ہمارے اُترنے کی جگہ اللہ کی طرف سے متعین تھی۔
شرّاح فرماتے ہیں کہ یہ جس مکان میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

قیام تھا یہ مکان اُن مکانات میں سے تھا جو صدیوں پہلے تُبَّعْ نے بنائے تھے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر لوگ اس میں قیام کرتے تھے، اِس مکان کے بھی عجیب قصے بیان کیئے گئے ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہرنا تجویز ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اوپر والی منزل میں تشریف رکھئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں! صحابہٴ کرام، ملنے والے آتے رہیں گے، اور اُن کو اوپر تک جانے، آنے میں تکلیف ہوگی اِس لئے نیچے قیام میں سہولت ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ جب پہلی رات ہوئی اور آرام کا وقت ہوگیا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال کو چپکے سے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہیں ہم اوپر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے کمرے کے کس حصہ میں آرام فرما ہیں ہمیں معلوم نہیں ہے، اِس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اوپر والی منزل میں جہاں ہم اوپر چل رہے ہوں تو اُسی جگہ نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہوں، تو ہمارے قدم اوپر ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نیچے ہوں، یہ گویا سوءِ ادب ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سارے کنبہ کو حکم دیا کہ اِس کونہ میں جہاں اُنہیں یقین تھا کہ اِس کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوسکتے، اِس لئے کہ وہاں جگہ نہیں، وہاں سامان وغیرہ رکھا گیا ہوگا، وہاں ساری رات بیٹھے بیٹھے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنبہ نے گذاری، اور صبح حاضر ہوکر اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اوپر تشریف لے جائیں۔

اُسی رات کا قصہ ہے کہ کسی طرح اوپر کی منزل میں پانی گر گیا، فوراً اُس کے لئے اور کوئی چیز، پانی جذب کرنے کے لئے لائی جائے، اس سے پہلے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا عمامہ اُتارا اور اُسی کے اندر پانی کو جذب کرلیا کہ پانی نیچے ٹپکے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوگی۔

جب صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو اوپر نہیں رہ سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بالائی منزل میں قیام منظور فرمالیا۔

میں نے عرض کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلب میں، ریڑھ کی ہڈی میں چاند اور سورج سے زیادہ چمکتا تھا، چاند سورج سے زیادہ روشن تھا، فرشتے جنت میں اُس کی زیارت کیا کرتے تھے۔

جب یہ منتقل ہوتے ہوتے حضرت عبداللہ تک پہنچتا ہے، حضرت عبدالمطلب سے سینکڑوں درخواستیں کی گئیں کہ آپ کے صاحبزادہ سے ہم ہماری بیٹی کو منسوب کرنا چاہتے ہیں، بالآخر جب حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ سے نکاح ہوجاتا ہے۔

نورِ نبوت کے لئے ایک کاہنہ کی کوشش

نکاح ہوجانے کے بعد کچھ لوگ تو مایوس ہوگئے مگر مکہ مکرمہ میں ایک کاہنہ تھی اور وہ کہانت میں بڑی مشہور تھی، ممکن ہے کہ اُس وقت اُس کو کاہنہ قرار دیا گیا ہو اور وہ سچ مچ اہلِ کتاب میں سے ہو، وہ حضرت عبداللہ کو پھر بھی درخواست کرتی رہی کہ تم نے اگرچہ نکاح کرلیا ہے آمنہ سے مگر میں پھر بھی تم سے نکاح کرنا چاہتی ہوں تم مجھے اپنے لئے، اپنی خدمت کے لئے قبول کرلو، مگر حضرت عبداللہ اِنکار فرماتے رہے۔

ایک دن صبح حضرت عبداللہ اپنے کام سے جب اُس کے مکان کے پاس سے گذرتے ہیں، اِس سے پہلے تو ہمیشہ اُس کی طرف سے یہ کوشش رہا کرتی تھی کہ حضرت عبداللہ کو کسی طرح وہ اپنی طرف مائل کرے۔

مگر اِس مرتبہ حضرت عبداللہ دیکھتے ہیں کہ جیسے ہی اُس کی نظر حضرت عبداللہ پر پڑتی ہے تو وہ رونا شروع کر دیتی ہے، وہ کچھ بول نہیں پا رہی، حضرت عبداللہ کو بڑا تعجب ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم، اُس کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ مجھے اِس بات سے بڑا تعجب ہے کہ ہمیشہ تو تیری طرف سے یہ کوشش رہتی تھی کہ میں تجھ سے نکاح کروں، لیکن میں آج یہ کیا عجیب بات دیکھتا ہوں کہ بجائے اِس پیش کش کے تو رونے دھونے میں مشغول ہے۔

پھر اُس نے راز فاش کرتے ہوئے جواب عرض کیا، وہ کہتی ہے کہ میں آپ سے جو نکاح کرنا چاہتی تھی وہ اِس لئے کہ میں آپ کی پیشانی میں ایک نور چمکتا ہوا دیکھتی تھی اور اب میرا یقین ہے کہ وہ نور آمنہ کے بطن میں منتقل ہوگیا، چنانچہ یہ اُس کا دیکھنا بالکل صحیح تھا، کیوں؟ کہ جس طرح فرشتے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں وہ نورِ نبوت چمکتا ہوا دیکھتے تھے، وہ کاہنہ بھی حضرت عبداللہ کی پیشانی میں وہ نور چمکتا ہوا دیکھتی تھی۔

ولادت با سعادت

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِس دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو مشہور ہے کہ اُس وقت کے سلاطین کے محلّات ہِل گئے، اُن کے ایوانوں میں زلزلے آ گئے، اور اِیرانیوں کا آتش کدہ جو صدیوں سے گرم اور روشن تھا، وہ آگ جو صدیوں سے کبھی بجھی نہ تھی اُس رات بجھ گئی، نہ صرف بجھ گئی بلکہ ہزار کوششوں کے باوجود وہ آگ جل نہیں پا رہی، جلنے کا نام نہیں لیتی، کسریٰ کے محلّات کے چودہ کنگرے گِر گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بڑا عدل وانصاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے وقت دو بڑی حکومتیں تھیں، ایک رومن ایمپائر، دوسرا پرشن ایمپائر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کے نام اسلام کی دعوت کے خطوط بھیجے اس وقت رومن ایمپائر کا بادشاہ عقلمند اور سمجھدار اہل

کتاب میں سے قیصر تھا، اگر چہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا مگر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کی تعظیم وتکریم کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط مبارک کو بڑے ادب سے حفاظت سے رکھا، اِسی کے نتیجہ میں اُس کی حکومت ایک مدتِ دراز کے لئے محفوظ ہوگئی۔

کسریٰ کے زوال کا سلسلہ

اور اِدھر چونکہ کسریٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے اعلان کے بعد گستاخی ہونے والی تھی تو ابھی سے سلسلہ اُن کے زوال کا شروع ہوگیا، آگ بجھ گئی، چودہ کنگرے گر گئے، بادشاہ نے دربار طلب کیا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ کہ ہمارے ایوان میں زلزلہ آیا، محل کے چودہ کنگرے گر گئے جو پچاسوں سال سے بنے ہوئے تھے، آتش کدہ بجھ گیا۔

تب اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ بہت بڑے بڑے اونٹ اور بڑے بڑے عربی گھوڑے ہیں، اور اُن عربی گھوڑوں کو زبردست مضبوط اونٹ کھینچ کر لے جارہے ہیں۔

تعبیر پوچھو

تو کسریٰ نے کہا کہ اِس کی تو تحقیق ہونی چاہئے، کسی معبر سے اِس کی تعبیر لینی چاہئے کہ یہ کیا قصہ ہے؟ ہمارے یہاں یہ واقعہ ہوا، اور ہم نے خواب اِس طرح کا دیکھا، کسریٰ نے کہا کہ جو اہل کتاب میں سے ہوں، ان کو شاید ان باتوں کا علم ہوگا ان میں سے کسی کو بلاؤ۔

عبدالمسیح

چنانچہ تحقیق سے ایک بڑے عالم کا پتہ چلا جس کا نام عبدالمسیح تھا، اس کو کسریٰ کے دربار میں حاضر کیا گیا، ایک عبدالمسیح کا نام نجران کے وفد میں آتا ہے، ۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران سے ایک بہت بڑا وفد حاضر ہوا تھا، یہ سب

عیسائی تھے اور ان میں ایک بڑا عالم عبدالمسیح بھی تھا۔

بہرحال عبدالمسیح جب کسریٰ کے دربار میں حاضر ہوا تو کسریٰ نے کہا جو چیز میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے، عبدالمسیح نے کہا آپ بیان کریں اگر مجھ کو علم ہوگا تو میں بتاؤں گا ورنہ کسی جاننے والے کی طرف رہنمائی کروں گا، کسریٰ نے تمام واقعات بتائے اور خواب کا بھی تذکرہ کیا۔

سطیح شام

عبدالمسیح نے کہا یہ خواب تو بڑا عجیب وغریب خواب ہے اور اس کے علاوہ جو حالات اور واقعات تم نے بتائے وہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہیں، میں اس بارے میں کچھ کہوں اس سے بہتر یہ ہے کہ میرے ماموں جو اس وقت شام میں رہتے ہیں جن کا نام سطیح ہے، اس وقت روئے زمین پر میرے نزدیک سب سے بڑے عالم اس فن میں وہی ہیں، وہی ان تمام چیزوں کا جواب دے سکیں گے، اگر آپ مجھ کو اجازت دیں تو میں ملک شام جاؤں اور ان سے ان باتوں کی تحقیق کروں۔

کسریٰ نے فوراً اجازت دی اور اس کا انتظام کیا، عبدالمسیح شام پہنچتے ہیں، اُن کے ماموں سطیح کا آخری وقت ہے، نزع کا عالم ہے، اُن کی حالت یہ تھی کہ تھوڑی دیر بیہوشی رہتی ہے، تھوڑی دیر ہوش میں آتے پھر بیہوشی میں چلے جاتے ہیں۔

اُنہوں نے وہاں جاکر اپنے ماموں سے بیان کیا اور سارا قصہ اشعار میں سنایا کہ اِس مقصد کیلئے کسریٰ نے بھیجا ہے، یہ سن کر اُنہوں نے فوراً آنکھیں کھول کر دیکھا اور کہنے لگے کہ ان تمام حالات سے معلوم ہوا کہ نبیٔ آخرالزماں جن کی بشارت دی جارہی تھی وہ نبی پیدا ہوچکے ہیں اور اُن کا زمانہ شروع ہوگا، جن کو ہماری کتابوں میں صاحبِ عصا کہا گیا ہے۔

حضور کو صاحب عصا بتایا گیا ہے، عصا کی برکت ہی برکت۔

خطبہ میں عصا لینا

سابقہ کتب میں ہمارے نبی کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے گئے صاحبِ عصا، مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں ساؤتھ افریقہ گیا تو ہمارے بھائی اُس وقت مولانا محمد بقید حیات تھے، وہ کہنے لگے امام صاحب نے مجھ سے کہا کہ آج تجھے نماز پڑھانی ہے، اذان سے پہلے منبر کے پاس میں نے عصا دیکھا تھا، میں نے وہ عصا لیا اور خطبہ پڑھایا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ علماء آئے اور کہنے لگے کہ تم نے بہت اچھا کیا، میں نے کہا کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ آپ نے جو عصا لیا اِس سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہوگیا، اِس وقت یہ بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے جمعہ کے خطبہ میں عصا لیا جائے یا نہ لیا جائے؟

سطیح کی تعبیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ سطیح کہتا ہے اپنے بھانجے عبدالمسیح کو کہ کسریٰ سے جا کر کہہ دو کہ نبیٔ آخرالزماں کی ولادت ہوگئی، اُن کا زمانہ شروع ہوگیا، اور اب عرب ساری دنیا پر چھا جائیں گے، اور یہ جو چودہ کنگرے گرے ہیں اُس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی تمہارے چودہ بادشاہ رہیں گے، وہ گریں گے، مریں گے وہاں تک تمہاری سلطنت رہے گی۔

چنانچہ عبدالمسیح جب یہاں سے واپس لوٹے، اور اِنہوں نے اُس خواب کی تعبیر اور واقعہ کی تعبیر اُن سے بیان کی تو کسریٰ بہت خوش ہوا، اُس نے کہا کہ اوہو! ابھی تو چودہ پشتیں ہماری حکومت کریں گی، بڑا لمبا زمانہ ہے، تم بہت بڑی خوش خبری لے آئے، مگر اُس کو پتہ نہیں تھا کہ آئندہ کیا واقعات ہوں گے، چار سال میں ان کی آٹھ سلطنتیں ختم ہوگئیں، تو اُن کے یہاں چار سال میں آٹھ بادشاہ آئے اور ختم ہوگئے، اور دوسرے رہ گئے چھ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک اُن کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

دوستو! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام کتابوں میں تشریف آوری کی خوش خبریاں چلی آرہی تھیں، اور یہ اِس لئے تھیں تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لئے

بالکل تیار رہیں، منتظر رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح قدر و منزلت ہونی چاہیے اِس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کریں۔

دوستو! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جگہ جگہ قرآن پاک میں ایک منفرد طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیان کیا گیا۔

لاَ تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُم

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہے، ابوجعفر منصور مسجدِ نبوی میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر کچھ گفتگو کر رہا ہے، ابوجعفر منصور کی کچھ ہلکی سی، ذرا سی آواز بلند ہوئی تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اُس کو ٹوکتے ہیں، ایک دفعہ ٹوکا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف رکھتے ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور احترام کا حکم تھا وہ آج بھی اِسی طرح باقی ہے، اور اُنہوں نے آیت پڑھی ﴿ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﴾۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مجمع نے عرض کیا کہ حضرت آپ جو احادیث سناتے ہیں، مجمع ہزاروں کی تعداد میں دور دور تک بیٹھا ہوتا ہے، آپ کی آواز نہیں پہنچتی، آپ کی اجازت ہو تو ہم جس طرح مکبّر الصوت جو دور تک آواز پہنچاتا ہے وہ استعمال کرتے ہیں، جیسے کبھی نماز میں مکبر تکبیر کے لئے متعین کئے جاتے ہیں، آپ کی اجازت ہو تو آپ جو حدیث پڑھیں اُس کو کوئی دوسرا آدمی زور سے پڑھ دیا کرے تاکہ دور تک آواز پہنچ سکے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو منظور نہیں فرمایا، کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور یہاں آواز کو بلند کرنے کی اجازت نہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ادب

یہ ظاہری ادب و احترام کی طرح ایک باطنی ادب واحترام حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اُن کی زبان پر آتا، پہلے رو دیتے تھے، جب حدیث بیان فرمانا شروع کرتے تو جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی، اسمِ گرامی اُن کی زبان پر آتا تو اُس کے آتے ہی رونا شروع کرتے، اور بعض مرتبہ روتے روتے بیہوش ہوجاتے۔

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

ابن شہاب زہری کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ حدیث بیان کرتے تو ''**قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**'' بس یہاں پہنچ کر رُک جاتے، اور وہ رونا شروع کرتے اور روتے رہتے، روتے رہتے، اور یا تو روتے روتے بیہوش ہوجاتے، اور اگر ہوش میں رہتے تو دیر تک ہم میں سے کسی کو پہچان نہیں سکتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق

میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں کئی کئی مرتبہ یہ دیکھا کہ حضرت مشغول ہوتے تھے اور خدام سے حضرت پوچھتے تھے کون؟ ہم جواب میں کہتے تھے کہ میں فلاں، حتیٰ کہ بعض مرتبہ حضرت کے صاحب زادہ مولانا طلحہ صاحب ہوتے، اُن کو بھی حضرت نہیں پہچانتے تھے، دیر تک دیکھتے رہتے، پوچھتے تو کون؟ وہ کہتے طلحہ، اپنے بیٹے کو بھی نہیں پہچانتے اس قدر استغراقی کیفیت رہتی۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا یہ حال ہونا چاہئے کہ ہمارا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سوا تمام کی محبتوں سے بالکل خالی ہو، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے دل میں بیدار کرنا کوئی افضلیت کا مرتبہ نہیں ہے بلکہ یہ فرض کا درجہ ہے، اللہ تبارک و

تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تعلق اور محبت کو امت کے لئے فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے صحیح تعلق نصیب فرمائے۔

قرآن مجید کا اعجاز

اب یہ بچے جنہوں نے قرآنِ پاک حفظ کیا، اِتنے چھوٹے چھوٹے بچے جو قرآن کی ایک آیت اور ایک کلمہ کا ترجمہ نہیں سمجھ سکتے، مگر یہ قرآن کا اعجاز ہے، اور قرآن کا معجزہ ہے کہ یہ قرآن اِن کے سینوں میں محفوظ ہو گیا، یہ عظیم الشان قرآن بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے توسُّط سے ہی ہم کو ملا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ۲۴ ہزار مرتبہ وحی لے کر تشریف لائے

شراح لکھتے ہیں کہ چوبیس ہزار مرتبہ سے زیادہ جبریلِ امین قرآن پاک کے الفاظ لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، وہ مقدس مقامات ہیں اور مقدس جگہ کہ جہاں چوبیس، پچیس ہزار مرتبہ جبریلِ امین کی آمد ہوئی اور جہاں کسی موقع پر سورت نازل ہوئی، کبھی کوئی صرف ایک کلمہ نازل ہوا، کبھی پوری سورت، کبھی پوری آیت، کبھی پورا رکوع نازل ہوا۔

مقاماتِ مقدسہ

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کے موقع پر تشریف لے گئے، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی بھی تشریف لے گئے، اُنہوں نے اُن کو مدلّل طریقہ سے بتایا، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ روایت کہ جس میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ کے راستہ کی مساجد اور گذرگاہوں کی نشانیاں بتاتے ہیں، کہ اِس راستہ سے کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے

مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع وغیرہ کے موقع پر اُس راستہ سے کس طرح تشریف لے گئے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک ایک نشانی معلوم تھی، اور اتنی تدقیق سے معلوم تھی، کہ باریکی سے بیان فرماتے تھے کہ یہاں ایک پتھر ہے اُس کے قریب میں ایک چھوٹا پودا ہے اُس کے قریب میں ایک بڑا درخت ہے، اُس کی دائیں طرف اِس طرح ایک سَیْل جگہ ہے جہاں سے پانی بہتا ہے، اُنہوں نے اتنی تدقیق کے ساتھ ان نشانات کو محفوظ رکھا تھا، اور خود سفر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب اُس راستہ پر ہوتے، جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہوتی اُسی جگہ نماز پڑھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے، بیت المقدس والوں کا اصرار تھا کہ ہم بغیر جنگ کے چابی حوالے کرتے ہیں، مگر ہماری شرط یہ ہے کہ خود خلیفہ آ کر ہم سے لے لیں، آپ تشریف لے گئے، وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کعبِ احبار سے کہ نماز کہاں پڑھی جائے؟ حضرت کعبِ احبار عرض کرتے ہیں کہ یہ **عندالصفاء** صفا چٹان کے پاس مقدس جگہ ہے وہاں آپ نماز پڑھ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں! جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر امامت فرمائی تھی اُس جگہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی۔

آیت کریمہ

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى﴾ خود ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس پتھر پر کھڑے نماز بھی نہیں پڑھی جس پتھر پر کھڑے ہوکر آپ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی، اُس کے قریب نماز کو متبرک اور بابرکت قرار دیا گیا۔

معراج کے واقعہ سے ثبوت

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے جاتے ہیں اور جبرئیلِ امین ساتھ ہوتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بُراق جب مدینہ منورہ کے اوپر سے گذرتا ہے، چونکہ ہجرت سے کافی پہلے معراج کا واقعہ پیش آیا تھا، جبریلِ امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ بتلا تے ہیں کہ یہ آپ کی ہجرت کی جگہ ہے، ایک مدت کے بعد جب اِس کا وقت آئے گا تب ہجرت فرما کر آپ یہاں تشریف لائیں گے، آپ کی یہاں ہجرت ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بُراق سے مدینہ منورہ اُترتے ہیں، وہاں نماز پڑھتے ہیں۔

مدینہ منورہ، مدین، کوہِ طور، بیت اللحم

پھر اور آگے تشریف لے جاتے ہیں، مدینہ منورہ ایسی مبارک جگہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے وابستہ تھی، آپ کی ہجرت کی جگہ بننے کا شرف پانے والی تھی۔

مگر جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام تھے، اُن کے رہنے کی جگہوں کو بھی مقدس قرار دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بُراق پر سوار ہوکر مدین پر سے گزرے، حضرت شعیب علیہ الصلوۃ والسلام کی بستی پر سے گزرے، جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے، تو وہاں مدین میں جبریلِ امین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی جگہ ہے، یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ تک اُن کی خدمت میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس جگہ اُترتے ہیں۔

اور آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، جہاں حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو نبوت ملی، کوہِ طور پر، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ طور پر اُترے۔

اور آگے بیت اللحم، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت کی جگہ ہے، ان تمام مقامات کو مقدس مانا گیا شریعت میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔

یہ نسائی کی روایت میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے، اور اِس کے بارے میں شاہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دس سے زیادہ کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے، مگر افسوس! کہ یہ چوبیس ہزار سے زیادہ مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ کہیں پر سورۂ والتین نازل ہوئی، کہیں سورۂ القارعۃ، اُس کا کوئی نام ونشان آپ نہیں پائیں گے۔

آپ یہاں چھوٹی چھوٹی بستیوں میں جاتے ہیں تو آپ کو کوئی نہ کوئی جاننے والا ملتا ہے جو آپ کو بتاتا ہے کہ یہاں فلاں بادشاہ فلاں وقت آیا تھا، اور وہاں آپ کئی سو سال پہلے کے کپڑے، برتن رکھے ہوئے دیکھیں گے اور وہاں آپ کو اس کی تاریخ بتانے والا ملے گا کہ یہ کپڑا، یہ برتن فلاں بادشاہ کے استعمال میں تھا، فلاں پادری اس کو استعمال کرتا تھا، اُنہوں نے اپنی مقدس چیزوں کو یا اپنی تاریخی چیزوں کو کس طرح سینہ سے لگا رکھا ہے، اور ہمارے یہاں ڈیڑھ ہزار سال تک صرف اور صرف مسلمانوں کی حکومت رہی۔ اور یہ جو کچھ دنیا میں پیش آ رہا ہے اُس کی تکوینی طور پر اللہ کے یہاں بڑی مصالح بھی ہوں گی، اُس کی وجوہات بھی ہوں گی، مگر یہ جو زیادتی ہوئی مقامات مقدسہ کے ساتھ وہ شاید دنیا میں کسی قوم نے آج تک اپنے مذہب کے ساتھ، اپنی چیزوں کے ساتھ نہیں کی ہوگی۔

میں عرض کر رہا تھا قرآن پاک کی وحی کے متعلق کہ چوبیس ہزار سے زیادہ مرتبہ جبرئیل امین اس قرآن کو لیکر آئے، اس قرآن پاک کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْر﴾ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان بنایا، اب آپ نے یہ معجزہ دیکھ لیا کہ ایک چھوٹا سا ننہا منّا بچہ اس نے آپ کے سامنے کتنی صحت اور تجوید کے ساتھ اور مخرج کی ادائیگی کے ساتھ عمدگی سے پڑھا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآن پاک سے محبت دے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہمیں محبت نصیب فرمائے، درود شریف پڑھ لیں۔

اللھم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا مولانا محمد وبارک وسلم. ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطئنا. ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا. ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به. واعف عنا

واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكفرين. ربنا هب لنا من ازواجنا وذريتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما. اللهم انا نسئلک حبک وحب رسولک وحب من يحبک والعمل الذی يبلغنا الی حبک. اللهم انا نسئلک قلوبا اواهة منيبة اليک.

یااللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما، یااللہ! ہماری خطاؤں، لغزشوں کو معاف فرما، یااللہ! اِن بچوں کو قبول فرما، اِن کے والدین کو قبول فرما، اِس مسجد کو قبول فرما، اِس مدرسہ کو قبول فرما، اِس کے اساتذہ کو قبول فرما، دینی مدارس، مراکز کی دنیا بھر میں حفاظت فرما، یااللہ! مسلمانوں کی حفاظت فرما، اسلام کے نام لیواؤں کی حفاظت فرما، یااللہ! ہمیں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کا لگاؤ اور تعلق نصیب فرما، قرآن پاک کا حفظ ہمارے لئے آسان کردے، قرآنی احکام پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان کردے، ہمارے لئے نماز پڑھنا آسان فرما، یااللہ! ہمیں نماز سے محبت دے، ہمیں نماز سے محبت دے، ہماری نسلوں میں اسلام اور ایمان کو محفوظ رکھ، یااللہ! ہماری آئندہ آنے والی نسلیں قیامت تک اِس ملک میں مسلمان بن کر رہیں، یااللہ! یہاں کے ہر طوفان اور فتنہ سے محفوظ رہیں، یااللہ! ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما، ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی حفاظت فرما، یااللہ! اُنہیں راہِ راست پر رکھ، یااللہ! اُنہیں دینِ اسلام پر رکھ، یااللہ! اُنہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بنا، یااللہ! اُن کی لغزشوں کو معاف فرما، جس غلط راہ پر آج کل وہ چل رہے ہیں اُس سے رجوع کرنے کی توفیق عطا فرما، یااللہ! نیکی کے راستہ پر آنا اُن کے لئے آسان فرما، یااللہ! جو برائیاں اِس ملک میں رائج ہوچکی ہیں اُن سب کو ختم فرما، ایک ایک کرکے سب کو ختم فرما، یااللہ! مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت کو ختم فرما، یا اللہ! اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اِن کے دلوں میں محبت ڈال دے، یااللہ! اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اِن کے دل کے گوشہ کو نرم فرما، یااللہ! اسلام سے محبت دے، غیروں کو اسلام کی محبت نصیب فرما، مسلمانوں کی محبت نصیب فرما، جہاں کہیں اِس ملک میں اور باہر

مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں ہورہی ہیں اُن زیادتیوں کوختم فرما، یااللہ! ظالموں کو ہدایت نصیب فرما، اگر اِن کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے تو اُن کو دنیا سے نیست و نابود فرما، اُن کو نیست ونابودکر کے دنیا کواُن سے صاف فرما۔ آمین۔

اللھم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا مولانا محمد وبارک وسلم

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین

والحمد للّٰہ رب العلمین.

۴

سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر ملائکہ کے دو اجتماع

تو ہے وہ نقطۂ انوارِ فیضانِ خداوندی
کہ جس سے نور ساماں ہے فضائے بزمِ امکانی

بنے اگلے نبی تجھ سے ہوئے پچھلے ولی تجھ سے
ترے ہی فیض سے ارزاں ہوئی شاہوں کو سلطانی

مقاماتِ عروجِ روح تم سے ہیں نہ تم ان سے
ہے سورج خود سے روشن اور شعاعیں اس سے نورانی

نبوت ہی نہیں ختمِ نبوت کے ہو تم حامل
ستارے انبیاء ہیں اور تم ہو مہرِ نورانی

زمینی طاقتوں کا منتہا ہے ایٹمی ذرہ
خدائی طاقتوں کا منتہا ہے ذاتِ نورانی

کمالات نبوت ختم ہیں ذاتِ مقدس پر
نہ ہو ختمِ زمانی کیوں نہ پھر طغرائے پیشانی

براقِ برق پا تختِ رواں تھا ذاتِ اقدس کا
قدم کیا لیتا آکر منجمد تختِ سلیمانی

(حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

أَلْحَمْدُ لِلّٰه! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أَمَّابَعْد! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَحِيْم﴿يٰااَيُّهَاالنَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِه وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾

درود شریف پڑھ لیجئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَسَنَدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ.

دوستو! آپ کے یہاں لیسٹر میں اِس سے پہلے تیس سال میں مجھے یادنہیں ہے کہ کسی جگہ بیان کیا ہواور ویسے بھی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ جہاں کہیں ہوں، چند طلبہ سمجھدار مل جائیں اُن کو پڑھاتے رہیں، اِسی لئے ابھی ساؤتھ افریقہ کچھ زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ تھا تو پہلے یہی سوچا کہ وہاں چند ماہ جب گزارنے ہوں گے، اس کے لئے تدریس کا مشغلہ جب تک نہ ہوتو

وہاں اِتنا طویل عرصہ رہ کر کیا کریں گے چنانچہ والدہ صاحبہ ڈربن میں ہیں وہیں پر ایک دارالعلوم میں چند گھنٹے میں پڑھاتا رہا۔

مکتب کی تعلیم

اصل اُنسیت اور طبیعت کا لگاؤ تدریس اور پڑھنے پڑھانے سے ہے۔ یہ جلسے، یہ وعظ، یہ بیان، تقریر شروع کے سالوں میں جب تک بولٹن میں امامت اور مسجد کی خطابت رہی، یہ کام بھی وہاں ملازمت کی وجہ سے انجام دینا پڑا مگر کبھی اِس کا شوق نہیں ہوا اور اِس لئے نہیں ہوا کہ اِس کو زیادہ نافع نہیں پایا، نفع اُس سے ضرور ہے مگر اُس کے مقابلہ میں انفع تدریس کو پایا، کیوں کہ جو کچھ پڑھتے پڑھاتے ہیں اُس کا نتیجہ بھی معلوم کر سکتے ہیں، طلبہ کا امتحان بھی لے سکتے ہیں۔

آپ حضرات ماشاء اللہ بیانات سنتے رہتے ہیں مگر بیان کرنے والا بیان کر کے چلا جاتا ہے، آگے اسے اُس کا نتیجہ معلوم نہیں۔ اسی لئے یہ جو ہمارا مشغلہ ہے فقہ، حدیث اور تفسیر پڑھنے پڑھانے کا اُس سے بھی زیادہ نفع مکتب کی تعلیم کا ہے، جہاں بچوں کو الف، با، تا، ثا، قاعدہ اور قرآن وغیرہ پڑھایا جاتا ہے وہ سب سے زیادہ نفع کی چیز ہے اِس لئے کہ اُس کا نفع سو فیصد ہے، یہ جو آپ یہاں مجمع دیکھ رہے ہیں یہ اُسی کا نتیجہ ہے اگر اِن حضرات کو یہ مکتبی تعلیم نہ ملی ہوتی تو نہ یہ نماز پڑھ سکتے تھے، نہ روزہ رکھ سکتے تھے، نہ قرآن پاک کی تلاوت کر سکتے تھے، سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ ضروری اور نفع کی چیز مکتبی تعلیم ہے، اُس کے بعد نمبر دو پر یہ دارالعلوم میں عربی کی اور حدیث اور تفسیر وغیرہ کی تعلیم ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرّہ کی فراست ایمانی

اسی لئے مجھے یاد ہے کہ جب میں اِس مُلک میں سن سکسٹی ایٹ (۱۹۶۸) میں آیا تو چند ماہ کے بعد میں نے سیدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قُدِّسَ سِرُّہٗ کو لکھا کہ

حضرت یہاں کا ماحول تو ایسا ہے کہ میں نے جس مسجد میں نماز پڑھانی شروع کی اور جمعہ پڑھایا اس کے بعد ہفتہ اتوار کو مصلّی تھے، پیر کو نمازی مجھے کہنے لگے کہ آپ عشاء کی نماز میں اور فجر کی نماز میں نہ آئیں کیونکہ وہی نمازی ہوتے تھے اور وہ سب پیر کو کام پر چلے جاتے تھے، اُنھوں نے کہا کہ یہ سمر کا وقت ہے نماز دیر سے ہوتی ہے، گیارہ بجے مسجد میں کوئی نہیں ہوگا، فجر میں بھی کوئی نہیں ہوگا۔ میں نے یہ سب صورتِ حال حضرت کو لکھی اور لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان واپس آؤں کہ وہاں کسی مدرسہ میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ ہو، تاکہ آٹھ دس سال جو کچھ مدرسہ میں پڑھا ہے وہ محفوظ رہ سکے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی دوربین نگاہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی فراست کتنے دور کی، حق تعالیٰ شانہ اِن کو دوربین عطاء فرماتے ہیں کہ کتنے دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں کہ میں تو لکھ رہا ہوں کہ یہاں پانچ وقت نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نمازی نہیں۔ حضرت نے میرے اُس شکوہ کے جواب میں اور ہندوستان واپسی کا جو اِرادہ میں نے لکھا اُس کے جواب میں حضرت نے مجھے تحریر فرمایا کہ تم یہاں واپسی کا ارادہ مت کرو، وہیں رہو، اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے ہاتھوں وہاں ایسا دارالعلوم شروع کرادے جس میں حدیث وتفسیر کا درس ہو۔

اُس وقت تو خط پڑھ کر یقین بھی نہیں آرہا تھا مگر اپنے پیرو مرشد کا حکم تھا، مان کر بیٹھ گئے، مگر الحمدللہ چند سالوں کے بعد دارالعلوم بھی بنا اور اس میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی دعا اور توجہ کی برکت سے حدیث اور تفسیر اور فقہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی شروع ہوا، اور اب تک اُس میں سے الحمدللہ چارسو کے قریب علماء فارغ ہوکر نکلے، تقریباً پونے چارسو حافظ بن کر نکلے، تو یہ بیان وتقریر وغیرہ کی طرف طبیعت کو اُنسیت کبھی نہیں رہی، اِسی لئے آپ کے یہاں لیسٹر میں بارہا آنا ہوا، حضرت مولانا بار بار فرماتے بھی تھے کہ آپ ذرا درس دیں، بیان فرمادیں مگر کسی نہ کسی بہانے سے میں ٹال دیا کرتا تھا کیوں کہ یہ ایک بہت بڑا منصب ہے۔

بیان وتقریر کا کون اہل ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ بیان اور تقریر اور وعظ ایک منصب ہے اور وہ کرسکتا ہے کہ جس کو طبیعت میں اتنا تقاضہ پیدا ہو جائے کہ یہ جو مسجد میں نہیں آتے ان کے نہ آنے سے طبیعت پر اثر ہو اور دل میں درد پیدا ہو کہ یہ کیوں نہیں آتے؟ مسجد میں آنے والے یہ بن جائیں، اِن کے چہروں پر ڈاڑھی نہیں ہے یہ کیوں نہیں ہے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اِن کا قبر میں سامنا ہوگا تو کیا حال ہو گا؟ مجھے یاد آیا کہ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے دارالعلوم بَرِی میں ایک مجلس میں ارشاد فرمایا آپ حضرات میں سے بہت سوں کو یاد بھی ہوگا؟

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

حضرت نے فرمایا میرے پیارو! دیکھو! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں دو ایرانی سفیر آئے وہ کافر تھے، مشرک تھے، ایسے وقت میں پہنچے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے، کسریٰ کے یہ بھیجے ہوئے صرف سفیر نہیں تھے بلکہ بڑے بڑے پہلوان تھے اور ان کے آنے کا واقعہ یہ ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے زمانہ کے سلاطین اور ملوک و بادشاہ کو گرامی نامے تحریر فرمائے، خطوط لکھے جس میں اُن کو اسلام کی دعوت دی۔

ہرقل کی تعظیم کا نتیجہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ جب روم کے بادشاہ کے پاس پہنچا، اُس نے اُس گرامی نامے کے ساتھ نہایت تعظیم وتکریم کا معاملہ کیا اور روایت میں تو یہاں تک آتا ہے کہ وہ لے جانے والے صحابی کو اپنے ساتھ اپنے خزانے کے کمرہ میں لے گیا اور خزانہ کھول کر اُس میں سے ایک بُکس نکالا اور ایک تصویر بتا کر پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟

صحابی نے عرض کیا کہ میں نہیں پہچانتا، اُس نے کہا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے، پھر ایک تصویر نکالی اور پوچھا کہ یہ کس کی؟ اِنہوں نے بتایا کہ میں نہیں جانتا، بادشاہ نے کہا یہ حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے، پھر ایک اور تصویر نکالی پوچھا یہ کون ہے؟ کہا کہ یہ بھی میں نہیں پہچانتا، کہنے لگا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، ایک اور تصویر نکالی پوچھا کہ یہ کون؟ اِنہوں نے کہا میں نہیں پہچانتا، بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے، پھر ایک تصویر نکالی اور پوچھا کہ یہ تمہارے نبی ہیں؟

صحابی فرماتے ہیں اُس کو دیکھ کر میں چونک گیا، بہت غور کر کے میں نے اُن سے کہا کہ یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر تو نہیں مگر اُن کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہے، تو ہرقل کہنے لگا کہ آپ کی بات سچی ہے، آپ سچ کہتے ہیں اِس لئے کہ یہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد ہیں۔

پھر اُس کے بعد ایک تصویر نکالی کہ یہ کون ہیں؟ اِنہوں نے کہا کہ اِنہیں بھی میں نہیں جانتا تو بتایا کہ حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے، اُس کے بعد ایک تصویر نکالی تو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہیں گیا، تصویر دیکھتے ہی وہ اُچھل پڑے، زاروقطار رونے لگے کہ یہ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے۔

اِن تصاویر کے متعلق لکھا ہے کہ یا تو جس زمانے میں تصاویر ابھی حرام نہیں ہوئی تھیں، اُس زمانے میں یہ تصاویر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھیں اور وہ اِن کے پاس سے اِن حکام کے پاس پہنچ گئیں۔

بعض کہتے ہیں کہ تمام حضرات انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے حُلیے اُن کا رنگ، اُن کی آنکھیں، اُن کی ناک، اُن کی شکل مکمل طور پر کتابوں میں لکھی ہوئی تھی، تصویر بنانے والوں نے اُنہیں اوصاف کو سامنے رکھ کر جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توریت میں بشارت ہے، انجیل میں بشارت ہے، اُس کو سامنے رکھ کر بنائیں، تصویر بنانے والوں نے ہو بہو اُس طرح تصویر بنائی۔

آخرشانِ ہرقل

اِسی لئے ہرقل نے اپنے بارے میں پختہ طور پر یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھے مسلمان ہوجانا چاہئے، مگر اُس کی قسمت کہ اُس نے آثر الدنیا علیٰ الآخرۃ کہ دنیا اور حکومت کو آخرت کے مقابلے میں ترجیح دی۔ اُس نے سوچا کہ اگر میں مسلمان ہوجاؤں گا تو میری حکومت چلی جائے گی، مگر اُس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامے کے ساتھ جس طرح کی تعظیم وتکریم کا، عزت کا معاملہ کیا، اُس کا نتیجہ دیکھئے کہ اُس مذہب والوں کی اور عیسائیوں کی حکومتیں آج تک دنیا میں ایک مثالی حکومتیں موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گی، حضرت امام مہدی کا دور ہوگا وہاں تک یہ اسی طرح خوش حال رہیں گے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِن کے بڑوں کی تعظیم کا یہ نتیجہ۔

کسریٰ کا انجام

اِس کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ جب ایران کے بادشاہ کے پاس پہنچا اُس نے صرف اُس کا سرنامہ دیکھتے ہی کہ مِن محمد رسول اللّٰہ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایران کے بادشاہ کے نام، اِتنا دیکھتے ہی اُس نے کہا کہ یہ کون ہے جو ہمارے نام سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے کہ یہ شاہی آداب کے خلاف ہے کہ ہمارا نام پہلے کیوں نہیں لکھا؟ اِتنا کہہ کر اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ گرامی نامہ پھاڑ دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس طرح اُس نے میرے خط کو پھاڑا ہے حق تعالیٰ شانہ اُس کی حکومت کو بھی اِسی طرح پارہ پارہ کریں۔

چند روز نہیں گزرے کہ خود ایران کے بادشاہ کسریٰ کے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کیا اور بہت بُری طرح اُس کو قتل کیا۔ اُس نے دیکھا کہ اور کسی طرح سے قتل کرنے میں لوگوں کو پتہ چلے گا، فتنہ ہوگا کسی بہانے سے اپنے باپ کو وہ خزانے کے اندر لے گیا، تجوری میں، اور فریج کی طرح تجوری کا دروازہ اندر سے بند کردیا تاکہ وہ اندر ہی اندر مرجائے، اِس طرح لوہے کی

بڑی تجوری میں جس میں خزانے رکھے جاتے تھے، اُس میں باپ کو بند کر کے مار دیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ اُس کے پاس پہنچا اور اُس نے پھاڑا اور فوراً اُس نے اپنے گورنر کو جو یمن میں تھا باذان نامی، اُس کو آڈر بھیجا کہ اِس طرح مدینہ منورہ میں محمد نامی کوئی شخص ہے اُنہوں نے ہمیں خط لکھا ہے، اُنہیں گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجو، اِتنی بڑی اس کی سلطنت کہ کئی دفعہ رومی بھی اُس سے ہار گئے، اُن کا پلڑا اکثر بھاری رہتا تھا، اتنی بڑی دنیا کی سلطنت یمن کے گورنر نے پولیس اور فوج اور پوری جمعیت اور جماعت بھیجنے کے بجائے صرف دو پہلوانوں کو بھیجا اور اُس نے کہا کہ ہمارا یہ ایک ایک پہلوان سو، دوسو آدمیوں کے لئے کافی ہے، اور مدینہ منورہ کی بستی کتنی؟ چند سو آدمی وہاں رہتے ہیں، اور اگر کوئی گڑ بڑ ہوئی تو فوج بھیج سکتے ہیں تو اِس نے صرف دو آدمی بھیجے اور کس ارادے سے آئے تھے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لئے کہ گرفتار کر کے وہاں یمن لے جائیں، اور یمن سے ایران پہنچائیں۔

کسریٰ کے فرستادہ بارگاہِ نبوی میں

لیکن جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں وہ پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لمبے تڑنگے بھاری بھرکم، موٹے تازے دو مشرک ہیں، اُن کی موچھیں بڑی بڑی، ڈاڑھی صاف، سب نے اُن کو تعجب سے دیکھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اُڑتی ہوئی نگاہ سے اُن کو دیکھا اور فوراً نگاہِ کرم دوسری طرف ہٹالی اور یہ پوچھنے کے بجائے کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا مقصد؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر کتنا نازک اِس سلسلے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس طرف سے نگاہِ کرم ہٹاتے ہوئے اُن سے پوچھا کہ تمہیں اِس طرح شکلیں بنانے کا حکم کس نے دیا؟

روایت میں آتا ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اُن سے سوال کیا کہ تمہیں یہ شکل

بنانے کا حکم کس نے دیا؟ وہ دونوں کانپ رہے تھے، وہ پہلوان جن کو وہ ایک فوج کے برابر سمجھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صرف اِتنا پوچھنے پر وہ کانپ رہے ہیں، اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ہمارے رب نے یہ حکم دیا ہے، وہ لوگ اپنے ایران کے بادشاہ کسریٰ کو رب کہا کرتے تھے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کٹاؤں۔

میں پہلے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا وہ جملہ پورا کردوں یہ واقعہ نقل کر کے حضرت نے ارشادفرمایا کہ میرے پیارو! دومشرک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بغیر داڑھی کے پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی صورتیں دیکھی نہیں گئی، نگاہ اُن پر جما نہیں سکے، نظر اُس طرف سے ہٹالی، میرے پیارو! قبر میں سب سے پہلا سامنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا، وہاں اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف سے نگاہیں پھیرلیں تو کیا ہوگا؟

تمہارا کسریٰ مارا گیا

آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں سے ارشادفرمایا کہ تم واپس جاؤ یمن اور تمہارے گورنر باذان کو جا کر یہ بتادو کہ تمہارا بادشاہ ایران میں قتل کردیا گیا، اُن کو بڑا تعجب ہوا، واپس پہنچے اور باذان کو یہ پیغام پہنچایا، یہ سن کر باذان نے سرکاری طور پر آدمی ایران بھیجے تحقیق کے لئے، جب وہاں سے اُس کی تصدیق ہوئی کہ بادشاہ قتل ہوگیا اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا بادشاہ بنا ہوا ہے، فوراً جو یمن کا گورنر تھا باذان، وہ اپنی پوری رعیت سمیت اسلام میں داخل ہوگیا۔

اِسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی بہت پسند تھے، فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اور لوگ تو بعد میں اسلام میں داخل ہوئے اور یہ ایک ساتھ ساری کی ساری قوم اپنی رضا اور رغبت سے اسلام میں داخل ہوئی۔

دوستو! میں نے شروع میں بطورِ تمہید کے آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ یہ بیان، تقریر وغیرہ چو نکہ طبیعت کو کبھی اِس سے تعلق رہا نہیں، اور بیان کے ہم عادی نہیں، پڑھنے پڑھانے کے عادی ہیں، اور یہ کہ اِس کو زیادہ انفع نہیں سمجھتے، انفع وہی الف. با. تا. ثا. تدریس و تعلیم ہے اور اِس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی عرض کیا کہ جو پڑھنا، پڑھانا ہے یہ ایک فرض کے درجے میں ہے اور یہ جو بیان، تقریر وغیرہ ہے یہ ایک قسم کا منصب ہے۔

وعظ کون کس وقت کر سکتا ہے؟

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ منصب اُس کو جچتا ہے اور وہ اِس کا اہل ہے کہ وہ جب حق تعالیٰ شانہ کے اوامر کی خلاف ورزی دیکھے تو اُس کی طبیعت میں اِتنا تقاضہ پیدا ہو، اتنا تقاضہ وہ مثال دے کر فرماتے ہیں کہ جتنا کسی شخص کو پیشاب کا تقاضہ ہو، پاخانے کا تقاضہ ہو، تو اُس سے رہا نہیں جاتا جب تک کہ وہ تقاضے سے فارغ نہ ہوجائے، کسی کو بھوک لگی ہوئی ہے، کھانے کا تقاضہ ہے تو اُس سے رہا نہیں جاتا، برداشت نہیں ہوتا جب تک وہ کھانا نہ کھالے۔ اِسی طرح اُس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور اُن کی بھلائی اور اُن کو اسلام پر لانے کا طبیعت میں اِس قدر تقاضہ ہو جتنا اپنی طبعی عادتوں کا انسان کو تقاضہ ہوا کرتا ہے، طبعی ضرورتوں کا جس طرح تقاضہ ہے اِس درجہ میں جس کا حال ہوجائے وہ اِس منصب کا اہل ہے، اور اُس کے وعظ سے فائدہ ہوتا ہے ورنہ یہی ہوتا ہے جس طرح ہم دیکھتے ہیں ہمیشہ کہ بیان تو بہت سنتے ہیں مگر خاطر خواہ اُس کا فائدہ نہیں ہوتا۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کا بیان اور اس کا اثر

حضرت گنگوہی قُدِّسَ سِرُّہٗ بیان نہیں فرماتے تھے مگر جب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے وہاں کے دستار بندی کے جلسے میں شرکت کے لئے، وہاں شہر کی جامع مسجد میں بیان کے لئے حضرت کو اصرار کیا گیا کہ حضرت تھوڑی دیر آپ بیان فرمائیں، لکھا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس

سرہ منبر پر تشریف لائے اور بیٹھتے ہی حضرت نے فرمایا اللہ! اللہ! بس لکھا ہے کہ اتنا فرمانا تھا کہ سارے مجمع کا حال دگرگوں ہوگیا، لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، اِن حضرات کے لئے یہ مناصب ہیں، اُن کے بیان سے، اُن کے کہنے سننے سے فائدہ ہوتا ہے۔

چند منٹ آپ کے سامنے کچھ اِس آیت کے متعلق عرض کروں گا جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴾ کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اُن کے کافر اُمتوں کے خلاف گواہی دینے والا بنا کر بھیجا، جنت کی بشارت دینے والا دوزخ سے ڈرانے والا، اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور سراجِ منیر بنا کر بھیجا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِی﴾ سے خطاب کی حکمت

اِس کی ابتداء کی گئی ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِی﴾ سے، اے نبی! عام طور پر آپ حضرات سنتے ہیں بیان میں کہا جاتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد! کے ذریعہ خطاب نہیں کیا گیا، جب کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے نام لئے گئے جیسے ﴿یٰیَحْیٰی خذ الکتاب﴾ ﴿یاعیسٰی اِنی متوفیک﴾ مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بجائے آپ کے اَلقاب ذکر کئے گئے، مگر یہ بھی ایک قسم کا حضرات انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تفاضُل ہے، جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کے ساتھ میرا تفاضُل مت بیان کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِی﴾ کہہ کر جو خطاب کیا گیا اور سب سے پہلا کلمہ ''النبی'' لایا گیا، وہ ابتداء بتانے کے لئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ایسی نبوت ہے جو تمام حضرات انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور رسالت کا مبدأ ہے، نہ صرف حضرات انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور رسالت اِس کی مرہونِ

منت، بلکہ تمام عالم اور کائنات کا وجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مرہونِ منت ہے۔

اول مخلوق کیا ہے؟

اِسی لئے علماء اِس پر بحث کرتے ہیں کہ اولِ مخلوق کیا ہے؟ حق تعالیٰ شانہ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی تھی؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''**اول ماخلق اللّٰہ القلم**'' کہ حق تعالیٰ شانہ نے سب سے پہلے قلم تقدیر کو پیدا فرمایا، اور اُس کے ذریعہ جو کچھ کائنات کے وجود میں آنے کے بعد صادر ہونے والا تھا اُس کی تمام تفاسیر اُس قلم کے ذریعہ لکھیں، بعض کہتے ہیں کہ سب سے اول مخلوق پانی ہے، کوئی کہتا ہے کہ سب سے پہلی مخلوق عرش ہے، مگر ہمارے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت پر تحقیق فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی مخلوق سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں ''**اول ماخلق اللّٰہ نوری**'' کہ حق تعالیٰ شانہ نے سب سے پہلے میرے نورِ نبوت کو پیدا کیا اور بقیہ تمام کائنات اُس کے بعد پیدا کی گئی۔

یہ تو آپ نے ہمیشہ سنا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام ابوالبشر ہیں، تمام انسانوں کے باپ اور جدامجد ہیں، اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا یہ بھی آپ کو معلوم، اور قرآن پاک کہتا ہے کہ ﴿**فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون**﴾ کہ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا، اور قرآن پاک میں ہے کہ تمام نے اکٹھا سجدہ کیا۔

ملائکہ نے سجدہ کیا اس کی کیفیت

مگر اِس کی کیفیت کیا تھی؟ بظاہر تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں جب مصر میں حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے بیٹوں کا اور پوتوں کا، سب مل کر بہتّر انسانوں کا قافلہ پہنچا، اور اُن سب کی ملاقات ہوئی حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے، تو اُس وقت سب نے حضرت یوسف علی

نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کوسجدہ کیا۔(ریکارڈنگ ناقص ہے)

دارالعلوم دیوبند کا قیام

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، اور پہلے دارالعلوم دیوبند آپ نے شروع کیا تھا وہاں کی جامع مسجد میں، مسجد سے متصل کمرے تھے اُس میں تدریس وغیرہ کا سلسلہ تھا، اُس کے بعد سب کی رائے یہ ہوئی کہ الگ زمین کے اوپر مدرسہ تعمیر کرنا چاہئے، مگر ایک حاجی عابد صاحب تھے تو وہ اِس کے حق میں نہیں تھے، تو سب نے رائے دی کہ حضرت آپ ایک اشتہار شائع کردیں کہ فلاں جمعہ کو جمعہ کی نماز کے بعد حضرت مولانا قاسم صاحب کا جامع مسجد میں بیان ہوگا اور اُس بیان سے فارغ ہوکر دارالعلوم دیوبند کا سنگِ بنیاد رکھا جائے گا، سب لوگ جمع ہوگئے اور حاجی صاحب ناراض بھی ہوئے، مگر حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ لے گئے مگر وہ مجمع کے ساتھ نہیں آئے چھتہ والی مسجد میں چلے گئے، حضرت نے باہر سے اُن کو آواز دی، اصرار کرکے باہر بُلایا اور اُس کے بعد پھر وہاں دارالعلوم دیوبند کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

کہتے ہیں سب سے پہلے جو اینٹ رکھی، دیوبند سے حضرت مولانا خلیل صاحب تشریف لائے تھے اُن کے دادا تھے حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اُنہوں نے سب سے پہلی اینٹ رکھی، دیوبند کے اونچے بزرگوں میں اُن کا شمار ہوتا تھا، سادات میں سے تھے، اور اُس کے بعد دوسری اینٹ حاجی عابد صاحب سے رکھوائی، تیسری اینٹ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے رکھی، اور چوتھی اینٹ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔

کچھ کمرے تعمیر ہوگئے دارالعلوم شروع ہو گیا، تعلیم شروع ہوگئی، مگر کسی نے حکومت میں شکایت کردی کہ یہ جو دارالعلوم بنایا گیا ہے یہ حکومت کے خلاف کاموں کے لئے بنایا گیا ہے اور یہاں حکومت کے خلاف ذہن بنایا جاتا ہے، ٹریننگ دی جاتی ہے، تو سی آئی ڈی والے

وہاں علاقے میں پھیل گئے، صدر دفتر اُنہوں نے دارالعلوم دیوبند کے قریب دیوبند میں بنایا اور اطراف کے دیہاتوں میں شہروں میں ہر جگہ اپنے آدمی بھیج دیئے، آخر تحقیقات کے بعداُن کو پتہ چل گیا کہ یہ تو خالص صرف اورصرف دینی تعلیم کا ایک مدرسہ ہے، نہ یہاں کوئی ٹرینگ ہے، نہ یہاں کوئی سیاست ہے،مگرحضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر اِس کا بڑا اثر ہوا، ایسے فتنے جب چلتے ہیں توانسان کی طبیعت مکدّر رہوتی ہے طبیعت پراثر پڑتا ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیر

اُس زمانے میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کوجس طرح بچے کو اُٹھاتے ہیں اِس طرح مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سفید چادراُڑھا رکھی ہے اوراُس میں لپیٹ کر کبھی باہر لے جاتے ہیں،کبھی اندرلاتے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں اور بیداری میں مکاشفے میں بہت کثرت سے اِسی کو دیکھتا رہتاہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اِس طرح لے کرپھر رہے ہیں، کسی نے اِس کی تعبیر یہ دی کہ چونکہ مدرسہ پرحالات بہت آرہے ہیں، اِس لئے سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اِن کا دل بہلانے کے لئے اِن پرشفقت فرما رہے ہیں،مگرحضرت گنگوہی قُدِّس سرہ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ میرااندازہ یہ ہے کہ اب مولانا کے آخری ایّام آچکے ہیں چنانچہ اُس کے چندروز بعد ہی حضرت کا انتقال ہوگیا۔

اکابر کا امتیازی وصف

یہ ہمارے حضراتِ اکابرنوراللہ مراقدہم کی خصوصیت تھی کہ وہ سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمیشہ منظورِ نظر رہے، اِن کی خصوصی صفت اور ان کا خصوصی امتیاز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اِن کی رگوں میں پیوست رہا۔ (حاشیہ میں نوٹ دیکھ لیں)

دومرتبہ تمام ملائکہ کو اکٹھا کیا گیا

غرض ایک دفعہ تو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کے وقت تمام ملائکہ کو آپ کے نورِ نبوت کو سلام کے خاطر اکٹھا کیا گیا، اور ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کے وقت سب کو اُتارا گیا، اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔

تو یہ بات یہاں سے چلی کہ ﴿ یٰایھا النبی ﴾ کہ سب سے پہلے لفظِ نبی لایا گیا، تو اِس چیز کو بتانے کے لئے کہ یہ ایسے نبی ہیں کہ جن کی برکت سے تمام حضرات انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبوت اور رسالت ملی اور تمام کائنات کو وجود ملا، اور بھی ﴿ یایھا النبی ﴾ لانے میں حکمتیں علماء بیان کرتے ہیں، وہ جو میں عرض کر رہا تھا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کو تو ﴿ یایحییٰ ﴾ ﴿ یاعیسیٰ ﴾ کے نام کے ساتھ خطاب فرمایا۔

یاایھا النبی سے خطاب کی دیگر حکمتیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ﴿ یٰایھا النبی ﴾ کہہ کر پکارا گیا، ایک تو ابتداء بتانے کے لئے، دوسرے یہ کہ عرب میں نام کے ساتھ کو بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے، اب بھی جو بہت مہذب اور بااخلاق طبقہ ہے عرب حضرات کا، تو وہ کبھی اپنے مخاطب کو نام لے کر نہیں پکارتے، اُس کو یا تو اُس کی کنیت سے پکاریں گے، اُس کی اولاد میں جو سب سے بڑی اولاد ہوگی، بڑا لڑکا ہوگا، اگر عبداللہ بڑا لڑکا ہے تو اُس کو ابوعبداللہ کہیں گے یا اُس کے کسی لقب سے اُس کو پکاریں گے، جیسا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں ''محمد'' کہہ کر پکارا نہیں کرتے تھے بلکہ ''الصادق الأمین'' کا لقب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خودبھی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بچوں تک کوبھی پیار میں کنیت سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔

ایک چھوٹے سے بچے نے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، اُنہوں نے ایک بلبل پال رکھی تھی، اتفاق سے وہ مرگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی کو فرمایا ''**یـا ابـا عُمیـر!** '' کہ اے عُمیر والے! حضرت ابوعمیر تو بچے ہیں تو یہ شفقت کا انداز، محبت کا انداز ہے اور عربوں کے یہاں تعظیم وتکریم کا انداز ہے۔

اِسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کے ساتھ، نام کے ساتھ ''**یـا محمد!**'' یہاں نہیں کہا گیا کہ عرب کے محاروہ میں اِس کو معیوب سمجھا جاتا تھا اِس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿ **یاَیھا النبی** ﴾ سے خطاب کیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سب سے سابق ہے

نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرا منصب رسالت کا ملنے والا تھا اور حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ پڑھتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے پر اُنہیں نبوت ملی۔

اور یہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی وحی جس میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور آ کر اُنہوں نے پہلا کلمہ جو عرض کیا وہ ﴿ **اقـرأ بـاسم ربک الّذی خلق** ﴾ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو قدیم اور پرانی تھی اور اُس کی تجدید وتذکرہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھی گئی مسلسل چلی آ رہی تھی اور معلوم ومتعین تھی۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فضائلِ ذکر میں ''**لاالٰـہ الاالـلّٰـہ** '' کے فضائل میں روایت لکھی کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ یااللہ! میں اُس ذات کے صدقہ آپ سے توبہ کرتا ہوں اور دعاء کرتا ہوں کہ جن کا نام آپ نے اپنے نام کے ساتھ ملایا، پوچھا گیا کہ

آپ نے کہاں دیکھا؟

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ یا اللہ! جب میری روح پھونکی گئی اور میری سب سے پہلے عرش پر نگاہ پڑی تو وہاں میں نے لکھا ہوا دیکھا 'لاالٰہ الااللّٰہ محمدرسول اللّٰہ' میں اُس ذات کے صدقہ آپ سے دعاء کرتا ہوں اورتو بہ کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اتنی قدیم ہے۔

پہلی وحی رسالت کی ہے

اب جبرئیل امین علیہ السلام کی سب سے پہلی حاضری کس سلسلہ کی ہے؟ وہ نبوت کے سلسلے کی نہیں بلکہ رسالت کی ہے، قرآنِ پاک لے کر آئے ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقْ﴾ نبوت ورسالت کو یکجا بھی ذکر فرمایا ﴿یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِنَّااَرْسَلْنٰکَ﴾ اے نبی! ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، کہ آپ کو نبوت کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے ہم دے چکے اور جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی اُس وقت ہم رسالت سے سرفراز فرما رہے ہیں اور آپ کو قرآن دے رہے ہیں ﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا﴾ اور ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھے قرآن سناؤ! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ محبوب ہے کہ کسی اور سے قرآن سنوں، لہٰذا تم مجھے قرآن سناؤ، اُنھوں نے سورۂ نساء سے پڑھنا شروع کیا، پڑھتے پڑھتے جب اِس آیت پر پہنچے ﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا﴾ کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کو لائیں گے اور تمام انسانوں کے اوپر گواہ بنا کر آپ کو پیش کریں گے، یہ سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخری وقت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آخری وقت ہے، نزع کی حالت میں ہیں، کسی نے بتایا کہ دروازے پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کھڑے ہیں اور حاضری کی اجازت چاہتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی فرمانے لگیں کہ میرا تو جی نہیں چاہتا کہ میں اِن کو آنے کی اجازت دوں، خدام نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اتنے بڑے جلیل القدر صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا بچپن اِن کا گزرا کیا وجہ؟ فرمایا اور کوئی وجہ نہیں، وجہ صرف یہ ہے کہ یہ میرا آخری وقت ہے اور یہ جب پہنچیں گے تو تعریفی کلمات کہیں گے، میری تعریف کریں گے۔

سٹیج پر تعارف غیروں کی تقلید اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے ناجائز ہے

ابھی حضرت مولانا آدم صاحب جب کھڑے ہوئے تو میں نے مولوی عمران سے کہا کہ اپنے اباجان سے آپ درخواست کردیں کہ میرا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں، لوگ مجھے جانتے ہیں کہ میں بَری سے آیا ہوں، میرا نام یوسف ہے اور یہ جو تعارف وغیرہ کا سلسلہ ہے یہ صرف اور صرف ایک رسم ہے، اور اُس رسم میں ہم اپنے قانون کو بھی، مسئلہ کو بھی بھول جاتے ہیں، بڑے بڑے جلسوں میں، بڑے بڑے لوگوں کی موجودگی میں تعارف کرایا جاتا ہے، حضرت صاحب فلاں اور فلاں ایسے اور ایسے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث پر عمل

حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ کسی کے سامنے اس کی تعریف نہیں کرنی چاہئے، ایک مرتبہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے پاس حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ تشریف لائے، عشاء ومغرب کے مابین حضرت کے پاس خصوصی حضرات بیٹھتے تھے، وہ شاعر تھے، انہوں نے اشعار پڑھنے شروع کردیئے جو حضرت کی شان میں اُنہوں نے خود بنائے تھے،

جب تین چار شعر ہو گئے تو حضرت نے اپنے خادم حافظ صدیق صاحب سے فرمایا، حافظ جی! وہ حاضر ہوئے، جی حضرت! حافظ جی مٹی لا! مٹی اٹھا! جلدی لا! نیچے سے اُنہوں نے تھوڑی سی مٹی اُٹھا کر دی، حضرت نے اُٹھا کر ان مولانا صاحب کے منھ پر ماری اور فرمایا کہ ہمیں حدیث میں یہی حکم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی کی اُس کے سامنے تعریف کرے تو اُس کے منھ پر مٹی مار دو **"فاحثوا فی وجوہ المداحین التراب"**۔

ایک معنی تو ہیں کہ حقیقت پر محمول ہے کہ حقیقتاً اُس کے منھ پر مٹی مار دو کہ بھائی، تم تو اپنے منھ سے مجھے عزت دینا چاہتے ہو، مگر حدیث میں مجھے حکم ہے کہ اس کا منھ بند کرو اور اِس کے منھ پر مٹی مارو۔

اور بعض حضرات اُس کے دوسرے معنی بیان کرتے ہیں کہ امراء سلاطین کے یہاں عام طور پر شعراء پیسے بٹورنے کے لئے، پیسے بنانے کے لئے یہ کام کیا کرتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ مٹی اُس کے منھ پر مار دو، تھوڑے سے پیسے اُس کو دے دو کہ مال و دولت کی حیثیت یہ مٹی کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اجازت مانگنے پر خدام سے فرمایا کہ میرا جی تو نہیں چاہتا کہ وہ آئیں، پوچھا کیوں؟ فرمانے لگیں کہ یہ میرا آخری وقت ہے اور یہ آ کر میری تعریف کریں گے اور میں اپنا حال جانتی ہوں اِس لئے میں چاہتی ہوں کہ آخری وقت میں، میں اِسی طرح روتی ہوئی، اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوئی، اُس سے توبہ اور استغفار کرتی ہوئی اِس دنیا سے جاؤں، نہ یہ کہ اپنی تعریف سنتی ہوئی جاؤں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت کے دن شہادت

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت سنی کہ اُس وقت کیا حال ہوگا؟ ﴿ **فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ** ﴾ تو اُس وقت کیا حال ہوگا؟ جب کہ ہم ہر امت میں سے

ایک گواہ لائیں گے، اُس امت کے نبی کو اُن کی مشرک اور کافر اُمت کے خلاف پیش کریں گے، اور جب وہ امتیں اپنے نبی کے متعلق یوں کہیں گی کہ ہمارے نبی نے تو ہمیں کوئی دعوت نہیں پہنچائی ﴿ مَا جَاءَ نَا مِنۡ بَشِیۡرٍ وَّ لاَ نَذِیۡرٍ ﴾ ہمارے پاس تو کوئی بشارت دینے والا، ڈرانے والا نہیں آیا۔

حق تعالیٰ شانہ اُن انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے پوچھیں گے کہ آپ کی امت تو انکار کرتی ہے کہ آپ نے تبلیغ نہیں کی، وہ کہیں گے کہ ہاں! ہم نے تبلیغ کی، حق تعالیٰ پوچھیں گے کہ تمہارے پاس کون گواہ؟ وہ اُمت محمدیہ کا نام لیں گے، حضرات انبیاءِ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کہیں گے کہ اُمت محمدیہ ہماری گواہ ہے کہ ہم نے ہماری امت کو تبلیغ کی اور آپ کی دعوت پہنچائی۔

اُمت محمدیہ سے حق تعالیٰ شانہ پوچھیں گے کیا نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے بیشک کی تھی، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تمہیں کیا معلوم؟ تم تو اُن کے بعد آنے والی اُمت ہو، تمہیں کیا معلوم؟ تم تو اُن کے زمانے میں تھے نہیں، تمہیں کیسے پتہ چلا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو تبلیغ کی؟

یہ امت جواب دے گی کہ یا اللہ! تو نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں جو قرآن دیا تھا، اُس قرآن میں تو نے ہمیں خبر دی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی تبلیغ کی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کی تھی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جب یہ جواب دے گی تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس امت کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خود گواہی دیں گے کہ یا اللہ! میری امت صحیح کہتی ہے اور جو قرآن تو نے میرے اوپر اُتارا تھا اُس میں تو نے یہ خبر دی تھی کہ اِن انبیاءِ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی امت کو تبلیغ کی تھی۔

یہ ایک بہت بڑا منصب ہے کہ جس سے تمام کائنات فیض یاب ہوگی، اوّلین اور آخرین اُس سے فائدہ اُٹھائیں گے، اور اُس شہادت کے اور اُس گواہی کے تمام انسان محتاج ہوں

گے، تمام انبیاء اورتمام رُسُل کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی ضرورت ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا اتنا بڑا منصب اِس آیت میں سُنا کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اُن سب کے خلاف آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اپنی تعریف جو قرآن پاک میں آئی ہے سن کر آنسو جاری ہوگئے۔

سرکا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبشر بھی ہیں اور نذیر بھی ہیں

﴿اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا﴾ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی بشارت دینے والے بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مجمع میں ایک مرتبہ تشریف لائے، دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں ہیں، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے ہاتھ میں جو کتاب تھی اُس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اُس میں اُن لوگوں کے نام ہیں جو جنت میں جانے والے ہیں، اُن کے اور اُن کے باپ دادا کے اور اُن کے قبیلوں کے ناموں کے ساتھ پوری ایک لِسٹ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اخیر میں ''اُجۡمِلَ''، یعنی اِن کے اخیر میں اِس کا ٹوٹل بھی کر دیا گیا ہے کہ اتنے ملین، اتنے لاکھ، اتنے ہزار، اتنے سو، اور ارشاد فرمایا کہ اِس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، اللہ پاک ہمیں اس لسٹ میں شامل فرمائیں۔ آمین۔

اور دوسرے بائیں ہاتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کتاب تھی ارشاد فرمایا کہ اِس کتاب میں اُن کے نام ہیں جو دوزخ میں جائیں گے اِن کے بھی، اُن کے نام، اُن کے باپ دادا کے نام، اُن کے قبیلوں کے نام اور اخیر میں پورا ٹوٹل لگا دیا گیا کہ اتنے آدمی دوزخ میں۔ اللہ پاک اس سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبشر بھی ہیں اور نذیر بھی ہیں، کہ جنت کی بشارت دینے والے بھی اور جہنم سے ڈرانے والے بھی ﴿وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا﴾ کہ حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے اللہ کی طرف انسانوں کو دعوت دینے والے بھی، آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی مکۃ المکرّمہ کی دعوت کے احوال پڑھئے اللہ! اللہ!

دوستو! ہم میں کسی چیز کی آج کمی نہیں، الحمدللہ! ہر چیز ہمارے اندر ہے، مسجدیں بھی ہیں، مکاتب بھی ہیں، علماء بھی ہیں، دیکھو! ہمارا چھوٹا سا ملک ہے، کہیں باہر جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے یہاں یوکے میں اتنا اچھا ماحول کیسے بن گیا؟ ہمارے یہاں امریکہ میں، کینیڈا میں بہت کوشش کرتے ہیں مگر ابھی تک ایسا ماحول نہیں بنا۔

میں کہتا ہوں کہ اصل میں بڑی نعمت حق تعالیٰ شانہ کی ہمارے یہاں یہ ہے کہ یہ ساری کی ساری جو آبادی ہے اُن کی کُل آبادی تقریباً سو دوسو میل کے علاقے کے اندر اندر ہے، اِس کی وجہ سے انتظامات نہایت آسان اور اِس نعمت کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے تمام چیزوں سے ہمیں نوازا ہے دینی، دنیوی کسی چیز کی کمی نہیں۔

دنیوی طور پر ہم پچیس تیس سال پہلے اپنی حالت دیکھیں گے اُس وقت ہم آئے تھے تو کیا حال تھا اور آج الحمد للہ! دنیوی طور پر کتنی فراوانی؟ اور دینی طور پر بھی مدارس، مکاتب، آپ حضرات جانتے ہیں دارالعلوم کتنے ہیں؟ اِس وقت تقریباً پندرہ دارالعلوم ہیں یوکے میں، کس چیز کی کمی ہے؟ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں، جماعت کا کام بھی بڑا زبردست ہورہا ہے۔

مگر دوستو! ایک جو میں نے صفت بتائی ہمارے حضرات اکابر کی کہ اُن کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ والہانہ تعلق تھا کہ ہر وقت، ہر آن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ہمیں ستائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دھیان ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں ہمارا دل تڑپتا رہے یہ ہماری کیفیت ہوجائے، اگر یہ کمی ہم پوری کردیں تو آج ساری دنیا میں انقلاب آسکتا ہے۔

اپنی طبیعتوں میں انقلاب کی ضرورت ہے

سب سے پہلے انقلاب کی ضرورت ہے ہماری خود اپنی طبیعتوں میں، اور جو کمی ہے وہ یہ کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ کے تمام اوامر بھی بجالاتے ہیں، گناہوں سے بھی بچتے

ہیں، میں تو کہا کرتا ہوں کہ اتنی زیادہ اسلامیت پوری دنیا میں، شاید تاریخ میں آپ پیچھے دیکھیں، تو ماضی میں بھی شاید آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

یہ نوجوان جن کو ہم بظاہر سمجھتے ہیں کہ یہ مغربی طرز پر چل رہے ہیں، ان کا لباس مغربیت زدہ ہے، ان کا ذہن اور ان کی تعلیم اسی انداز کی ہے، مگر اس کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ ان کے اندر اسلام شعلے مار رہا ہے، ان کے دلوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک تعلق ہے، اسلام کے ساتھ ایک تعلق ان کے اندر موجود ہے، ایک اسلامی جذبہ ان کے اندر موجزن ہے۔

ہم اس کمی کو ختم کر دیں

دوستو! کمی کسی چیز کی نہیں، کمی صرف اس چیز کی ہے کہ ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو خصوصی تعلق تھا، اور ان اکابر کی جو خصوصی صفت تھی کہ ہر آن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستگی ہے، ہر وقت آپ کی یاد ہے، ہر عمل میں اتباع سنت کا شوق ہے، سرکار کے ساتھ محبت ہے، ہمارا بھی یہی حال ہو جائے۔

میں تو اکثر ہمارے طلبہ سے پوچھا کرتا ہوں کہ اچھا یہ بتاؤ! کہ اِس بیان سے پہلے یہ گُذشتہ کل سے لے کر آج تک چوبیس گھنٹے میں یا پورے ایک ہفتے میں کبھی تنہائی میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تمہیں اِس طرح آئی کہ جس طرح کسی دوست کی، محبوب کی، کسی دور والے کی یاد آتی ہے، تو اُس کا جواب نفی میں ہوگا۔

ہم درود شریف بھی پڑھیں گے تو ہمارا ذہن کہیں اور ہوگا، دماغ کہیں اور ہوگا، تصور کہیں اور ہوگا، تو کیفیات سے دل بالکل خالی، روحانیت سے بالکل عاری اِس لئے اِس کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اگر ہم نے اِس کو پیدا کیا تو دیکھئے!

جو ہمارے اکابر کے حالات ہم سنتے ہیں اور اُن کے متعلق پڑھتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ساتھ بھی اُسی حال کو دہرائیں گے، صرف اور صرف ہماری طرف سے یہ کمی اور کوتاہی

ہے، لہذا ہم یہ طے کرلیں کہ ایک گھنٹہ، دو گھنٹہ زبان سے چاہے کچھ نہ پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کا مراقبہ کریں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکالیف کس طرح برداشت کیں

﴿ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ پر میں نے عرض کیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں ہمارے خاطر کتنی تکالیف اُٹھائیں، انسانی برداشت سے باہر، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تکالیف کس طرح برداشت فرمائی ہوں گی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی عمدہ ترین ریشم اتنا نرم نہیں ہوگا کہ جتنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک نرم و نازک تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک اتنے نرم و نازک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اتنا نرم اور نازک تھا اور اتنے نرم و نازک جسم نے دس پندرہ سال تک کس قدر تکالیف اٹھائیں اور مظالم برداشت کیے، ہم کم ازکم اُنہیں واقعات کو پڑھ لیا کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کیسی گزری؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا کیا حال ہے؟

اب میں اپنی بات کو ختم کروں گا اِس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ آپ لوگوں کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

یہ وہی جسم مبارک جن کے متعلق میں نے بتایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت اُسی سے یہ تمام کائنات بنائی گئی، سجائی گئی اور وہ نورِ نبوت کیسا ہے؟ حق تعالیٰ شانہ نے اس کے متعلق فرمایا ﴿ وسراجا منیرا ﴾ روشن چراغ، چراغ کے ساتھ کیوں تشبیہ دی؟

اِس لئے کہ ہم یہاں بیٹھے بیٹھے ابھی اپنی اِس لَو کو جو ہمارے دل میں بُجھ چکی ہے، اِس

دِئے کو اگر ہم روشن کرنا چاہیں تو یہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو سراجِ منیر ہے، جو چراغ ہے، اُس کے نور سے ہمارا دل اِسی وقت منوّر ہوسکتا ہے، ہم جس قدر محبت و عظمت کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے والہانہ تعلق قائم کریں گے، آپ کی اتباع کریں گے اس نورِ مبارک سے ہمارا دل اس کے بقدر منور ہوگا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ضیاء الدین سَنامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، اُن کے دور میں تین ضیاء الدین نامی بزرگ تھے، ایک ضیاء الدین اُن کے مریدِ خاص، اُن پر فنا، اُن کے عاشقِ زار، اور ایک ضیاء الدین تھے جو اُن کے بہت زیادہ مخالف اور اُن کے منکر، تیسرے ایک ضیاء الدین تھے بین بین، نہ منکر، نہ مخالف۔

تو اِن میں جو ضیاء الدین آپ کے منکر تھے، مخالف تھے اُن کا نام تھا ضیاء الدین سَنامی رحمۃ اللہ علیہ، یہ بہت بڑے عالم تھے اور حکومت کی طرف سے احتساب پر مقرّر رتھے، کہ جہاں کہیں اندرونِ خانہ کوئی خلافِ شرع مجالس منعقد ہوتی ہوں، اُس پر پکڑ دھکڑ کرنا یہ اُن کا کام تھا، مُحتسِب تھے۔

جب اِنہیں پتہ چلتا کہ مجلسِ سماع وہاں منعقد ہوئی ہے، وہ جا کر اُس کو بند کروا دیتے، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ شانہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی حمد یا نعت پڑھنے والے کو بُلاتے اور سب بیٹھ کر سنتے، چشتی سلسلے میں بکثرت اِس کا رواج تھا۔

شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی نوراللہ مرقدہ کے یہاں پابندی سے مجلسِ سماع ہوا کرتی

تھی، مگر ان حضرات کے یہاں مزامیر، ڈھول باجا، کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، جس طرح آپ نے ابھی بچے سے نعت سنی کتنی پیاری اُس نے نعت پڑھی، اِس طرح کسی پڑھنے والے کو بُلاتے اور سنتے۔

مگر جب اِن کے یہاں حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فارِغ ہوکر آئے، پڑھ کر آئے، عالم بن کر آئے، یہ جو نئے نئے عالم بن کر جاتے ہیں اُن کو ہم بھی فراغت پر بہت زیادہ سمجھا کر بھیجتے ہیں کہ دیکھو! تم جا کر ڈنڈا شروع مت کر دینا، اگر کوئی چیز غلط بھی کرلو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے تم تنہائی میں توبہ استغفار کرلوگے، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے گا، لیکن اگر تم نے ایک جھگڑا اور فتنہ شروع کردیا کہ دُعا زور سے نہیں آہستہ مانگنی چاہئے اور یہ اِس طرح نہیں، یوں ہونا چاہئے، تو اِس سے فتنہ ہوگا۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ ہوکر گئے تو اُنہوں نے رفعِ یدین شروع کردیا، اب سارا کا سارا خاندان شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کٹر حنفی، شکایت ہوئی کہ بھائی رفعِ یدین کرتے ہیں اِن کو سمجھایا جائے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ حضرت وہ رفعِ یدین کرتے ہیں، اُن کو سمجھایا جائے، حضرت نے فرمایا شاہ عبدالقادر کے ذمہ لگاؤ! کہ وہ اُنہیں سمجھائیں۔

اُنہوں نے ایک آدمی اُن کے پاس بھیجا اپنی طرف سے کہ شاہ عبدالقادر صاحب یوں کہتے ہیں کہ تم یہ رفعِ یدین مت کیا کرو، اِس سے فتنہ پیدا ہوگا، جس طرح تم پہلے نماز پڑھتے تھے اسی طرح نماز پڑھو۔

”من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ أجر مائۃ شھیدٍ“ کا مطلب

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حدیث میں نہیں پڑھا ”من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھیدٍ“ کہ جب ایک سنت مردہ ہو رہی ہو اُس

وقت کوئی اُسے زندہ کرے تو اُسے سو شہیدوں کا ثواب ہے، جوش میں نئے نئے فارغ ہو کر آئے تھے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب سے جا کر خادم نے جواب بتایا کہ وہ تو یہ جواب دیتے ہیں۔

یہ سن کر شاہ عبدالقادر صاحب فرمانے لگے اوہو! میں تو سمجھتا تھا کہ وہ تو اچھے عالم ہیں، وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتے اِس حدیث ''**من تمسک بسنتی عند فساد امتی**'' میں جس سنت کا اِحیاء مطلوب ہے وہ بدعت کے مقابلہ میں ہے، کہ بدعت کے ذریعہ جس سنت کو مردہ کر دیا گیا ہو، اُس کو جو دوبارہ زندہ کرے گا اُس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے، اور جہاں دونوں سنتیں ہوں وہ یہاں مراد نہیں، ایسے مقام پر تو اپنے اپنے امام اور اپنے اپنے صحیح مسلک کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس پر بھی عمل کریں گے وہ صحیح ہوگا۔

لہٰذا تم جو کہتے ہو کہ رفع یدین سنت ہے اور اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں، رفع یدین سے زیادہ روایات اِس کی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفعِ یدین نہیں فرمایا، تو رفعِ یدین نہ کرنا بھی سنت ہے، تو جو لوگ رفعِ یدین کرتے ہیں وہ بھی سنت پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ رفعِ یدین نہیں کرتے وہ بھی سنت پر عمل پیرا ہیں، اور جیسے فرض نماز کے بعد امام صاحب **اللھم انت السلام ومنک السلام** زور سے دعاء مانگ لیں یہ بھی جائز اور کوئی آہستہ دعاء مانگے یہ بھی جائز دونوں طرح گنجائش ہے۔

حدیث میں جس سنت کے احیاء کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس سے وہ سنت مراد ہے کہ جس کو مٹا کر اس کی جگہ بدعت ایجاد کر لی گئی ہو یا سنت پر ہی سرے سے لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہو، ایسی سنت کو زندہ کرنا یہ مراد ہے۔

جو طلبہ نئے نئے فارغ ہو کر جاتے ہیں اُن کے متعلق میں کہہ رہا تھا کہ اُن کو ہم وہاں سے بھی سمجھا کر بھیجتے ہیں کہ دیکھو! تم کہیں ایسا مسئلہ نہ بتانا جس سے کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے۔

شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

یہاں شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نئے نئے فارغ ہوکر آئے تو اپنے گھر میں دیکھا کہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سماع سنتے ہیں، اُنہوں نے کہا ابّا! یہ تو بدعت ہے، شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے پایہ کے بزرگ، تو فوراً بیٹے سے کہا کہ اچھا بیٹا! توبہ توبہ، اگر یہ بدعت ہے تو آج سے بند، اُنہوں نے سماع موقوف کردیا۔

دوسرے دن دیکھا کہ سماع کا وقت آیا، گزر گیا، سماع نہیں ہوا، تو سارے جسم کے اوپر پھنسیاں شروع ہوگئیں، آہستہ آہستہ بڑھتی گئیں، حکیموں سے علاج کرایا، اطبّاء کو بُلایا، تمام علاج معالجے ہوئے مگر کسی چیز سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے، جب کافی عرصہ گذر گیا، سب پریشان ہوئے کہ یہ کیا بیماری لگ گئی۔

حضرت نے ایک دن کسی خادم خاص کے کان میں فرمایا کہ اصل میں یہ کوئی بیماری نہیں ہے، سالہا سال سے، ساری عمر سے ہم سماع سنتے تھے، جو دل میں آگ ہوتی تھی سماع کے ذریعہ وہ آگ، وہ بھڑاس نکل جایا کرتی تھی، اب وہ سماع نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب اندر ہی دبی ہوئی ہے، وہ اِس طرح نکل رہی ہے۔

اب گھر والوں نے شاہ ابوسعید کو سمجھایا کہ تم نے کیا ظلم کیا؟ دیکھو کیا ہوا؟ پھر وہ روتے ہوئے حاضر ہوئے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے لئے جائز ہے کہ آپ معذور ہیں، جیسے ہی سماع کی مجلس منعقد ہوئی اور ایک دفعہ سماع ہوا، تمام وہ جو گرمی باہر پھوڑوں کی شکل میں نکل رہی تھی ساری کی ساری ختم ہوگئی۔

بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

اِسی طرح حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع کی مجلس میں بطورِ محتسب ضیاء الدین سَنامی پہنچ جایا کرتے تھے، اور اُسے بند کرواتے، ایک دن جوش میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی صاحب! آپ ہمیشہ منع کرتے ہیں اگر ہم خود

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوادیں تب تو مان لوگے؟ اُنہوں نے کہا، اچھا ہے! تب تو ہم ضرور مان لیں گے۔

اِتنے میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے گردن جھکائی اورتھوڑی دیر کے بعد جب حال ختم ہوا تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیوں کیا رائے ہے؟سُن لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ تو ضیاء الدین سَنامی کیا جواب دیتے ہیں کہ آپ نے میرا جواب بھی سُن لیا۔

ہُوا یہ کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے مراقبہ فرمایا تو اِن کی توجہ کے ذریعہ حضرت ضیاء الدین سَنامی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچادیا مدینہ شریف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِدولت پر زیارت شروع ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچادیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضیاء الدین سَنامی کو فرمایا کہ شیخ نظام الدین معذور ہیں۔

ضیاء الدین سَنامی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! ہم تو آپ کی ظاہری شریعت کے پابند ہیں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ اِسی جواب کو قاضی صاحب فرمارہے تھے کہ اب تو مان لوگے؟ اُنہوں نے کہا آپ نے میرا جواب بھی سُن لیا جو میں نے عرض کیا۔

ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیجئے

دوستو! یہ حضرات اکابر کہاں تک پہنچے ہوئے تھے؟ خود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے تھے مولانا محمد عمر صاحب، اُن کے متعلق مشہور تھا۔لکھا ہے کہ تین ساتھیوں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی ہمیں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیجئے۔ جیسے ہی اِنہوں نے یہ سنا تو آپ اُٹھ کر بھاگ گئے یہ کہتے ہوئے کہ میں اِس لائن کا نہیں ہوں، خواہ مخواہ لوگ ایسا سمجھتے ہیں۔

اُٹھ کر تو چلے گئے مگر رات کو تینوں نے ایک ہی قسم کا خواب دیکھا، تینوں نے دیکھا کہ مجلس

لگی ہوئی ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور اس مجلس میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے یہ صاحب زادے مولانا محمد عمر صاحب کے ہاتھ میں مور کے پروں کا بنا ہوا پنکھا ہے اور اس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پنکھا جھل رہے ہیں، اور تینوں میں سے ایک ایک کو بُلا کر کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ ہمیں بھی صحیح سچا تعلق نصیب فرماویں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراجِ منیر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن چراغ کے نور سے ہمارے قلب کو منوّر فرماویں۔ آمین۔

درود شریف پڑھ لیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَ فِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهُ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِه، وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحمَةً، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب. رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّئٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار. رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد، رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَ التُّقٰی وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰی، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الصِّحَةَ وَ الْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ رَسُوْلِکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّکَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَ اَنْتَ

الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے دلوں کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک فرما، یا اللہ! گناہوں کی سیاہی نے ہمارے ان دلوں کو سیاہ کر رکھا ہے، یا اللہ! اس سیاہی کو دور فرما، یا اللہ! اس سیاہی کو اپنی رحمت سے دھو دے، اپنے نور سے اس سیاہی کو دھو دے، یا اللہ ہمیں ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے یہ سیاہی دور ہو، یا اللہ! ان سیاہ اعمال کے ساتھ اور سیاہ دلوں کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم قبر میں کیسے سامنا کرسکیں گے، یا اللہ! ہمیں مرنے سے پہلے سچی توبہ کی توفیق عطا فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نصیب فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے سے پہلے خوش کرنے کی توفیق عطا فرما، مرنے سے پہلے ہمیں پروانہ اور بشارت مل جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہیں، اس کا انتظام فرمادے، یا اللہ! نفس سے ہماری حفاظت فرما، شیطان سے ہماری حفاظت فرما، شیطانی راہوں سے ہماری حفاظت فرما، ہماری نوجوان نسلوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے نوجوانوں کو نیک راہ کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! شیطانی راہوں سے ان کی حفاظت فرما، یا اللہ جو نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں ان کے لئے بہترین انتظام فرما، بہترین جوڑے نصیب فرما، یا الٰہی جن جوڑوں میں ناچاقیاں ہیں، ان اختلافات کو ختم فرما، محبتیں نصیب فرما، الفتیں نصیب فرما، یا اللہ! جو بیمار ہیں انہیں شفاء دے، جو مقروض ہیں انہیں قرض سے خلاصی دے، یا اللہ! جو جس طرح کی پریشانی میں مبتلا ہے ان پریشانیوں کو ختم فرما، یا اللہ! صرف امت اسلامیہ نہیں، صرف امتِ مسلمہ نہیں بلکہ ساری انسانیت پریشانی میں ہے، یا اللہ اس پریشانی کا خاتمہ فرما، دنیا میں جہاں کہیں انسان پریشان حال ہیں ان کی پریشانیاں ختم فرما، رحمتیں نازل فرما، برکتیں نازل فرما، روزی عطا فرما، لباس عطا فرما، جن کے پاس مکان نہیں ان کے لئے بہترین مکان کا انتظام فرما، یا اللہ! جنہوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا لکھا ان کے جائز مقاصد میں ان کو کامیابی نصیب فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۵

ممدوح باری تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت گوئی اور اس کا سماع عبادت ہے

الهٰی لا احصی ثناء علیک
وصلوۃ علی نبیک الداعی الیک
انت کما اثنیت علی نفسک
وھو کما صلیت علیہ فی کتاب
الذی لا یأ تیہ الباطل من خلفہ و لا من بین یدیہ

درحقیقت اللہ کی حمد وثنا اور نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کا حق اللہ کے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا، اور اس گوہر کو حق تعالیٰ کے دست قدرت کے سوا کوئی نہیں پا سکتا، کیوں کہ کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اللہ کی طرح نہیں پہچان سکتا جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کوئی نہیں پہچان سکتا۔ خدا ہے اور بندہ، خدا خدا اور آپ بندہ، باقی تمام بندے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیلی ہیں۔

اللھم احمد ذاتک بذاتک
وصل علی محمد افضل صلواتک
وعلی اٰلہ وصحبہ وسلم
(شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

الحمدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصطَفٰی اَمَّا بَعُد

دوستو! مختلف حضرات نے نعتیں سنائیں۔ یہ نعتوں کا سلسلہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کرآج تک برابر جاری اورساری ہے اورمردہ دلوں کے زندہ کرنے اورغافل دلوں کو بیدار کرنے میں یہ کلام، نعتیہ اشعار جتنے مؤثر ہیں بہت کم دوسری چیزیں اتنی مؤثر پائی گئیں، اِسی لئے اِس کا اِتنا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، نفسِ شعر چاہے وہ نعتیہ ہو، نہ ہو، قلوب پر زبردست اثر کرنے والی چیز ہے۔تو پھر نعتیہ کلام کا کیا پوچھنا؟

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کثرت سے اشعار سنتے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اُمیہ ابن ابی صلت، جوعرب میں ایک شاعر گزرا ہے، اِس کے کچھ اشعار تمہیں یاد ہیں؟ ان صحابی نے عرض کیا جی ہاں! اُن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا، پھر تم سناؤ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ اشعار سنانے شروع کئے۔تھوڑے اشعار سنا کر میں ذرا رُک جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے پر کفایت فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے 'ھیہ' یعنی

اور سناؤ، پھر رُکتا، پھر فرماتے ’ھیہ‘ اور سناؤ، تقریباً اُس شاعر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کے قریب اشعار سنے۔

سفر میں، حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل طور پر اہتمام سے اشعار سنتے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹوں کو چلانے کے لئے حُدی خواں ہوتے اور اس کام کے لئے مختلف حضرات تھے۔ اُن میں سے ایک انجشہ تھے۔

ایک دفعہ پڑھتے پڑھتے وہ مستی میں اِتنے ذوق وشوق سے پڑھنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا ٹوکنا پڑا، فرمایا" **یاانجشه علیک بالقواریر**" کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مستورات سواری پر سوار تھیں، فرمایا کہ انجشہ! یہ شیشے اور گلاس ہیں، قواریر شیشے کو کہتے ہیں گلاس، بوتلیں جس سے بنتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیشے کا خیال کرو یعنی مستورات ہمارے ساتھ ہیں، تم اِتنے زیادہ اثر انگیز آواز میں شعر پڑھ رہے ہو کہ یہ عورتیں سننے کی تاب نہ لاسکیں گی، اِن پر اثر ہو جائے گا۔

شعر زبردست اثر کرنے والی چیز

اور شعر اِتنی زبردست اَثر کرنے والی چیز ہے کہ ابھی قریب میں اللہ نے توفیق دی، ایک کتاب "بزرگوں کے وصال کے احوال" لکھی۔ اِس میں بزرگوں کے نزع اور سکرات کی کیفیت کے واقعات اور ان بزرگوں کے وصال کے احوال جمع کئے ہیں، اس کتاب میں کئی ابواب ہیں، مثلاً ایک باب میں ان کا ذکر ہے کہ سجدہ میں جن کا انتقال ہوا، ایک باب ہے، ایک چیخ ماری اور جان دے دی، کوئی بات سنی اور ایک چیخ مار کر فوراً اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس انداز کے مختلف ابواب ہیں اور اُس میں ایک باب یہ بھی ہے، شعر پر جان دے دی۔ شعر سنتے سنتے بس سماع ہی میں جان نکل گئی، کبھی کوئی شعر زبان پر جاری ہوا، اُس کا دل پر اِتنا اثر ہوا کہ اُس کو بار بار دہراتے رہے، پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ روح نکل گئی۔

شعر پر جان دے دی

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قوال جب اِس شعر پر پہنچا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است

بار بار وہ پڑھتا چلا جاتا، کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تسلیم اور رضاء کے خنجر سے جو لوگ شہید ہوئے ہیں، اُن کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہر آن نئی جان ملتی ہے، پھر وہ قتل ہوتے ہیں، پھر نئی جان ملتی ہے، پھر قتل ہوتے ہیں، پھر زندہ ہوتے ہیں۔ آپ اشارہ کرتے رہے اور قوال وہ شعر بار بار پڑھتا رہا یہاں تک کہ اُن کی روح پرواز کر گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے فرماتے ہیں "**یا انجشہ علیک بالقواریر**" کہ عورتیں ہمارے ساتھ ہیں اِتنے زیادہ مؤثر اور اثر انداز طریقے پر تم شعر مت سُناؤ۔

بعضے شُراح نے لکھا کہ وہ پڑھتے پڑھتے ایسے اشعار تک پہنچ گئے کہ جن کا مضمون عورتوں کے مناسبِ حال نہیں تھا، اِس لئے فرمایا کہ بس وہ جو بیچ میں ایسے اشعار ہیں اُن کو حذف کر دو۔

شعراء صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے علاوہ، مسجد میں اپنے مبارک منبر پر شاعرِ اسلام حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور اِن کے اپنے اور بڑے شعراء کے اشعار سُنا کرتے تھے۔ جب گھر میں پہنچتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمائش ہوتی کہ عائشہ، شعر سناؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شعر اِتنے یاد تھے، اِتنے یاد تھے کہ وہ پوچھتی

تھیں کہ یا رسول اللہ! میں کونسے اشعار سُناؤں؟ جو آپس میں جنگیں ہوئیں، ان کے متعلق ہزاروں اشعار اُن کو یاد، محبت کی داستانوں کے اشعار اُن کو یاد، مرنے والوں پر جو مرثیے کہے گئے وہ اشعار اُن کو یاد، بڑا حافظہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، ہزاروں قصائد بڑے بڑے عرب شعراء کے اُن کو حفظ تھے۔

وہ عرض کرتیں یارسول اللہ! کون سے سناؤں؟ کون سے موضوع پر آپ سننا چاہتے ہیں، پھر اُس موضوع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سناتیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہً کرام میں سب سے اونچا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، اور صحابہً کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں، شعراء میں بڑے اونچے درجے میں آپ کا شمار ہے۔ اُن سے کبھی شعر پر گفتگو ہوتی۔

ایک مرتبہ شعر پر گفتگو ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالبًا اِمرأ القیس کا شعر پڑھا، تو اُس میں کلمات آگے پیچھے ہو گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، یہ تو وزن ٹوٹ گیا، یہ شعر ایسے تھوڑے ہی ہے؟ پھر درست کر کے اُنہوں نے بتایا کہ شعر یوں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شاعر تھوڑا ہوں۔

اشعار اور تقریر کا مقابلہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اشعار سنے، بلکہ اُس زمانہ میں مقابلہ ہوتا تھا، اور کفّار شعر کے مقابلہ کی مجالس منعقد کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ کفّار نے مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ اچھا، ہم اپنے شاعر کو لاتے ہیں تمہارے شاعر کے مقابلے پر، مقابلہ کرنا ہے، ہم اپنے خطیب کو، مقرِّر کو لاتے ہیں تقریر کے لئے، تقریر کا مقابلہ کرنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا چیلنج قبول فرمالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے شاعر کے مقابلہ پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ کو پیش کیا اور دعاء فرمائی ”اللھم

اَیِّـدُہُ بـِرُوْحِ الـقُدس" کہ اے اللہ روح القدس کے ذریعہ، روح الامین کے ذریعہ اِن کی تائید فرما، اور مدد فرما۔

اور جب تقریر کی باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس بن شمّاس رضی اللہ عنہ کو پیش کیا، حق تعالیٰ شانہ نے اُن کو بڑا ڈیل ڈول عطاء فرمایا تھا، بڑا اونچا قد، توانا تندرست، اور زبردست جہوری الصوت، بہت اونچی آواز اور بہت بڑے خطیب اور مقرر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مقرر کے مقابلہ میں اُن کو پیش کیا۔

جب طرفین کے خطیب اور طرفین کے شاعر مقابلہ میں شعر سنا کر اور تقریر کر کے فارغ ہوئے تو خود کفّار کے قبیلہ کا سردار کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اِن کا شاعر بھی جیت گیا ہمارے شاعر کے مقابلہ میں، اور اِن کا خطیب بھی ہمارے خطیب کے مقابلہ میں جیت گیا۔

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفسِ شعر سے بھی اِس قدر دِلچسپی تھی اِس لئے کہ یہ دلوں پر اثر کرتا ہے اور کوئی چیز قصہ کہانی سننا، پڑھنا اتنا مؤثر نہیں ہوتا جتنا شعر مؤثر ہوتا ہے۔ اور شعر میں بھی نعتیہ کلام۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ

ابو طالب جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ ایمان نہیں لائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑا طویل قصیدہ انہوں نے کہا ہے، ابوطالب کا ایک شعر یہ ہے، "**ابیض یستسقی الغمام بو جهه**"، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی اور خوبصورت چہرہ اور آپ کی خوبصورتی کا ذکر ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے گورے گورے اور خوبصورت ہیں کہ اگر قحط سالی ہو اور بارش کے لئے دعا کرنی ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جا کر کھڑا کر کے حق تعالیٰ شانہ سے عرض کرتے، کہ یا اللہ اِس معصوم چہرے کی طرف نگاہ فرما، اِس خوبصورت چہرے کی برکت اور وسیلہ سے ہمیں بارش عطا فرما۔ فوراً بارش برستی۔ اِسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ

عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مستقل قصائد ہیں۔

سب سے قیمتی اشعار

اُن میں سب سے زیادہ قیمتی چیز وہ اشعار ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اُس وقت کہے جب کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر میں ہیں۔ اکیلی ایک باندی اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا ساتھ ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راستہ میں بیمار ہوتی ہیں، ننّا سا معصوم بچہ ساتھ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اور ماں بیمار، اور کوئی مرد دیکھ بھال کرنے والا نہ خاندان کا، نہ اور کوئی ساتھ ہے۔

بالآخر جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اُس بیماری میں سکرات کا وقت قریب آ گیا، اور اُنہوں نے دیکھا کہ جنگل بیابان میں میں مر رہی ہوں اور میرے اِس لاڈلے کا سوائے اللہ کے اور کوئی نگہبان نہیں، صرف یہ ایک باندی اُمِّ ایمن ہے تو اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اُن کے اشعار ہیں۔

اللہ اکبر! آپ کی والدہ کے وہ اشعار تمام قصائد، عربوں کے کلام اور نعتیہ اشعار کی جان ہیں۔ آپ کے چچا، آپ کی والدہ ماجدہ سے لے کر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ سلسلہ ہے، آج تک یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

شعر پڑھا اور جان دے دی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے پردہ فرما گئے، آپ کے وصال کے بعد سب سے پہلے ایک شخص مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ان کو یہ اطلاع دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو گیا ہے، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب پہنچے، اور وہاں پہنچ کر انہوں نے شعر پڑھنا شروع کیا:

يَـا خيـرَ مَـنْ دُفِـنَـتْ بِالْقَا ع اعظمه

فَـطَـابَ مِـنْ طيبهـنَّ اَلْقَا عُ وَالْاَ كَم

فرمایا کہ زمین کے اِس ٹکڑے میں اور اس حصہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انسانوں میں سب سے افضل اور خیر الوریٰ ہیں، وہ مدفون ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں مبارک کی خوشبو سے یہ تمام علاقے اور یہ ٹیلے اور پہاڑ سب معطر ہیں، اس کے بعد انہوں نے کہا:

نـفسـی الـفِـداءُ لـقبـرٍ أنتَ سَا كِنُه

فيـهِ الـعَـفـاف وَفِيْهِ اَلجُوْدُ وَالكَرَمُ

فرمایا کہ میری جان قربان اس قبر مبارک پر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، "**فيـه الـعـفـاف وفيـه الـجود والكـرم**" اس قبر اطہر میں البتہ عفت ہے اور اس میں جود ہے اور اس میں کرم ہے، اور وہیں پر جان دیدی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر یہ شعر پڑھتے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

شیخ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

بزرگانِ دین کے یہاں مستقل سلسلہ رہا کہ وہ مدینہ پاک کا جب عزم کرتے تو اپنی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ اشعار پیش کرتے۔

ایک بزرگ ہیں قاہرہ میں مصر میں مدفون ہیں، سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، طریقۂ رفاعیہ کے اونچے بزرگوں میں سے ہیں۔ وہ جب پہنچے تو اُنہوں نے شعر پڑھا:

وَفِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ كُنْتُ اُرْسِلُهَا

تُـقَبِّـلُ الْاَرْضَ عَـنِّـیْ وَهِـیَ نَـائِبَتِیْ

وَهـاهی دَوْلَةُ الاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ

فَامْدُدْ يَمِيْنكَ كَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

اُنہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جب میں مدینہ پاک سے اورآپ سے دور تھا، تو میں وہاں سے میری روح کو بھیجا کرتا تھا۔میرے تصورات اور خیالات کی دُنیا میں آپ کو یاد کیا کرتا تھا، میری روح یہاں حاضر ہوکر آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دیتی تھی، اور آج میں اپنے اِس جسمِ ظاہری سمیت حاضر ہوں، میری ایک درخواست ہے اوروہ یہ ہے کہ یارسول اللہ! میں اپنے ظاہری جسم کے ساتھ حاضر ہوں، اپنا دستِ مبارک مجھے عنایت کیجئے تاکہ میں اُس کو چوم سکوں اُس کو بوسہ دوں، اوراپنی آنکھیں اُس کو دیکھ کر ٹھنڈی کروں۔

کہتے ہیں کہ اُس وقت مسجد نبوی میں ساٹھ ہزار مصلیوں کا مجمع تھا، سینکڑوں ہزاروں نگاہوں نے دیکھا کہ جب اُنہوں نے یہ شعر پڑھا کہ ''**فَامْدُدْ یَمِینَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ**'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک باہر نکلا اوراُنہوں نے چوما، آنکھوں سے لگایا۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اُن کا ایک قصیدہ ہے جو فضائلِ درود شریف کے اخیر میں خاص طور پر چھپا ہوا ہے۔

فضائلِ درود شریف

حضرت شیخ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بطورِ خاص یہ دو قصیدے چھپوائے تھے ایک خواب کی بناء پر، کہ حضرت شیخ قدس سرہ سے کہا گیا کہ آپ نے جو فضائلِ درود شریف لکھی، حضرت شیخ کی فضائلِ درود شریف ایک ایسی کتاب ہے جو تمام اردو کتابوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہے، کیوں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی سے حضرت شیخ قدس سرہ کی اور کتابوں کے متعلق بھی بشارتیں ملی ہیں۔

مگر پروفیسر عبدالماجد علی گڑھی، جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، اُنہیں خواب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ اپنی اِس کتاب فضائلِ درود شریف کی وجہ سے تمام بزرگوں پر سبقت لے گئے۔

وہ کتاب جب حضرت نے لکھی، مکمل ہوگئی، اُس وقت حضرت نے خواب دیکھا، کہ آپ کو حکم دیا جارہا ہے کہ اِس میں قصیدہ بھی لکھیں، مگر یہ تعیین نہیں تھی کہ کونسا قصیدہ، تو حضرت نے پھر حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ کا اضافہ بعد میں فرمایا۔

قصائد کا سننا

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے بعد شبِ جمعہ میں خاص طور پر اور دیگر ایام میں بھی سونے سے پہلے یہ دونوں قصیدے سُنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سہارنپور میں اپنے معتکَف میں حضرت سن رہے تھے، تو ایک مفتی صاحب کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ حضرت، یہ کہیں بدعت نہ بن جائے، اس پر حضرت نے فوراً سننا موقوف فرمادیا اور فرمایا کہ نہیں، نہیں، آج سے بند، مگر وہ تو اندر ایک عشق کی آگ بھڑکتی ہے، اُس کی تسکین کے لئے اِس کو سُن کر کچھ نہ کچھ دِل کو تسلی ہوجاتی ہے۔

چنانچہ جب اُس رات کو قصیدہ نہیں پڑھا گیا تو حضرت کو اندرونی تکلیف ہوئی ہوگی۔ دوسرے دن حضرت نے مجلس میں حضرت مولانا نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور اُس زمانہ کے دینی امور کے جو محتسب تھے قاضی ضیاء الدین سَنامی، اُن کا قصہ سنایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع ہوتا تھا۔ سماع کی مجلس منعقد ہوتی تھی۔ وہ محتسب تھے، اُن کو ٹوکتے تھے۔ مگر وہ رُکتے نہیں تھے، اِسی لئے اُن کو بدعتی کہا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ اچھا، اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں کہلوادوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تمہیں فرمادیں۔ اُنہوں نے کہا بہت اچھا! چنانچہ مجلس میں قاضی سَنامی پہنچے، مجلس شروع ہوئی، اُنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں ارشاد فرمایا کہ یہ معذور ہیں، اِن کو اپنے حال پر رہنے دو۔

ایک اور بزرگ گزرے ہیں حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، اُن کے یہاں سماع کی مجلس ہوتی، قوّال کلام سُناتے۔ جب اُن کے صاحبزادے حضرت ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ عالم بن کر آئے، اور اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بدعت ہے۔ فرمایا توبہ، توبہ، آج سے بند۔ دوسرے دن پھنسیاں شروع ہوئیں، پھر وہ پھنسیاں بڑھتے بڑھتے سارا جسم پھوڑوں سے بھر گیا، جس سے خون، لہو اور پیپ بہہ رہا ہے۔ اب بہت علاج کیا گیا، تمام حکیموں، طبیبوں ڈاکٹروں کا علاج کرتے کرتے تھک گئے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

ایک دن حضرت نے کسی خادم کو چپکے سے فرمایا کہ خواہ مخواہ تم کیوں اپنے آپ کو تھکاتے ہو، یہ علاج سے ٹھیک نہیں ہوں گے۔ خادم نے پوچھا کہ حضرت، کس سے ٹھیک ہوں گے؟ فرمایا یہ تو عشق کی گرمی ہے، سماع ہوتا تھا، نعتیہ کلام سن کر گرمی نکل جایا کرتی تھی۔ اب جب سے سماع بند ہے، اِس لئے اب وہ گرمی اِس مرض کی شکل میں نکل رہی ہے، اُنہوں نے جا کر ابوسعید گنگوہی کو قصہ سُنایا۔ اُنہوں نے آ کر ہاتھ جوڑ کر، رو کر معافی مانگی۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں! معافی کی ضرورت نہیں، ایک دفعہ تم مجلس کرلو، اگر اُس سے فائدہ ہو، تو واقعی پھر تم فتویٰ میرے متعلق معذور ہونے کا دے سکتے ہو۔

چنانچہ مجلس منعقد کی گئی اور جیسے ہی سِماع ہوا، کلام سُنا کہ دوسرے دن وہ سارے پھوڑے ختم۔ اب عرض کیا ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت، آپ معذور ہیں۔ آپ کے لئے سننا جائز ہے۔

اِسی طرح حضرت قاضی سَنامی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب یہ ارشاد سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت نظام الدین اولیاء معذور ہیں، اِن کو اپنے حال پر رہنے دو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم تو آپ کی ظاہری شریعت کے مکلّف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس پر سکوت فرمایا۔ مجلس ختم ہوئی۔ اِس کے بعد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ نے ارشاد سن لیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میرا جواب بھی تم نے سن لیا۔

غرض یہ حضرت شیخ کے یہاں جو سلسلہ تھا قصائد کے سننے کا، جب وہ بند کیا گیا تو حضرت کی طبیعت پر ایک بڑا اثر رہا۔ اور یہ قصے حضرت نے دوسرے دن مجلس میں سنائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ دو قصیدے ہیں، حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ حضرت شیخ قدس سرہ بہت پابندی سے اس قصہ کے بعد بھی سنا کرتے تھے۔ اُس قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے:

زمہجوری برآمد جان عالم
تَرَحَّم یا نبی اللہ تَرَحَّم

کہ یا رسول اللہ! آپ کی جُدائی سے جان میری نہیں، سارے عالم کی جان نکلی جا رہی ہے، ایک شخص کی جان نکلے اُسے جتنی تکلیف ہوتی ہے، اگر سارے عالم کی جان نکلنے کی تکالیف جمع کی جائیں تو وہ کتنی ہوں گی۔ شاعر کہتا ہے کہ سارے عالم کی جان نکلنے کی جتنی تکلیف ہوتی ہے اُتنی تکلیف مجھے آپ کی جُدائی سے محسوس ہو رہی ہے۔ یا رسول اللہ! آپ میرے اوپر رحم فرمایئے اور جُدائی کو وصل سے بدل دیجئے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ چالیس مرتبہ پیدل حج کے لئے گئے۔ ایران سے مکہ مکرمہ پہنچے، حج سے فراغت پر ہمیشہ ہر سفر میں مدینہ منورہ حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے کہ:

سیدی و سندی و مولائی
بسفر می روم چہ فرمائی

کہ میرے آقا! میرے سردار! میرے مولا! اب میں اپنے وطن سفر کر رہا ہوں، روانہ ہو رہا ہوں، میرے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر سال جواب میں دو مصرع آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں ارشاد فرماتے:

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

کہ تمہارا جانا مبارک، سلامتی کے ساتھ تم جاؤ، سلامتی کے ساتھ تم واپس آ ؤ۔

مگر چالیسویں حج کے بعد جب وہ مدینہ منورہ پہنچے اور اُنہوں نے یہ شعر پڑھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ہی مصرع جواب میں آیا:

بسفر رفتنت مبارک باد

کہ تمہارا سفر پر جانا، وطن جانا مبارک۔

چنانچہ جب وطن پہنچے، انتقال ہوگیا، واپس دوبارہ نہیں آ سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اِس مجلس میں سنا، حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا کوئی حصہ نصیب فرمادیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

٦

دُرِّ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم

کی والدہ ماجدہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ماں

”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اخیر میں یہ کلمات لائے، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم، یہ بتانے کے لئے کہ او ہو! اے دنیا بھر کے انسانو، اس نبیِ امی کے لائے ہوئے قرآن کو دیکھو، اس کی فصاحت اور بلاغت دیکھو، جتنی صنعتیں اُس وقت تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، اور اُس کے بعد اب ایجاد ہوئیں اور قیامت تک کے لئے ایجاد ہوں گی اس باب فصاحت اور بلاغت میں، وہ سب قرآنِ پاک میں موجود ہیں، کوئی چیز قرآن نے چھوڑی نہیں۔

یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چیلنج کرتے ہیں دنیا کو، اور کہتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، کوئی بہت بڑا واقعہ انسان دیکھے تو کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ حضرت مولانا درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ایسا کوئی واقعہ سناتے اور پھر ساتھ فرماتے، مجمع سے فرماتے سب کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ، سب کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب کو کہ دیکھو، یہ بخاری شریف ختم کی میں نے اور اس کے اخیر میں میں لاتا ہوں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، کہ اِس وحی کے ذخیرہ کو تم دیکھو، قرآن کے ذخیرہ کو، حدیث کے ذخیرہ کو کہ ایک امی کا لایا ہوا ذخیرہ کیسا عظیم الشان ہے، اُس کے ایک ایک کلمہ میں کتنے علوم ہیں۔ اس پر سب کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ۔

کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ، خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم.

کیا امی ایسے کلمات کو جوڑنے پر قادر ہے؟ بلکہ کوئی پڑھا لکھا جوڑ دے اور سکھائے، تب بھی امی اس کے تلفظ پر قادر نہیں ہوسکتا۔“

(صفحہ نمبر ۱۲۷-۱۲۴)

الحمدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصطَفٰی اَمَّا بَعْد

بزرگو، دوستو، یہ تین تقریبیں ہیں، نکاح جن کے ہوئے اللہ تبارک و تعالی ان خاندانوں میں برکت فرمائے، نیک صالح اولاد کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنائے۔ دوسری تقریب ختمِ قرآن کی ہوئی، اللہ تبارک وتعالی حفظِ قرآن کی دولت کو عام فرمائے، زیادہ سے زیادہ حفظ کے رواج کو دنیا میں عام فرمائے، ان مدارس کوتقویت عطا فرمائے اوران حفظ کے اور ناظرہ کے مدارس کی اللہ تبارک وتعالی حفاظت فرمائے۔ تیسری یہ تقریب جس میں ان طلبہ نے آخری حدیث صحیح بخاری کی پڑھی۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی

یہ قرآن حق تعالی شانہ کی طرف سے چوبیس ہزار مرتبہ سے زیادہ کی آمد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کسی چیز کا کوئی جواب نہیں دیتے تھے، وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کسی چیز کا جواب نہیں دیتے تھے، اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی ، کسی نے سوال پوچھا، جواب جو ہوتا تھا وہ وحی، کبھی تازہ وحی، کبھی پہلے سے بتادیا گیا۔

ایک صحابی نے احرام کی حالت میں جعرانہ میں مسئلہ پوچھا احرام میں خوشبو کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے،فوراً صحابۂ کرام کو آثار معلوم ہو گئے کہ وحی کے آثار شروع ہو گئے، انتہائی سردی کی رات میں جس طرح حمام سے نہا کر نکلے ہوں، پسینہ میں شرابور، سر سے پیر تک پسینہ ہی پسینہ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے اُس وحی کے دوران بالکل منقطع ہو جاتے تھے، جتنا سونے والا ہوتا ہے اسے تو جگایا بھی جا سکتا ہے اس سے بھی زیادہ اوپر پہنچ جاتے تھے۔

عین اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے دوست (حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالی عنہ) یاد آئے، کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے کیسے ہوتی ہے، میں نے سنا تو ہے، کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دوست کو اشارہ کیا جلدی آؤ اور جس خیمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ذراسی چادر ہٹا کر ان کا سر اندر دھکیل دیا کہ دیکھو، انہوں نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت دیکھ کر بیان کی ہے۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں خوشبو کا ایک مسئلہ اپنی طرف سے بیان نہیں فرمایا جب تک وحی نازل نہیں ہوئی، اور قرآن سارا وحی ہے اسی طرح یہ ساری احادیث یہ بھی وحی ہیں، کیوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کچھ نہیں جانتے تھے، بالکل اُمّی تھے۔

حضرت آمنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کیوں لے کر گئیں؟

اور کیسے اُمّی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی محمد رسول اللہ لکھا گیا، قریش نے اصرار کیا کہ نہیں اس کو مٹاؤ، محمد بن عبداللہ لکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ مٹا دو رسول اللہ، رسول کاٹ دو، عبد لکھ دو، تو انہوں نے عرض کیا کہ لَا اَمْحُو اسْمَکَ یَا رَسُوْلَ الله! میں یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی میں

اپنے قلم سے مٹاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لاؤ، اتنے امی کہ یہ تحریر کیا ہے، کہاں کیا لکھا ہوا ہے، کچھ پتہ نہیں۔ فرمایا اچھا مجھے بتاؤ تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جگہ بتائی کہ یہ رسول اللہ یہاں لکھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قلم پھیرا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر لکھا ابن عبداللہ، اتنے امی تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لکھنا جانتے تھے، نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ گھر سے کوئی ایسی تعلیم مل سکی کیونکہ یتیم تھے، والد پہلے ہی اٹھ چکے تھے، اور بعض گھرانے تو ایسے ہوتے ہیں کہ یتیموں کو والدین تو نہیں مل سکتے مگر والدین سے زیادہ عیش، آرام، راحت، مزے ملتے ہیں کہ ہر کوئی خیال کرتا ہے، بڑا خاندان ہے، ہر طرح کے وسائل مہیا ہیں، یہاں یہ بھی کچھ نہیں تھا، کچھ نہیں۔

اب ایک ماں ایک بچہ کو لئے لئے بیچاری پھر رہی ہیں، کہ کوئی پرسانِ حال نہیں، اس وقت تو بیچاری تنہا ماں، وہ لئے لئے پھر رہی ہیں حتی کہ بیٹے کو، جب بولنا سیکھا اور دوسروں کو دیکھ رہے ہیں کہ ان کی ماں بھی ہے، باپ بھی ہے، میرے ابا کدھر؟ اب ابّا تو مدینہ طیبہ میں قبر میں ہیں۔ وہاں کون لے جائے مدینہ طیبہ، یہ سفر سب سے بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ کوئی پرسانِ حال نہیں تھا، یتیمی، کیسی یتیمی، اللہ اکبر! اللہ اکبر!

اللہ تعالی جو بچے ملینوں کی تعداد میں دنیا میں یتیم ہیں ان پر رحم فرمائے، ان کی کفالت کا، تربیت کا انتظام فرمائے۔ اسی لئے بہت بڑا مرتبہ یتیم کا بیان کیا گیا، اس کے لئے کتنے فضائل، قرآنِ پاک کی کتنی آیات واحادیث اس باب میں وارد ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ پہلی آمد

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے سوچا کہ اب ان کو میں لے جا کر میں مدینہ طیبہ بتاؤں کہ بیٹے یہ آپ کے ابا کی قبر ہے، اس کے لئے کوئی ساتھ جانے کے لئے بھی تیار نہیں۔ کتنی لمبی مسافت ہے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ اور اس زمانہ میں جب کوئی

رستہ نہیں، پگ ڈنڈی پر، پہاڑوں سے اوپر چڑھ کر نیچے اترو، پھر پہاڑ پر چڑھو، کئی دنوں کی، ہفتوں کی مسافت اور صرف جو ابا جان نے اونٹ چھوڑا تھا، اور باندی چھوڑی تھی، دونوں کو لے کر اللہ پر توکّل کر کے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا اس یتیم کو لے کر نکلتی ہیں کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابا کی قبر دکھائیں۔

اب ہمارے یہاں بھی بہت بڑا مسئلہ ہے، باپ زندہ ہے، جھگڑا ہو گیا، الگ ہو گئے، ایسے باپ کی زندگی میں یتیم بچوں کی تعداد بھی یہاں ہزاروں کی تعداد میں، مسلمانوں میں ہے اور وہ کہانیاں آپ سنیں تو آپ کا دل ہل جائے گا کہ باپ ایسے ہوتے ہیں کہ جو سالوں، جن کو یاد بھی نہ آئے کہ میرا بیٹا کدھر ہے، میری بیٹی کدھر ہے۔ ساری راحتیں مزے خود اڑاتے رہیں، اور کبھی اولاد کا خیال بھی نہ گزرے۔ دوستو! سینکڑوں کی تعداد میں قصے مجھے معلوم ہیں کہ جس میں عورتیں ان بچوں کو لے کر روتی پھرتی ہیں، کہ اس کا باپ، اتنے سال ہو گئے اس نے نہیں پوچھا، نہ عید پر پوچھا، نہ کسی خوشی کے موقع پر پوچھا، جہاں کہیں وہ گود میں لئے پھرتی ہیں، سارا انتظام کرتی ہیں، روتی رہتی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی والدہ کے حالات آپ نے ہر سال سنے، سنتے رہتے ہیں، ان کا بھی، بیٹا یتیم امام بخاری، اور امام نابینا ہو گئے، بینائی سلب ہے، دیکھ نہیں سکتے، بیچاری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ماں، وہی رونے والی، دھونے والی، اکیلی۔

یتیم کو کون پوچھتا ہے؟

دوستو، جو باپ آپ کو ایسے معلوم ہوں، ان کو سمجھائیں کہ بہت، بہت بڑی آخرت میں ان کے لئے جواب دہی ہے، بہت بڑی، ایک عورت سے اگر تمہارا کسی وجہ سے نباہ نہیں ہو سکا، اس سے طلاق اگر ہو گئی، کتنے تو معلق چھوڑ کر اس طرح بچوں کو چھوڑے رکھتے ہیں، لیکن اگر آپ نے طلاق بھی دے دی ہے تو کیا بچوں کو بھی کوئی طلاق دے سکتا ہے؟ اس کی کوئی

صورت شکل ہے؟ اور پھر سالوں کسی موقع پر اولاد یاد نہ آئے، کیسا دل، جانوروں کو پال کر دیکھو کہ اپنے بچوں کو کیسے سنبھالتے ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ، وہ روتی رہی، روتی رہی، روتی رہی، کس کے آگے فریاد کرتی، آخر آپ نے قصہ سنا کہ اللہ تبارک وتعالی نے خواب میں بشارت سنائی کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالی نے ان کی بینائی واپس فرمادی، اٹھ کر دیکھا تو خواب واقعی حقیقت تھا۔ تو یہ جو ماں کا درجہ اتنا اونچا رکھا گیا، اسی وجہ سے کہ ساری دنیا چھوڑ سکتی ہے، ماں نہیں چھوڑ سکتی، ماں نہیں چھوڑ سکتی۔

احلم الصحابہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قصہ ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں جیسے آپ پڑھتے ہیں کہ، خطبہ میں، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ مقام، حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سب سے زیادہ باحیا انسان۔ اس طرح صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ حلیم حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ حلیم الطبع کہ کتنا ہی غصہ دلائے غصہ ہی نہ آئے، اسی لئے ان کو احلم الصحابہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے دشمن آکر کتنا بکواس کرتے مگر آپ کے یہاں درگزر، عفو، معافی ہی تھی، کچھ نہیں فرماتے۔

دشمن ہر ایک کے ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے جو دشمن تھے، انہوں نے کہا کہ جو حضرت معاویہ کو جا کر گالی دے اس کے لئے ہماری طرف سے یہ انعام ہے، کون ہے جو یہ انعام حاصل کرے؟ یہ دولت، اس کی رنگ رلیاں بڑی بھاتی ہیں، چند روزہ زندگی کے لئے انسان سب کچھ قربان کرتا ہے، چند ٹکوں کے خاطر۔ ایک شخص مالک ابن اسماء المنی

القریشی، وہ تیار ہوا، کہنے لگا ہاں میں جاتا ہوں۔ کہا گیا کہ ان کے سامنے آپ کو ماں کی گالی دینی ہوگی۔ کہا ہاں میں تیار ہوں آپ یہ انعام اگر دیتے ہو۔

وہ پہنچے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بڑے عجیب انداز سے گالی دی، ماں کی گالی۔ جا کر سامنے بیٹھا اور تھوڑی دیر تکتا رہا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی آنکھوں کی طرف دیکھتا رہا اور اس کے بعد کہنے لگا کہ آپ کی آنکھیں آپ کی ماں کے بہت مشابہ ہیں۔ جس معاشرہ میں انتہائی پردہ ہو تو وہاں یہ تصور نہیں ہوسکتا کہ کوئی مستورات میں سے کسی کو پہچانتا ہو، کہ ان کی شکل کیسی ہے، ان کی ناک کیسی ہے، ان کی آنکھ کیسی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا حال کیا رہا ہوگا کہ یہ شخص یہ کہنا چاہتا ہے، اس نے کہا آپ کی آنکھیں کتنی پیاری ہیں آپ کی ماں کے بہت مشابہ ہیں، دوسرے الفاظ میں وہ کہتا ہے کہ مجھے ان آنکھوں سے آپ کی آنکھوں سے، آپ کے جیسی آنکھوں سے ماں کی آنکھیں ہیں ان سے مجھے پیار ہے۔

قَتَلَهُ حِلْمِی

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ تخت پر ہیں، بادشاہ ہیں، امیر المؤمنین ہیں، ساری دنیا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رکھی ہے، سارا لشکر موجود جس سے دنیا کا کتنا علاقہ آپ نے فتح کر رکھا ہے مگر اس وقت بھی وہی جو آپ کی صفت حلم آپ پر غالب آئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب میں صرف اتنا فرمایا یہ آنکھیں ابوسفیان کو بڑی پیاری تھی، اتنا صرف جواب دیا، اس نے آ کر مالک ابن اسماء المنی قریشی نے مجلس میں پہنچ کر ان سے کہا کہ لاؤ انعام، میں سب کے سامنے ان کو یہ کہہ کر آیا، اس نے انعام وصول کر لیا۔

ادھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے خادم شقران کو بلایا اور فرمایا کہ شقران ایک شخص کی ہمارے یہاں آج کل دیت کتنی ہے معلوم؟ کہا ہاں معلوم، فرمایا گن کر یہاں رکھ دو،

ان کو تعجب ہوا کہ یہ دیت کس چیز کی، دیت تو کسی کے قتل کے بدلہ میں ہوتی ہے، فرمایا کہ یہ ابھی، یہ ایک شخص مجھے میری ماں کی گالی دے کر گیا، قَتَلَهُ حِلْمِي ، میرے حلم نے اس کو قتل کر دیا تو اُس کی دیت تیار رکھو تا کہ اس کی، مالک ابن اسماء کی ماں کے پاس بھیج سکیں۔
اب یہ شخص یہاں سے گالی دے کر اٹھ کر گیا، وہاں مجلس میں جا کر انعام وصول کر لیا۔

دوسرا انعام بھی لے لو

اب انہوں نے کہا کہ اچھا ایک ہمارا دوسرا دشمن بھی ہے؛ عمرو ابن زید، اس کے پاس جاؤ اور اس کو بھی ماں کی گالی دو، تو یہ دوسرا انعام تمہیں دیا جائے گا۔ یہ دولت کی ہوس ختم نہیں ہوتی، اگر ناجائز طریقہ سے دولت بنالی، پیسے بنالئے تو جتنی بنتی چلی جائے، ہوس اور بڑھے گی، دوسرا انعام حاصل کرنے کے لئے فوراً بھاگا ہوا پہنچا اور اس نے جا کر جیسے ہی اس طرح کا کلمہ عمرو بن زید کی ماں کے بارے میں زبان سے نکالا، انہوں نے کھٹ سے تلوار اٹھائی اور وہیں پر گردن اڑا دی۔

میری طرف سے دیت دے دو

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اطلاع پہنچی کہ وہ شخص جو تھوڑی دیر پہلے آپ کے پاس آیا تھا اس کو فلاں شخص نے قتل کر دیا اس لئے کہ اس نے ماں کی گالی دی، تو غلام شقران سے کہا کہ دیکھو، میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ عمرو بن زید قاتل نہیں ہے، قاتل میں ہوں کیونکہ میں نے جب اس نے گالی دی تھی اگر میں اس کے جواب میں گالی دے دیتا تو بدلہ ہو جاتا، معاف ہو جاتا، لیکن میں اس کو پی گیا، اس لئے میرے حلم نے اس کو قتل کر دیا، بظاہر سبب اس کے قتل کا دوسرا بنا لیکن اصل سبب اس کے قتل کا میں ہوں، کہ میں نے اس سے بدلہ نہیں لیا، قَتَلَهُ حِلْمِيْ چنانچہ یہ تھیلی لے کر جاؤ اور مالک بن اسماء کی ماں کو میری طرف سے دو، اور یہ شعر سنانا کہ میں نے تیرے بیٹے مالک کو قتل کیا اس کی یہ دیت ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قَتَلَهُ صَبْرِی

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گھر میں تشریف فرما ہیں، ایک شخص آیا، اللہ کے پیغمبروں سے لے کر عام انسان تک، ہر ایک کے اللہ تعالی نے اُن کے درجات بڑھانے کے لئے دشمن ضرور رکھے ہیں، حضرت امام اعظم کے پاس ایک شخص پہنچتا ہے دشمنوں میں سے، دروازہ نوک کیا آپ نے اٹھ کر دروازہ کھولا، امام اعظم کے پاس مخلوق آتی رہتی تھی مسائل پوچھنے کے لئے، احکام معلوم کرنے کے لئے، آپ نے تعظیم واکرام کے ساتھ اس کو بٹھایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟

وہ کہنے لگا میں ایک کام سے آیا ہوں۔امام صاحب نے فرمایا بتاؤ کیا کام ہے؟ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ خود بڑھاپے کے قریب پہنچ چکے تھے، اُن کی والدہ صاحبہ انتہائی عمر رسیدہ خاتون، صاحبِ فراش، بستر سے اٹھا نہیں جاتا، ہلا نہیں جاتا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں ایک مقصد سے آیا ہوں، پوچھا کیا مقصد؟ کیا کام؟ اس نے کہا کہ میں تمہاری والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

کیا گزری ہوگی امام اعظم پر، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی طرح سے، انہیں کے نام لیوا امامِ اعظم بھی تھے، وہ بھی حلیم الطبع تھے، تھوڑی دیر کے لئے صبر کا گھونٹ بڑی مشکل سے انہوں نے پیا اور اس کے بعد ایک کلمہ اُس شخص سے کہا کہ بات یہ ہے کہ میری والدہ عاقلہ، بالغہ ہیں، آزاد ہیں، اس لئے میں ان کی طرف سے آپ کو ہاں یا نا جواب نہیں دے سکتا جب تک میں ان سے نہ پوچھوں۔

لکھا ہے کہ امام اعظم یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے، اندر جا کر ماں سے تو کیا پوچھا ہوگا؟ اللہ سے فریاد کی ہوگی، سسکیاں لی ہوں گی دوبارہ اُسی شخص کے پاس کمرہ میں جب واپس آتے ہیں تو دیکھا کہ وہ شخص مرا ہوا پڑا ہے۔ امامِ اعظم نے بھی وہی جملہ فرمایا جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تھا کہ قَتَلَهُ صَبْرِیْ، قَتَلَهُ حِلْمِیْ، کہ اس کی اتنی بڑی

ماں کی گالی کے جواب میں جو میں نے اس کو گالی نہیں دی، میں اس کو صبر کر کے پی گیا تو میرے اس صبر نے اس شخص کو قتل کیا۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی بیان کر رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم، امیِ محض۔ نہ کوئی استاذ، نہ کوئی گھریلو تعلیم، نہ کوئی تعلیم دینے والا۔

اسی لئے، مہینوں کی تعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تو اشارے سے کہ اٹّھیس نہیں بول سکتے، تیس نہیں بول سکتے، اشارہ سے فرماتے ہیں کہ **الشَّهْرُ هٰكَذَا، هٰكَذَا، هٰكَذَا اَوْ هٰكذا**، کہ مہینہ تیس کا ہوتا ہے یا انتیس کا ہوتا ہے، اس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے مگر اللہ تبارک وتعالی دنیا کو بتانا چاہتے تھے کہ ایک امی، اس کے ذریعہ سے دنیا کو آخری کتاب میں پہنچاتا ہوں، اور اس کی وساطت سے اس کتاب کی شرح کے طور پر یہ احادیث کا ذخیرہ بھی پہنچاتا ہوں کہ یہ بھی وحی ہے، یہ میں کس طرح پہنچاتا ہوں، اس کو دیکھو، اس پر غور کرو۔ اس قرآن کو دیکھو، اس کی فصاحت وبلاغت کو دیکھو، احادیث کے علوم دیکھو، اور اس لانے والے امّی کو دیکھو۔

ابھی ابھی کوئی کتاب حدیث کی آتی ہے تو ہم سوچتے ہیں کہ اوہو ہو! یہ ڈیڑھ ہزار سال گزر گئے کسی کا ذہن اس طرف کیوں نہیں گیا کہ پہلی دفعہ اس پر یہ کام ہوا، حالانکہ ڈیڑھ ہزار سال میں کتنے کام ہوئے قرآن پر، حدیث پر، مگر ہر کام ایسا معلوم ہوتا ہے یہ فوراً کرنے کا تھا اور آج تک، ڈیڑھ ہزار سال تک کیوں نہیں ہوسکا؟ کتنے علوم اللہ تبارک وتعالی نے اس قرآن میں رکھے ہیں۔ دوستو، اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس قرآنِ پاک کی قدر کی توفیق دے، اس کے پڑھنے کی توفیق دے، اس کے حفظ کو ہمارے لئے آسان فرمائے۔

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اس لئے جس طرح ہم دیکھ کر پڑھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر نہیں پڑھا۔

یہ جو ہمارے یہاں حفاظ ہیں، ان میں جن کی طرف سے چیلنج ہوتا ہے سب سے زیادہ یاد کا، کہ قرآن سب سے زیادہ یاد کس کو ہوتا ہے، کن کو ہوتا ہے؟ وہ سب سے زیادہ نابینا کو یاد

ہوتا ہے، جو نابینا حفظ کرتے ہیں، وہاں ہندوستان، پاکستان، عرب ممالک میں آپ دیکھیں تو وہاں وہ جو نابینا حفاظ ہوتے ہیں تو ان کے حفظ کو سن کر کے انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کتنا یاد ہے، اور انھوں نے حفظ کس طرح کیا ہوتا ہے کہ کوئی شخص آکر ان کے سامنے آیات پڑھ دیتا ہے، کسی نابینا کو ایک آدھ دفعہ میں یاد ہو جاتا ہے، کسی کو دو دفعہ میں یاد ہو جاتا ہے، کسی کو تین چار دفعہ میں یاد ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن صرف سن کر یاد ہو گیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ صرف سن کر یاد کیا ہے، جبرئیل امین پڑھ دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد ہو جاتا تھا، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَه ، اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم اس کو آپ کے سینے میں جمع کر دیں گے، اتار دیں گے اور آپ کے زبان سے اس کا پڑھنا ہم آسان کر دیں گے۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ جس طرح ہم دیکھ کر یاد کرتے ہیں، اس کے بجائے اگر کسی کو خود پڑھنے کے بجائے سنا دیا جائے، تو وہ جلدی یاد ہوتا ہے، جیسے نرسری میں، اسکول میں بچے نظمیں سن کر یاد کر لیتے ہیں۔ اور جن کے پاس وقت کم ہوتا ہے، اگر وہ حفظ کا ارادہ کریں تو سن کر یاد کرتے رہیں، ان کے لئے اور بھی آسانی اس میں ہے۔

اکثر قرآنِ پاک کی جو آیات ہیں وہ پانچ پانچ آیتیں زیادہ طور پر اتری ہیں، اگرچہ کبھی صرف ایک کلمہ بھی نازل ہوا ہے مثلاً غَيْرُ اُوْلِى الضَّرَرْ ، صرف اتنا ایک کلمہ بھی نازل ہوا، لیکن اکثر و بیشتر پانچ، پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو پانچ پانچ آیتیں دن میں کئی کئی دفعہ دہرا دیا کرے، تو اس کے لئے حفظ آسان ہو جاتا ہے اور وہ حفظ زیادہ دیر تک باقی رہتا ہے، اللہ تعالی ہمیں قرآنِ پاک سے محبت نصیب فرمائے۔

اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ بِثَلَاثِ خِصَال

حدیثِ پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی کہ اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ

بِثَلاثِ خِصَال، کہ تم اپنی اولاد کو تین چیزوں کا عادی بناؤ، تین چیزوں کا ادب سکھاؤ، جس طرح ہم ہر چیز کا ادب سکھاتے ہیں بچوں کو، کھانا، پینا، رہن، سہن، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح تم ان کو معاشرت سکھاتے ہو، زندگی کی ضروریات سکھاتے ہو تو یہ زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے، جس پر بچوں کی تربیت ہونی چاہئے وہ تین ہیں، **اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ بِثَلاثِ خِصَال۔**

ایک **بِحُبِّ نَبِیِّکُمْ**، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دل میں ڈالو، ہم ہر چیز سکھائیں گے بچہ کو، ذرا سا آج کل رِزلٹ آئے تو بے چین ہو جائیں گے، کہ بچہ کا رِزلٹ اچھا نہیں آیا، خراب ہوگیا، مگر یہ کبھی ہم نے غور کیا ساری عمر کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس کے دل میں کیسے اتاروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا طریقہ بھی بتایا، اسی لئے فرمایا کہ **بِحُبِّ نَبِیِّکُمْ**، کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انہیں سکھاؤ۔

اور دوسری چیز **وَاَهْلِ بَیْتِهٖ**، تمہارے نبی کے گھر والوں کی محبت انہیں سکھاؤ۔

کھانا کھانے کے لئے آپ بیٹھے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان کے قصے آپ کو یاد ہونے چاہئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیزیں نوش فرمائیں وہ آپ کو معلوم ہونی چاہئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کا انداز، وہ ان کو بتاتے جاؤ۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح کھانا نوش فرماتے تھے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں کیا ہوتا تھا، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کس طرح رہتے تھے، یہ تمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے قصے سناتے رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں، ان کی اولاد، حضراتِ حسنین، ان کے قصے بچوں کو ہر وقت سناتے رہیں، ان کو سناؤ گے تو اس کی وجہ سے ان اہلِ بیت کی محبت بھی پیدا ہوگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی پیدا ہوگی۔

اور تیسری چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **وَ تِلاوَةِ الْقُرْاٰن**، قرآنِ پاک کی تلاوت

کی انہیں تعلیم دو، اللہ تبارک وتعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے۔

دوستو! میں ہر سال جب سے آپ کے یہاں اس جلسہ میں آنا شروع ہوا تو اسی کے متعلق میں کچھ نہ کچھ عرض کرتا رہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ تمام فرائض سے بڑھ کر فرض ہے، جو مسجدوں میں پنج وقتہ نماز کے لئے آتے ہیں، جو اشراق، چاشت، اوابین، تہجد کے پابند ہیں، ان کو بھی سوچنا چاہئے، اس کو ناپتے رہنا چاہئے کہ میرے دل میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کتنا اضافہ ہوا، اور اس کے لئے ہر وقت کوشش کرتے رہنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن کے متعلق فرمایا کہ اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ بِثَلَاثِ خِصَالٍ، بِحُبِّ نَبِیِّکُمْ اور ہر سال میں کوئی نہ کوئی واقعہ سناتا ہوں کہ یہ جو۔۔۔۔۔ریکارڈنگ ناقص۔

اور سلطان اور بادشاہ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تین لقمے

اسی طرح وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں مجھے عطا فرمائیں، دو تو میں بیان نہیں کرسکتا، دیکھئے تناسب بھی کہ تین دفعہ وہاں سے دعوت آئی، تین دفعہ انہوں نے انکار کیا، فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں مجھے عطا فرمائی، دو تو میں بیان نہیں کرسکتا، صرف ایک بیان کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دَلْیے کے تین لقمے مجھے عطا فرمائے کہ میں نے ساری زندگی نہ ایسی کوئی لذیذ چیز چکھی ہے، نہ سوچی ہے اور اس کا مزہ اب تک میں، جنت میں جانے تک بھول نہیں سکوں گا، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر دانی کی توفیق دے۔

جن کو جو کچھ ملا ہے وہیں سے ملتا ہے۔

سمرقند کے حاکم کا واقعہ

سمرقند میں حاکم تھے وزیر اسماعیل، عدالت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں، برابر میں ان کے

بھائی اسحاق بیٹھے ہوئے ہیں، مشہور محدث ہیں، ہم لوگ پڑھتے ہیں **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَصر**، وہ دروازہ سے داخل ہوتے ہیں تو یہ اپنی کرسی سے کھڑے ہوجاتے ہیں ان کے استقبال کے لئے۔ جب وہ سلام کر کے واپس بیٹھے تو ان کے بھائی اسحاق نے کہا کہ یہ عدالت کی اور حکومت کی اتنی بڑی کرسی اور یہ دربار، ایک مولوی بیچارہ، اس کے خاطر تم یہاں سے کھڑے ہوگئے، تم نے اچھا نہیں کیا۔

کہتے ہیں نہیں، وہ بزرگ آدمی ہیں، عالم ہیں۔ وزیر اسماعیل رات کو سوئے، خواب میں دیکھا حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **ثَبتَ مُلْکُکَ وَ ثَبتَ مُلْکُ بَنِیْکَ بِاجْلَالِکَ مُحَمَّد بْن نَصر**، کہ تم نے ایک مشہور محدث محمد بن نصر کی تعظیم کی، اس کی وجہ سے ہم نے یہاں کی سلطنت تمہیں اور تمہاری رہتی اولاد، تمہارے رہتے خاندان تک تمہیں عطا فرمادی، اور آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا بھائی جس نے اس پر اشکال کیا، وہ اور اس کا خاندان ہمیشہ کے لئے ان چیزوں سے محروم ہوگیا۔

چنانچہ لکھتے ہیں ان کے حالات میں، کہ کچھ تکوینی طور پر ایسے حالات آئے کہ باوجود یہ کہ یہ وہاں پر حاکم رہے اور ان کے بھائی کے متعلق اس طرح کے قصے پیش آتے رہے کہ کوئی ان کو ذلت سے بچا نہیں سکا، وہیں سے سارے فیصلے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بنائے۔

سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاگرد

آپ حضرات تو صبح سے بیٹھے ہوئے ہیں، اِنھوں نے تو آخری حدیث پڑھی **حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بنُ اَشْکَاب**، پہلی حدیث لائے ہیں **حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ** اور یہ یہاں ختم کرتے ہیں **حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بنُ اَشْکَاب**۔ یہ حمیدی جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شروع کرتے ہیں یہ سفیان ابن عیینہ کے شاگرد ہیں، سفیان ابن عیینہ بہت بڑے مشہور محدث ہیں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض اپنے بندوں کو ایسی محبوبیت عطا فرمائی ہوتی ہے کہ ہر وقت، ان

کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں مخلوق ان کو تلاش کرتی پھرتی ہے، یہی حال سفیان ابن عیینہ کا تھا۔

سفیان ابن عیینہ مکہ مکرمہ میں تھے اور ان کا معمول تھا کہ جب حج ختم ہوتا اور جب حجاج منی سے واپس آتے تو سفیان بن عیینہ حجاج کا استقبال کرتے، اُن سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرتے۔

گھر پہنچنے تک حاجی کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، جو اُن سے دعا کروائے ان کے حق میں بھی دعائیں قبول ہوتی۔

حضرت سفیان حجاج کا استقبال کر رہے تھے اتنے میں اُس جم گھٹے میں، رستہ میں، ایک شخص آکر درخواست کرتا ہے **حَـدِّثْـنَـا يَـا اسْتَـاذ!** استاذِ محترم! ذرا مجھے حدیث سنا دیجئے، انھوں نے، استاذ شاگرد کا ایک تعلق پیدا ہو جائے اس کے لئے چلتے چلتے سند کے ساتھ ایک حدیث بھی سنا دی۔ طالب علم نے کہا کہ اور سنایئے، اور سنا دی، اُن کی پیاس، جو صحیح طالبِ علم ہوتے ہیں اُن کی پیاس ختم نہیں ہوتی۔ اُنھوں نے کہا اور سنایئے، جب زیادہ مطالبہ اور اصرار کیا، تو سفیان بن عیینہ نے کہا یہ آپ دیکھتے نہیں، میں جس کام کے لئے یہاں کھڑا ہوا ہوں، یہ حاجیوں کا ہجوم آرہا ہے، اُن سے ملنا ہے، کام میں مصروف ہوں، طالب نے کہا نہیں آپ سنایئے۔

اس پر ناراض ہو کر سفیان نے پیچھے کرنے کے لئے دھکا دیا۔ مکہ مکرمہ میں ابھی تو کافی پہاڑیاں کٹ گئیں، اُس وقت تو سارا علاقہ پہاڑ ہی پہاڑ تھا، طالبِ علم کو دھکا لگا، تو لڑھک کر نیچے گر گیا۔ اب وہ لڑھکتے لڑھکتے نیچے جب پہنچا تو اوپر سے سب دیکھنے والے کہنے لگے کہ **قَتَلَـهُ سُـفْيَـان**، کہ دیکھو یہ سفیان ابن عیینہ نے اس کو دھکا دیا، وہ تو مر جائے گا یہ پہاڑوں، پتھروں میں ٹکرا کر کے، نیچے گر رہا ہے، سفیان ابن عیینہ پیچھے پیچھے جا رہے ہیں، مشکل سے وہ نیچے اترے، سفیان نیچے پہنچے، اوپر ہجوم جمع ہے، سفیان طالب علم سے پوچھ رہے ہیں کہ بھئی کیا ہوا، لوگ کہتے ہیں **قَتَلَهُ سُفْيَان**، سفیان نے ان کو قتل کر دیا۔

بابو جی کی جیپ

سفیان ابن عیینہ جب نیچے پہنچے، اللہ تعالی کا معاملہ اپنے مخصوص بندوں کے ساتھ اور ہوتا ہے۔ وہاں نظام الدین میں بابو جی تھے، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی خدام میں تھے، جہاں کہیں جانا ہوتو ان کی جیپ حاضر رہتی تھی۔

ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ میوات گئے، تو راستہ بہت تنگ تھا، موڑ آ گیا، سامنے چند گز کے بعد کیا ہے نظر نہیں آ رہا تھا، گاڑی سپیڈ میں جا رہی تھی، اچانک ایک شخص سامنے آ گیا، گاڑی اوپر سے گزر گئی۔ کہتے ہیں میں نے بریک لگائی مگر دور تک گاڑی پھسلتی رہی، وہاں میں نے گاڑی مشکل سے روکی، میں بھاگا ہوا واپس آیا اور آ کر دیکھا تو اُس شخص کو ایک خراش تک نہیں آئی تھی، وہ میرے پہنچنے سے پہلے کھڑا ہو کر مجھے مصافحہ کر کے ہنسنے لگا۔

مجھے زہری والی سو حدیثیں سنا دیجئے!

سفیان ابن عیینہ نے نیچے جا کر دیکھا کہ کچھ بھی نہیں ہوا مگر وہ آنکھیں بند کر کے پڑا ہوا ہے، وہ اسے ٹٹولتے ہیں، چاروں طرف دیکھتے ہیں، کہیں نیچے، اوپر، سر میں، پیر میں، پہلو میں کہیں چوٹ تو نہیں آئی، دیکھا کچھ بھی نہیں، سفیان ابن عیینہ ان سے کہتے ہیں بھئی دیکھو، اوپر چلو، یہ سارا مجمع کہتا ہے کہ قَتَلَـهُ سُفْيَان، تم سن نہیں رہے، چلو، اٹھو، وہ طالب علم چپکے سے، آہستہ آواز سے کہتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب زہری والی سو حدیثیں بیان کیجئے تب میں اٹھتا ہوں، کتنی پیاس، کیسی علم کی پیاس۔ لکھا ہے کہ سفیان ابن عیینہ کو وہ سو حدیثیں بیان کرنی پڑیں، تب جا کر وہ وہاں سے اٹھے۔

اور یہ سفیان ابن عیینہ کی، محمد ابن شہاب زہری کی سند سے جو احادیث تھیں وہ بڑی مقبول تھیں، دور دور سے محمد ابن شہاب کے واسطہ کی وجہ سے طلبہ پوچھنے کے لئے سفیان بن عیینہ کے پاس آیا کرتے تھے۔

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه

ایک مرتبہ درس دے رہے ہیں، سبق پڑھا رہے ہیں اور سبق کے دوران آپ نے حدیث سنائی، مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه ، کہ زمزم کا پانی جس مقصد سے پیا جائے اللہ تبارک وتعالی اسے اس میں کامیابی عطا فرماتے ہیں۔

ایک محدث نے اپنا قصہ لکھا ہے کہ میں ظہر کی نماز کے لئے وضو کر کے حرم میں پہنچا، مغرب کی اذان میں کچھ پانچ منٹ باقی ہوں گے کہ مجھے پیشاب کا تقاضہ ہوا۔ بڑا شدید تقاضا پیشاب کا، اب میں سوچتا ہوں کیا کروں کیوں کہ اس وقت جتنے قریب میں انتظام ہیں اُس وقت تو نہیں تھے کہ میں اگر وضو کے لئے گیا، استنجا کے لئے نکلا تو واپس نماز میں نہیں پہنچ سکتا، میری نماز قضا ہو جائے گی، اور تکلیف اس قدر تھی کہ پیشاب کا روکنا مشکل، کہیں حرم میں پیشاب خطا نہ ہو جائے، اس کا مجھے اندیشہ ہو گیا۔

فوراً مجھے حدیث یاد آئی مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه ، میں، پیشاب کا تقاضا تھا، پھر بھی جلدی سے اٹھا اور زمزم کے کنویں کی طرف گیا اور میں نے ڈول بھر کر پانی زمزم پی لیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانی پیا ہے اس سے نہ صرف میری پیشاب کی جو حاجت تھی اور پیشاب کا تقاضا تھا وہ ختم ہو گیا بلکہ وہ سارا دو پہر سے جو حرم میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے تھکاوٹ وغیرہ تو وہ سب تھکاوٹ دور اور ایک توانائی جسم میں پیدا ہو گئی کہ پھر میں نے ساری رات وہاں حرم میں جاگ کر گزاری اور اسی وضو سے میں نے فجر کی نماز پڑھی مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه۔

جب یہ حدیث سفیان ابن عیینہ نے پڑھی تو ایک طالبِ علم سبق میں سے اٹھا، سب سمجھ رہے تھے کہ کسی کو استنجا کی حاجت ہوئی ہوگی، کچھ کام ہوگا، وہ گیا، تھوڑی دیر میں واپس آ گیا، اور آ کر کہتا ہے کہ حضرت وہ آپ نے وہ زمزم والی حدیث سنائی تھی پھر سنایئے، سفیان ابن عیینہ نے پوری سند کے ساتھ پھر وہ حدیث سنائی کہ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه، کہ جس مقصد

کے لئے زمزم کا پانی پیا جائے اس میں کامیابی ہوتی ہے، اب سن کر طالب علم کہنے لگے کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ حدیث صحیح ہے، سند میں سب رُواۃ بالکل صحیح ہیں؟ فرمایا ہاں! یہ جو اس میں وعدہ ہے اللہ کی طرف سے کہ وہ مقصد پورا ہوتا ہے یہ بھی صحیح ہے؟ فرمایا ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ کہا کہ میں ابھی گیا تھا اور ایک ڈول میں زمزم کا پانی پی کر آیا ہوں اور میں نے اس وقت یہ دعا کی اللہ سے کہ آپ مجھے ابھی اسی مجلس میں ابن شہاب زہری والی سو حدیثیں سنائیں گے، چنانچہ سفیان ابن عیینہ نے شروع کردیں، سو حدیثیں ان کو سنائیں تو اب طلبہ کتنی ترکیبیں علم کے خاطر استعمال کرتے تھے۔

قرأتِ حدیث حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں

ابھی ان طلبہ میں سے ہر ایک نے ایک ہی حدیث پڑھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں بخاری شریف کے سبق میں جب حضرت فرماتے تھے کہ چلو بھئی، تو چلو بھئی جیسے ہی حضرت نے فرمایا، اِس کے ساتھ ہی ایک آواز اِدھر سے، ایک اُدھر سے، ایک اُدھر سے، متعدد طلبہ ایک ساتھ پڑھنا شروع کرتے، تھوڑی دیر مقابلہ رہتا کہ ہر ایک چاہتا تھا کہ میں عبارت پڑھوں، حضرت مسکراتے رہتے پھر جو جہوری الصوت ہوتا، جو زیادہ تیز تیز پڑھنے والا ہوتا، وہ زیادہ دیر تک پڑھتا۔ دو تین منٹ تک یہ سلسلہ رہتا تھا کہ کون پڑھے گا؟ کس کے بارے میں فیصلہ ہوگا کچھ پتہ نہیں، حضرت اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے تھے، کبھی ایسا ہوا کہ حضرت نے فرمایا کہ بھئی طے کرلو آپس میں کوئی ایک پڑھ لے ورنہ میں خود پڑھتا ہوں تب جاکر پھر ان کو عقل آتی کہ یہ تو بے ادبی ہورہی ہے، تب جاکر باقی سب چپ ہوجاتے اور کوئی ایک پڑھتا۔

شاطبی کا درسِ حدیث

یہ جو قراءت کے سب سے بڑے امام ہیں شاطبی، ان کے یہاں بھی یہ جھگڑا رہتا تھا کہ عبارت کون پڑھے، حدّثنا کون شروع کرے، انھوں نے اپنے یہاں کے لئے ایک قانون

بنا رکھا تھا کہ جو ہماری اس درس گاہ میں سب سے پہلے داخل ہوگا، وہ قراءت کرے گا، چنانچہ طلبہ درس سے گھنٹوں پہلے پہنچنے کی کوشش کرتے اور پہلے سے بیٹھ جاتے، اور اس کے بعد پھر ہزاروں کا مجمع جمع ہو جاتا۔

امام شاطبی تشریف لاتے، فرماتے بھئی چلو، اور فرماتے فَلْيَقْرَءْ مَنْ جَاءَ اَوَّل، فَلْيَقْرَءْ مَنْ دَخَلَ اَوَّل، کہ جو اس درس گاہ میں سب سے پہلے داخل ہوا ہے وہ پڑھنا شروع کرے تو وہ پڑھنا شروع کرتا۔ یہ سالہا سال کا، ساری عمر کا ان کا معمول تھا۔

ایک دن اسی طرح بہت اہتمام سے سارا مجمع وقت پر جمع ہو گیا، امام شاطبی جیسے ہی مسند پر تشریف لائے تو آپ نے بیٹھتے ہی فرمایا فَلْيَقْرَء الثَّانِي، کہ جو دوسرے نمبر پر درسگاہ میں آیا ہے، دوسرے نمبر پر بیٹھا ہے وہ پڑھے۔ اب سارا مجمع ساری عمر کے معمول کے برعکس سن کر کے تعجب میں ہے کہ یہ جو پہلے آیا، پہلے بیٹھا، اس نے کیا ایسا کوئی گناہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے اُس کو پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور حضرت امام فرما رہے ہیں کہ فَلْيَقْرَء الثانِي کہ جو دوسرے نمبر پر بیٹھا ہے وہ پڑھے، لیکن حکم تھا اس لئے دوسرے نمبر والے نے پڑھنا شروع کر دیا۔

اب جو پہلے نمبر والا تھا وہ چپکے سے اٹھا، بھاگا ہوا گیا، تھوڑی دیر میں آیا، سب نے دیکھا، پتہ چل رہا تھا اس کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے جس طرح کہ نہا کر آیا ہو آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا جیسے ہی وہ جگہ پر بیٹھا ہے کہ امام شاطبی اب فرماتے ہیں فَلْيَقْرَء الْاَوَّل۔

اب سب تعجب میں ہیں کہ بات کیا ہے، قصہ کیا ہے سمجھ میں نہیں آتا، کہ پہلے تو امام صاحب نے فرمایا تھا کہ دوسرے نمبر والا پڑھے اور یہ دوسرے نے پڑھنا شروع کیا اور پہلے والا اٹھ کر چلا گیا، نہا دھو کر آیا اور پھر واپس آ کر اس نے پڑھنا شروع کیا، سب کو تعجب ہو رہا ہے کہ کیا قصہ ہے۔

پھر پتہ چلا کہ استاذ کے سامنے حدیث کی، کتاب کی عبارت میں پڑھوں یہ طلبہ پر اس قدر مسلط تھا، اس قدر مسلط تھا کہ جو آداب ہیں، کہ حدیث پڑھتے وقت اور درس گاہ میں کتاب

پڑھتے وقت باوضو ہونا چاہئے، باوضو، باطہارت بیٹھنا چاہئے، تو اِن سب آداب کو بھلا کر اس طالب علم نے سمجھ لیا کہ یہ سب سے بڑی عبادت اور سب سے زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ عبارت میں پڑھوں، چاہے کسی بھی حال میں ہوں، اب رات اس بیچارے کو احتلام ہو گیا تھا اور صبح جب آنکھ کھلی تو سوچا کہ اگر میں نہانے کے لئے جاؤں گا، غسل کروں گا تو مجھ سے پہلے کوئی طالبِ علم پہنچ جائے گا اور میں پہنچ نہیں پاؤں گا، اسی جنابت کی حالت میں پہنچ کر آ کر بیٹھ گئے تھے۔

مگر اس وقت کے محدثین اللہ تبارک وتعالی نے کیسی ان کو فراست، پاکیزہ دوررس نگاہ عطا فرمائی تھی کہ انہوں نے طالبِ علم دور بیٹھا ہے اُس سے یہ بھانپ لیا کہ یہ کس حال میں ہے، اور اس کو غسل جنابت کی حاجت ہے۔

اور پھر دوبارہ جب وہ غسل کر کے آیا تو اس نے تو نہیں بتایا کہ حضرت معاف کرنا کہ میری غلطی ہوگئی۔ مگر پہلے جنابت کو جیسے دیکھ لیا تھا اسی طرح اب طہارت کو بھی دیکھ لیا۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں حدیثِ پاک کے ساتھ شغف نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان علوم کی قدردانی کی توفیق دے۔

یہ حدیث آخر میں کیوں لائے

طالبِ علم نے آپ کے سامنے حدیث پڑھی تھی، یہ کتنے پیارے کلمات ہیں، **كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ**، اس زمانہ میں عربوں کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت فصاحت اور بلاغت کا بڑا زور تھا، قرآنِ پاک کا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وجہ سے عطا کیا گیا کہ تمہاری فصاحت اور بلاغت اس کے سامنے عاجز ہے کہ تم ایک کلمہ اس کے جیسا نہیں بنا سکتے، جو اس میرے امی نبی کو میں قرآن دے رہا ہوں، قرآن تو قرآن ہے مگر یہ جو احادیث ہیں اس میں بھی ایک امی کا کلام اور یہ کتنا مقفی کلام کہ **كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ**، امی کی زبان سے یہ کلمات نہیں نکل سکتے، وحی کی مدد کے

بغیر امی یہ کلمات اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا، اگر پڑھوایا جائے تو بھی امّی اسے ادا نہیں کر پائے گا۔

میں ایسے موقع پر اپنی نانی کی مثال دیا کرتا ہوں، کہ ہماری نانی ان پڑھ تھیں، وہ کلمہ **لا اله الا الله، محمد رسول الله** صحیح نہیں بول سکتی تھیں، ہم ان سے کہتے کہ ماں، کلمہ سنائیے، پھر وہ سناتیں تو ہم کہتے ماں! ایسے نہیں صحیح پڑھو **لا اله الا الله، محمد رسول الله** لیکن وہ پھر پڑھتیں اسی طرح، اپنی زبان میں، تو اخیر میں کہتی بیٹا میں تو ان پڑھ ہوں، میں تو نہیں پڑھ سکتی، تو ایک کلمہ ساری عمر ہزاروں دفعہ انہوں نے سنا، پھر بھی ان پڑھ ہونے کی وجہ سے ان کی زبان سے صحیح طور پر کلمہ نہیں ادا ہو سکتا۔

مگر حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کے علاوہ اپنے حدیثی کلمات بھی دیکھئے۔آپ فرماتے ہیں **كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ،** اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اخیر میں یہ کلمات لائے، **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم**، یہ بتانے کے لئے کہ اوہو! اے دنیا بھر کے انسانو، اس نبیِ امی کے لائے ہوئے قرآن کو دیکھو، اس کی فصاحت اور بلاغت دیکھو، جتنی صنعتیں اُس وقت تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، اور اُس کے بعد اب ایجاد ہوئیں اور قیامت تک کے لئے ایجاد ہوں گی اس باب فصاحت اور بلاغت میں، وہ سب قرآنِ پاک میں موجود ہیں، کوئی چیز قرآن نے چھوڑی نہیں۔

نبیٔ امی کی فصاحت و بلاغت پر سب کہو سبحان اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم الف، با، تا، ثا، یہ کلمات کیا ہیں، لکھ کر نہیں بتا سکتے یہ جیم ہے، یہ عین ہے، یہ غین ہے، ایک کلمہ نہیں بتا سکتے تھے، مگر قرآن پاک میں **ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشٰى طَائِفَةً مِنْكُمْ** یہ پوری آیت ایسی ہے کہ اس میں الف سے لے کر یا تک کے تمام حروف موجود ہیں۔

قرآنِ پاک کی ایک دوسری آیت **مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه وَ الَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار** ، یہ پوری آیت بھی ، اس میں الف سے لے کر یا تک کے تمام حروف موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو امی ہیں۔ ایسا مرتب منظّم معجز کلام کہاں سے لائے، زبان مبارک سے کیسے ادا ہوا۔

یہ جو ادب کی کتابیں لکھتے ہیں، ساری عمریں صرف کر کے جنہوں نے لکھی ہیں اور حریری کا کمال دنیا میں مشہور ہے، اس میں ان کی ایک صنعت یہ بھی ہے کہ کسی کلمہ کو الٹا بھی پڑھا جاسکتا ہے، قرآن پاک کی آیتیں ایسی بھی ہیں کہ جن کو الٹا بھی پڑھا جا سکتا ہے، **وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ** ، اب **وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ** کو **رَبَّکَ فَکَبِّرْ** پیچھے سے پڑھیں گے تو کلمہ اُسی طرح ہے **رَبَّکَ فَکَبِّرْ** ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امّی ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے جو آیت عطا فرمائی ہیں، سیدھی بھی پڑھ سکتے ہیں اور پیچھے کی طرف سے پڑھو تب بھی وہ ہی کلمہ بنے گا **رَبَّکَ فَکَبِّرْ** ، بڑے علوم ہیں قرآن پاک میں، ایک اعجاز ہے، انسانوں کو بتایا گیا کہ تم عاجز ہو اس کے سمجھنے سے بھی، اس کے علوم کے سمجھنے سے بھی عاجز ہو۔

نبیٔ امی کی فصاحت و بلاغت کے چیلنج کے لئے یہ آخری حدیث لائے

یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چیلنج کرتے ہیں دنیا کو، اور کہتے ہیں **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ**، کوئی بہت بڑا واقعہ انسان دیکھے تو کہتا ہے **سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ**۔ حضرت مولانا درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ایسا کوئی واقعہ سناتے اور پھر ساتھ فرماتے، مجمع سے فرماتے سب کہو **سُبْحَانَ اللّٰهِ**، سب کہو **سُبْحَانَ اللّٰهِ**۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب کو کہ دیکھو، یہ بخاری شریف ختم کی میں نے اور اس کے اخیر میں میں لاتا ہوں **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ** ، کہ اِس وحی کے ذخیرہ کو تم دیکھو، قرآن کے ذخیرہ کو، حدیث کے ذخیرہ کو کہ ایک امی کا لایا ہوا ذخیرہ کیسا عظیم الشان ہے، اُس کے ایک ایک کلمہ میں کتنے علوم ہیں۔ اس پر سب کہو **سبحان اللّٰه!**

كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلٰى اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ کیا امی ایسے کلمات کو جوڑنے پر قادر ہے؟ بلکہ کوئی پڑھا لکھا جوڑ دے اور سکھائے، تب بھی امی اس کے تلفظ پر قادر نہیں ہوسکتا۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خود کلمہ استعمال فرمایا تھا جب سورۂ انعام نازل ہوئی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ اکثر و بیشتر تو پانچ پانچ آیتیں اتری ہیں، کبھی کوئی پوری سورت بھی اتری ہے، کبھی ایک کلمہ بھی اترا ہے تو یہ سورہ انعام پوری اکھٹی ایک دفعہ میں نازل ہوئی ہے، اور جب یہ نازل ہو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو ایک فرشتہ لے کر نہیں آیا بلکہ پورا لشکر ستر ہزار فرشتوں کا سورۂ انعام کو لے کر اتر رہا تھا، اُن کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم**، اس سنت کی ادائیگی کے خاطر امام بخاری یہ حدیث لائے کہ صحیح بخاری کے ذخیرہ، بلکہ ذخیرۂ احادیث اور قرآن جو نبی امّی لائے، اس پر تعجب کرتے ہوئے کہو **سبحان اللّٰہ**!

میں حدیث پڑھ لیتا ہوں اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعقَاع عَنْ اَبِى زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلٰى اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَان، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا ومَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ. رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ، رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا

مِنْ لَدُنْکَ رَحمَةً، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب. رَبَّنَا هَبْ لَنَامِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُن وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْم، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْهُدٰى وَ التُّقٰى وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰى۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما، یا اللہ! اس مبارک مجلس کی برکت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ختمِ قرآن کی برکت پر تیرا وعدہ ہے، یا اللہ! ختمِ قرآن کی برکت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! حدیثِ پاک کی برکت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! نفس اور شیطان سے ہماری حفاظت فرما، نفس اور شیطان سے بچنا ہمارے لئے آسان فرما، یا اللہ! نفس اور شیطان ہمیں جس گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں اس کو سمجھنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، یا اللہ! تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں سچی محبت نصیب فرما، یا اللہ! ہمارے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی تعلیم کی ہمیں توفیق دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے رگ و ریشہ میں پیوست کر دے، یا اللہ ہماری مسجدوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے مدارس کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے اسلامی معاشرے کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے جوانوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے جوانوں کو برے رستوں سے بچا لے، یا اللہ! جتنے غلط رستوں پر یہ جا سکتے ہیں ان رستوں کو ان کے لئے بند کر دے، ان سے بچنا ان کے لئے آسان فرما دے، یا اللہ! ہماری بیٹیوں کی حفاظت فرما، اُن کو بے پردگی سے حفاظت فرما، گناہوں کے رستوں سے ان کی حفاظت فرما، یا اللہ! جو بے اولاد ہیں انہیں نیک صالح اولاد نصیب فرما، یا اللہ! جو رشتہ کے متقاضی ہیں اے اللہ! ان کو بہترین جوڑے نصیب فرما، یا اللہ! ان کو بہترین جوڑے نصیب فرما، یا اللہ! ان کو بہترین جوڑے نصیب فرما، یا اللہ! خاندانوں میں محبت دے، یا اللہ! زوجین میں محبت دے، میاں بیوی میں الفت دے، یا اللہ! والدین کو اولاد پر شفیق بنا، اولاد کو والدین کا مطیع اور فرماں بردار بنا دے، یا اللہ! ہمارا معاشرہ تباہ ہو چکا ہے، یا

اللہ! اس کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہر گھر آپس کے جھگڑوں سے بھرا پڑا ہوا ہے، ہر خاندان بٹا ہوا ہے، یا اللہ! ان کو آپس میں جوڑ دے، یا اللہ! اسلامی اخوت نصیب فرما، اسلامی محبت نصیب فرما، یا اللہ! ہماری اس جہالت ختم کردے، یا اللہ! اس وقت دنیا میں جو مصائب اور قیامتیں چل رہی ہیں ان قیامتوں کو ختم فرما، یا اللہ! دنیا سے ظلم کو ختم فرما، بربریت کو ختم فرما، قتل و غارت گری کو ختم فرما، ظلم وستم کو ختم فرما، یا اللہ! دنیا کو امن چین کا گہوارہ بنا، انسانوں کو انسانیت دے، انسانوں سے وحشتنا کی کو ختم کردے، یا اللہ! انسانوں کے اندر جو درندگی آچکی ہے اس درندگی کو ختم فرما دے، یا اللہ! سارے انسان اس وقت درندوں کی صفت اپنے اندر اختیار کئے ہوئے ہیں ان صفتوں کو ان کے اندر سے نکال کر حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام والی انسانیت ان میں بھر دے، آپس میں انسانی بھائی چارہ نصیب فرما، خاص طور پر ہمارے ملک میں اسلام کی حفاظت فرما، مسلمانوں کی حفاظت فرما، تمام قوموں کو آپس میں اتفاق اور اتحاد اور محبت سے رکھ، آپس کی منافرت کو ختم فرما، یا اللہ! ہمارے خلاف جو نفرتیں پھیلائی جارہی ہیں ان نفرتوں کو ختم فرما، یہ نفرت پھیلانے والوں کو ختم فرما، یا اللہ! حکومت اور مسلمانوں کے درمیان جو نفرت پھیلانے والی جماعت ہے اس جماعت کو ختم فرما، یا اللہ! اس جماعت کو ختم فرما، ان کے مقاصد کو ختم فرما، یا اللہ! ان کو اپنے مقاصد میں ناکامی عطا فرما، یا اللہ! آپس میں بھائی چارہ اور محبت نصیب فرما، ہماری مساجد کی حفاظت فرما، اس کو آباد کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، مساجد کو تلاوتِ قرآن کے اور نمازیوں سے بھر دے، قرآن پاک پڑھنے والوں سے بھر دے، یا اللہ! ہمارے مدارس کی حفاظت فرما، مدارس کی طرف جو بری نگاہیں اٹھ رہی ہیں ان کو ختم فرما، ان کو عام، مساجد، عام اسکولوں کی طرح سمجھنے کی ان کو توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمارے بچوں کے مستقبل کو تابناک فرما، آئندہ آنے والی ہمارے نسلوں کے دین وایمان کی حفاظت فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا ومَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

ﷺ

صلّوا علیه و آلہ

عرق گلاب سے مسواک

کے بعد درود شریف۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب

خاک کا کل ذرّہ ذکرِ مہوشاں کیسے کرے
عشق کے راز نہاں کو وہ عیاں کیسے کرے
مدح آقا کی گدائے بے نشاں کیسے کرے
مشک سے دھوئے زباں کو پھر بیاں ایسے کرے
کشت بے تیغم بعشوہ ترک ناز پیکرے
خوش بیانے مہربانے جان جانے دل برے

نعت کہتا ہوں تری آقائے من شاہِ زمن
نام پیارا کتنا تیرا، پاک تن پاکیزہ من
خندہ رو، خندہ جبیں، غنچہ دہن شیریں سخن
نکہتِ زلفتِ معنبر پر فدا مشکِ ختن
یاسمن رشکِ سمن جانِ چمن یا جانِ من
آشنائے دلربائے خودنمائے خود سرے

تو ہے بحرِ بیکراں اور میں ذرا سی آبِ جو
اے سراپا نور تو ہے دو جہاں کی آبرو
مرحبا صلِّ علیٰ جانِ جہانِ رنگ و بو
قیصریت تیری آمد سے ہوئی ہے زرد رو
کفر سوزے دل فروزے خوب رو آہستہ خو
پاک دینے پاک بینے خوشتر از ہر خوشترے

اخترِ تاباں کہوں یا مہِ کامل تجھے
میں کہوں کون ومکاں کی جان یا پھر دل تجھے
میں سمجھتا ہوں نشانِ جادہ و منزل تجھے
دل کھینچیں بے ساختہ وہ ہے کشش حاصل تجھے
نازنینے مہ جبینے دل کشے یا دل کشے
جاں گدازے، دل نوازے گوہرے یا اخترے

کوچۂ جاناں گئے تو بن کے دیوانہ گئے
بادۂ عشق و محبت پی کے مستانہ گئے
صبر آیا جب نہ ہم کو پھر تو روزانہ گئے
نعت یہ پڑھتے ہوئے بے اختیارانہ گئے
شادۂ آزادۂ مستانۂ جانانۂ
مست چشمے دیر نشمے طرفہ زیبا منظرے

اے سراپا خلق تیری ذات ہے ہر دل عزیز
تیرے صدقے میں خدا نے دی ہمیں عقل و تمیز
تیرے در کی خاک ہی سرمہ بنانے کی ہے چیز
توڑنا دم تیرے در پر جان و دل سے ہے عزیز
بے قرارم اشک بارم سخت زارم اے عزیز
دل بر و جاں آورد ہر دم بطرزِ دیگرے

(مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
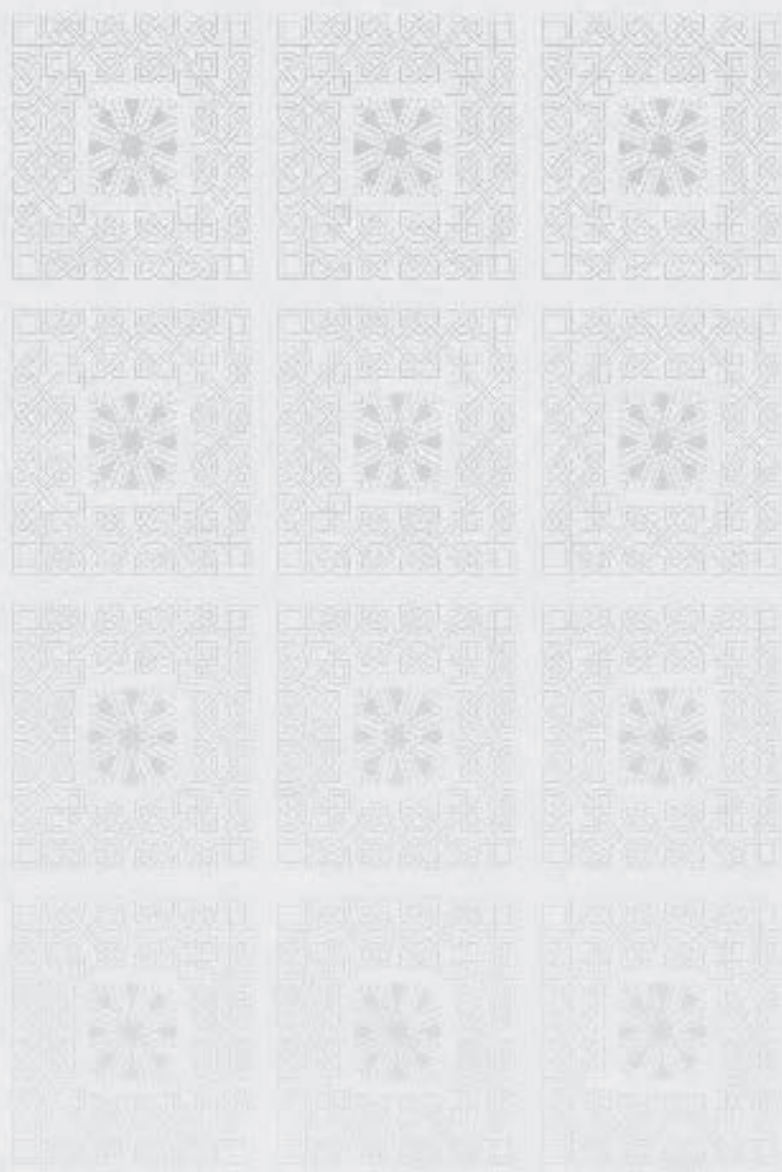
مدینہ منورہ میں قیام گاہ سے نکلو، ہر قدم پر تم یہ پڑھو، استغفر اللہ، صلی اللہ علیک یا رسول اللہ!، ہر قدم تمہارا جس طرح فوجی پریڈ کرتے ہوئے خاص الفاظ کہا کرتے ہیں، یہ پریڈ بھی بڑی عجیب وغریب دیکھی گئی اور سنی گئی، کہ مروہ سے قذافی کے ساتھی فوجی ہر قدم پر'' معمر القذافی'' کہہ رہے تھے اور سنا ہے کہ صدر ضیاء کے ساتھی کہتے '' مردمؤمن، مردحق، ضیاء الحق ضیاء الحق'' تو وہ فوجی پریڈ والے جس طرح اپنے آپ کو مشغول رکھنے کے لئے ہم ورزش کر رہے ہوں، اس طرح دماغ پر بوجھ نہ پڑے، دماغ حب نبوی میں مست وسرشار رہے، تو اس کے لئے میں نے کہا، کہ ہر ہر قدم پر پہلے استغفار کرو، کہ الٰہی میری زبان تو اس قابل نہیں ہے کہ میں اس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی لے سکوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس زبان کے ذریعہ درود شریف پڑھ سکوں، یہ گنہگار زبان اس قابل ہر گز نہیں۔

حکیم سعد رشید اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

یہاں ہمارے حکیم سعد رشید اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں

سے ایک خلیفہ برمنگھم میں مدفون ہیں، سورت میں جن کا مطب ہوتا تھا حکیم سعد رشید اجمیری، انہیں یہاں بلایا گیا، بیمار ہوئے، پھر وہاں ان کی برمنگھم ہسپتال میں وفات ہوئی، وہاں کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

یہاں ایک مسجد کا افتتاح تھا، شیخ سبیل، مسجد حرام کے امام شیخ سبیل تشریف لائے ہوئے تھے، جب ہم لوگ نماز کے لئے نکل رہے تھے، تو میں نے حکیم صاحب کو دیکھا کہ وضو کر کے باہر جوتے پہن کر جب نکلے، تو انہوں نے اپنی جیب سے مسواک نکالی اور جیب سے مسواک نکال کر دوسری جیب میں سے شیشی نکالی۔

میں نے سوچا کہ شاید عطر لگا رہے ہوں گے مگر انہوں نے اس کی ڈاٹ کھول کر کے اس کو انڈیلا اپنی مسواک پر، تب میں سمجھا کہ یہ تو گلاب کی خوشبو ہے۔ گلاب کا پانی یا گلاب کا عطر تھا، وہ شیشی اپنی جیب میں سے انہوں نے نکالی اور مسواک پر ڈالی اور پھر اس سے مسواک کرنی شروع کی کہ ابھی جمعہ کا دن ہے درود شریف پڑھنا ہے تو پہلے فارسی میں ایک شعر ہے کہتے ہیں کہ:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است

شاعر کہتا ہے کہ اپنے منھ کو مشک اور گلاب سے ہزار دفعہ دھوؤں اور کلیاں کروں مشک اور گلاب کے ذریعہ، پھر بھی یہ منھ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے تیرا نام لے سکوں۔

یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں، کیوں کہ نعت کا کلام مبالغہ نہیں ہوتا۔ سچ مچ حکیم سعد رشید اجمیری صاحب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خلیفہ اس طرح کرتے تھے کہ مسواک پر ڈالتے تھے، گلاب کا پانی یا گلاب کا عطر، اس سے مسواک فرماتے اور پھر درود شریف پڑھنا شروع کرتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ احساس عطا فرمائے۔

میں قصہ سنا رہا تھا کہ کسی نے فون کیا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ قدم اس قابل نہیں، یہ زبان اس قابل نہیں، یہ زبان اس قابل نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی لے سکے، یہ

قدم اس قابل نہیں کہ مدینہ منورہ کی سرزمین پر یہ گنہگار قدم رکھا جا سکے، یہ گنہگار زبان درود شریف پڑھنے کے قابل نہیں، اس لئے میں نے کہا کہ ہر قدم کے اٹھانے کے ساتھ یہ پہلے پڑھیئے استغفر اللہ، اس کے بعد پھر کہیئے، صلی اللہ علیک یا رسول اللہ!، پہلے استغفار ایک دفعہ، پھر اس کے بعد درود شریف۔

حاضری سے پہلے استغفار

خود قرآن پاک میں بھی، **وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جاؤُکَ فاسْتَغْفَرُوْا اللّٰہ**، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے وقت تم استغفار کرو، تمہارا یہ وجود سراپا نجاست اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اور آپ کے سامنے حاضری کے قابل نہیں، نہ یہ زبان، نہ یہ قدم، نہ یہ جسم، ہم نے اپنے گناہوں سے اسے پلید اور ناپاک اور بدبودار کر رکھا ہے، خود قرآن کہتا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضری کے وقت استغفار کیا کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کی درخواست کریں۔

حاضری سے پہلے صدقہ

اسی طرح قرآن پاک میں پہلے اس کا بھی حکم تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے پہلے تم صدقہ دیا کرو۔ تو زائر کے لئے، جو مدینہ منورہ حاضر ہو، اس کے لئے اس کا بھی حکم ہے کہ جب وہ صلاۃ وسلام کے لئے حاضر ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرے، پھر نکلے، استغفار کر کے نکلے، استغفار پڑھتا ہوا پہونچے، پھر پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی اس گندی ناپاک زبان سے درود شریف اور صلاۃ و سلام پیش کرنے سے پہلے گناہوں کی معافی کے لئے درخواست کریں کہ یا رسول اللہ! میں ہر گز اس قابل نہیں، آپ میرے لئے استغفار کیجئے۔ تو میں نے اس ساتھی سے کہا کہ ہر قدم پر اس کی کوشش کرو کہ یہ پڑھتے جاؤ استغفر اللہ، استغفر اللہ، صلی اللہ علیک یا رسول اللہ۔

وہاں مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ میں ایک ایک قدم پر، جگہ جگہ برکات ہیں، نہ معلوم کس جگہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے ہیں، تو زمین کا جو حصہ جس پر سرکار کا قدم پڑا، صلی اللہ علیہ وسلم، اس پر جب یہ گنہگار وجود کھڑا ہوگا تو زمین کتنی فریاد کرے گی۔ یہ زمین فریاد کرتی ہے۔

پہاڑ آپس میں باتیں کرتے ہیں

فضائلِ ذکر میں آپ نے سنا ہوگا کہ زمین کے جس حصہ پر، زمین کے ٹکڑے پر کھڑے ہوکر کوئی اللہ کا نام لیتا ہے، ذکر کرتا ہے تو وہ ٹکڑا دوسرے ٹکڑے سے کہتا ہے، زمین زمین سے بات کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے، تو وہ ٹکڑا زمین کے دوسرے ٹکڑے سے پوچھتا ہے کہ آج میرے اوپر ایک نیک بندہ آیا تھا اور اس نے مجھ پر کھڑے ہوکر اللہ کا ذکر کیا تھا، تیرے پاس کوئی آیا؟ تو یہ زمین بولتی ہے، زمین کو اس کا احساس ہے کہ میرے اوپر کون کھڑا ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں یہی حال پہاڑوں کا ہے، پہاڑ بھی ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پکا ہوا کھانا رکھا ہوا ہوتا تھا اور اس کھانے میں سے ہم تسبیح کی آواز سنتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں سنگریزے اور کنکریاں تھیں، صحابۂ کرام فرماتے ہیں ان سے ہم تسبیح کی آواز سنتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے اب تک مکہ مکرمہ میں وہ پتھر یاد ہے کہ جب میں اس کے پاس سے گزرتا تھا تو مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ تو یہ کنکر بولتے ہیں، یہ پتھر بولتے ہیں، یہ پہاڑ بولتے ہیں، یہ زمین بولتی ہے، زمین کو یہ احساس ہے کہ یہ میرے اوپر نماز پڑھ رہا

ہے اسی لئے تو یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا کہ یہ زمین اپنے متعلق خبر دے گی۔

کسی جگہ پر کھڑے ہوکر کوئی گنہگار گناہ کرنے سے پہلے چاروں طرف دیکھ کر سوچتا ہے کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا، مگر جس زمین کے ٹکڑے پر وہ کھڑا ہے وہ زمین خود گواہ ہے، کل قیامت میں یہ ٹکڑا، یہ حصہ گواہی دے گا کہ اس نے مجھ پر کھڑے ہوکر یہ ناپاک حرکت کی تھی، یہ گناہ کیا تھا، تو اسی طرح وہاں مدینہ منورہ میں جس زمین کے ٹکڑے پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے ہیں اس پر جب یہ ناپاک وجود کھڑا ہوگا تو اس زمین کو کتنی تکلیف ہوگی؟

ریاض الجنۃ کے ستون سیدھی لائن میں کیوں نہیں؟

اسی لئے یہ جسے ہم ریاض الجنۃ کہتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرۂ شریفہ سے نماز کے لئے نکل کر مصلے پر تشریف لاتے تھے، تو جیسے آپ نے منبر کے بارے میں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مسجد نبوی ہے وہاں آپ دیکھیں گے کہ ریاض الجنۃ والا جو حصہ ہے تو وہاں ایک ستون کے پاس کھڑے ہوکر آپ دیکھیں، نگاہ ڈالیں، تو تمام ستون ایک لائن میں نظر نہیں آئیں گے، تھوڑا سا آگے پیچھے ہیں، ایسا کیوں؟

اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو جتنے درخت کھجور کے ستون کے طور پر باقی رکھنے تھے ان کو اوپر سے کاٹ دیا گیا اور اسی کے اوپر چھت ڈال دی گئی، تو کھجور کے درخت تھوڑے سے ادھر ادھر بھی ہو سکتے ہیں، چنانچہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ میں اس کی جگہ پر لکڑی کے ستون لگائے گئے، ساگوان کی لکڑی کے ستون لگائے گئے، انہوں نے بھی جتنا کوئی ایک ستون اپنی جگہ سے ہٹا ہوا تھا، اسی طرح رکھا، جہاں کھجور کا درخت تھا اسی جگہ پر ستون لگایا، بعد میں یہی سلسلہ رہا، کہ بعد والوں نے بھی اسی جگہ وہ ستون ٹیڑھا اپنی جگہ تھوڑا لائن سے ہٹا ہوا وہاں رکھا، ترکوں نے بھی اس کی تعمیر

کی اس میں بھی وہ ستون ایک لائن میں نہیں رکھے، کھجور کے درخت جہاں تھے اسی جگہ پر انہوں نے وہ ستون رکھے۔

خشک تنہ فراق میں رو پڑا

ان کھجور کے تنوں میں سے ایک کھجور کا تنہ کاٹ کر رہنے دیا گیا تھا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے لئے استعمال ہوتا تھا، کچھ عرصہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو منبر کے طور پر استعمال فرماتے رہے، صحابۂ کرام کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر بیٹھنے میں، پورے طور پر راحت نہیں ہوتی، تکلیف ہوتی ہے تو انہوں نے اس طرح کا تین سیڑھی والا لکڑی کا منبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف لائے، صحابۂ کرام کو خطبہ دے رہے ہیں، ساری مسجد سن رہی ہے کہ وہ جو کھجور کا تنہ، کھجور کا سوکھا درخت جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ جمعہ تک تشریف رکھتے تھے اور اس کو منبر کے طور پر استعمال فرماتے تھے، وہاں سے رونے کی آواز آرہی ہے، پہلے اس کی آواز چھوٹے بچہ کے رونے کی طرح تھی، پھر وہ بڑھتی چلی گئی، پھر وہ آواز اتنی شدید ہوگئی جیسا کہ اونٹنی کو بچہ پیدا ہورہا ہو، اور اونٹنی آواز سے روتی ہے اپنی تکلیف کا اظہار کرتی ہے، اس طرح کی آواز اس سے آنے لگی۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ ہم سن رہے تھے، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اترے، اس تنہ کے پاس تشریف لے گئے اور جس طرح بچہ کو گلے لگاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے اس خشک تنہ کو اپنے گلے سے لگایا اور اس طرح رونا بند ہوتا ہے اور اس وقت سسکی کی آواز بنتی ہے، تھوڑی دیر کے لئے بند پھر تھوڑی آواز، اس طرح سسکیاں اس کی شروع ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وعدہ فرمایا کہ جنت میں تو بھی میرے ساتھ ہوگا تب جا کر اس کا رونا ختم ہوا۔

یہی فریاد ریاض الجنۃ کے اس ٹکڑے نے کی، زمین کے اس حصہ نے کی، حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرے سے لے کر مصلے تک کی زمین اس نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ! آپ تو اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور میں آپ کے قدم مبارک کی نعمت سے محروم ہو جاؤں گا، کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنے سے اور اس کو بوسہ دینے سے محروم ہو جاؤں گا، میرا کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ٹکڑے سے وعدہ فرمایا ہوگا کہ تو بھی جنت میں میرے ساتھ ہوگا، چنانچہ جو چیزیں یہاں سے محشور ہوں گی، جنت میں جائیں گی، ان میں سے وہ کھجور کا تنہ، اسطوانۂ حنّانہ اور وہ ریاض الجنۃ کا ٹکڑا بھی محشور ہوگا اور جنت میں جائے گا۔ جس طرح یہ کھجور کا خشک تنہ روتا ہے، جس طرح زمین کا یہ ٹکڑا روتا ہے اللہ تبارک وتعالی ہمارے دلوں کو بھی عشقِ رسول میں اس طرح رونے والا بنائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمیں عطا فرمائے۔

تو یہ زمین یہ سمجھتی ہے، بولتی ہے، گناہوں کو بھی بولے گی اور نیکیوں کو بھی بولے گی، اللہ تبارک وتعالی ہمیں وہاں کی پکڑ سے نجات دے اور ہمیں ایسے اعمال کرنے کی توفیق دے کہ زمین کا ذرہ ذرہ، ہر ٹکڑا جہاں ہم چلیں، جہاں بیٹھیں، جہاں سوئیں، تمام حصے ہمارے لئے آخرت میں ہمارے حق میں گواہی دیں، ہمارے خلاف گواہی سے اللہ تبارک وتعالی ہماری حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

۸

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرأ باسم ربک کے ذریعہ دنیائے دانش کو للکارا

وأخبـر ان أعطـاه مـولاه نـصرة

ورعبـاً الـی شهـر مسيرة سـارب

اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو نصرت عطا فرمائی ہے،

اور ایسا رعب عطا فرمایا ہے جو دشمن پر ایک مہینے کی مسافت سے پڑتا ہے

فأوفاه وعد النصر والرعب عاجلا

وأعـطی لـه فتح التبوک ومارب

پس اللہ تعالیٰ نے نصرت و رعب کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے فوری طور پر پورا فرمادیا،

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبوک اور مآرب کی فتح عطا فرمادی

وأخبـر عنـه ان سيبلـغ مـلكـه

الـی مـا اری مـن مشارق ومغارب

اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر دی کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت مشرق ومغرب کے ان کناروں تک پہنچے گی

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے ہیں

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم. اقرأ باسم ربک الذی خلق.

دوستو! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماہ ربیع الاول میں اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی، اور چالیس سال کی عمرِ شریف میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ اتاری گئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوا کہ انسانوں کے سامنے یہ پڑھ دو، جیسے کسی کو ابھارا جا رہا ہے، بھیجا جا رہا ہے، کوئی عظیم الشان کام کے لئے ہمت دلاتے ہیں تو ایسے موقع پر اقرأ بس پڑھ دو ان کے سامنے۔

خالق اور رب صرف ایک ہے

باسم ربک الذی خلق ۔ یہ تین سو ساٹھ معبود کو پوجنے والے اور دنیا بھر میں اہرمن اور یزداں کو پوجنے والے اور یہ صلیب کے پرستار، سارے عالم سے یہ کہہ دو کہ یہ سب کے سب خود بھی مخلوق ہیں، اور جن کو یہ خالق اور مالک مان کر ان کی پوجا پرستش کرتے ہیں یہ بھی سب مخلوق ہیں، **باسم ربک الذی خلق** ۔ان سے کہہ دو کہ خالق تو ایک ہی ہے، اور جو خالقِ شر اور خالقِ خیر کی تقسیم کر رکھی ہے ایران والوں نے، آتش پرستوں نے یہ بھی غلط، اور مکہ والوں نے الگ الگ دیوتاؤں کے متعلق جو کہا ہے کہ یہ بارش دیتا ہے، یہ روزی دیتا ہے، یہ بھی غلط ۔رب بھی ایک، اور وہی خالق، وہی تمہارا رب، پیدا بھی اسی نے کیا اور آگے جیسی جیسی مخلوق کو ضرورت پیش آتی ہے ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا، ان کی بقاء کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان کو پورا کرنا یہ رب کا کام ہے، وہی ایک تمہارا خالق بھی ہے وہی تمہارا رب بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دنیا کے لئے چیلنج

ابھی میں نے بولٹن، زکریا مسجد میں عرض کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی رہتی دنیا تک کے لئے چیلنج، چاہے یہ جھوٹی کہانیاں لکھتے رہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے، لیکن عقلِ سلیم رکھنے والا انسان جب اسلام کا مطالعہ کرے گا، جب وہ پڑھے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی یتیم، والدِ محترم کو دیکھا تک نہیں، چھ سال کی عمر میں ماں بھی رخصت، جتنے تقویت پہنچانے والے، مدد کرنے والے ہو سکتے تھے، ایک ایک کر کے وہ سب رخصت، اور کھانے کے لئے روٹی میسر نہیں، پہننے کے لئے لباس میسر نہیں، رہنے کے لئے مکان میسر نہیں، شروع زندگی سے لے کر اخیر تک یہی حال ہے۔

حتیٰ کہ تابعین دیکھنے کے لئے جایا کرتے تھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ شریفہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ازواجِ مطہرات کے حجراتِ شریفہ۔ آپ

عمرہ کے لئے جاتے ہیں وہاں دیکھئے کتنی جگہ ہے، نو ازواج مطہرات کے حجرات شریفہ بنے ہوئے ہیں، کتنی جگہ تھی؟ جس میں یہ تمام حجرات بنے ہیں، نہ ڈھنگ کا لباس میسر ہے، نہ خاطر خواہ مکان ہے۔

ذوالبجادین

وہاں زکریا مسجد میں میں نے عرض کیا تھا کہ مدینہ طیبہ میں ساری مسجد مصلیوں سے بھری ہوئی ہے، ایک صحابی آتے ہیں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جن کا نام عبداللہ، جن کا لقب ذو البجادین دو چادر والے، انہیں یہ لقب سرکار کی طرف سے ملا حضرت عبداللہ کو جب وہ حاضرِ خدمت ہوئے، مسجد میں پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ذوالبجادین؟ یہ دو چادر والے کون؟ کہ یہاں تو ساری مسجد بھری ہوئی ہے آدھے ننگ دھڑنگ انسانوں سے، کسی کے پاس صرف جانگیہ کی حد تک ہے، کسی کے پاس صرف لنگی ہے، کسی کے پاس کوئی بڑی چادر ہے، ایک ہی چادر کسی کے پاس ہے، اکثریت صحابۂ کرام میں ان لوگوں کی ہوتی تھی جن کے پاس ایک ہی چادر ہے، اگر بڑی ہے تو اس کو باندھ بھی لیا اور اس سے اوپر والا حصہ بھی ڈھانپ لیا اور اگر چھوٹی ہے تو صرف لنگی کے طور پر باندھا اور باقی سارا اوپر والا بدن ننگا چھوڑ دیا۔

ذوالبجادین۔ دو چادر والے

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں کعبہ شریف کی تعمیر میں مدد فرما رہے ہیں اس وقت بھی کیا لباس تھا؟ صرف ایک لنگی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گورا گورا جسم، حسین وجمیل، یہ آپ پتھر اٹھاتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ زخمی ہو رہا ہے، لنگی مبارک اتار کر یہاں (کندھے کی طرف اشارہ) رکھ لو۔

محبت و پیار سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری جسم شریف کی تکلیف کو تو دیکھا، کہ جسم زخمی ہو رہا ہے پتھر لگ رہے ہیں اٹھانے کی وجہ سے، تو اس کو بچانے کے لئے

جیسے ہی انہوں نے مشورہ دیا اور اصرار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کھلی، جیسے ہی ستر کا کھلنا تھا، قلبِ اطہر کیسے برداشت کر سکتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو برداشت نہیں کر پائے اس صدمہ کو، تو اس وقت بھی یہی حال، بچپن میں بھی، جوانی میں بھی، نبوت ملنے کے بعد بھی، مدینہ منورہ میں بھی۔ چادر کھلتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدمہ سے گر جاتے ہیں۔

اور میں نے وہاں عرض کیا تھا کہ تمام دنیا کے رؤساء اور ملوک اور سلاطین اور بادشاہوں کے نام خط لکھا جا رہا ہے **من محمد رسول الله الی ملک فلان**، فلاں جگہ کے بادشاہ کے نام، اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسلام کی دعوت ہے۔

ہزاروں معبودوں کو پوجنے والوں کے لئے کتنا بڑا چیلنج اور چیلنج کون دے رہا ہے؟ جن کے پاس روٹی نہیں، کھانا نہیں، لباس نہیں۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بھئی یہ کون دو چادر والے؟ ہمارے یہاں تو سب کے سب ایک چادر والے ہیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نے ستر کے متعلق نماز میں، لباس کے متعلق پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **او لکلکم ثوبان**؟ کیا تم میں سے ہر ایک کو دو چادریں میسر ہیں؟

ہر قسم کی تنگی کے باوجود ''اسلام بزورِ شمشیر پھیلا'' کا الزام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کس مپرسی سے اور انتہائی تکلیف دہ زندگی سے گزارا گیا، کھانے کی تنگی، پینے کی تنگی، لباس کی تنگی، دشمنوں کی طرف سے مظالم ہو رہے ہیں، کوئی بچانے والا نہیں، کوئی پرسان حال نہیں، کوئی رونے والا نہیں، جو روتا، اسے بھی پیٹتے، اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے، اب وہ ذاتِ گرامی، ان پر ایمان لانے والوں کے لئے کتنا مشکل تھا، اور کیسے صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایمان پر قائم رہے، پھر آگے ان ہی جیسے حالات میں سلاطین کو خطوط لکھے جا رہے ہیں، کہ

اگر تمہیں سلامتی چاہئے تو اسلام قبول کرلو، اللہ اکبر!

اس مذہب کے لئے کہا جا رہا ہے کہ یہ تلوار کے زور سے پھیلا؟ جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہے، نہ اسلحہ ہے، اسلحہ تو دور کی چیزیں ہیں، کھانا تک میسر نہیں، لباس میسر نہیں، مکان نہیں رہنے کے لئے، سر چھپانے کے لئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوتے ہیں، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! گھر میں بہت تنگی ہے۔

ایک لطیفہ

مجھے لطیفہ یاد آیا، ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مجذوب تھے، سولہ سال ایک ہی مکان میں رہے، ان کو نہ کھانے کی ضرورت، نہ لباس کی ضرورت، نہ پینے کی ضرورت، نہ کہیں جانے کی ضرورت، نہ نکلنے کی ضرورت، نہ استنجا کے لئے نکلنا، اندر کوئی پیشاب پاخانہ کی جگہ بھی نہ تھی، مجذوب تھے۔ جب میں یہاں انگلینڈ آنے لگا تو رشتہ داروں کے یہاں دعوتیں ہو رہی تھیں، کہ یہ شخص وہاں شادی کے لئے جا رہا ہے انگلینڈ، اب سب دعوت دے رہے ہیں۔

ایک محلّہ کے چھوٹا بھائی تھے وہ بیٹھے ہوئے تھے، مجھے والد ماجد پوچھنے لگے کہ آج کسی کے یہاں دعوت ہے؟ میں نے کہا ہاں، فلاں کے یہاں، چھوٹا بھائی سے مخاطب ہو کر والد صاحب نے کہا ارے بھئی! تو بھی دعوت کر دے، تو وہ گجراتی میں کہنے لگے ''گھر ما اندھارُو، مسجد ما دیوو کرواجام؟'' کہ گھر میں اندھیرا ہے، تو مسجد میں روشنی کا انتظام میں کیسے کر سکتا ہوں؟ تو والد صاحب نے بہت جوش میں فرمایا کہ'' گھر ما اندھارو کری نے مسجد ما روشنی کرے تو ج قدرت رازی تھائی'' کہ گھر میں اندھیرا کر کے مسجد میں روشنی کا انتظام کرنے سے ہی خدا راضی ہوتا ہے۔

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت

یہاں پر حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تنگیِ معاش کی شکایت کر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یا رسول اللہ! گھر میں بہت تنگی ہے، بہت تکلیف ہے، بیوی بچوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام نہیں ہوسکتا، فاقے پر فاقے چل رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شداد! یہ سب وقتی چیزیں ہیں، عنقریب تمہارے ہاتھوں شام فتح ہوگا اور وہاں سے مالِ غنیمت جو تم حاصل کرو گے، اتنا حاصل کرو گے کہ دنیا حیران ہوجائے گی ﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوىٰ ﴾﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوىٰ﴾﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ ﴾﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُوْحىٰ﴾ جو کلمہ زبان سے نکلتا تھا وحی ہوتا تھا، شداد ابن اوس شکایت کرتے ہیں کہ کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ بہت کچھ ہوگا، ڈھیر کے ڈھیر سونے، چاندی کے یہاں لگیں گے۔

۱۹۶۸ء میں مساجد کا حال

میں جب یہاں آیا تو وحشت معلوم ہوتی تھی، وہاں مدارس میں رہے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خانقاہ میں ہر وقت ہزاروں ذاکر شاغل، مدارس آباد، حضرت کی کبھی کھانے کی مجلسیں، دسترخوان پر سینکڑوں مہمان بیٹھے ہوئے ہیں، دسترخوان پر سب کے شایانِ شان انتظام ہورہا ہے، کبھی بخاری کا درس ہے، اس میں دنیا بھر کے علماء صرف سبق سننے کے لئے تھوڑی دیر حاضری کے لئے اپنی سعادت سمجھتے ہیں، وہاں خانقاہ میں ہزاروں معتکفین، ان معتکفین میں ہزاروں علماء، سینکڑوں شیخ الحدیث، سینکڑوں مفتی۔ وہاں کے ماحول میں رہ کر جب ایک دم یہاں کے یوروپین ماحول میں آگیا ۶۸ء میں تو سکیفینگٹن روڈ سے یہاں نماز کے لئے آنا ہوتا جہاں مسجد پہلے تھی۔

اتفاق سے جون میں آنا ہوا تھا تو سمر میں ویسے بھی عشاء دیر سے ہوتی ہے فجر جلدی ہوتی ہے، حضرت مولانا جلاد صاحب دامت برکاتہم بیچارے تسبیح لے کر دعائیں کرتے رہتے کہ

کاش کہ کوئی مصلی آجائے، دیکھئے اللہ تبارک وتعالی نے ان محنتوں اور دعاؤں کے صدقے اس کو آباد فرمایا، اللہ تبارک وتعالی اور ترقی عطا فرمائے۔

بزرگوں کی دور بین نگاہیں

میں یہاں کا حال دیکھ کر جب بہت تنگ ہوگیا، تو چند ماہ کے بعد پھر میں نے حضرت کو لکھا کہ حضرت میں یہاں سے واپسی کی اجازت چاہتا ہوں، اور وجہ یہ لکھی کہ یہاں رہنے کو جی نہیں کرتا اس لئے کہ تیرہ سال کی محنت سے جو پڑھا پڑھایا ہے وہ یہاں سب ضائع ہو جائے گا، بھول بھلیاں ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہاں مساجد کا حال ہے کہ عشاء اور فجر میں کوئی نہیں ہوتا، مکتب میں پانچ دس بچے مشکل سے پڑھانے کو ملتے ہیں، تفصیلی حالات میں نے لکھے۔

جواب میں حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان واپسی کا ارادہ نہ کرو، اللہ کی ذات سے بعید نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالی وہاں تمہارے ہاتھ سے ایسا دار العلوم شروع کروادے کہ جس میں حدیث وتفسیر کا درس ہو۔ میں نے سوچا کہ بھئی میں تو رونا رو رہا ہوں، کہ یہاں مصلی نہیں، حدیث پاک پڑھنے والوں کا کیا ذکر، قرآن پاک پڑھنے والے نہیں، ناظرہ پڑھنے والے نہیں اور حضرت فرماتے ہیں کہ وہاں ایسا دار العلوم شروع ہوگا کہ جس میں حدیث اور تفسیر کا درس ہو۔

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ کا ایمان

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ شکایت کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! گھر میں بہت تنگی ہے، فاقہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شام فتح ہوگا۔ تو یہ ان کا ایمان تھا، شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ کا کہ جیسے فرمایا، دل میں اعتراض پیدا نہیں ہوا، کہ اگر ایسا ہے، جو خدا بعد میں شام فتح کرائے گا اور غنیمتیں آئیں گی، وہ خدا ابھی کیوں نہیں دے رہا؟ کھانا کیوں نہیں دے رہا؟

حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر کبھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے

کبھی بھی حالات کچھ بھی ہوں، حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر کبھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، وہ جس حال میں بھی رکھے ہم اُس کی مخلوق ہیں، اُس نے ہمیں پیدا کیا، وہ جس حال میں رکھے، وہ قادر ہے، مالک ہے، مختار ہے، جو چاہے اپنی مخلوق کے ساتھ کرے، جس نے آپ کو اور مجھ کو ہم سب کو بنایا، وہ چاہے بیماری دے، چاہے صحت دے، چاہے مصیبت دے عافیت دے، مانگنا چاہئے عافیت اور صحت، لیکن جو کچھ بھی دے، وہ تصرف کرے، وہ اپنی ملک میں تصرف کر رہا ہے، کسی اور کی ملک میں نہیں، اعتراض پیدا نہیں ہوا شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں، کہ تو وہ خدا ابھی کیوں نہیں دیتا؟ اگر وہ سب کچھ آئندہ کے لئے سچا ہے جو آپ فرما رہے ہیں ابھی کچھ تھوڑا سا کھانا تو مل جائے، لباس تو مل جائے، ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا، جب وہ وقت آیا، اور فتوحات ہوئیں، اور صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیاں واقع ہوئیں۔

غزوۂ تبوک اور سفرِ تبوک دو ہیں

لکھا ہے کہ غزوۂ تبوک اور سفرِ تبوک دو ہیں، غزوۂ تبوک جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت ہے وہ تو ایک ہی غزوۂ تبوک ہے، لیکن دو یہ سفر تبوک ہے جس نے دنیا کا نقشہ پلٹ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں نے عرض کیا کہ ساری مسجد بھری ہوئی ہے اور اسلام کو ماننے والے اور جاں نثار سارے کے سارے مسجد نبوی میں جمع ہیں، مگر لباس کسی کا پورا نہیں، اور کوئی کوئی ہے کہ جن کو دو چادریں میسر ہیں، تو ان حالات میں خط لکھا گیا دنیا بھر کے سلاطین اور ملوک کو اَسْلِمْ اسلام لے آؤ، اسلام میں داخل ہو جاؤ اگر سلامتی چاہتے ہو، تو جیسے ہی یہ گرامی نامہ گیا اسی نے دنیائے کفر کی بنیادیں ہلادیں۔

ہرقل نے جب وہ خط پڑھا تو اس کو یقین ہوگیا کہ گئیں اب یہ حکومتیں، ساری کی ساری۔ جو سمجھدار تھے، جو علم رکھتے تھے کتابوں کا اور پیشینگوئیوں کا، تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ

حکومتیں گئیں، چنانچہ وہ پرشن ایمپائر بھی گیا۔
اور چونکہ ہرقل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کے ساتھ اچھا سلوک کیا اس لئے اس کی تھوڑی سی وہ عزت بچ گئی، مگر وہ وقت تو سبھی کا آنا تھا۔
اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے سفر فرمایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور پھر انتقال ہوتا ہے۔
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق عام طور پر سیرت نگار یہ لکھتے ہیں کہ زیادہ فتوحات آپ کے دور میں نہیں ہوسکیں، یہ بھی محل نظر ہے، اس لئے کہ مکمل فتح ہونا تو بعد میں ہوتا ہے لیکن ایک دفعہ بنیاد کو ہلا دیا جائے تو دوسرے کے لئے صرف دھکا دینا باقی رہتا ہے۔ یہی کچھ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا ہے، جو تبوک کا سفر آپ نے فرمایا ہے۔

سفر تبوک میں چار امیر۔ ہر ایک، ایک ہزار کے لئے کافی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ جب مرتدین کی جنگ سے اور مانعینِ زکوۃ کی جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ تبوک میں پھر پہونچے، اور یزید ابن ابی سفیان کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور انہوں نے ربیعہ ابن ابی عامر کو سپہ سالار مقرر فرمایا، اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ایک ایک ہزار پر ایک ایک کو متعین فرما رہے تھے۔
اس وقت ارشاد فرمایا کہ یہ جن چار کو میں نے امیر مقرر کیا ہے ان میں سے ہر ایک، ایک ایک ہزار کے مقابلے کے لئے کافی ہے، ایک شخص ایک ہزار کے لئے، اور کون کہہ رہا ہے؟ صدیق۔
جیسے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ ﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى﴾ کہ کوئی کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے، اپنے ارادے سے نہیں فرماتے ہیں، آپ کا کلام وحی ہوتا ہے، جن کا لقب ہی صدیق، تو پھر صدیق

اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان سے بھی خلاف واقعہ کب کوئی بات نکل سکتی ہے؟ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ ایک ایک آدمی دنیا کے لئے بھاری پڑا، ایک ہزار کیا؟ سارے عالم کے لئے۔

دشمن سے مقابلہ اور مسلمانوں کی فتح

جب وہاں تبوک میں فوج پہنچی ہے، مقابلہ ہوا، اس میں یزید ابن ابی سفیان نے بڑی حکمتِ عملی سے کام لیا کہ ان کے پاس دو ہزار آدمی تھے کل، اور دشمن پچاسوں گنا ان سے زیادہ تھے، تو ان کے دو حصے کر دئے، ایک حصہ کو ربیعہ ابن عامر کی امارت میں پیچھے رکھا، ان کو ایک جگہ چھپا دیا، کہ دشمن کو پتہ نہ لگے، دشمن یہ سمجھے کہ ایک ہزار کی فوج ہمارے سامنے ہے، کل یہی ہے۔

چنانچہ جنگ شروع ہوگئی، رومیوں نے سوچا کہ یہ تو تھوڑی سی فوج ہے کب تک ہمارے ساتھ لڑے گی؟ جب جنگ اپنے شباب پر تھی، اچانک حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ اپنا ایک ہزار کا لشکر لے کر نمودار ہوئے، ان کو دیکھتے ہی دشمن حواس باختہ ہوگیا، ان کے اوسان خطا ہو گئے کہ یہ کیا ہوگیا؟ یہ فوج کی فوج کہاں سے آگئی؟ چنانچہ مسلمانوں کو فتح ہوئی تو ربیعہ ابن عامر نے خود جرجیس کے بھائی کو قتل کیا جو ان کا سپہ سالار تھا۔

جرجیس کا سوال: ہم کیوں ہارے؟

جب جنگ ختم ہوگئی تو جرجیس نے اپنی جگہ کہیں پر پڑاؤ کیا اور پھر اپنی بقایا فوج کو اکھٹا کیا اور پھر مشورہ کیا کہ یہ کیا ہوگیا؟ یہ تھوڑے سے آدمی اور ہم پر کیسے غالب آگئے؟ اور ہمارے اتنے منظّم، زبردست لشکر کو انہوں نے شکست دے دی، کہا کہ میں تو یہاں سے واپس نہیں جا سکتا، میں ہرقل کو کیا منہ دکھاؤں گا، اگر میں اس حال میں چلا گیا؟ تو پھر میرا کیا بنے گا؟ اس نے مشورہ کیا اور کہا کہ اچھا ہم ان سے بات کرتے ہیں، جرجیس نے مسلمان فوج کے پاس آدمی بھیجا، یزید ابن ابی سفیان کے پاس، کہ اپنی طرف سے کوئی آدمی ہمارے پاس بھیجو، ہم ان سے ذرا بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کی شجاعت

حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کھڑے ہو گئے، انہوں نے کہا کہ میں جاتا ہوں، سب نے منع کیا کہ نہیں کسی اور کو؟ انہوں نے آیت پڑھی **قُلْ لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْن** اور وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے یہ کہنے لگے کہ دیکھو میں جا رہا ہوں اور تم اچھی طرح اس کو دیکھتے رہنا کہ کہیں دشمن کی طرف سے ہمارے ساتھ غداری نہ ہو، کہیں مجھے بلا کر کے میرے قتل کا منصوبہ انہوں نے نہ بنایا ہو، اگر چہ میں دفاع کرنا جانتا ہوں لیکن تمہاری پوری طرح میرے اوپر نظر رہے اور تمہاری سب کی توجہ میرے اوپر رہے۔

یہ وہاں پہنچے تو ان سے کہا گیا کہ تمہارا گھوڑا یہاں باندھ دو، پہرہ داروں کے حوالہ کر دو اور اندر چلو، انہوں نے کہا نہیں یہ ہمارے نظم اور ہماری ترتیب کے خلاف ہے، میری سواری، میرا اسلحہ ہر وقت میرے ساتھ رہے گا، جب اندر بات پہنچائی گئی تو انہوں نے اجازت دی، انہوں نے کہا کہ میں یہاں دروازے کے پاس گھوڑے کے ساتھ ہی رہوں گا، گھوڑے پر سے نیچے اتر گئے اور اُکڑو دوزانو بیٹھ گئے، اور پوچھا کیوں بلایا مجھے؟

انہوں نے جواب دیا کہ آپ لوگ کیوں آئے؟ آپ کا مقصد کیا ہے؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اسلام کی وضاحت کی، کہ اسلام یہ ہے اور ہمیں ہمارے خلیفہ نے بھیجا ہے دنیا میں تبلیغ کے لئے کہ **الاسلام او الجزیۃ او السیف** کہ یا تو تم مسلمان ہو جاؤ یا اگر تم اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہتے ہو تو پھر ہمیں جزیہ اور ٹیکس ادا کرو ہم تمہیں اپنی رعایت سمجھیں گے، حکمران ہم ہوں گے تم رعایا ہوگے، آگے ہم آگے ملک میں جا کر اپنا پیغام پہنچاتے ہیں، اگر یہ دونوں باتیں منظور نہیں تو پھر **فالسیف** تلوار ہی بہتر فیصلہ کرے گی۔

صلح کی پیشکش

جرجیس کہنے لگا کہ نہیں لڑائی کی بات مت کرو، صلح کی بات کرو، میں نے تمہیں صلح کی بات

کرنے کے لئے بلایا ہے، دیکھو میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ ہم تمہیں صلح کی پیش کش کرتے ہیں، کہ ہم اور تم صلح کر لیتے ہیں، کہ ہم کبھی بھی نہیں لڑیں گے، آئندہ بھی کبھی تم سے نہیں لڑیں گے، نہ تم ہم سے لڑو گے، نہ ہم تم سے لڑیں گے، اس شرط پر کہ تم میں سے ہر شخص کے لئے ہماری طرف سے ایک دینار ملے گا اور ایک اونٹ کا غلہ ملے گا، ہمیشہ کے لئے اور جو تمہارا سپہ سالار ہے، اس کے لئے یعنی خود ربیعہ کے لئے کہا کہ تمہارے لئے دس دینار اور دس اونٹ کا غلہ اور جو تمہارے سپہ سالار ہیں یزید ابن ابی سفیان ان کے لئے سو اونٹ کا غلہ، سو اونٹ جتنا اٹھا سکتے ہیں اتنا سامان انہیں ہم دیا کریں گے، اور ان کے لئے ایک ہزار دینار اور جو تمہارے خلیفہ ہیں مدینہ منورہ میں، ان کے لئے اس کا دس گنا، اس کے دس گنا دینار اور ایک ہزار اونٹ اور ان کا ساز و سامان ہم دیا کریں گے، صلح کر لو ہم سے اور ابھی تحریر ہم لکھ دیتے ہیں کہ آئندہ کے لئے کہ نہ تم ہم سے لڑو گے، اور نہ ہم تم سے لڑیں گے۔

ہمارے یہاں دنیا پر صلح نہیں ہوتی

حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ نہیں، ہمارے یہاں دنیا پر صلح نہیں ہوتی، دنیا پر سودے بازی ہم نہیں کرتے، اب یہ آپ دیکھیں کہ کس ماحول سے کس حال میں یہ چلے تھے کہ جن کے پاس نہ ساز و سامان ہے، نہ ہتھیار ہے، نہ لباس، نہ کھانا ہے، نہ پینا ہے، پھر بھی یہ تمام چیزیں ٹھکرا رہے ہیں۔

اسلام تلوار سے کیسے پھیلا؟

پھر بھی کہا جا رہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، حالانکہ تلواریں تو ان کے پاس تھیں جن سے وہ مقابلہ کر رہے تھے، ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، پھر وہ جرجیس دیکھتا ہے کہ یہ تو صلح کی بات کے لئے تیار نہیں، پھر اس نے کہا اچھا! جس طرح ہم بھی نبی کو مانتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں تو تمہارے نبی پر کوئی کتاب اتری ہے؟ حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا ہاں، ہمارے نبی پر بھی اللہ کی کتاب اتری ہے،

جرجیس نے حکم دیا، اس نے کہا کہ ہرقل کی طرف سے اور حکومت کی طرف سے ہماری فوج میں ایک پادری مناظرہ کے لئے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کو بلایا جائے، غالباً سِقْلِیَہ یا سِسْلِی اس کا نام تھا اس کو بلایا گیا۔

پادری سے بات چیت

اب وہ جرجیس اسے کہتا ہے کہ Holy Father آپ ذرا ان کو سمجھائیے، ان سے بات کیجئے ہم نے ان کے سامنے ان چیزوں کی پیش کش کی ہے، ان کے پادری نے حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا کہ آپ جن کا پیغام لے کر دنیا میں جانا چاہتے ہو اور جن کے متعلق تمہارا دعوی ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، ان پر اللہ کی کتاب اتری ہے، تو میں آپ کے اُس نبی کے متعلق، آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں، حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ضرور کر سکتے ہیں۔

پہلا سوال

پادری نے سوال کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کبھی انہیں اپنے پاس بلایا ہے؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھنا شروع کیا **بسم اللہ الرحمن الرحیم. سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی** اور واقعۂ معراج سنایا، سن کر وہ چونک اٹھا، اور اس نے کہا کہ یہ تمہاری کتاب کی آیت ہے؟ حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہمارے قرآن میں خدا نے اس کا ذکر کیا جو ملاقات اللہ تبارک وتعالی کی ہمارے پیغمبر سے ہوئی، اور اللہ تبارک وتعالی نے ہمارے پیغمبر کو معراج کے لئے بلایا آسمانوں پر، اس کا قرآن میں تذکرہ فرمایا۔

دوسرا سوال

پادری نے پوچھا روزے تمہارے یہاں ہیں؟ حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ

نے کہا ہاں، روزے ہیں اور قرآن کی آیت پڑھی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰن۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَام۔ پھر پادری نے کہا کہ کتنے روزے؟ فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ، اب اس نے کہا کہ یہ تو سب وہ نشانیاں ہیں جو ہمارے یہاں نبی آخر الزمان کی نشانی کے طور پر کتابوں میں مذکور ہیں۔

تیسرا سوال

اس نے تیسرا سوال کیا اور پوچھا کہ تمہارے نبی کے متعلق امت کو کوئی حکم دیا گیا ہے؟ حضرت ربیعہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

پادری کا اقرارِ حق

اتنے چار پانچ سوال کرنے کے بعد جب اس کو قرآن سے جواب مل گیا حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی تو وہ کھڑا ہوگیا اور وہ پادری کہنے لگا جرجیس سے کہ یہ قوم تو حق پر ہے، اس لئے کہ وہ کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی تفصیل سے پڑھ چکا تھا اور تمام پیشنگوئیاں جو اس نے پڑھی تھیں، ان کی صداقت اس کے سامنے تھی۔ کہتے ہیں مذہبِ اسلام تلوار سے پھیلا، اور ان کا پادری کہہ رہا ہے کہ یہ تو حق پر ہیں، ان سے تم مقابلہ کیوں کر رہے ہو؟ وہ خود ان کو روکتا ہے کہ وہ تو حق پر ہیں۔

مجھے تو صرف یہ بتانا تھا کہ ہم تو لڑائی کی بات نہیں کرتے، ہم تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہی نہیں، اسلام تو صرف ایک پیغام ہے، سلامتی کا اور اس پیغام کو لے کر جو صحابہ نکلے تھے، بڑی بڑی سلطنتوں کو انہوں نے الٹ کر رکھ دیا۔ ان کے پاس تلواریں نہیں تھیں، تلواریں تو دشمن کے پاس تھیں۔

حضرت ربیعہ پر حملہ اور صدیق کی صداقت کا اظہار

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ کے قصے کے ذیل میں میں بیان کر رہا تھا کہ یہ جو تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اور پھر تبوک کے سفر پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے جو فوج بھیجی جس میں حضرت یزید ابن ابی سفیان امیر اور سپہ سالار حضرت ربیعہ تھے، اسی فوج میں حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ بھی تھے، اس کے بعد جب بات چیت ایک لمبی ہوتی ہے۔ پہلے جرجیس نے گفتگو کی، پھر پادری کو بلایا گیا، اس نے بھی اسلام کے پیغام کو سچ بتایا۔

اس دوران اچانک ان میں سے کسی نے جرجیس کو کہہ دیا کہ جو ابھی دو روز پہلے جنگ میں تیرا بھائی سپہ سالار تھا اور اس کو جس نے قتل کیا ہے اس کا قاتل یہی ربیعہ ہے، یہ قاتل تمہارے سامنے ہے، اتنا سن کر وہ سب کچھ بھول گیا کہ میں نے خود اس کو بلایا ہے، میں میزبان ہوں اور یہ مہمان ہے، ہمارے بلانے سے آیا ہے، اور شور مچ گیا کہ مارو اس کو!

ایک ہی ہزاروں پر غالب رہا

لیکن وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی صداقت والی زبان کب جھوٹ بول سکتی ہے؟ ہزاروں میں ایک تھے تنہا، حضرت ربیعہ، انہوں نے تن تنہا مقابلہ شروع کر دیا، یہ گھوڑے پر سوار ہیں، اور مقابلہ کر رہے ہیں۔

ادھر سے چونکہ مسلمان دیکھ رہے تھے کہ کیا قصہ پیش آ گیا، ان کی نظریں ادھر ہی تھی، چنانچہ پھر دوبارہ جنگ شروع ہوگئی، اس جنگ نے تو پھر مکمل ہی فیصلہ کر دیا، چونکہ جس کو انہوں نے اپنا مہمان بنا کر بلایا تھا اس کو وہ مارنا چاہتے تھے، اس لئے پھر مجبوری میں حضرت ربیعہ کو تلوار اٹھانی پڑی اور مسلمان فوج مدد پر پہنچ گئی، لیکن حضرت ربیعہ ہزاروں میں بھی محفوظ رہے، غالب رہے، زندہ سلامت آئے اور وہ ہزاروں کی فوج تھی، ان میں سے مسلمانوں نے غصہ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑا، سب کو قتل کر دیا۔ اور ان کے تمام اموال بطور

غنیمت مل گئے۔

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ کا مالِ غنیمت پر بحیثیتِ امیر تقرر

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ کی تنگی کی شکایت میں بیان کر رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ! گھر میں بہت تنگی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام فتح ہوگا اور خوب غنیمتیں آئیں گی۔

جب یہ جنگ ختم ہوگئی اور سارا مال اکٹھا کیا گیا، تمام اسلحہ تمام چیزیں اکٹھا کر کے مشورہ ہوا کہ کیا کیا جائے؟ اتنا سامان تھا کہ صرف اس کو بھیجنے کے لئے پانچ سو کی فوج تیار کی گئی جو اس کو مدینہ شریف لے کر جائے، تاکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ اپنی آنکھ سے دیکھیں کہ جس لشکر کو میں نے بھیجا وہ فتحیاب ہوا، ان پانچسو پر امیر مقرر کیئے گئے شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ۔ اللہ اکبر!

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ سارا مالِ غنیمت لے کر جب مدینہ پہنچا تو دور سے مدینہ منورہ والوں نے دیکھا کہ بہت بڑا قافلہ آرہا ہے؟ پھر کسی نے اطلاع کردی کہ وہ شام سے مالِ غنیمت شام آرہا ہے، اب سارے مدینہ منورہ میں شور مچ گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ پوچھتے ہیں یہ شور کس چیز کا ہے؟ عرض کیا گیا کہ یزید بن ابی سفیان کی فوج فتحیاب ہوئی اور شام سے مالِ غنیمت لے کر شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ آرہے ہیں۔ حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالی عنہ سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، دو رکعت نماز پڑھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا ساری زندگی کا یہ معمول تھا، کہیں کا سفر ہو، حضرت جب واپس آتے تھے، تو سب سے پہلے گاڑی مسجد کے پاس رکتی، وہاں حضرت دو رکعت نماز ادا کرتے۔

سارے عرفات کے آنسوتو اسی میں ہیں

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ جب ۶۷ء میں حج سے واپس تشریف لائے، دفتر کی مسجد میں حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی، اور نماز سے فارغ ہو کر حضرت بے تحاشا رو رہے تھے، کافی دیر تک حضرت روتے رہے۔

پھر اسی حال میں ہم نے حضرت کو اٹھایا، اس دوران حضرت نے جیب میں سے کپڑا نکالا۔

ہماری طرح سے رومال اور اچھی اچھی چیزیں رکھنے کا وہاں تو ذوق نہیں تھا، حضرت جو کپڑے پھٹ جاتے، جو لنگیاں پھٹ جاتیں، اس کے ٹکڑے پسینہ پوچھنے کے لئے، ناک صاف کرنے کے لئے رکھا کرتے، پان کی وجہ سے صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، صاف کرنے کی، اس کے لئے بھی رومال نہیں، پھٹا ہوا کپڑا ہوتا تھا۔

وہ کپڑا حضرت نے جیب میں سے نکالا، آنسو پوچھتے رہے، دعا میں مشغول رہے، پھر روتے رہے، اور جب میں اٹھانے لگا، تو میں نے وہ حضرت کا کپڑا جس میں حضرت کے سارے آنسو تھے، ایک ہاتھ سے اس کو اٹھایا اور حضرت کو دوسرے ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے وہ کپڑا میں نے اپنی جیب میں رکھ لیا، حضرت نے فرمایا کہ ابے! سارے عرفات کے آنسو تو اسی میں ہیں۔ جس احرام میں حضرت نے حج فرمایا تھا، وہ لنگی حضرت نے مکہ مکرمہ سے پہلے ہی کسی کے ہاتھ گرامی نامہ کے ساتھ بھیج دی تھی۔ یہ شفقت نامہ محبت نامے میں چھپا ہوا ہے۔

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضری

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، دو رکعت تحیۃ المسجد کی نماز پڑھی اور اس کے بعد پھر سیدھے حاضر ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر، اور وہاں یہی عرض کیا ہوگا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اتنے برسوں پہلے میری اس شکایت پر کہ یا رسول اللہ! گھر میں تنگی ہے، کھانے کے لئے کچھ نہیں، لباس نہیں، پہننے کے لئے کچھ نہیں، اس وقت آپ نے جو ارشاد فرمایا تھا، تو وہی مالِ غنیمت میں لے کر حاضر ہوں، یہی عرض کیا ہوگا سلام کے ساتھ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اسلام کی حقانیت پر صحیح یقین نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ ہمیں سچی محبت نصیب فرمائے۔

دوستو! ان حقائق کو جتنا ہم پڑھیں گے اس سے ہمارا تعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مضبوط ہوگا، اسلام کی حقانیت پر ہمارا ایمان ڈانواں ڈول نہیں ہوگا، آج کل تو ذرا سا کوئی واقعہ پیش آیا اور ہمیں شکایت ہوجاتی ہے، براہِ راست سیدھے پہنچ جاتے ہیں حق تعالیٰ شانہ تک، ہمیں اپنے سے شکایت نہیں ہوتی کہ یہ میری ہی حرکتوں اور میرے ہی کرتوت کا اثر ہے، اوراسی کا نتیجہ ہے، ہمیں اسلام کی حقانیت پر ہمارا ایمان اور مضبوط کرنا ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اسلام کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

۹

محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق جاں کنی کے عالم میں سلام بھجواتے ہیں

سأذكر حبی للحبیب محمد

اذا وصف العشاق حب الحبائب

میں تو محبوب رب العالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کروں گا، جس وقت کہ عشاق اپنے محبوبوں سے عشق کا اظہار کریں

وأذكر وجدا قد تقادم عهده

حواه فؤادی قبل كون الكواكب

میں تو اپنے اس عشق کا اظہار کروں گا جس کا زمانہ بہت قدیم اور پرانا ہو چکا ہے۔ اور میرے دل نے اس عشق کو ستاروں کی پیدائش سے بھی پہلے سمیٹ لیا تھا

ويبدو محيّاه لعينىّ فی الكرى

بنفسی أفديه اذاً والأقارب

اورغنودگی کی حالت میں آنخضرت صلی للہ علیہ وسلم کا روئے مبارک میری دونوں آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس وقت میں اپنے نفس کو اور اپنے عزیز و اقارب کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار اور فدا کرتا ہوں

ويدركنی فی ذكره قشعريرة

من الوجد لا يحويه علم الأجانب

اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کی حالت میں عشق و مستی کے سبب میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس عشق کی کیفیت کو بیگانوں کا علم ادراک نہیں کرسکتا

واُلفی لروحی عند ذلک هزة

واُنساً وروحاً دون وثبة واثب

اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کے وقت میں اپنی روح کے اندر ایک جنبش، ایک الفت اور تازگی محسوس کرتا ہوں۔ اور یہ جنبش عام جست لگانے والوں جیسی نہیں

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی.

دوستو! یہ صحیح بخاری کے درس کی آخری حدیث ابھی پڑھی جائے گی، اللہ تبارک وتعالی ہمیں، اس نے جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے، کہ ہم حدیثِ پاک کا درجہ پہچانیں اور صاحبِ کلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پہچانیں، کہ یہ کیا دولت ہے اور اس کی کیا قدر دانی ہونی چاہئے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے کس قدر جاں فشانی سے یہ نعمتیں ہم تک پہنچائی اور انھوں نے کتنی قدر کی۔ جب ہمیں ان کی قدر دانی معلوم ہوگی تب ہمیں اپنی ناقدری کا احساس ہوگا کہ کتنے بڑے گناہ میں ہم مبتلا ہیں۔

سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی نعمت، جو ایک مسلم ہونے کے ناطے، کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے ناطے، جس نعمت کی قدر دانی ہم پر فرض ہے وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

لیکن افسوس کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیغمبر ہیں اور میں ایمان لاتا ہوں لیکن سرکار کی محبت کو دل میں بسانا ہم پر فرض کیا گیا، اس کو ہم نے نہیں پہچانا۔ تکالیف میں تو ہم ماں کو یاد کریں گے، باپ کو یاد کریں گے، اپنی محبوبہ کو یاد کریں گے۔

صحابہ کے دلوں میں حضور کی یاد بسی رہتی تھی

لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہر تکلیف کے وقت اور سب سے بڑی تکلیف موت کی، اور سکرات کی اور اس دنیا سے جانے کی۔ آپ کو پچاسوں صحابۂ کرام کے واقعات ملیں گے کہ انہوں نے آخری وقت میں اگر کسی کو یاد کیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کو تیر لگا، آخری وقت ہوا، انہوں نے رستہ میں عرض کیا کہ جا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔ جس کو ساری عمر انسان دل میں رچاتا ہے، بساتا ہے اسی کو یاد کرے گا۔

تختۂ دار سے سلام بھجواتے ہیں

ایک صحابی سولی پر ہیں تختہ دار پر ہیں، اور وہاں سے حق تعالیٰ شانہ کے ذریعہ پیغام بھیج رہے ہیں، اے اللہ یہاں ان دشمنوں کے بیچ میں میرا پیغام پہنچانے والا کوئی نہیں، تو میرا حضور کو سلام پہنچانا، انسانیت تو مجموعہ ہے کمزوری اور ضعف اور ناتوانی کا، مگر عشق اور محبت میں اتنی طاقت ہے، ہر چیز اس وقت انسان بھول جاتا ہے تختہ دار پر یہ صحابی یہ دعا کرتے ہیں۔

آخری کوڑے کے ساتھ حضور کو سلام بھجوایا

اور ایک واقعہ ہے اس کے بارے میں محققین اور مؤرخین کا اختلاف ہے، محققین کو اگرچہ اس سے انکار ہے لیکن متعدد مؤرخین نے اس واقعہ کو ذکر کیا [۱] وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا دربار لگا ہوا ہے، صحابۂ کرام تشریف رکھتے ہیں، عرض کیا گیا امیر المؤمنین! ایک فریادی حاضر ہے، فرمایا کہ لاؤ۔ اس عورت نے کہا کہ میری فریاد آپ کے بیٹے سے متعلق ہے، فرمایا کسی سے متعلق ہو، بتاؤ۔ اس نے کہا کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ ایک باغ میں، میں کام کر رہی تھی آپ کا بیٹا ابوشحمہ وہاں میرے پاس آیا، اس نے شراب پی تھی، شراب کے نشے میں اس نے میرے ساتھ زیادتی بھی کی اور یہ بچہ اس کا نتیجہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ مجمع میں سے فوراً کھڑے ہوئے، اندر گھر میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ صاحبزادہ دسترخوان پر ہیں، فرمانے لگے کہ شاید یہ تمہارا آخری رزق ہو!

ابا جان کو اس حال میں دیکھ کر اس کے اپنے ہوش اڑ گئے۔

دوسرا جملہ ارشاد فرمایا 'تم نے کبھی شراب پی؟' اس نے عرض کیا جی ہاں! ایک دفعہ مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوئی۔

پھر پوچھا، اس کے بعد اسی دن کسی سے زیادتی کی تو نے؟ اس نے کہا جی ہاں!

بیٹے کو پکڑ کر گھسیٹ کر لے کر آئے صحابۂ کرام کے مجمع میں۔

وہاں فرمایا کہ یہ عورت سچ کہتی ہے، یہ مجرم ہے میرا بیٹا، یہ اقرار کرتا ہے۔

ایک صحابی کو بلایا، کوڑا لے کر آؤ۔ فرمایا کہ اِس کو سو کوڑے لگاؤ اس لئے کہ چار شرطیں ہیں، آزاد ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، نکاح صحیح کے ساتھ با نکاح ہونا، یہ شرطیں پوری ہوں تو رجم ہے، اور نہ ہوں تو سو کوڑے۔

بہر حال اس عورت کے سامنے، مجمع کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کوڑے لگاؤ، کوڑے شروع ہوئے، آدھے کوڑے ہوئے ہوں گے کہ حالت غیر

---

[۱] اسد الغابة

ہونے لگی، تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رو پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ امیر المؤمنین خدا کے واسطے بس کیجئے، ضرور سزا دیجئے، مگر یہ تو مر جائے گا، ابھی اس کی یہ تاب نہیں لا سکے گا، اس میں سکت نہیں ہے سو کوڑوں کی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت اس نے یہ جرم کیا اس وقت خیال نہیں آیا؟ اس عورت کی عصمت دری کے وقت اس کو خیال نہیں آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آخری کوڑے تک پورے کرو۔

لکھا ہے کہ نوے کے بعد کوڑے پڑ رہے تھے دو تین کوڑے رہ گئے تو بیٹا، حضرت عمر کا بیٹا ہے۔

اس نے کہا کہ **یا ابت السلام علیک**! اس نے ملأ اعلیٰ کو دیکھ لیا ہوگا، اس کو یقین ہوگیا کہ اس عالم سے جا رہا ہے تو اس نے ابا جان کو آخری سلام کیا اس نے کہا **یا ابت السلام علیک**۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ مجھے یہاں نقل کرنا تھا، ہر حال میں، ہر جگہ، صحابۂ کرام کے دل دماغ میں ایک ہی ذات رہتی تھی، پیارا نوجوان بیٹا اس جہاں سے جا رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سزا کو بھگت کر جا رہا ہے، اس سزا کے نتیجے میں مر رہا ہے، سب منع کر رہے ہیں، پھر بھی سزا جاری کی گئی کہ کسی چیز کا افسوس نہ رہے بلکہ دل مطمئن رہے کہ میں نے اس عورت کو انصاف دیا۔

جب بیٹا کہتا ہے یا ابتِ السلام علیک، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلام کا جواب دیتے ہیں **وعلیکم السلام** اور بیٹے کو فرماتے ہیں کہ تم جاؤ، تو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ بیمار ہوتے ہیں، زیادہ بیمار ہوجاتے ہیں، ہم بیماری میں اپنے پیاروں کو، احبہ کو، بچوں کو، کن کن کو یاد کرتے ہیں، حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں **غدا نلقی الاَحِبَّه، محمّدًاو حِزْبَه** کہ کل کوانشاءاللہ اس جہان سے کوچ کر جائیں گے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت صحابۂ کرام سے ملاقات ہوگی۔

دوستو! یہ بہت بڑی کمی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جیسا حق ہے اس کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور یہ جو احادیث کا ذخیرہ صحابۂ کرام نے ہم تک پہنچایا، اس کو پڑھنے کی، اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور کس طرح انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جمع کیا۔

جمع احادیث اور صحابہ کی کاوش

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میری ایک چاہت، اور تمنا اور خواہش رہتی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چوبیس گھنٹوں میں سے کوئی ایک چیز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی میری نظر سے اوجھل نہ رہ جائے، اس کے لئے میں نے اپنے ایک انصاری صحابی کے ساتھ یہ طے کر رکھا تھا کہ ایک دن، پورا دن، چوبیس گھنٹے تم حضور کے ساتھ گزاروگے اور سارے دن کی کاروائی مجھے بتاؤگے، کہ آج حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، آج یہ قصہ ہوا، آج یہ ہوا، اور ایک دن میں حاضری دوں گا اور تم سے بیان کروں گا۔

صحیح بخاری میں ہے **کنا نتناوب النزول عند النبی صلی الله علیه وسلم**، اپنے ساتھی کے ساتھ باری لگالی کہ ایک دن وہ، ایک دن میں۔

فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی کی باری کا دن تھا اور اچانک بڑے زور سے دروازہ

کھڑ کانے کی آواز آئی۔ اتنے زور سے کہ کیا قیامت آگئی؟ کیا مصیبت آگئی؟ میں نے جیسے دروازہ کھولا تو میں نے وہی انصاری ساتھی جن کی باری حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی دیکھا کہ وہ موجود ہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ هَل جَاءَ غَسَّان ؟ غسان کا بادشاہ تھا، اس کی طرف سے حملے کی خبریں آرہی تھیں۔

شجاع اسدی غسان کے دربار میں

اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء، سلاطین وملوک کے نام گرامی نامے روانہ فرمائے تھے، ایک گرامی نامہ دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب اسدی کو حارث غسانی کے پاس بھیجا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں جب حارث غسانی کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ پہرہ دار کھڑے ہوئے ہیں، میں ان کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے کہا کہ ہمارے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں، ان کا یہ خط لے کر میں حاضر ہوا ہوں، یہ خط پہنچانا ہے، وہ کہنے لگے کہ اس وقت وہ آرام میں ہیں تم ان سے نہیں مل سکتے، تھوڑی دیر انتظار کرو، فرماتے ہیں کہ اس دوران وہ پہرہ دار، وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تم کس مقصد سے آئے؟ کیوں آئے؟ تو میں نے بتایا مدینہ منورہ سے میں آیا ہوں، اور اللہ کے پیغمبر نے مجھے خط دے کر بھیجا ہے۔

شجاع اور غسان کا حارس

پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوالات شروع کئے۔ ان کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں پیدا ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر زندگی میں نے ان کے سامنے بیان کی، اوصاف بیان کئے۔

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا، جب میں حلیہ پر پہنچا تو شجاع اسدی فرماتے ہیں کہ اس نے زار وقطار رونا شروع کیا، اور اس نے کہا کہ میں انجیل کا بہت بڑا عالم ہوں اور

ہماری انجیل میں بالکل یہی اوصاف نبی آخر الزمان کے بیان کیئے گئے ہیں، اور اس نے فوراً کلمہ پڑھا کہ میں نبی آخر الزمان جن کا خط تم لے کر آئے ہو ان پر ایمان لاتا ہوں۔

لیکن میری ایک درخواست ہے، وہ یہ ہے کہ تم جب واپس جاؤ تو اللہ کے نبی سے میرا سلام کہنا اور دوسری درخواست یہ ہے کہ ابھی جو تم حارث غسانی سے ملو گے تو تم اس کا تذکرہ نہ کرنا کہ میں نے اسلام قبول کیا ورنہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔

یہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں بعد میں حارث غسانی سے ملا۔ جیسے ہی خط پہنچا ہے اس نے خط پڑھا اور پھاڑ کر پھینک دیا اور اس نے کہا کہ گھوڑ سوار فوج کو لایا جائے اور فوج لائی گئی اور کہا کہ اتنے دنوں میں اس فوج کو تیار کیا جائے، ہم مدینہ منورہ پر حملہ کریں گے۔

شجاع اسدی وہاں سے واپس لوٹے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ھلک**، اس کی دنیا بھی برباد، آخرت بھی برباد، چنانچہ تھوڑا عرصہ گزرا، چند مہینے گزرے اور وہ مر گیا۔

حمیر کے سردار کو خط

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جس طرح میں نے آیت پڑھی **وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوَی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی** جو کلمہ زبان مبارک سے نکلتا تھا، چاہے خوشی میں، چاہے ناراضگی میں، اسی طرح پورا ہو جاتا۔

حمیر کے سردار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی گرامی نامہ بھیجا **اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا**، اسلام کی دعوت دی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قاصد کو بھیج رہے تھے، تو جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا نقشہ موجود ہو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دیکھو تم رات کے وقت پہونچو گے، اس وقت اس بستی میں داخل نہ ہونا، صبح کا انتظار کرنا، جب صبح ہو جائے تو اذان کا انتظار کرنا، اگر اذان کی آواز نہ آئے تو دعا کے بعد پھر اس بستی میں داخل ہو کر ان سرداروں سے ملنے کی کوشش

کرنا، اگر ملو، تو یہ خط میرا تمہارے داہنے ہاتھ میں ہو، جب ان کو پیش کرو تو تمہارے داہنے ہاتھ سے ان کے داہنے ہاتھ میں پیش کرنا، ان شرائط کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اس طرح تم کرو گے تو وہ فوراً اسلام قبول کرلیں گے اور جب وہ اسلام قبول کرلیں، تو ان کو سورہ بینہ کی پہلی آیت ارشاد فرمائی، **لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ** ارشاد فرمایا کہ یہ آیت ان کو پہنچا دینا۔

صحابی فرماتے ہیں کہ جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا بالکل اُسی طرح واقعہ ہوا، اور وہ سارے کے سارے اسلام لے آئے، اور میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط پہنچایا اور سورۂ **لَمْ یَکُنِ** کی آیت بھی انہیں پہنچائی۔

حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالی عنہ

ایک صحابی ہیں حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالی عنہ، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ مصر مقوقس کے پاس بھیجا ان کا ایک اور بھی قصہ ہے، بدریین میں سے ہیں، مگر ایک غلطی ان سے سرزد ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابۂ کرام کو بلایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ تعالی عنہ اور ارشاد فرمایا کہ تم یہاں سے جاؤ، مکہ مکرمہ کی طرف ایک جگہ کا نام ہے روضۃ خاخ، تم وہاں پہنچو گے تو وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی جو سوار ہو کر جارہی ہوگی، اس عورت کے پاس ایک خط ہے، وہ خط اس عورت کے پاس سے لے کر آؤ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں پہنچے، دیکھا کہ بالکل اسی جگہ وہ عورت ہمیں ملی، روضۃ خاخ نامی جگہ پر، ہم نے اس سے کہا کہ تمہارے پاس جو خط ہے نکال کر دو، کتنی سچی خبر اللہ کے نبی کی! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین دل و جان سے جو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فدا ہوتے تھے اس لئے کہ ہر وقت، ہر آن، بڑے بڑے معجزات دیکھا کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وہ کہنے لگی کہ میرے پاس نہیں، اصرار کیا، ڈرایا، دھمکایا، تو اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ **لنجردنک**، اگر تم خط دینے کے لئے تیار نہیں ہوتی تو پھر ہمیں تم کو ننگا کرنا پڑے گا خط نکالنے کے لئے، چنانچہ اس نے چھپایا ہوا خط نکال کر دے دیا۔

خط لے کر آئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھوایا، **من حاطب ابن ابی بلتعه الی رؤساء قریش یخبرهم ببعض امر رسول الله صلی الله علیه وسلم**، یہ خط تھا حاطب ابن ابی بلتعہ کی طرف سے، کفارِ مکہ کے نام، اور اس میں وہ کفارِ مکہ کو اس کی خبر دے رہے تھے کہ ذرا آپ لوگ محتاط رہیں، ادھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے جنگ کی تیاری فرما رہے ہیں۔

یہ بہت بڑی، بہت بڑی غلطی تھی، بہت بڑے راز کا افشاء۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے تلوار نکالی اور فرمایا **دعنی اضرب عنق هذا المنافق**، مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑادوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **لعل اللّٰه اطلع علی اهل بدر**۔ اللہ اکبر!

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی زندگی آپ پڑھتے جائیں، کہیں کوئی چیز کھٹکے تو ساتھ یہ آیت یاد رکھیں **رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْه**، قرآن کہتا ہے۔ کوئی چیز ان سے اگر سرزد ہوئی تو اللہ علام الغیوب ہے، اسے معلوم تھا، اس کے باوجود پہلے سے اس نے صحابۂ کرام کی تمام غلطیوں کو معاف کر دیا، بڑی سے بڑی خطا بھی ان سے ہو جائے وہ بھی معاف، **رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْه**، میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی، اس لئے کہ یہ میرے حضور کے صحابی ہیں، سپاہی ہیں۔

شاہِ مصر مقوقس

چنانچہ انہیں کو، حاطب ابن ابی بلتعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ کے بعد، اس غلطی کے

بعد بھیج رہے ہیں شاہِ مصر مقوقس کی طرف، اپنا خط لے کر، قاصد بنا کر، کتنا بڑا اعزاز۔ وہ لے کر گئے۔

فرماتے ہیں کہ میں مصر پہنچا مقوقس کے دربار میں، مقوقس نے مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کئے، میں نے حالات بیان کئے۔

جب میں یہاں پہنچا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن میں مکہ مکرمہ میں اتنا ستایا گیا، اتنا ستایا گیا، کہ وہاں سے حضور کو ہجرت کرنی پڑی۔

مقوقس کہنے لگا کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں؟، یہ سچے پیغمبر ہیں تو انہوں نے ان دشمنوں کے لئے بد دعا کیوں نہیں کی؟ بد دعا کرتے تو معاملہ ختم ہو جاتا۔

کفانی علمه بحالی

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جب آگ میں ڈالا جا رہا تھا، تو فرشتوں نے آ کر کتنی پیش کش کی۔ ہوا کے فرشتہ نے کہا کہ آپ اگر اجازت دیں تو آگ یہاں سے اڑا کر ہم ان کے گھروں کو جلا دیتے ہیں، بادل کے فرشتہ نے، بارش کے فرشتہ نے، پہاڑوں کے فرشتہ نے، ہر ایک نے آ کر التجا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ اخیر میں حضرت جبرئیلِ امین آ کر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کسی فرشتہ کی مدد لینے کے لئے تیار نہیں تو اللہ سے تو مدد مانگیں، اس سے تو فریاد کریں، اس سے دعا کریں۔

حضرت ابرہیم علیہ السلام فرماتے ہیں **کفانی علمه بحالی**، کہ میں جس حال میں ہوں اس کو معلوم نہیں؟ وہ جانتا ہے کہ میں کس حال میں ہوں۔

مقوقس سلام بھیجتا ہے

یہاں بھی وہ مقوقس کہتا ہے کہ تمہارے پیغمبر اگر سچے ہیں، تو انہوں نے مکہ کے دشمنوں کے لئے بد دعا کیوں نہیں کی، سب ہلاک ہو جاتے، خود ان کو مکہ سے نکلنا پڑا، بڑا اچھا جواب دیا حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالی عنہ نے، انہوں نے کہا کہ تم عیسائی ہو، حضرت

عیسی کو اللہ کا پیغمبر، سچا پیغمبر مانتے ہو؟ انہوں نے کہا جی، کہا پھر دشمنوں نے تختہ دار پر، سولی پر چڑھایا، تو انہوں نے کیوں بد دعا نہیں کی اپنے دشمنوں کے لئے؟ وہ ہلاک ہو جاتے، وہ ہنس پڑا، کہنے لگے کہ تم عقلمند آدمی ہو، عقلمند آدمی کے پاس سے آئے ہو۔

اس کے بعد اس نے قیصر کی طرح سے اپنے درباریوں کو جمع کیا۔ اس نے کہا کہ یہ نبی آخرالزمان کے حالات ہم اپنی کتابوں میں پڑھتے ہیں بالکل وہی یہ نبی آخرالزمان ہیں، آؤ ہم سب ان پر ایمان لے آتے ہیں، مگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

پھر مقوقس نے حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالی عنہ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے لے لئے بہت سارے ہدایا پیش کئے اور اس نے کہا کہ تم جا کر اللہ کے پیغمبر کو میرا اسلام کہنا اور میری طرف سے یہ عرض کر دینا کہ ہم نے آپ کے قاصد کا بھی اکرام کیا اور آپ نے جس کلمہ کی طرف دعوت دی ہے، اس کو بھی ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو ہدایت فرماتے، گویا کہ سامنے ہو، نزدیک ہو، اسی طرح جس طرح بالکل نقشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ رہے ہیں۔

حضرت خریم الاسدی رضی اللہ تعالی عنہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے سفر سے واپس ہو رہے تھے، وہاں سے واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو آئندہ کے واقعات بتا رہے تھے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایران فتح ہوگا تمہارے ہاتھ، اور ایسے فتح ہوگا کہ جب تم ایران میں داخل ہوگے تو سب سے پہلے تمہاری نظر ایک خاتون پر پڑے گی، جو سواری پر سوار ہوگی اور اس نے کالی چادر اوڑھ رکھی ہوگی، اس کا نام، اس عورت کا نام بتایا کہ شیماء بنت رقیہ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ابھی اپنے

سامنے اس عورت کو دیکھ رہا ہوں۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت خریم الاسدی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں اس فوج میں، ایران کی فوج میں شامل ہوا تو آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں اس عورت کو، اس خاتون کو لے لوں؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھِیَ لَکَ!

ایران کے لشکر میں شامل ہوئے اور تم ہراول دستہ میں شامل ہوئے تو تم لے سکتے ہو، حضرت خریم فرماتے ہیں کہ جس طرح حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، بالکل اسی طرح، ہمارا ہراول دستہ ایران میں داخل ہوا تو سب سے پہلے سامنے وہ عورت سوار، نظر پڑی، میں نے اپنے سپہ سالار سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اس عورت کے متعلق، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ آپ لے سکتے ہیں۔

میں سمجھا آخری عدد ایک ہزار ہے

بعد میں ایران فتح ہوگیا تو اس خاتون شیماء بنت رقیہ کا بھائی آتا ہے، اپنی ہمشیرہ کو چھڑانے کے لئے۔ حضرت خریم کے پاس وہ پہونچا اور جا کر کہتا ہے کہ میری بہن کو واپس کر دو، تم نے اسے قیدی بنایا، اگر تم چاہو تو جتنی رقم چاہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔

حضرت خریم فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ دس سو درہم میں لوں گا، دس سو، چنانچہ انہوں نے ایک ہزار درہم دے دئے اور حضرت خریم نے ان کی ہمشیرہ شیماء کو ان کے حوالے کر دیا۔

ایک صحابی کہنے لگے خریم! تم نے ایک ہزار ہی لئے، اگر اس سے ایک لاکھ درہم مانگتے تو وہ اس کے دینے کے لئے تیار ہو جاتا۔ حضرت خریم رضی اللہ تعالی عنہ کتنے بھولے بھالے، فرماتے ہیں حضرت خریم کہ میں تو سمجھتا تھا کہ گنتی میں آخری گنتی دس سو ہے، مجھے کیا معلوم کہ دس سو سے آگے اتنی بڑی گنتی ہوگی، ایک لاکھ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر، اس روئے زمین کی چیزوں کی ایک ایک چیز

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خبر دیتے اسی طرح وہ واقع ہوتی۔ اسی لئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو تو ہر وقت، ہر آن اس کا تجسس رہتا تھا کہ ابھی کیا قصہ پیش آیا، اس لئے کہ انہیں پتہ تھا کہ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

اسی لئے ایک دفعہ حضرت وابصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے ایک سوال کرنا ہے، حضور نے فرمایا ہاں مجھے سوال بھی معلوم، جواب بھی معلوم، تم یہ سوال کرنا چاہتے تھے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے؟

اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے، اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ، مختصر الفاظ میں لمبے مفہوم کو ادا کر دینا اس کو جوامع الکلم کہا گیا، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی۔ فرمایا کہ مَا حَاکَ فِیْ صَدْرِکَ، برائی وہ ہے جو انسان کے دل میں کھٹکے اور نیکی وہ ہے کہ جس پر تمہارا دل منشرح ہو۔

سوال معلوم مگر جواب معلوم نہیں

ایک اور وفد آتا ہے، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی کہ وفد حاضر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ وفد آیا یہ بھی معلوم، اور وہ وفد کیا سوال لے کر آیا یہ بھی معلوم مگر اس کا جواب معلوم نہیں۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے لئے تشریف لے گئے، وضو کے بعد دوگانہ ادا فرمائی جب مسجد سے باہر نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسرورا مستنیرا، نہایت خوش، ہشاش بشاش، فرمایا کہ وہ وفد کہاں ہے؟ انہوں نے آ کر مصافحہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْن، کہ تم اس رومی بادشاہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو جس کی ساری دنیا میں سلطنت اور حکومت تھی۔

اسی لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، ہمارے پیر و مرشد کی خدمت میں جب ہم لوگ حاضر ہوتے تھے، تو ہر وقت زبان پر یا ستار، یا ستار، یا ستار استرنی رہتا۔ اس لئے کہ

پچاسوں مرتبہ، کبھی حاضر ہوتے تو فرماتے :

آنکھیں تو ملا لیں، دل کہاں؟

کہ سامنے بیٹھے ہیں اور تصورات کی دنیا میں کہیں اور بھٹک رہے ہیں، کبھی فرماتے فلاں چیز کا وسوسہ آرہا تھا، فلاں چیز کی طرف ذہن جارہا تھا۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ہر روز، ہر آن، ہر گھڑی ان واقعات کو دیکھتے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے، آخری حدیث پڑھتا ہوں اس کے بعد دعا کرلیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. بابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَ قَوْلَهُمْ يُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاهِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِيَة وَ يُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُو الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَهُو الْجَائِرُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ فُضَيْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ القَعقَاع عَنْ اَبِی زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِی اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلی الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلٰی اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِی الْمِيْزَان، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ، وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلٰی الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحمَةً، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب.

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! امتِ مسلمہ پر رحم فرما، یا اللہ! امتِ مسلمہ پر رحم فرما، اَللّٰهُمَّ اغفر لأُمَّة مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم،

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، یا اللہ! ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! جتنے ہم نے گناہ کیئے، جو ہم کو معلوم ہیں، جو یاد نہ رہے، تمام گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ ہمیں اپنی زندگی کا رخ صحیح کرنے کی توفیق عطا فرما، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع نصیب فرما، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، ارشادات کی قدردانی کی توفیق عطا فرما، اس پر چلنا ہمارے لئے آسان فرما، یا اللہ! ہمیں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نصیب فرما، صحابۂ کرام سے محبت نصیب فرما، صحابۂ کرام کے حالات پڑھنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں اس دین کی قدردانی کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں نمازی بنا، ہمارے گھر والوں کو نمازی بنا، ہمارے بچوں کو نمازی بنا، ہمیں تیرے سامنے سجدہ کرنے، سر رگڑنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! تیرے آگے جھکنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ مساجد کو آباد فرما، مدارس کو آباد فرما، مدارس کی حفاظت فرما، مساجد کی حفاظت فرما، مراکزِ اسلامیہ کی حفاظت فرما، یا اللہ! حرمین شریفین کی حفاظت فرما، مسجد اقصی کی حفاظت فرما، یا اللہ! مسلمان جہاں کہیں پریشان ہیں ان کی پریشانیوں کو ختم فرما، یا اللہ! جو مقروض ہیں انہیں قرض سے خلاصی نصیب فرما، یا اللہ! جو بے جا مقدمات میں مأخوذ ہیں، انہیں خلاصی نصیب فرما، یا اللہ! جو بیمار ہیں ان کی بیماریوں سے انہیں شفا نصیب فرما، یا اللہ! جس طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان کی پریشانی ختم فرما، یا اللہ! جو بے نکاح ہیں، یا اللہ! ان لڑکوں اور لڑکیوں کو بہترین رشتہ میسر فرما، جن کے یہاں اولاد نہیں ہیں یا اللہ! ان کو نیک صالح اولاد عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ، وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْن، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن.

۱۰

مدینہ کا مہاجر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

نہ اِدھر جائیں گے نہ اُدھر جائیں گے
ہم مدینہ جدھر ہے ادھر جائیں گے
جو رسول خدا ہیں شفیع الوریٰ
چھوڑ کر ان کا در، ہم کدھر جائیں گے

عاصیو! اپنے دل میں ہراساں نہ ہو
اور ٹھہرو ذرا دیر تشنہ لبو
ساقیٔ حوض کوثر کو آنے تو دو
جام جتنے ہیں خالی وہ بھر جائیں گے

دل میں ہے جذبۂ حب خیر البشر
فکر کیا ہے زمانہ مخالف اگر
ہاتھ میں مشعلِ دین احمد لئے
روشنی سارے عالم میں کر جائیں گے

شرک و بدعت کے طوفان چلتے رہیں
نت نئے رنگ اپنے بدلتے رہیں
مسکراتے ہوئے عاشقانِ نبی
ان کٹھن راستوں سے گذر جائیں گے

جھوم اٹھی انجمن مسکرائی فضا
نعت جب پڑھ کے ناظؔر سنانے لگا
سن کے کہنے لگے عاشقان نبی
ان شاء اللہ طیبہ نگر جائیں گے!

(مولانا نذیر اللہ ناظؔر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمَاعِیْل. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

دوستو! یہ عید کا مبارک دن ہے، اللہ تبارک وتعالی ہر مسلمان کے لئے اس کی خوشی مقدر فرمائے، ان کو اہل وعیال کے ساتھ سکون اور راحت اور چین اور سُرور کی زندگی عطا فرمائے، جن گھروں میں ماتم اور تعزیتیں ہیں اللہ تبارک وتعالی ان کو خوشیاں، مسرتیں واپس لوٹائے۔

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں، اتنا ممتاز مقام کہ ہمارے آقا، دونوں جہان کے سردار، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں سب سے زیادہ اگر کسی نبی کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ کون؟ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام۔

یہاں تک کہ حدیث میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالی عنہا سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ’’عائشہ تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تب بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے اور ناراض ہوتی ہو جب بھی مجھے معلوم ہوجاتا ہے‘‘ پوچھا ’’سرکار یہ کیسے؟‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’کہ جب تم آپس کی گفتگو میں، تذکرہ کرتے ہوئے کسی بات پر قسم کھاتی ہو اور قسم کھاتے ہوئے یوں کہتی ہو، **وَرَبِّ محمد**، محمد کے پروردگار کی قسم، اس وقت میں سمجھ لیتا ہوں کہ عائشہ اس وقت مجھ سے خوش ہے، اور جب تم کسی بات پر قسم کھاتے ہوئے یوں کہتی ہو کہ **وَ رَبِّ ابراھیم**، تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ کسی بات سے تم مجھ سے خفا ہو‘‘۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے بڑا پیارا جواب دیا، کیوں کہ یہ تو ایک حقیقت تھی کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ **وَ رَبِّ محمد**، کبھی نکلتا تھا اور کبھی **وَ رَبِّ ابراھیم**، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ جب تم ناراض ہوتی ہو تب کہتی ہو **وَ رَبِّ ابراھیم**، مجھ سے جب ناراض ہوتی ہو تو تمہاری زبان پر آتا ہے **وَ رَبِّ ابراھیم**، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پیارا جواب دیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! **لا اھجر الا اسمک**، کہ اس وقت بھی آپ میرے دل میں تو ہوتے ہو، لیکن میں آپ کے سامنے اس کا ناز کے لئے اظہار نہیں کرتی۔

اسوۂ نبوی اور ملۃ براہیمی

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا سب سے زیادہ تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کیوں؟ کہ جیسے قرآن ہمیں کہتا ہے کہ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ**، کہ تم ہر چیز میں حضور کا اتباع کرو، بولنے میں، کھانے میں، پینے میں، چلنے میں، رہن سہن میں، معاشرت میں، گفتگو میں، ہر چیز میں، اسی طرح جگہ جگہ قرآن ہمیں حکم دیتا ہے **اِتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ**، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا اتباع کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اتباع کا حکم ہوا، کیوں؟ کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ

والسلام کی ساری زندگی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مقدّسہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

اگر کوئی شخص ایسے ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے جو اس کی فطرت کے خلاف ہے، تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھے اور خود اپنے آپ اپنے پروردگار کو پہچانے۔

اسی لئے ہمارے امامِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ عز وجل نے دنیا میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء میں سے کسی ایک نبی کو بھیجا نہ ہوتا اور ویسے ہی اللہ نے تمام انسانوں کو پیدا کر دیا ہوتا، اور کونسا رستہ صحیح، کونسا غلط، کونسا مذہب اختیار کرو، کونسا چھوڑو، کونسا رحمٰن کا رستہ، کونسا شیطان کا رستہ، کچھ نہ بتایا گیا ہوتا، تب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کو جو عقل دی ہے، اس عقل کی روشنی میں اپنے مالک کو پہچاننا فرض ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب آنکھیں کھولیں، دیکھا کہ سارا ماحول بت پرست ہے، بچپن سے دیکھا ہے، پھر بڑے ہو رہے ہیں، تب بھی وہی ماحول دیکھ رہے ہیں، تو اس کو چیلنج کر رہے ہیں، باپ کو ٹوکتے ہیں، چچا کو ٹوکتے ہیں، خاندان کو ٹوکتے ہیں کہ یہ رستہ غلط ہے، مالک کو پہچانو۔

اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہمیں یہ کہتی ہے کہ اگر کسی کو اس روک ٹوک میں کہیں مشکلات درپیش ہوں، تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر غور کرے، آپ کی زندگی کو سوچے، کہ آپ نے بڑے پیارے انداز میں ابا جان کو کہہ دیا، اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْن ۔ خدا حافظ، اس گھر سے ہم چلتے ہیں، نہیں رہ سکتے اس بت کدہ میں، ماں اور باپ اور رشتہ دار اور بھائی اور دوست، احباب، اعز و اقرباء سب کو چھوڑ سکتا ہوں، اس مالک کو میں نہیں چھوڑ سکتا، اپنے گھر سے نکل گئے، ہجرت کر لی۔

اور خود نکلنے کے بعد بھی اس فریضے کو نہیں چھوڑا، قوم کو للکارا، ان کے بت خانہ کا قصہ قرآن میں مذکور ہے کہ کس طرح بتوں کو توڑا، اس کی تحقیق کے لئے قوم اور حکومت کے سامنے پیش

کیئے گیئے۔

اب دیکھئے اس مبلّغ کو، حکومت اور قوم اور طاقت اور سلطنت سب ایک طرف، اور تنِ تنہا ان سب کے سامنے ڈٹ گیئے۔

نمرود کے سامنے کھڑا کیا جاتا ہے، اس کا بھی قصہ قرآن میں مذکور ہے، کتنے دلائل سے اس کو سمجھایا، کہ تو مجھے سمجھا، کہ تم خود اپنے ہاتھوں سے بتوں کو بناتے ہو، دکان سے خریدتے ہو، اور گھر میں لاکر ان کو چومتے ہو، ان کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہو؟ یہ کونسی عقل؟

حضرت خلیل اللہ نمرود کے سامنے کھڑے کیئے گیئے، تمام دلائل کے بعد حضرت ابراہیم و علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ دیکھو، میرا رب تو وہ ہے کہ روز تم دیکھتے ہو کہ سورج اِدھر سے نکالتا اِدھر ڈبوتا ہے، تو تو اِدھر سے لے آ، اِدھر سورج کو ڈُبو دے۔

آپ نے دلیل پیش کی کہ میرا رب زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے۔ اس احمق نے کسی قیدی کو، جس کے لئے پھانسی کا حکم تھا اس کو چھوڑ دیا اور ایک رستہ چلتے کو پکڑ لیا اور اس کی گردن اڑا دی، یہ کتنا بیوقوف انسان، وہ حکمران، نہ دولت عقل دے سکتی ہے، نہ حکمرانی عقل دے سکتی ہے۔

شاہجہاں، عالمگیر، داراشکوہ

میں نے بتایا کہ طاقت اور حکومت کے نشہ میں چور انسان، کیا اور کیا نہیں کرتے؟ شاہجہاں بہت نیک انسان تھا، کتنا نیک کہ میرے خیال میں یہاں شاید انگلینڈ میں کسی غریب اور امیر نے اتنی کاوش اپنے بچوں کو پڑھانے کے لئے نہیں کی ہوگی، اور اپنے بچوں کو اعلی دینی تعلیم تک نہیں پہنچایا ہوگا جتنا شاہجہاں نے پہنچایا، اپنے بیٹے داراشکوہ کے لئے اعلی سے اعلی تعلیم کا انتظام کیا، اسی لئے سب سے بڑا علامہ ہے داراشکوہ۔

بہت کم علماء ہوں گے کہ جو اپنے علم میں اتنا تنوّع رکھتے ہوں گے جو شاہجہاں کے اس بیٹے داراشکوہ کے لئے اللہ نے مقدر کیا تھا۔ سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء، کتنی کتابیں اس نے

لکھیں اور کتنے فن میں کتابیں لکھیں۔

عالمگیر کا تو کیا کہنا؟ اتنے بڑے عالم کہ انہوں نے قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ایک دستور دے دیا، کانسٹیٹیوشن دے دیا فتاوی عالمگیری کے نام سے، اور خود اس کی ترتیب تدوین میں شریک، ان کی نظرِ ثانی اس کام میں شامل، تو وہ خود کتنے بڑے عالم ہوں گے۔

دینی اختلافات کو ہرگز ہوا مت دو

مگر یہ آپس کی علماء کی چپقلش اور رنجشیں اور اختلافات جو ہوتے ہیں، دنیا کی آپ تاریخ پڑھیں گے، قیامتیں اس سے جگہ جگہ قائم ہوتی رہیں، اسی لئے بار بار یہاں منبر سے آپ نے میری زبان سے سنا ہوگا کہ ہم کہتے ہیں کہ ان دینی اختلافات کو ہرگز ہوا مت دو، کیا چاند کا اختلاف، کیا عید کا۔

آج الحمد للہ بڑا خوشی کا دن ہے کہ اس مرتبہ بہت مدت کے بعد سارے برطانیہ بھر کے مسلمان ایک دن عید کر رہے ہیں، اللہ کرے ہمیشہ ایسا ہوتا رہے، اور اگر کبھی اتفاق سے اس کے برعکس ہو کہ دو دن عید ہے، تین دن عید ہے، اس کا تذکرہ بھی نہ کرو، یوں کہہ دو سب صحیح، کیا ضرورت کسی کو غلط اور کسی کو صحیح کہنے کی؟

سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اسی اختلاف نے یہاں تک پہنچایا، کہ بڑے اللہ والے تھے، بڑے بزرگ تھے سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ، بڑے اونچے اولیاء اللہ میں ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو جو کچھ ملا انہیں سے ملا۔

ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب لوگوں کا رجوع شاہجہاں نے دیکھا کہ ان کی طرف ہے، تو اب وہ پریشان ہو گئے۔

دو عالم پہونچے ایک اللہ والے کے پاس

شاہجہاں نے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے ذمہ لگایا۔ منطق اور نحو میں، فلسفہ میں ان کا نام بہت سنا ہوگا، انہیں اور سعد اللہ خان کو حضرت آدم بنوری کے پاس بھیجا، یہ حضرات پہنچے، ملاقات کی، شیخ اپنے مراقبہ میں تھے، گھنٹوں بیٹھے رہے، جب آنکھیں کھولیں، تب انہوں نے سلام کیا تو خود ہی جہاں بیٹھنے کو جی چاہا خود ہی بیٹھ گئے۔

اب ان کو کتنا نشہ ہے، دیکھئے، پھر تخت شاہی پر بیٹھنے والوں کا نشہ کیا ہوگا، ان کے کارندے ہیں، ان کے لئے کام کرنے والے، ان کو کتنا نشہ، کہ فوراً ایک دم اچانک گفتگو چھیڑی تو کیا چھیڑی؟

سعد اللہ خان کہنے لگے کہ میں تو ایک دنیا دار آدمی ہوں آپ نے میری کوئی آؤ بھگت نہیں کی مجھے ویلکم نہیں کیا، مگر یہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی تو بہت بڑے علماء میں سے ہیں، ملک بھر میں مانے ہوئے علماء میں سے ہیں، ممتاز مقام رکھتے ہیں تو ان کا تو آپ کو خیال کرنا چاہئے تھا۔

یہ ابتداء تھی، خیر لمبی گفتگو ہوئی، میں اس مختصر وقت میں اس کو نقل نہیں کر سکتا، جا کر انہوں نے معلوم نہیں شاہجہاں کو کیا کہا کہ فوراً حکمِ شاہی ہوا، اس زمانہ میں حکم یہ ہوتا تھا کہ نکلو یہاں سے بھاگو، ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔

سید آدم بنوری سورت میں

حضرت شیخ سید آدم بنوری چلے، ہجرت کرتے ہوئے دہلی سے پہنچے سورت، یہی بابِ مکہ تھا اس زمانے میں یہاں کا جو حاکم تھا وہ آپ کے مریدین، معتقدین میں شامل تھا، ان سے فرمایا کہ میرے لئے بہت، جتنا جلدی ممکن ہو جہاز کا انتظام کرو، انہوں نے کچھ ٹھہرانا بھی چاہا کہ آپ لمبا سفر کر کے آئے ہیں، پھر لمبا سفر ہے، فرمایا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں، چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

شاہجہاں کا خواب

اِدھر شاہجہاں خواب میں دیکھتا ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ دیکھو، یہ تم اور سید محمد آدم صاحب بنوری، تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ جب تک وہ اس ملک میں رہیں گے تمہاری حکومت اور سلطنت رہے گی، جس دن یہ یہاں سے گئے تمہاری سلطنت کو زوال آ جائے گا، ختم ہو جائے گی۔

اس نے پہلے تو اُن علماء کو لڑنے دھمکانے بھیجا تھا، اب تلاش کیا کہ ان کے ماننے والوں میں سے جتنے ہوں ان کو اکھٹا کرو، پوری ایک جماعت اور فوج کو بھیجو ان کے ماننے والوں کی جوان کو واپس لائیں، یہاں آئیں۔

مگر پتہ چلا کہ وہ تو روانہ ہو چکے، چنانچہ اِدھر فوراً خود ان کے بیٹے عالمگیر نے اپنے باپ کو گرفتار کر لیا شاہجہاں کو، تختِ شاہی سے جیل بھیجے گئے اور خواب سچا ثابت ہوا، تو یہ نشہ صرف ایک خطرہ، موہوم خطرہ، وہم ڈال دیا گیا دماغ میں کہ ان سے خطرہ ہے اور ان کی ایذاء رسانی کے درپے ہو گئے۔

مبسوطِ سرخسی

ہمارے یہاں کتبِ فتاوی میں سے سب سے بڑی کتاب ہے، ایک جگہ رکھی جائے تو معلوم ہوگا، یہ تو پورا کتب خانہ ہے، مبسوطِ سرخسی۔

انہوں نے حکومت کے خلاف صرف ایک مسئلہ میں زبان کھولی اور کہا کہ یہ جو حکومت ٹیکس لیتی ہے، یہ ایک طرح کا عوام پر ظلم ہے اتنا زیادہ ٹیکس نہیں لینا چاہئے۔

دیکھو یہ بیچارے غریب عوام کس طرح کام کرتے ہیں اور تم ان سے ٹیکس لیتے ہو، اتنا کہنے پر ان کو جیل میں بند کر دیا، کہاں بند کیا؟ ایک خالی کنویں میں اتار دیا، اوپر سے روٹیاں پھینک دیتے تھے، اسی میں مرو۔

اللہ تبارک وتعالی کو ان سے اس حال میں بھی کام لینا تھا تو ان کے شاگرد منڈیر پر پہنچتے

تھے، وہ ارد گرد کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ جاتے تھے اور علامہ سرخسی نیچے سے لکھواتے تھے، کوئی ہزاروں افراد مل کر کتاب تیار نہیں کر سکتے وہ کتاب ان کے اس جیل خانہ سے تیار ہوئی مبسوطِ سرخسی تیس جلدوں میں ہے، اور انسانیت کے لئے کوئی مسئلہ اس میں باقی نہیں چھوڑا گیا کہ جس پر تفصیل سے گفتگو نہ کی گئی ہو۔

اور اخیر میں وہ جتنے شاگرد ہیں ان سے کہا کہ اخیر میں لکھوا **املاہ المحبوس فی محبس الاشرار** ، کہ **املاہ المحبوس السرخسی** کہ جہاں خطرناک اور شریر ترین لوگوں کو جس جیل خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے، وہاں جس کو ڈالا گیا تھا اس نے یہ کتاب ہمیں لکھوائی، یہ حکومت کا نشہ آپ سوچیں۔

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام صرف ایک حق کی دعوت دیتے تھے اس پر جب کسی طرح مناظرہ میں کامیابی نہیں ہوسکی تو جھلا کر اس نے کہا کہ ڈالوان کو آگ میں۔

''بھوکے درندوں کا بوسہ''

دیکھئے ہمارے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جگہ جگہ شیخ ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہیں، یہ بھی بڑے اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کی زبانی بہت سے واقعات انہوں نے نقل کئے۔

سیرت الاولیاء میں لکھا ہے کہ ابوعلی رودباری فرماتے ہیں کہ بنان حمال کو فلاں بادشاہ نے اپنے یہاں طلب کیا اور طلب کر کے ان کے لئے قتل کی سزا تجویز کی کہ ان کی گردن اڑادو۔

بنان حمال کو لایا گیا اور لا کر کے قتل کا حکم ہوا کیسے؟ کہتے ہیں کہ بھوکے درندوں کو لاؤ، شیر چیتے جو بھوکے رکھے گئے ہوان کو لاؤ، ان کو لایا گیا، ان کے سامنے ان کو چھوڑ دیا گیا، ان کے سامنے ڈال دو۔

ہماری ایشیا کی تاریخ میں کتنی جگہ ملتا ہے کہ فلاں اللہ کے نیک بندے کو ہاتھی کے سامنے ڈال دیا گیا کہ کچل دو۔ اس طرح بھی قتل کیا گیا، قتل کے بھی ظالموں کے پاس طریقے ہیں۔

ان کو جب ڈالا گیا تو ان کی کرامت ظاہر ہوئی کہ وہ بھوکے درندے، کتنے دنوں سے جن کو بھوکا رکھا گیا، اس طرح ان کے قتل کے لئے ان کو تیار کیا گیا تھا، مگر وہ آکر ان کو سونگھتے اور پھر واپس جا کر بیٹھ جاتے، دیکھا کہ بھوکے درندے ان کو چیرنے پھاڑنے کے بجائے کِس بوسہ دے رہے ہیں، لہذا ان کو جب وہاں سے نکالا گیا، تو دیکھا کہ شیخ تو ہنس رہے ہیں، پوچھا کہ تم ہنستے ہوئے نکلے؟ تم تو بالکل موت کے منہ میں تھے اور ہنستے ہو، جب وہ تمہیں سونگھ رہا تھا، تمہارے ہونٹ سے ہونٹ وہ ملا رہا تھا تو تمہیں ڈر نہیں لگا؟

بنان حمال نے کہا کہ نہیں، میں نے اس وقت یہ سوچا کہ اوہو! اللہ تبارک وتعالی نے اس وحشی درندے کو میرے ساتھ پیار دیا کہ وہ مجھے چوم رہا ہے، میرے ہونٹوں کو وہ چوم رہا ہے، اور اس وقت میں ایک دینی مسئلہ سوچ رہا تھا کہ الٰہی! سور مأ کول اللحم اور سور غیر مأ کول اللحم کہ جو درندے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا جھوٹا اور ان کا لعاب لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اللہ! اللہ تبارک وتعالی ملتِ اسلامیہ کی حفاظت فرمائے، اللہ تبارک وتعالی ظالموں کے دلوں کو نرم کرے، دنیا کو رحمت سے، رأفت سے، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی سے بھر دے، اس وقت یہ دنیا اسی کی محتاج ہے، اسی دعا کی، کونہ کونہ تنگ ہے ظلم وستم سے، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کی اور تمام انسانیت کی حفاظت فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۱

شہ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم اور موذی منافقین

ما شان ام المؤمنين وشانی | هدی المحب لها وضل الشّانی
انی اقول مبینا عن فضله | ومترجما عن قولها بلسانی
یا مبغضی لا تأت قبر محمد | فالبیت بیتی والمکان مکانی
انی خصصت علی نساء محمد | بصفات برّ تحتهن معانی
وسبقتهن الی الفضائل کله | فالسبق سبقی والعنان عنانی
مرض النبی ومات بین ترائبی | فالیوم یومی والزمان زمانی
زوجی رسول اللّٰه لم ار غیره | اللّٰه زوجنی به وحبا نی
واتاه جبریل الامین بصورتی | فاحبنی المختار حین رآنی
انا بکره العذراء عندی سره | وضجیعه فی منزلی قمران
وتکلم اللّٰه العظیم بحجتی | وبراء تی فی محکم القرآن
واللّٰه خفّرنی وعظّم حرمتی | وعلی لسان نبیه برّأنی
واللّٰه فی القرآن قد لعن الذی | بعد البراء ة بالقبیح رمانی
واللّٰه وبّخ من اراد تنقصی | افکاً وسبح نفسه فی شانی
انی لمحصنة الازار بریئة | ودلیل حسن طهارتی احصانی
واللّٰه احصننی بخاتم رسله | واذل اهل الافک والبهتان

(أبی عمران موسی بن محمد بن عبد اللّٰه الواعظ الأندلسی رحمه اللّٰه)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا، ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ.

جو معمول ہے اس کے مطابق میں اب اس آیت کو جس طرح حضرت مولانا عبد السلام صاحب آپ کو پڑھاتے ہیں ایک ایک کلمہ اس طرح میں پڑھوں گا میرے ساتھ آپ پڑھتے رہیں، یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لا تَدْخُلُوْا بُیُوتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا ای تستاذنوا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا، فیقول الواحد السلام علیکم ا ادخل کما ورد فی حدیث ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَکُمْ من الدخول بغیر استیذان لَعَلَّکُمْ تَذَّکَّرُوْنَ بادغام التاء الثانیۃ فی الذال خیریتہ فتعملون بہ، فَاِن لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَا اَحَدًا یاذن لکم فَلاَ

تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمْ بعد الاستیذان ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ ای الرجوع اَزْکٰی ای خیر لَکُمْ من القعود علی الباب وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ من الدخول باذن و غیر اذن عَلِیْمٌ فیجازیکم علیه۔

پہلے میں اس کا اردو میں ترجمہ کر لیتا ہوں، اے ایمان والو! تم گھروں میں داخل مت ہوتمہارے گھروں کے علاوہ گھروں میں جب تک کہ تم استیناس نہ کرلو،تم اجازت طلب نہ کرلواور جب تک تم سلام نہ کرلواس گھر کے رہنے والوں کو چنانچہ کوئی شخص یوں کہے **السلام علیکم أادخل؟** السلام علیکم کیا میں گھر میں آ سکتا ہوں؟ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا،تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے بغیر اجازت کے داخل ہونے سے تا کہ تم یاد رکھو، ہماری جو قراءت جو ہمارے امام صاحب پڑھتے ہیں **تَذَّکَّرُوْن** پڑھتے ہیں اور دوسری قراءت یہاں **تَذَکَّرُوْن** تا کہ تم یاد رکھو اس کے خیر ہونے کو اور پھر تم اس کے اوپر عمل کرو، پھر اگر تم گھر میں کسی کو نہ پاؤ جو تمہیں اجازت دے،تو تم اس میں داخل مت ہو جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے اجازت مانگنے کے بعد کہ تم واپس چلے جاؤ تو تمہیں واپس چلے جانا چاہئے، یہ واپس چلے جانا تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی والا ہے یعنی تمہارے لئے خیر کا ذریعہ ہے دروازے پر بیٹھے رہنے سے، اور اللہ تعالی جانتا ہے اس کو جو تم عمل کرو گے یعنی اجازت سے داخل ہونا اور بغیر اجازت کے داخل ہونا، اللہ اسے خوب جاننے والا ہے پھر وہ اس کے اوپر تمہیں جزا دے گا، بدلہ دے گا۔

سورہ نور کے نزول کا سبب

یہ سورہ نور ہے، اور سورہ نور کے نزول کا سبب حضرت مولانا نے آپ کو بتایا ہوگا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہماری ماں، ہم سب کی ماں، ام المؤمنین، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا،سب سے کم عمر تمام ازواج مطہرات میں،صرف چھ برس کی عمر میں نکاح ہوا، نو برس کی عمر میں رخصتی ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا

تو ابھی وہ 'ٹین ایج' کی تھیں اور اٹھارہ برس کے قریب عمر رہی ہوگی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دس برس سے کچھ زیادہ آپ کو گزارنے کا موقع ملا اور جب رخصتی ہوئی تھی، تو صرف نو برس کی عمر تھی، لیکن اب سوچیں نو برس کی عمر سے لے کر اٹھارہ برس تک رفاقت رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جو آپ کے لئے مقدر ہوئی وہ صرف نو برس ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کن حالات میں آدھا دین ہمیں پہونچایا

لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آدھا دین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ہمیں پہنچایا، اور وہ کس طرح پہنچایا؟ ہم تو، مصیبت آتی ہے، حالات آتے ہیں، پریشان ہوجاتے ہیں، ہمت چھوڑ دیتے ہیں، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر شریف دیکھئے کہ صرف نو سال کی عمر سے اٹھارہ برس کی عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور زوجہ کے رہنا مقدر ہوا، اور اس عمر میں کتنے مراحل سے وہ گزری ہوں گی کہ ان کا ایک شعر ہے، وہ فرماتی ہیں۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیاَ

فرماتی ہیں کہ جو میرے اوپر مصیبتیں آئیں اگر روشن دنوں کے اوپر وہ مصیبتیں آتیں تو وہ دن، دن نہ رہتے وہ دن بھی رات بن جاتے، ایسی مصیبتیں میرے اوپر گزری ہیں، لَوْ اَنَّهَا صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیاَ، روشن دنوں کے اوپر بھی اگر وہ مصیبتیں نازل ہوتیں تو وہ دن دن نہ رہتے وہ بھی رات بن جاتے۔ اسی پر ان کا یہ شعر ہے اور یہ شعر انہوں نے کیوں کہا؟ کتنی مجبور ہوگئی ہوں گی؟

دونوں جہاں کے بادشاہ، دونوں جہان کے سردار، جن کے لئے یہ کائنات کا نقشہ بنایا

گیا، یہ زمین، آسمان، چاند،سورج، ستارے، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اورعیسیٰ، حضرت یعقوب اورحضرت یوسف، تمام انبیاء کوجن کی وجہ سے نبوت ملی، جن کو وجود ملا، اتنے بڑے سید الانبیاء، سلطان الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ اپنا رونا روتی ہیں اورکہتی ہیں کہ۔

؎ صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

کہ کیا پوچھتے ہومیری مصیبتوں کا حال، کہ مجھ پراتنی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو دن بھی دن نہ رہتے رات بن جاتے۔ کیا مصیبتیں؟ اللہ! کہ جواللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یہ چھ سال کی چھوٹی سی بچی کس قدر پیاری، کتنی مقبول۔

محبت کی باتیں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم پیار کی باتیں، محبت کی باتیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عائشہ، مجھے جبرئیل امین نے ایک دفعہ تمہاری صورت دکھائی تھی ریشم کے کپڑے پر۔ جبرئیل امین کو اللہ نے بھیجا اور ریشم کا ٹکڑا ان کے ہاتھ میں ہے اوروہ بتارہے ہیں، اوراس میں تیری تصویر تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے اپنا ہاتھ دکھایا، جبرئیل امین کی ہتھیلی میں، میں تیری تصویر دیکھ رہا ہوں، اسی وقت سے میں سمجھ گیا تھا کہ اللہ کی طرف سے یہ میرے لئے مقدر کی جارہی ہے، اللہ عزوجل میری زوجیت میں اسے دے رہے ہیں۔ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خبری دے رہے ہیں کہ انہیں ہم آپ کی زوجیت میں دیں گے، مگر بعدوہ کسی وقت اپنا رونا روتی ہیں۔

؎ صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

الف لیلہ

کتنا قریبی تعلق اللہ عز وجل سے، جبرئیل امین سے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو سب سے زیادہ چہیتی تھیں ہی اور اتنی چہیتی تھیں، اتنی زیادہ چہیتی اور لاڈلی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتیں جو اور کسی کے ساتھ آپ فرماتے نہیں تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ فرماتے تھے، کیسے؟

رات کو عرب میں قصہ گوئی کا دستور تھا، اسی لئے حدیث ہے **لا سمر بعد العشاء**۔

کل رات ہم نے کھانا کھایا تو کسی ساتھی سے میں نے کہا کہ میں تو سوتا ہوں، کہ حدیث میں عشاء کے بعد دیر تک بیٹھنے اور بات چیت کی ممانعت ہے، جلدی سو جاؤ، جلدی اٹھو، عرب میں ان کے گھروں میں ہماری طرح بجلیاں تو تھی نہیں، اندھیرا ہوتا تھا، اس لئے وہ گھر سے باہر نکل جاتے، اور چاند کی روشنی میں بیٹھ کر قصہ گوئی شروع کرتے، کوئی کہانی چلتی ایک ہفتہ، کوئی ایک مہینہ، اور الف لیلہ، مشہور ہے الف لیلہ، اِلف نہیں، اَلف، ہزار راتوں کی ایک داستان ہوتی، ایک ہزار راتوں تک وہ کہانی بیان کی جاتی، جس کو الف لیلہ کہتے ہیں۔

خرافہ کون؟

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تو امت کو منع فرمایا، مگر کبھی کبھی، جیسا کسی کا حق، اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں کہ میری زوجیت میں چھ سال کی بچی ہے، تو جیسا اس کا مزاج، اس کی چاہت، اس کا حق، اس کی طلب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اس کے مطابق ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا کہ '**یا رسول اللہ من خرافة؟**' کبھی کسی بات میں کہتے ہیں کہ یہ تو خرافات بکتا ہے، یہ تو خرافی ہے، تو یہ خرافہ کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرافہ ایک شخص کا نام ہے، وہ ایک دفعہ اپنے گھر سے نکلا، آبادی سے باہر چلا گیا، وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی کھڑے ہوئے ہیں، پوچھا کہ تم

کون؟ ایک شخص تھا جسے جناتوں نے پکڑ لیا تھا، اور پکڑ کر اس کو لے گئے، تو جتنا عرصہ وہاں جناتوں کے پاس وہ خرافہ رہا، وہاں اس نے جو کچھ دیکھا وہاں کے قصے، کہانیاں، حکایتیں اس نے لوگوں کو آ کر بتائیں، تو لوگوں کو بڑی عجیب معلوم ہوئیں، تو لوگ ہر ایسی چیز کو جو عجیب معلوم ہوتی تھی اس کو کہتے کہ یہ تو خرافہ جیسی باتیں کرتا ہے۔

وہ خرافہ کہتے ہیں کہ مجھے تو جنات نے پکڑ لیا، دو جنات مجھے پکڑے ہوئے ہیں اور میں ان کی قید میں ہوں اور ایک آدمی وہاں سے گزر رہا ہے، وہ آیا کہ یہ جنگل میں، ریگستان میں، یہ تین آدمی کیا کر رہے ہیں؟ پوچھا کہ یہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے بتایا خرافہ نے کہ میں انسان ہوں اور یہ جنات ہیں اور انہوں نے مجھے پکڑ لیا ہے، جنات اس آنے والے آدمی سے کہتے ہیں تم جاؤ، تم اپنا کام کرو، تم جس کام سے نکلے ہو وہ کام کرو، آنے والا شخص کہتا ہے کہ دیکھو میں اپنی ایک عجیب داستان تمہیں سناتا ہوں، اگر وہ داستان تمہیں اچھی لگے تو تم مجھے رفاقت میں قبول کر لینا اور مجھے اپنے ساتھیوں میں شامل کر لینا۔

میں فلاں ریگستان میں ایک مرتبہ جا رہا تھا تو مجھے بہت پیاس لگی، اور ایک جگہ تالاب تھا، پانی اکھٹا تھا وہاں پہنچا پانی پینے کے لئے اور جب وہاں پہنچ کر میں نے پانی پینے کے لئے ہاتھ میں اٹھایا تو تالاب سے آواز آئی، خبردار، خرافہ کہتے ہیں میں رک گیا، کہ آواز تو آرہی ہے، کوئی بولنے والا نظر نہیں آرہا۔ مجھے پیاس اتنی لگی تھی کہ پھر میں نے پانی اٹھایا اور میں اپنے منہ تک پانی لے گیا، پھر آواز آئی خبردار جو پانی پیا تو، پھر میں نے پھینک دیا، میرے ہاتھ کانپ رہے تھے پانی گر گیا، لیکن مجھے بہت پیاس تھی کہ پھر تو میں نے پانی اٹھایا، آوازیں آتی رہیں اور میں نے پانی پی لیا، اب پانی جیسے ہی میں نے پی لیا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ پانی پینے سے پہلے میں تو مرد تھا اور پانی پی کر کے میں بن گیا عورت، تو مجھے بڑی ندامت و وحشت ہوئی کہ یہ کیا ہوگیا؟ میں نے پانی پیا، پانی پینے سے پہلے میں مرد تھا، اور پانی پیا اور میں عورت بن گئی۔

کہتے ہیں مجھے اتنی شرم آئی کہ میں اپنے گھر واپس جانے کے بجائے میں نے دوسرا رستہ

لیا۔کسی اور علاقہ میں میں پہنچ گیا،اب تو کہیں گے میں پہنچ گئی اس علاقہ میں،کیوں کہ وہ عورت تھی۔اور وہاں لوگوں نے مجھے پکڑ لیا،میری کسی سے شادی کردی اور اس سے مجھے تین بچے ہوئے۔پھر میرے اوپر وہاں ظلم ہوتا رہا،پریشانی آئی تو پھر میں نے سوچا کہ اس حال میں یہاں رہنے کے بجائے میں اپنے وطن واپس چلی جاؤں۔

میں وہاں سے بھاگ کر نکلی،رستہ وہی تھا،رستہ میں وہی تالاب پھر آیا،وہاں پانی ہوتا نہیں ریگستان میں ہر جگہ، میں نے وہاں پہنچ کر پھر پانی پینے کے لئے اٹھایا،تو جیسے ہی پانی اٹھایا تو پھر وہ آواز،کہ خبر دار جو پانی پیا،اب ایک دفعہ،دو دفعہ آواز آتی رہی،لیکن میں تو پانی پینے پر مجبور تھی، میں نے زبردستی اپنے دل پر پتھر رکھ کر،آوازیں آتی رہی اور میں نے پانی پی لیا،جیسے ہی میں نے پانی پیا کہ پانی پیتے ہی میں عورت سے مرد بن گیا،اب میں بڑا خوش کہ اوہو! جلدی،جلدی وہاں سے بھاگ کر اپنے وطن میں پہنچا۔

میں نے کسی کو بتایا بھی نہیں کہ میرے ساتھ ایسا ایسا قصہ ہوا،کہ میں وہاں پہنچا اور پانی پی کر میں عورت بن گیا تھا،عورت بن گئی تھی اور وہاں مجھے تین بچے ہوئے فلاں علاقہ میں، فلاں قبیلے میں اور اپنے یہاں پہنچ کر پھر میں نے نکاح کیا تو اس عورت سے بھی مجھے تین بچے ہوئے۔

تو میرا قصہ کتنا عجیب ہے کہ میں تین بچوں کا باپ بھی ہوں اور میں تین بچوں کی ماں بھی ہوں۔اگر میرا یہ قصہ تمہیں پسند آیا ہو تو مجھے اپنے ساتھیوں میں شریک کرلو۔

حقِ زوجیت کی ادائیگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا حقِ زوجیت ادا کرنے کے لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم،جن کی نظروں کے سامنے لوح محفوظ،تازہ تازہ وحی آرہی ہے،اور ان سب سے نزول فرماتے،فرماتے،فرماتے کہاں پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو ان کی عمر کے تقاضے کے مطابق جس چیز کی

ضرورت تھی وہ بیان فرمارہے ہیں، بچے رات کوسونے سے قبل جن چیزوں کا تقاضا کرتے ہیں وہ ایک سچی کہانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی۔

حضرت مولانا اسماعیل میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے دس بڑے صحابہ پراس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ذکر ہے، اس میں انہوں نے سیرت کی کتابوں سے یہ قصہ بھی لیا ہے۔

دو باتیں آپ کے سامنے میں نے عرض کیں، ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا شعر کہ اتنی پریشان، اتنی پریشان کہ وہ کہتی ہیں کہ

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ انَّهَا
صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیاَ

کیا مصیبتیں؟ کیسی مصیبتیں ان پرآئی ہوں گی؟ کہ یہ شعر کہنے پر مجبور ہوئیں،

دوسرا کہ اتنی مختصر نو سال کی مدت میں لکھتے ہیں آدھا دین ہم تک پہنچانے والی ہماری ماں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا۔تو یہ دو چیزیں میں نے عرض کی، کہ کیا مصیبتیں ان پرآئی ہوں گی اور آدھا دین انہوں نے ہم تک کیسے پہنچایا؟

حدیثِ افک

یہ سورۂ نور ہے، کیوں نازل ہوئی سورہ نور؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لارہے ہیں، سفر میں ہیں، سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کواپنے ساتھ لے جاتے تھے،حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اس سفر میں ساتھ ہیں، لمبا سفر ہوتا تھا، کئی کئی دنوں کا، روز کہیں دوپہر کو، کہیں نماز کے لئے، رات قیام کے لئے، رات کے وقت ٹھیرنا ہوتا تھا، صبح فجر کی نماز جلدی پڑھ کر سفر شروع ہوتا اور دوپہر کی دھوپ تیز ہونے تک سفر جاری رہتا جب دھوپ تیز ہوئی سفر بند، کہیں منزل ہوجاتی، کڑی دھوپ کے وقت میں سفر نہیں ہوتا تھا۔ پھر شام کوتھوڑا سا سفر کیا پھر کہیں رات کو پڑاؤ ہوگیا اور

منزل ہوگئی۔اس طرح سفر جاری تھا۔

ایک سفر میں کسی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، اس کے بعد پھر اعلان ہوتا تھا جب روانگی ہوتی تھی کہ الرحیل! الرحیل! چلو! چلو! سب لوگ تیار ہوجاتے، اونٹوں کے اوپر پالان رکھ دئے جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے ایک خاص اونٹ تھا اس کے اوپر پردہ اور ہودج رکھا ہوا تھا، جب کہیں منزل ہوتی تو اس کو نیچے دوآدمی پکڑ کر کے اتار دیتے، اور پھر ایک طرف کو وہ چلے جاتے، جب سفر کا اعلان ہوا تو پھر دوبارہ آتے اور وہ پالان دوبارہ رکھ دیا جاتا۔

ایک موقع پر سفر کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جیسے ہی اعلان ہوا کہ فوراً میں استنجاء کے لئے گئی، استنجاء سے فارغ ہوکر جب واپس پہنچی تو میں نے سینہ کو ہاتھ سے ٹٹولا، کہ میرا ہار نہیں ہے،تو میں جس جگہ تک استنجاء کے لئے گئی تھی وہاں تک میں واپس گئی، ہار ڈھونڈھا، اس میں مجھے کافی دیر ہوگئی۔جب یہاں میں واپس پہنچی تو دیکھا کہ یہاں تو کوئی نہیں، اور جس جگہ وہ اونٹ ہمارا بیٹھا تھا اسی اونٹ کے نیچے وہ ہار پڑا ہوا تھا، تو وہ ہار تو مجھے مل گیا، مگر قافلہ چلا گیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے، وہاں کوئی نہیں، جنگل بیابان ہے۔

اب ایک کم سن بچی یا جوان عورت اور وہ جنگل بیابان میں تنہا، مگر فوج کا ایک نظام ہوتا ہے، کسی کی سواری تھک جائے، کسی کا اونٹ بیمار ہوجائے، کوئی چل نہ سکے، کسی کو کسی طرح کی کوئی ضرورت پیش آئے، اس کے لئے حضرت صفوان ابن معطل سلمی رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ ذمہ داری تھی اور ان کا یہ کام تھا، کہ وہ کسی کی کوئی چیز گری ہوئی ہو، اور کسی کو مدد کی ضرورت ہو تو وہ فوج کے کافی پیچھے چلا کرتے تھے۔

وہ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ نظام معلوم تھا کہ کوئی نہ کوئی وہاں سے جب مجھے دیکھیں گے کہ میں ساتھ نہیں ہوں، تو مجھے لینے کے لئے واپس آئیں گے۔اب جو پالان اٹھانے والے تھے تو

فرماتی ہیں کہ اتنا ہلکا پھلکا میرا جسم تھا کہ انہوں نے جب پردے کو، پالان کو اٹھایا تو ان کو احساس بھی نہیں ہوا کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں ہے اور پردے کی وجہ سے انہوں نے پوچھا بھی نہیں کہ امی جان، ماں آپ اندر ہیں، نہیں ہیں۔انہوں نے تو اٹھا کر رکھ دیا اور چلے گئے، جب وہاں پہنچ کر دیکھیں گے کہ میں نہیں ہوں تو مجھے لینے کے لئے واپس کوئی آئے گا۔

میں وہاں بیٹھی، مگر کتنی بہادر یہ عورت، ہماری ماں، ہماری امی جان، کتنی بہادر، کہ اس مصیبت میں فرماتی ہیں کہ میں وہاں پہنچی، بیٹھی، انتظار کیا تھوڑی دیر پھر مجھے تو نیند آ گئی، کوئی عورت سوسکتی ہے؟ جنگل بیابان میں تنہا، فرماتی ہیں کہ میری آنکھ اس وقت کھلی کہ جب میرے کان میں آواز آئی انا للہ و انا الیہ راجعون، کہتے ہیں انا للہ میں نے کسی کو پڑھتے ہوئے سنا، تو میں نے دیکھا کہ وہ صفوان ابن معطل سلمی اپنے اونٹ کو لے کر وہاں پہنچے، جن کی یہ ڈیوٹی ہوتی تھی کہ فوج کے پیچھے چلا کرتے تھے، تو وہ وہاں پر ہیں، اور مجھے دیکھ کر، انہوں نے پہلے جب میں بچی تھی اس وقت مجھے دیکھا تھا، پہچانتے تھے، مجھے دیکھ کر انہوں نے **انا للہ** پڑھا۔

فرماتی ہیں کہ نہ انہوں نے مجھ سے کوئی بات کی، نہ میں نے ان سے کوئی بات کی، صرف انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا، اشارہ کیا اونٹ کو، اونٹ بیٹھ گیا اور میں پالان کے اوپر بیٹھ گئی، اور انہوں نے اونٹ کی رسی پکڑی، مہار پکڑی اور چلتے بنے اور ہم لوگ جلدی جلدی پہنچ گئے، جب وہاں پہنچے تو الحمدللہ سب خوش ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اطمینان ہو گیا۔

پھر جب مدینہ منورہ پہنچے، تو مدینہ منورہ میں جب یہ قصہ پھیلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا وہاں استجاء کے لئے گئی تھیں، دیر ہو گئی تھی اور پیچھے رہ گئیں تھیں، ہمارے امام صاحب نے آج جو الف لام میم سے شروع کیا تھا فجر کی نماز میں، **و من الناس من یقول** یہاں سے لے کر کے پورا رکوع **او کصیب من السماء**، انہوں نے چھوڑ دیا تھا، وہاں تک پورے رکوع تک کن کا ذکر ہے؟ منافقین کا ذکر ہے۔

ہمارا مذہب اس میں کتنی رواداری، کتنی برداشت، کتنا تحمل۔ دشمنوں کو سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم برداشت فرما رہے ہیں، ساری دنیا فتح کی جارہی ہے، ملک کے ملک فتح ہو رہے ہیں، ایسے جاں باز ساتھ ہیں، مگر خود گھر کے اندر جو منافقین ہیں، ہر وقت ستا رہے ہیں، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت فرما رہے ہیں، ہر ایک کے نام لے کر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بتا دیا کہ یہ منافق ہے، یہ منافق ہے، یہ منافق ہے، یہ ان کی لمبی داڑھی ہے، لمبا لباس ہے، لمبا عمامہ ہے مگر یہ مسلمان نہیں، منافق ہیں، یہ منافق ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ایک دفعہ روتے ہوئے پہنچے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس اور روتے ہوئے ان سے پوچھتے ہیں کہ حذیفہ ایک چیز پوچھ سکتا ہوں؟ یہ تو راز کی بات ہے، تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب اسرار بنایا، راز کی باتیں تمہیں بتائی ہیں۔ میں یہ نہیں پوچھتا کہ تمہاری فہرست میں کس کس کا نام ہے، کون کون ہے، لیکن صرف اتنا تو پوچھ سکتا ہوں کہ میرا نام اس میں ہے؟

اتنے بڑے خلیفۂ اعظم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعای عنہ اپنے متعلق پوچھتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ میرا نام تو نہیں اس منافقین کی فہرست میں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچے اور منافقین کو یہ پتہ چلا کہ یہ قصہ ہوا تو انہوں نے اس قصہ کو دوسرا رنگ دینا شروع کیا۔ انہوں نے تہمت لگانی شروع کی۔ اب یہ بات یہاں تک پہنچی کہ مدینہ منورہ پہونچ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا بیمار ہوگئی تھیں۔

طبیعت میں افاقہ ہوا تو ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا استنجے کے لئے جا رہی ہیں، اور ساتھ ایک صحابیہ ام مسطح رضی اللہ تعالی عنہا ساتھ ہیں، چھوٹا استنجاء، گھر کے ساتھ انتظام ہوتا، وہاں فارغ ہوجاتے اور بڑے استنجے کے لئے جنگل میں ذرا دور جانا ہوتا۔ فرماتی ہیں کہ ہم رات سے رات تک صبر کرتے تھے اور صرف رات کو استنجے کے لئے نکلتے تھے، جب ہم رات کو وہاں استنجے کے لئے گئے تو جو میرے ساتھ ام مسطح تھیں، ان کا پیر، اپنے برقعے کے اوپر پیر پڑا اور وہ گرگئیں، ٹھوکر لگی، جیسے ہی گری تو کہنے لگیں **تَعِس مسطح**، اپنے

بیٹے کو بددعا دے رہی کہ میرا بیٹا مرے، **تَعِس مسطح۔**

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا، ام مسطح سے، کہ تم اپنے بیٹے کو بددعا دے رہی ہو؟ تمہارا بیٹا تو بدریین میں سے ہیں، بدر میں وہ شریک تھا، وہ پوچھتی ہیں تو تو بالکل بھولی ہے، تجھے نہیں معلوم کہ یہ کیا باتیں ہورہی ہیں؟ میں نے کہا مجھے تو کچھ نہیں معلوم، پھراس نے **'بقرت لی الحدیث'** ساری بات کھول کراس نے بیان کردی میرے سامنے کہ تم وہاں سے جب واپس آئیں، تو یہاں مدینہ منورہ میں ایک سٹوری چل رہی ہے اورانہوں نے آپ پرتہمت لگائی ہے، امی جان نے کہا اچھا میرے اوپرتہمت؟ اسی لئے انہوں نے کہا۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا

صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیاَ

کہ میرے اوپرایسی مصیبتیں آئی ہیں۔

اب ہم میں سے کسی کی ماں پرکوئی تہمت لگائے، کسی کی بیٹی پرلگائے، کسی کی بہن پر لگائے، تو وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوگا، اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوجائے گا، کیوں؟ کہ اوہ! میری ماں کے متعلق ایسی بات کی، صرف تہمت نہ لگائے، صرف ماں کی گالی دے دے، اس کوانسان برداشت نہیں کرتا، گوارانہیں کرتا اورسرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ، ہم سب کی ماں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے متعلق مدینہ منورہ میں یہ افواہ پھیلائی گئی۔

فرماتی ہیں کہ پھرمیں نے ان سے پوچھا، ام مسطح سے کہ واقعی یہ باتیں پھیلائی جارہی ہیں؟ پھرمیں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی بات پہنچ گئی؟ وہ کہتی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوبھی معلوم، فرماتی ہیں کہ میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، فرماتی ہیں تب میرے ذہن میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں کئی دنوں سے بدلا ہوا پارہی ہوں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھرمیں داخل ہوتے ہیں توصرف اتنا پوچھتے ہیں کہ عائشہ تم

کیسی ہو؟ ورنہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار میرے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اس کا انداز کچھ اور تھا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند دنوں سے بدلا ہوا پا رہی ہوں۔

فرماتی ہیں کہ میں گھر پہنچ کر پھر ایک دم بیمار، اٹھ بھی نہیں سکتی، صاحبِ فراش ہوگئی، تو رونا، رونا، رونا ہر وقت، فرماتی ہیں میرے ابا جان میرے پاس آئے، ایک طرف وہ بیٹھے ہیں، میری امی آئیں، ایک طرف وہ بیٹھی ہیں، وہ تسلی دیتی ہیں، میری ماں کہتی ہیں کہ جب ایک شوہر کی ایک سے زائد بیویاں ہوتی ہیں تو کچھ نہ کچھ آپس میں اس طرح ایک دوسرے میں جھگڑا چلتا رہتا ہے، تم صبر کرو، ایسی کوئی بات نہیں ہے، فرماتی ہیں میں نے ان سے بھی پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم ہے؟ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں تم صبر کرو، میرے ابا مجھے صبر کی تلقین کر رہے ہیں۔

اور ایک دن کہتے ہیں کہ اسی طرح سلسلہ چلتا رہا، ایک دن میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تشریف لانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ سب سے پوچھا بھی۔ دونوں جہان کے سردار، اور اتنے جان نثار صحابۂ کرام کہ ہر وقت جان دینے کے لئے ساتھ موجود، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تہمت کو کتنا برداشت کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گھر میں کام کرنے والی حضرت بریرہ رضی اللہ تعالی عنہا تھیں ان کو بلا کر پوچھا کہ بریرہ، یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں، عائشہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

عرض کرتی ہیں حضرت بریرہ، باندی انہوں نے کہا **واللہ! لا نعلم فیھا الاخیرا**، سوائے خیر کے عائشہ کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ میری سب سے زیادہ لڑائی رہتی تھی ازواج مطہرات میں حضرت زینب کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، سب کا ایک ہی جواب، ایک ہی کلمہ تھا، **واللّٰہ لا نعلم فیھا الا خیرا**، سوائے خیر کے ہم عائشہ میں کچھ نہیں جانتے۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ منبر پر تشریف لائے، صحابۂ کرام سے مسجد بھری ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم استغاثہ، فریاد کر رہے ہیں، کہ ایک شخص میری زوجۂ مطہرہ کے بارے میں ناشائستہ کلمات پھیلا رہا ہے، اتنا سن کر صحابۂ کرام کھڑے ہو گئے، اوس اور خزرج، چونکہ عبداللہ بن اُبی، منافقین کا سردار، یہ اس میں پیش پیش تھا، دوسرے منافقین اس کی مدد کر رہے تھے، سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ جو اوس کے سردار تھے، وہ کھڑے ہو گئے، عرض کیا یا رسول اللہ! اگر وہ شخص جس کے متعلق آپ فرما رہے ہیں، اگر یہ ہمارے قبیلے میں سے ہے، اوس میں سے، اگر ہمیں آپ بتا دیں ہم فوراً اس کو قتل کرتے ہیں، اور اگر دوسرے قبیلے خزرج کا ہے، اگر آپ کا حکم ہوگا تو ہم اسے بھی قتل کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل، برداشت دیکھئے کہ جنّتی عورتوں کی سردار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا، پر اتنی بڑی تہمت رکھی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سامنے مسجد میں قلبی اذیت کا اظہار فرما رہے ہیں، سب کے سامنے فرما رہے ہیں، اس سے زیادہ تحمل اور برداشت والا مذہب دنیا میں کونسا ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا مسلسل جب بیمار رہنے لگیں، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر پر جہاں وہ منتقل ہو گئی تھیں، وہاں تشریف لے گئے، دیکھا کہ ایک طرف ابا جان بیٹھے ہوئے ہیں، ایک طرف ان کی امی بیٹھی ہوئی ہیں، ام رومان بیٹھی ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر تشریف فرما ہوئے۔ اب تک تو سب سے پوچھا تھا، گھر والوں سے، باندی سے، اور ازواج مطہرات سے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مجھے بھی اس کا یقین ہے ان کی تقوی اور طہارت کی وجہ سے، مگر پھر اب براہ راست، پہلی دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے ہیں۔

اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سوال کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی

عنہا سے کہ عائشہ جو بات سچی سچی ہو مجھے بتا دو، **وَ اِنْ کُنْتِ الْمَمْتِ،** اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ تعالی اس کو معاف کر دیں گے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اپنے ابا جان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہتی ہیں کہ **اَجِبْ عَنِّی،** ابا جان آپ میری طرف سے جواب دیں، یہاں بھی باپ بیٹی کو، چہیتی بیٹی حضرت عائشہ کو قربان کر رہے ہیں، کہ میں کیا جواب دوں سرکار کے سامنے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنی امی سے کہنے لگی، **اجیبی عنی رسول الله،** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب میری طرف سے آپ دیجئے، تو وہ بیٹی کو قربان کرنے کے لئے تیار ماں، وہ کیا کہتی ہیں، کہ میں کیا کہوں؟ تم جواب دو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ روتے، روتے، روتے میرے آنسوں بھی خشک ہو گئے تھے، تو میں نے صرف اتنا کہا کہ میرا اور تمہارا حال ایسا ہے جیسا کہ یوسف اور ان کے ابّا کا حال تھا، فرماتی ہیں جلدی میں مجھے یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آیا، میں نے کہا کہ 'ابا یوسف'، کہ انہوں نے جو کہا تھا '**فصبر جمیل، والله المستعان علی ما تصفون**'، ان کا وہ قول میں نے نقل کیا۔

یہ دونوں جہاں کے سردار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، دنیا فتح ہو رہی ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ پر اتنا بڑا بہتان لگایا جا رہا ہے، پھر بھی ان دشمنوں کو اتنا برداشت کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ کون کون باتیں کر رہا ہے، صحابۂ کرام ان کی گردن اڑانے کے لئے تیار مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے ان کو خاموش کیا کہ نہیں نہیں، ابھی نہیں، جس طرح خدا کا حکم ہو۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا اور انہوں نے یہ جواب دیا، **فصبر جمیل، والله المستعان علی ما تصفون،** ادھر سے یہ جواب ان کے زبان مبارک سے نکلا اور اُدھر اوپر سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں دیکھ رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار شروع ہو گئے۔ جب وحی آتی تھی تو ہم سمجھ

جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا، فرماتی ہیں پسینہ ٹپکنا شروع ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایک طرف کو جھکی ہوئی ہے اور جیسے ہی وحی ختم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو فرمایا کہ **ابشری یا عائشة!** کہ عائشہ تمہارے لئے بشارت ہو خوش خبری ہو۔

امی جان، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی والدہ کہتی ہیں کہ عائشہ، اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر چوم لو، ہاتھ چوم لو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دو، غصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں تو صرف میرے مولیٰ کا شکرادا کروں گی جس نے میری براءت نازل فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ **سورۃُ اَنْزَلْنَاهَا**، یہ پوری سورت اس وقت نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت صحابۂ کرام کو سنائی، اس سورت کا شان نزول یہ ہے، تو یہ مصیبت، کہ **صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ** کیوں کہا؟ اس کی وجہ سے کہا، اور دوسرا سوال، دوسری بات میں نے عرض کی تھی کہ آدھا علم وہ کیسے؟ تو ابھی اس کے بعد میں عرض کرتا ہوں۔

۱۲

ام المؤمنین طاہرہ مطہرہ
رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے
عرش بریں سے براءت وطہارت
کا اعلان

وسمعت وحی اللّٰه عند محمد	من جبرئیل ونوره یغشانی
اوحی الیه وکنت تحت ثیابه	فحنا علیّ بثوبه خبّانی
من ذا یفاخرنی وینکر صحبتی	ومحمد فی حجره ربّانی؟
وأخذت عن أبویّ دین محمد	وهما علی الاسلام مصطحبان
وأبی اقام الدین بعد محمد	فالنصل نصلی والسنان سنانی
والفخر فخری والخلافة فی أبی	حسبی بهذا مفخراً وکفانی
وانا ابنة الصدیق صاحب احمد	وحبیبه فی السر والاعلان
نصر النبی بماله وفعاله	وخروجه معه من الاوطان
ثانیه فی الغار الذی سد الکوی	بردائه أکرم به من ثان
وجفا الغنی حتی تخلل بالعَبَ	زهدا وأذعن ایما اذعان
وتخللت معه ملائکة السَّمَ	وأتته بشری اللّٰه بالرضوان
وهو الذی لم یخش لومة لائم	فی قتل أهل البغی والعدوان
قتل الألی منعوا الزکوة بکفرهم	وأذل اهل الکفر والطغیان
سبق الصحابة والقرابة للهدی	هو شیخهم فی الفضل والاحسان
واللّٰه ما استبقوا لنیل فضیلة	مثل استباق الخیل یوم رهان
الاّ وطار أبی الی علیائه	فمکانه منها اجلّ مکان

(أبی عمران موسی بن محمد بن عبد اللّٰه الواعظ الأندلسی رحمه اللّٰه)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہُ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہُ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہُ لا شَرِیْکَ لَہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ:

گذشتہ کل جو درس جلالین کا ہو رہا تھا اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے متعلق عرض کیا تھا کہ ان کا امت پر بہت بڑ احسان ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، ہر ایک کی زبان پر جب آپ کا تذکرہ آتا تو وہ یہ فرماتے، کہ امت پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بہت بڑا احسان، ہمیں ان کی وساطت سے دین ملا اور دینی احکام ملے اور یہاں تک وہ فرماتے ہیں کہ آدھا دین دوسروں نے پہنچایا اور آدھا دین تنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پہنچایا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ان کے ابا جان، صاحبِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار، اول المؤمنین میں، ان کے کس قدر فضائل۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گزشتہ امتوں میں محدَّث گزرے ہیں، و اِن یکن فی امتی فعمر بن الخطاب، کہ جو محدَّث، جن کی زبان پر خدا بولتا ہے، کبھی جن کی زبان غلط نہیں بول سکتی، کتنا بڑا انسان، کتنا بڑا مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی انہیں ملا۔

اسی طرح سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ، سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ، خلفاء اربعہ، عشرۂ مبشرہ، بدریین، شرکاءِ حدیبیہ، شرکاءِ احد، بڑے بڑے جاں نثار صحابۂ کرام اور قرائے مدینہ، علمائے مدینہ، علمائے صحابہ، سب کا دین کی حفاظت میں حصہ ہے مگر اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بہت بڑا حصہ ہے، سب سے بڑا حصہ۔ یہ کیسے؟

جو گزشتہ کل میں نے واقعۂ افک بیان کیا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر ایک تہمت لگتی ہے، اور اس تہمت میں ایک دن، دو دن نہیں، کئی ہفتے گذر جاتے ہیں، اسی کشمکش میں کہ اب کیا ہوگا؟

نہ صرف ہماری ماں ام المؤمنین پریشان، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، دونوں جہاں کے سردار ہر آن پریشان، اور میں نے عرض کیا کہ اتنے پریشان ہوئے کہ مسجد نبوی میں منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار فرمایا۔ اور تمام صحابۂ کرام پریشان غمزدہ، کوئی کدھر رو رہا ہے، کوئی کدھر رو رہا ہے، ہفتوں تک سب پریشان رہے، اور ان سب پر صبر اور تحمل کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالی نے بے شمار رحمتیں اس امت پر نازل فرمائی، اس ایک قصہ کی وجہ سے، وہ کیسے؟

شق القمر کے ایک معجزہ میں کئی معجزات

جیسا کہ میں نے کل بھی عرض کیا تھا کہ اس امت کی خوبیاں اور اس کی کرامات اور اس کے امتیازی اوصاف اس قدر ہیں، کہ ایک ایک وصف پر کوئی غیر مسلم بھی، سلیم الفطرت انسان

غور کرے تو فوراً اس کا دل اور دماغ ایمان لانے پر مجبور ہو جائے گا، کہ دونوں جہان کے سردار، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگلی کے اشارے پر چاند ٹکڑے ہوسکتا ہے۔

اور صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ صرف شق القمر، چاند کا ٹکڑے ہونا ایک معجزہ نہیں، اس میں درجنوں معجزات اس ایک معجزہ میں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ٹکڑے ہو کر چاند زمین پر گرا نہیں، اپنی جگہ ٹھہر گیا، تیسرا معجزہ کہ ایک ٹکڑے نے چلنا شروع کیا، افق کی طرف آ رہا ہے، زمین کے کنارے کی طرف، اور زمین کے کنارے تک پہنچ کر، کہ دنیا دیکھ سکے، وہاں تک پہنچ کر وہ ٹھہر جاتا ہے، تو اس کا چلنا چوتھا معجزہ، چل کر پھر خاص جگہ پر افق جہاں چاند ہمیشہ طلوع ہوتا ہے، طلوع ہونے کے بعد جہاں سب سے پہلے اس کو دیکھ سکتے ہیں، وہاں اس کا ٹھہر جانا الگ معجزہ، دوسرا ٹکڑا چلنا شروع کرتا ہے، وہ بھی اسی طرح خاص جگہ پر آ کر ٹھہر جاتا ہے، پھر اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر انگلی مبارک سے اشارہ فرماتے ہیں تو دائیں طرف والا ٹکڑا چلنا شروع کرتا ہے، جہاں پہلے تھا اسی جگہ پر جا کر ٹھہرتا ہے، بائیں طرف والا چلنا شروع کرتا ہے اور وہ بھی اپنی جگہ پر آ کر، پھر آپس میں دونوں کا مِل جانا، ملنے کے بعد بھی اس میں کسی قسم کا شگاف نہ رہنا، کتنے معجزات ایک معجزے میں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام روحانی قوتوں اور پاوٗر کے باوجود کتنا صبر اور تحمل فرما رہے ہیں، ان مٹھی بھر چند شر پسندوں، شیطانوں کے بارے میں صحابۂ کرام سے استغاثہ فرما رہے ہیں کہ کون ہے جو ان کو سنبھالے، سمجھائے، میں نے کہا تھا کہ ہماری ماں، بہن، بیوی، بیٹی کسی کا کوئی نام لے کر دیکھے، انسان جان قربان کر دیتا ہے، غیرت کا تقاضا یہی ہوتا ہے، مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر صبر و تحمل دیکھئے۔

اور ادھر عزیز مصر کا حال دیکھئے۔

سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے قصہ سے تقابل

سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر عزیز مصر کی بیوی جھوٹی تہمت لگاتی ہے۔ خود اس نے بھی، عزیز مصر کی بیوی نے بھی کتنا بڑا معجزہ دیکھا حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کا، کہ میں نے سات دروازوں پر باہر سے تالے لگوادئے تھے، جیسے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام زلیخا کے کمرے سے بھاگتے ہیں تو خود بخود وہ کھلتے چلے جاتے ہیں، جس طرح آج کل کے الیکٹرانک دروازے کھل جاتے ہیں، دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں، ایک کھلا، دوسرا، دوسرے کا قفل ٹوٹا، وہ کھلا، تیسرا، ساتوں دروازے کھل گئے۔ جب زلیخا نے دیکھا کہ میں تو رسوا ہوجاؤں گی تو سب محبتیں اور عشق دھرا رہ گیا اور سارا برائی کا ٹوکرا حضرت یوسف علیہ السلام کے سر اس نے دھر دیا اور تہمت لگا دی کہ انہوں نے مجھے چھیڑنے کی کوشش کی تھی۔

اب پھر معجزہ دیکھتی ہے، جتنے حاضرین سب دیکھتے ہیں، عزیز مصر پوچھتا ہے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو کہ یہ کیا کہتی ہے زلیخا؟ وہ اپنی براءت کا اعلان فرماتے ہیں کہ میں تو بری ہوں، یہ تو مجھ پر تہمت لگا رہی ہے، اب دونوں میں سے سچا کون؟ **و شهد شاهد من اهلها،** ایک گود کا دودھ پیتا بچہ اللہ تبارک وتعالی اسے گویائی عطا فرماتے ہیں، وہ بول پڑا، اور بولا بھی اس طرح کہ دلیل سے، اس نے کہا کہ یہ تو بہت آسان ہے، دیکھ لو، اگر یوسف کی قمیص سامنے سے پھٹی ہے تو زلیخا سچی، یوسف جھوٹے اور اگر پیچھے سے پھٹی ہے، تو یوسف سچے، زلیخا جھوٹی۔

ادھر عزیز مصر نے اور تمام حکام نے، اہلِ حکومت نے دیکھا اتنا بڑا معجزہ کہ بچہ بول پڑا، یہی کافی تھا ان کے لئے، زلیخا کی ہدایت کے لئے یہی کافی تھا کہ تمام دروازے اس نے کھلتے ہوئے دیکھ لئے، مگر نہیں، ظلم وستم پر جب انسان اترتا ہے تو ان تمام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے، اخیر میں اپنی حکومت کی عزت بچانے کے لئے عزیز مصر نے یہی فیصلہ کیا کہ یوسف علیہ

السلام کو جیل بھیج دو، جھوٹی تہمت رکھ کر بھیجا گیا حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں اور یہاں دونوں جہان کے سردار صبر کا گھونٹ پی رہے ہیں۔

اسلام کے سچا مذہب ہونے کی دلیل

کوئی غیر مسلم صاحبِ علم جب ان دونوں واقعات کا موازنہ کرے گا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجۂ مطہرہ کی تہمت پر اتنا صبر فرما رہے ہیں اور ادھر عزیزِ مصر نے جھوٹی تہمت پر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجا، تو اس کا دل دماغ مجبور ہوگا کہ اسلام سچا مذہب ہے کہ جس کے نبیِ پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے بڑے واقعہ پر اس درجۂ صبر وتحمل سے کام لیا اور انتظار میں کہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے جو بھی حکم ہوتا ہے، چنانچہ اس کے نتیجہ میں سورہ نور نازل ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی براءت نازل ہوئی۔

سورہ نور سینکڑوں ہدایات پر مشتمل

براءت کیا نازل ہوئی، اس میں علوم نازل ہوئے، رہتی دنیا تک کے لئے جینے کا سامان، ان کے لئے تہذیب وتمدن، ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح وہ رہیں گے، کس طرح وہ برتاؤ کریں گے، معاشرت کے باب کے باب، کتابیں در کتابیں، اتنی سورت میں نازل ہوگئیں۔ نازل تو ہوئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی تہمت کی براءت کے نتیجہ میں، مگر اس میں سینکڑوں احکام، سینکڑوں ہدایات، سینکڑوں آداب اور اخلاق، انسانیت کو مل گیے۔

اسی لئے جب یہ سورت نازل ہوئی، تو صحابۂ کرام کہا کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو کہ تمہاری اس امت پر بہت ساری برکات ہیں، کوئی پہلی اور آخری نہیں ہے۔ کیوں؟ کہ انھوں نے دیکھا کہ **سورة انزلناها و فرضناها** کہ اللہ تبارک وتعالی نے اس میں ایسے احکام ہم پر فرض کیے، اتارے جو قیامت تک کے انسانوں کے لئے روئے زمین پر چین اور سکون اور راحت کا سامان ہیں۔ کیا کتاب السلام، صرف سلام کے متعلق آپ

دیکھیں گے کہ مستقل کتابیں لکھی گئی، سلام کے احکام کے بارے میں، کہ سلام کس کو کرنا چاہیئے، کس آواز سے کرنا چاہیئے، کن الفاظ سے کرنا چاہیئے، کس وقت کرنا چاہیئے، کس وقت میں نہیں کرنا چاہیئے۔ کتاب الاستیذان جس پر کل سبق چل رہا تھا۔ اس سے پہلے زنا، خود اسلام کے آنے کے بعد بھی اس کی حرمت نہیں تھی۔ صحابۂ کرام جو پہلے سے جس طرح شراب کی اجازت تھی، شراب پیتے تھے تو اس میں بھی ملوّث تھے۔

حضرت مرثد غنوی رضی اللہ تعالی عنہ جو ایک صحابی تھے، تو وہ اپنی آشنا کو ملنے کے لئے مکہ مکرمہ تک سفر کر کے جایا کرتے تھے، مگر اس آیت کے ذریعہ، اس سورت کے ذریعہ، **و حرم ذالک علی المؤمنین**، زنا کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا، زنا بھی حرام، متعہ بھی حرام اور نکاح کے مستقل احکام، کہ کن سے نکاح کر سکتے ہیں، کتاب النکاح کے احکام اس میں نازل ہوئے۔ قذف اگر تہمت کسی پر لگے گی تو باب القذف، پھر اس میں حدِ قذف، کن حالات میں حدِ قذف جاری کی جاتی ہے اور کن حالات میں نہیں۔ اگر زوجین میں سے کوئی کسی پر تہمت لگائے تو وہاں حد قذف کے بجائے لعان ہے، تو یہ تمام آداب اور احکام اس سورت میں نازل ہوئے۔

اور پھر ان احکام کے بعد پھر پردے کے احکام جاری ہوئے، جو اس کے مبادی ہو سکتے ہیں زنا کے، اس لئے کہ یہی منافقین نے تہمت لگائی تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر۔

تو اس کے سدِ باب کے سلسلہ میں جتنی تدابیر ہو سکتی ہیں، ان تدابیر کے لئے یہ برقع، یہ پردہ، کون کون سے اعضاء کن کن کے سامنے کھولنے کی اجازت ہے، شوہر کے سامنے کتنے حصہ کی، اپنے والدین کے سامنے، بھائی بہنوں کے سامنے، ماں بہن کے سامنے، رشتہ داروں کے سامنے، غلام باندیوں کے سامنے، ہم جنس کے سامنے، مرد کا ستر مرد کے لئے، عورت کا ستر عورت کے لئے، اجنبی عورت کے لئے کیا ہو سکتا ہے، کتنے احکام، اس ایک تہمت کے نتیجہ میں پورا دین ہمیں مل گیا۔

نورانیت اور اس کے حصول کا طریقہ

آگے پھر اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ یہ جتنے احکام ہم نے نازل کئے اگر تم صدقِ دل سے ان کی پیروی کرو گے تو یہ نورانیت کا باعث ہیں، اس کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے ظلمت آتی ہے، تو ظلمت کا رستہ بتا دیا گیا کہ یہ ظلمت کا رستہ، جہنم کا رستہ ہے۔ یہ نور کا رستہ جنت کا رستہ ہے، **اللہ نور السمٰوات و الارض۔**

اس کے بعد مستقل ان احکام کے بعد نور کو اسی لئے بیان کیا گیا کہ یہ نور جس طرح گناہوں سے بچنے سے حاصل ہوسکتا ہے تو اس طرح اور اس کے حاصل کرنے کے لئے اور کون سے ذرائع ہیں، **الم تر ان اللہ یسبح لہ،** یہ آگے رکوع شروع ہوا کہ نور کے حاصل کرنے کے لئے اور کون کون سے طریقے ہو سکتے ہیں۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مشغول ہے

جیسا میں نے عرض کیا کہ نور کے آگے حاصل کرنے کے طریقے بتائے، کہ کہاں، کن طریقوں سے یہ نور حاصل ہوتا ہے، تسبیحات سے ملتا ہے، **الم تر ان اللہ یسبح لہ،** کہ تسبیحات کے ذریعہ۔

آگے انسانوں سے کہا گیا کہ تم کہاں غفلت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہو، تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہو، ان پرندوں کو نہیں دیکھتے، **والطیر صافات کل قد علم صلوتہ و تسبیحہ،** اللہ تبارک وتعالی انسانوں سے کہتے ہیں کہ میری مخلوق کو دیکھو، یہ آوازیں جو آپ سن رہے ہیں چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی، چھوٹے چھوٹے جانوروں کی، پرندوں کی، پرندوں کی جتنی بولیاں ہیں، وہ پرندے جو کچھ بولتے ہیں، جانور جو کچھ بولتے ہیں، ہر جانور، ہر پرندہ، ہر مخلوق، ہر رینگنے والا جانور، **و ان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم،** ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مشغول ہے، یہ زمین بھی، یہ آسمان بھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک میں کنکریاں اٹھائیں۔ صحابۂ کرام فرماتے

ہیں کہ وہ کنکر، پتھر چھوٹے چھوٹے، ہم ان کی تسبیح سن رہے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کھانے پر ہوتے، دستر خوان پر کھانا رکھا گیا ہے، وہ کھانا بول رہا ہے، اللہ کی تسبیح کر رہا ہے، اس کھانے میں سے ہم تسبیح سن رہے ہیں، جو پک چکا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے گئے، وہاں دشمنوں نے زہر دینے کی کوشش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زینب نامی ایک یہودی عورت نے گوشت پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منھ میں بوٹی رکھی، منہ میں جانے کے بعد اس نے بولنا شروع کیا، **لا تأكلني يا رسول الله فاني مسموم**، یا رسول اللہ میرے اندر زہر ہے، آپ مجھے نہ کھائیں۔

ایک لطیفہ

یہاں ایک لطیفہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا اس وقت اس نے کیوں نہیں کہا؟ **لا تأكلني يا رسول الله فاني مسموم**، جب دستِ مبارک میں اٹھایا پھر کیوں نہیں کہا، جب دہن مبارک میں پہنچا اس کے بعد کیوں اس نے بولنا شروع کیا **لا تأكلني يا رسول الله فاني مسموم**؟

اس لئے کہ وہ بوٹی کا ٹکڑا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار، محبت اور بوسہ کو چاہتا تھا کہ مجھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار مل جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی نمایاں خصوصیت: فدائیت

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اصحابی کالنجوم بایهم اقتديتم اهتديتم**، کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، جس کی بھی تم پیروی کرلوگے اس کو مقتدی بنا کر، پیشوا بنا کر تم چلو گے تو تم ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔

تنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اگر ہم زندگی پڑھیں اور جیسا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا طرز عمل تھا اپنے مولی کے ساتھ، حق جلّ مجدہ کے ساتھ،

جس طرح برتاؤ تھا سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہے، رفیقہ ہیں، جتنے واقعات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے آپ پڑھیں گے تو میں نے وہاں سوال قائم کیا تھا کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مقابلہ میں یہ درجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو کیوں ملا؟ کہ انہوں نے نصف دین ہمیں منتقل کیا۔

اس کی وجوہات میں سب سے بڑی وجہ یہ کہ نمایاں خصوصیت جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہمیں ملتی ہے وہ فدائیت، ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت میں گرفتار، ہر آن، ہر گھڑی۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر وقت پریشان رہتی تھیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عائشہ میں معلوم کر لیتا ہوں، جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو بھی مجھے معلوم ہو جاتا ہے، جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے، تو امی جان پوچھتی ہیں یا رسول اللہ یہ کیسے آپ کو معلوم ہو جاتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بات پر قسم کھا کر یوں کہتی ہو، **وربِّ محمد**، کبھی قسم کھانے کی ضرورت پیش آئی تو اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسم گرامی **وربِّ محمد**، کہ محمد کے پروردگار کی قسم، اور جب تم کسی بات پر قسم کھاتے ہوئے یوں کہتی ہو **وربِّ ابراھیم**، ابراھیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے پروردگار کی قسم، تو اس وقت میں سمجھ جاتا ہوں کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔

اس پر کتنا پیارا جواب دیا ہماری امی جان نے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا عرض کرتی ہیں کہ **یا رسول اللہ لا اھجر الا اسمک**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے دل میں تو ہوتے ہی ہو، صرف زبان پر اس وقت یہ کلمہ ہوتا ہے، دل سے زبان پر نہیں لاتی آپ کے اسم گرامی کو، ورنہ آپ تو میرے دل میں بسے ہوئے ہوتے ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بھولا پن

جیسا کہ میں نے کل عرض کیا کہ بہت کم عمری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی، صرف نو برس کی عمر میں رخصتی اور زوجیت کا شرف حاصل ہوا، اس لئے بہت بھولی بھالی تھیں، جیسا حضرت بریرہ رضی اللہ تعالی عنہا کا قول کل میں نے نقل کیا تھا۔

ایک دفعہ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کو، دونوں کو ساتھ لے جاتے ہیں، اب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے دیکھا کہ جہاں کہیں پڑاؤ ہوتا ہے، منزل ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاش میں ہوتے ہیں کہ عائشہ کا اونٹ کدھر ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے اونٹ پر سواری فرماتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے پورے سفر میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ گفتگو بات چیت فرماتے ہیں۔

یہ شرف حاصل کرنے کے لئے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جس طرح بات کی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا کتنا بھولا پن! بالکل بچے کو جس طرح ہم بہلاتے ہیں اس طرح بہلایا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو، کہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہا کہ عائشہ، ایسا کر سکتے ہیں کہ تم میرے اونٹ پر سواری کر لو اور میں تمہارے اونٹ پر؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا، کیوں؟ کیوں ایسا کیا جائے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میرے اونٹ پر جو میں دیکھتی ہوں وہ آپ کو دیکھنے کو ملے گا۔

اب جس طرح بچے کو کہتے ہیں کہ ادھر دیکھو، وہ ادھر کیا ہے؟ وہ درخت کے پتے ہل رہے ہیں، پرندہ ہے۔ تو اس کی توجہ ادھر مبذول کرنے کی اس طرح آپ کوشش کرتے ہیں۔ جیسا ہی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ تم میرے اونٹ پر بیٹھ جاؤ، پوچھا کیوں؟ کہا کہ میرے اونٹ پر بیٹھ کر آپ کو جو میں دیکھتی ہوں وہ دیکھنے کو ملے گا، تو اس میں جھوٹ بھی کچھ

نہیں تھا کہ جو میں دیکھتی ہوں وہ آپ کو دیکھنے کو ملے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بھولی بھالی، انہوں نے سوچا پتہ نہیں کیا دیکھنے کو ملتا ہوگا ان کے اونٹ کے اوپر، اب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کے اونٹ پر سوار ہوگئیں۔ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جب سفر کا وقت ہوا تو دیکھا کہ حضرت عائشہ کا اونٹ کونسا ہے اس کے ہودج میں تشریف لے گئے، اندر پردے میں جا کر دیکھا تو وہاں حفصہ، تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کیسے آگئی؟ عرض کیا یہ تو اللہ کی طرف سے ہے۔

اب حضرت عائشہ کا حال سنئے، کہیں پھر سفر میں منزل کا اعلان ہوا، کہ منزل کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی تنہا ہیں، فرماتی ہیں خود کہ میں تو ان کے کہنے کی وجہ سے، کہ انہوں نے کہا تھا کہ میرے اونٹ پر تم بیٹھو گی تو تمہیں دیکھنے کو ملے گا، تو میں بیٹھ گئی، اس میں کیا دیکھنے کو ملے گا؟ جنگل بیابان، اب جب منزل ہوئی تو فرماتی ہیں کہ مجھے اتنا افسوس ہوا، اتنا افسوس ہوا کہ میں نے تلاش کیا کہ سب سے زیادہ خطرناک جگہ یہاں کونسی ہے کہ جس میں سانپ، بچھو، جنگلی جانور ہو سکتے ہیں، ایسی جھاڑی کے اندر میں چلی گئی اور میں نے اپنے پیر اس کے اندر کانٹوں میں، جھاڑی میں ڈال دئے، لٹکا دئے اور میں دعا کرتی **اللھم سلط علی عقربا**، اے اللہ تیرے زہریلے جانوروں میں سے کسی درندے کو، کسی جانور کو میرے اوپر مسلط کر دے جو میرا خاتمہ کردے۔ یہ جو خصوصیت تھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت، عشق ومحبت۔اور تمام صحابۂ کرام میں تھی یہ چیز، مگر ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا میں دیکھتے ہیں کہ ہر آن، ہر گھڑی حضور ہی حضور اور کوئی چیز برداشت نہیں ہوتی تھی۔

غارت امک

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی باری ہے، پڑوس میں سے زوجۂ مطہرہ کے یہاں سے خادم کھانا لے کر آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو گوارا نہیں ہوا کہ ہماری

باری میں ادھر سے کھانا آئے، ہاتھ مارا اور سارا کھانا نیچے، وہ پیالہ بھی ٹوٹ گیا۔

اب اس روایت کے ذیل میں شراح سب احکام بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم کوتو اتنا ہی فرمایا غارت امک ، تمہاری ماں کو غیرت آ گئی اس لئے ہاتھ مارا، پیالہ ٹوٹ گیا اور ادھر سے پیالہ اٹھا کر کے اچھا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم کو عطا فرما دیا، تو کسی چیز میں انہیں برداشت نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سوا اور کسی کے ہو کر رہیں۔

اسی لئے اپنے متعلق فرماتی ہیں کہ دس چیزیں اللہ تبارک وتعالی نے مجھے ایسی نصیب فرمائی ہیں کہ جس میں میرے ساتھ اور کوئی شریک نہیں، ابن سعد نے ان تمام دس چیزوں کو ترتیب کے ساتھ بیان بھی کیا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و نبینا و شفیعنا و حبیبنا و سندنا مولانا محمد و بارک و سلم

۱۳

ام المؤمنین حضرت عائشہ
رضی اللہ تعالی عنہا
کی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نرالی معاشرت

ویل لعبد خان آل محمد — بعداوۃ الأزواج والأختان

طوبی لمن والی جماعۃ صحبہ — ویکون من أحبابہ الحسنان

بین الصحابۃ والقرابۃ ألفۃ — لا تستحیل بنزغۃ الشیطان

ھم کالاصابع فی الیدین تواصل — ھل یستوی کف بغیر بنان؟

حصرت صدور الکافرین بوالدی — وقلوبھم ملئت من الأضغان

حب البتول وبعلھا لم یختلف — من ملۃ الاسلام فیہ اثنان

أکرم بأربعۃ ائمۃ شرْعِنَ — فھم لبیت الدین کالأرکان

نسجت مودتھم سدی فی لحمۃ — فبناؤھا من أثبت البنیان

اللّٰہ ألف بین ود قلوبھم — لیغیظ کل منافق طعان

رحماء بینھم صفت أخلاقھم — وخلت قلوبھم من الشنآن

فدخولھم بین الاحبۃ کلفۃ — وسبابھم سبب الی الحرمان

جمع الالہ المسلمین علی أبی — واستبدلوا من خوفھم بأمان

واذا أراد اللّٰہ نصرۃ عبدہ — من ذا یطیق لہ علی خذلان؟

(أبی عمران موسی بن محمد بن عبد اللّٰہ الواعظ الأندلسی رحمہ اللّٰہ)

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهِ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْکَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا کَثِيْرًا کَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ

مضمون آپ کی اس مسجد کی دو تین مجلسوں سے چل رہا تھا کہ انبیاء اور مرسلین کے سردار، آقائے نامدار، سرورِ کونین، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی، چہیتی، زوجۂ مطہرہ، ام المؤمنین، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر منافقین کی طرف سے ایک تہمت باندھی جاتی ہے۔ کیا ظاہری طاقت اور قوت، جس کے مقابلہ میں مٹھی بھر شر پسند منافقین کوئی چیز نہیں تھے اور کیا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی مرتبہ کہ جن کے ابرو کے اشارے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی تھی، صرف دل میں خیال آجائے اور معاملہ طے ہو جاتا تھا، لیکن **لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَة**۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم رہتی دنیا تک، قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ اور سیمپل بن کر آئے تھے، اس لئے اتنے بڑے واقعہ، اتنی بڑی تہمت، اتنے بڑے حادثہ کے بارے میں بھی وہ فیصلہ نہیں ہوا جو عزیزِ مصر نے غلط تہمت حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام پر لگا کر کے انہیں جیل بھیج دیا تھا، بَری تھے اور اپنی آنکھوں سے اس نے معجزات دیکھے، زلیخا نے سات دروازوں کو کھلتے ہوئے دیکھا، شیر خوار، دودھ پیتے بچے کو اللہ نے گویائی دی، وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا اور اس نے علامت بتائی، صحیح علامت۔ ان سب کے باجود، عزیزِ مصر یہ جاننے اور ماننے کے باوجود کہ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام بالکل بَری ہیں، مگر دنیا کے سامنے اپنی جھوٹی عزت بچانے کے خاطر حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کو جیل بھیج دیا۔

اور یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبر کا پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا کئی ہفتوں اتنی بڑی تہمت پر اس طرح صبر کرنا، زندہ رہنا، یہ خود ان کی کرامت تھی۔ یہ بہت بڑا سبق انسانیت کے لئے کہ مٹھی بھر شر پسندوں کا ایک ابرو کے اشارے سے صفایا ہوسکتا تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی، امت کو درس دیا کہ ایسے حالات، واقعات پیش آئیں تو صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے۔

صبر اور تحمل کا مذہب

شروع میں میں نے عرض کیا تھا کہ اسی واقعۂ افک کا کوئی انصاف کی نظر سے مطالعہ کرے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اتنے ہفتے صبر وتحمل کے ساتھ گزارے، صرف اسی وقت نہیں بلکہ اس کے بعد کا وقت، تو اس کی بند آنکھیں کھولنے کے لئے یہی واقعہ کافی ہے، کہ کس قدر رواداری کا مذہب، صبر اور تحمل کا مذہب، کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین ذات، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو برداشت فرما رہے ہیں اور اس کے بعد بھی جب حق تعالی شانہ کی طرف سے براءت نازل ہوتی ہے اور پوری سورہ نور جس میں براء

ت بھی صاف صاف نازل ہوئی۔

ہماری امی جان، ام المؤمنین، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے آپ کو اس سے بہت حقیر اور کم تر سمجھتی تھی کہ میرے بارے میں قرآن میں کوئی آیت اترے گی قیامت تک کے لئے، جس کی تلاوت کی جائے گی، حق تعالی شانہ اپنے کلام میں میری براءت نازل فرمائیں گے، فرماتی ہیں میرے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں تھا۔

قرآن اور حدیث کا فرق

میں تو سوچتی تھی کہ جس طرح اور بہت سارے احکام فرشتے لے کر آتے ہیں، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھتے ہیں، حدیبیہ کے عمرے کا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا، تو اس طرح میں نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری براءت کا کوئی خواب دیکھ لیں گے یا فرشتہ اور خبریں لے کر آتا ہے، وہ آکر بتا دے گا۔

ہمارے یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا، ہزاروں احادیث کا جو مجموعہ ہے یہ بھی کلامِ الٰہی ہے جیسے کلام اللہ، یہ کتاب اللہ کا کلام ہے، فرق یہ ہے کہ جو قرآن ہے یہ حق تعالی شانہ کا اپنا کلام ہے، حق تعالی شانہ نے اس کا تکلم فرمایا ہے ازل میں، تو یہ قدیم ازلی کلامِ الٰہی ہے، مضمون بھی حق تعالی شانہ اور کلام بھی حق تعالی شانہ کا اور لوحِ محفوظ سے جبرئیلِ امین کو حکم ہوتا تھا، اتنا نقل کر کے لاتے۔

ابھی فِیْ کِتَاب مَکْنُوْن، ہمارے قاری صاحب نے تلاوت فرمایا، تو وہاں سے جتنا حکم ہوتا تھا تو تیئیس سال کے عرصے میں چوبیس ہزار یا اس سے زائد مرتبہ وحی نازل ہوئی اور فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کو لے کر آتا رہا، اور یہ جو احادیث ہیں یہ بھی اللہ کا کلام ہے، مگر یہ فرشتہ مضمون لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کر دیتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان میں اسے ادا فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میرا گمان اپنے متعلق یہ نہیں تھا کہ قرآن میں کوئی آیت میرے متعلق اترے گی، میں تو سمجھتی تھی کوئی خواب دیکھ لیں گے،فرشتہ میرے براءت کا پیغام ادھر سے لے کر آئے گا۔ یہ زبردست صفات تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا میں، کہ شاید و باید۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مرض الوفات کا واقعہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا آخری وقت ہے، مرض الوفات میں ہیں، سکرات کا عالم ہے، دروازے پر کسی نے دستک دی، پوچھا گیا کون؟ عرض کیا کہ عبداللہ ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ دروازے پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما منتظر ہیں اور حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ کی بیمار پرسی کے لئے ،آپ کی عیادت کے لئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا رو پڑیں اور فرمایا کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ میں انہیں آنے کی اجازت دوں، سب کو تعجب ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب عزیز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص اور اس کے بعد یہ جواب کیوں؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جاں فشانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جیسا میں نے عرض کیا تھا، کہ انہوں نے ایک انصاری دوست کے ساتھ طے کیا، ان سے کہا کہ چلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے تشریف لے گئے ، ہم صحابۂ کرام کے پاس جا کر کے جنہوں نے جو احادیث سنی ہیں، ان کے پاس جو احادیث ہیں وہ اکھٹا کرتے ہیں، تو جلسہ میں میں نے عرض کیا تھا کہ کس طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے لئے جاں فشانی فرمائی اور کتنا ادب ملحوظ رکھا۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان انصاری سے کہا تو کچھ تو

انہوں نے ساتھ دیا، بعد میں وہ ساتھ چھوڑ گئے لیکن ایک زمانہ وہ آیا کہ وہ تو اپنے دنیا کے دھندوں میں مشغول رہے اور مجھے دیکھتے تھے کہ ہزاروں کا مجمع چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سننے کے لئے، دور دور ملکوں سے لوگ سفر کر کے پہنچ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے خود اپنے بارے میں فرمانے لگے کہ مجھے اس پر افسوس ہو رہا ہے کہ تم واقعی سمجھدار نکلے، کہ تم نے احادیث کو جمع کیا اور اس ذخیرہ کی تلاش میں دنیا بھر سے لوگ آپ کی خدمت میں آتے ہیں، اور اتنا بڑا حلقۂ درس مسجد نبوی میں آپ کا قائم ہے۔

اتنے بڑے حبر الامۃ، بحر الامۃ، مفسرِ قرآن، اس لئے سب کو تعجب ہوا کہ امی جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں اجازت دینے کے بارے میں پس و پیش فرما رہی ہیں، اور فرماتی ہیں کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ میں اجازت دوں۔

فرمایا کہ نہیں، اور کوئی وجہ نہیں، وجہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ وہ یہاں آ کر ابھی میری تعریف کریں گے، اور میں آخری وقت، مرتے وقت میں اپنی تعریف اپنے ان کانوں سے سننا نہیں چاہتی۔ کس قدر تواضع و انکساری جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہاں اپنے بارے میں فرما رہی ہیں کہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتی دنیا تک، قیامت تک کے لئے تلاوت کیا جانے والا قرآن میرے بارے میں نازل ہوگا، **الطیبات للطیبین، والطیبون للطیبات، اولئک مبرؤون مما یقولون**، یہ صاف صاف میرے متعلق فرمانِ الٰہی قرآن میں نازل ہوگا اس کا مجھے گمان نہیں تھا، چہ جائیکہ پھر پوری ایک سورت کی سورت نازل ہوئی۔

اور میں نے درس میں عرض کیا تھا کہ سورت بھی ایسی نازل ہوئی کہ اس ایک سورت سے درجنوں کتابیں تألیف کی گئیں، کتاب السلام، کتاب الاستیذان، پردے کا باب اور پردے اور ستر کے احکام، ہم جنس کے ساتھ کتنا پردہ، غیر جنس کے ساتھ کتنا پردہ، تو فرماتی ہیں کہ میرا

اپنے بارے میں یہ گمان نہیں تھا، میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ یہ میرے بارے میں قرآن کی آیت کوئی نازل ہوگی، چہ جائیکہ پوری سورت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی سخاوت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا میں حق تعالی شانہ نے بڑی صفات ودیعت فرمائی تھیں، یہ جو رونے دھونے اور اپنے آپ کو سب سے حقیر کم تر سمجھنا اور ڈرتے رہنا یہ ان کی نمایاں صفات میں سے تھا۔

جود و سخا اس درجہ کی کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس رقم آئی ایک لاکھ دراہم، یہ تو کوئن سکے ہوتے تھے، باندی سے فرمایا کہ تھال لاؤ اور تھال میں بھر بھر کر بھیجتی رہیں، جب شام ہوتی ہے تو روزے سے ہیں، تو باندی شکایت کرنے لگی کہ ایک لاکھ درہم آپ نے تقسیم فرما دئے اور ابھی افطاری کے لئے تو کچھ بھی نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ان سے فرماتی ہیں کہ اگر تو پہلے سے کہتی تو میں تجھے اس میں سے کچھ دے دیتی اب شکایت کرنے سے کیا فائدہ؟ بڑی زبردست، انتہائی درجہ کی فراخ دل اور سخی خاتون ہماری امی جان تھیں۔

ان واقعات کو دیکھ کر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما جو آپ کی بہن کے بیٹے، بھانجے۔ ایک مرتبہ تذکرہ ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں ہمیشہ کچھ بھی نہیں ہوتا، گھر خالی، نہ کھانے کے لئے، نہ پینے کے لئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی یہی حال تھا، جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرحمت فرماتے اس ہاتھ سے لیا اور ادھر صدقہ فرمادیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام ہیں، اس دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں، پیر کے دن چاشت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جہان سے وصال ہوا، بیماری کے شب و روز کا قصہ ہے۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ہاتھ میں چراغ ہے، اس چراغ کو لے کر ادھر والے گھر میں پڑوس میں جارہی ہیں، ادھر والے گھر میں پڑوس میں جارہی ہیں، روتی جارہی ہیں اور کہتی ہیں، کہ میرے محبوب، میرے سردار، نبیِ پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں، گھر میں اندھیرا ہے، روشنی کرنے کے لئے کوئی سامان نہیں، کسی کے پاس تھوڑا سا تیل ہو تو اس میں ڈال دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری رات کا یہ حال ہے کہ جو کچھ آتا سارا راہِ خدا میں صدقہ۔

ایک مرتبہ روزے سے ہیں اور عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے کسی سائل نے، فقیر نے سوال کیا، صدا لگائی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے باندی سے فرمایا کہ بھئی گھر میں کچھ ہو تو دو، اس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں صرف ہمارے افطار کے لئے ایک روٹی ہے، فرمایا وہی دے دو، اس نے کہا پھر ہم کیا کریں گے؟ ہمارا اللہ، وہ دے دو۔ صحابۂ کرام ان حالات اور واقعات کو دیکھ رہے تھے۔

سانپ مارنے پر دیت کی ادائیگی

ایک مرتبہ گھر میں کہیں دیکھا کہ سانپ آ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کوئی چیز ہاتھ میں لی اور اس کو مار دیا، جب سوئیں تو خواب دیکھتی ہیں، خواب میں دیکھا کہ کوئی آ کر شکایت کرتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ میں اور مسلمان کا قتل؟ میں نے کب کسی کو قتل کیا؟ اس کہنے والے نے کہا کہ آپ نے سانپ مارا، وہ سانپ کی شکل میں مسلمان تھا، دوسری کوئی مخلوق تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اس سے فرمایا کہ اچھا، اگر مسلمان تھا تو اسے دونوں جہان کے سردار، جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھر میں، پردے میں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ وہ آیا کیوں؟ اس نے کہا نہیں وہ پردے کو توڑ کر نہیں آیا تھا اور وہ اپنے رستے پر چل رہا تھا، وہاں آپ نے اس کو مارا، بس اتنا خواب دیکھا اور آنکھ کھل گئی، تو

رونا شروع کیا کہ یا اللہ! جس طرح ایک سچ مچ کسی قتلِ خطا کی دیت ہوتی ہے تو اس زمانے کے بارہ ہزار درہم قتلِ خطا کی دیت اس خواب کی وجہ سے انہوں نے ادا فرمائی۔

سانپ کے لئے تعویذ

مجھے یاد آیا کہ ہم لوگ وہاں مدینہ طیبہ میں تھے، حضرت شاہ مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی خدام میں سے حاجی انیس صاحب اور حاجی متین صاحب تھے، دونوں بھائی لاہور میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان ہوا کرتے تھے۔

حاجی انیس صاحب حضرت کی خدمت میں، حضرت شیخ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت، ہمارے گھر میں، مدینہ منورہ میں، یہاں ہم جب سے گھر میں منتقل ہوئے ہیں تو روز سانپ نکلتے ہیں، اور ایک ایک دن میں کئی کئی دفعے سانپ نکلتے ہیں، اور سانپ بھی کبھی ایک فٹ، ایک گز، دو، دو، تین، تین گز، بانس کی طرح بڑے بڑے لمبے سانپ نکلتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا مجھ سے کہ وضو ہے؟ عرض کیا جی، میں نے عرض کیا کہ جی وضو ہے، فرمایا کہ لو کاغذ قلم اور لکھو، حروفِ سریانی لکھو اور اس کے نیچے لکھو **یا اهل یثرب لا مقام لکم فارجعوا**، نیچے پھر درود شریف، لکھ کر ان کو دیا اس کے بعد، ایک ہفتے کے بعد وہ فرمانے لگے کہ حضرت وہ میں آپ سے تعویذ لے کر گیا تھا اور گھر میں رکھا، وہ دن اور آج کا دن، کہ اس کے بعد سے ایک سانپ بھی نہیں نکلا۔

قسم توڑنے پر کفارہ

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف اس خواب کی وجہ سے قتل خطا کی پوری دیت ادا فرمائی، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ اور صحابۂ کرام نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم امہات المؤمنین کے یہاں نفقہ کے طور پر بھیجتے ہیں تا کہ وہ آرام سے رہیں، کھائیں، پیئیں، مگر وہ سارا صدقہ کر دیتی ہیں اپنے لئے کچھ رکھتی نہیں ہیں، فقر و فاقہ گھر میں

رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زبان سے نکل گیا کہ اگرامی جان اسی طرح کرتی رہیں گی تو پھر ہم ان پر حجر کردیں گے، کہ اعلان کردیں گے کہ انہیں تصرف کا کوئی حق نہیں اگر کسی کو دیں تو وہ ہدیہ واپس کرے، باب الحجر، مستقل ایک باب ہے کسی کو مجور قرار دیا جاتا ہے۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفتگو کا علم ہوا اور ان کو پتہ چلا کہ میری سخاوت پر پابندی لگ رہی ہے اور عبداللہ ابن زبیر، میرے بھانجے نے میرے متعلق یہ کلمات کہے ہیں، تو انہوں نے قسم اٹھائی کہ **واللّٰہ لا اکلّمہ ابدا**، کہ میں ان سے بولوں گی نہیں، بات چیت ختم، کہ مجھ پر پابندی لگانا چاہتے ہیں کہ میں سخاوت نہ کروں، مال تقسیم نہ کروں۔

ایک دن، دو دن، عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوشش کرتے رہے، اور صحابۂ کرام سفارش کرتے رہے، جب بھی دروازے پر حاضر ہوتے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، پتہ چلتا کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، تو فرماتیں کہ آنے کی اجازت نہیں، نہیں آسکتے۔

اب صحابۂ کرام نے دیکھا کہ واقعی ام المؤمنین بہت شدید ناراض ہیں، اس کا کوئی علاج ہونا چاہئے، تو حضرت مسور ابن مخرمہ اور ایک دو صحابۂ کرام عبداللہ ابن زبیر کو اپنے ساتھ لے کر پہنچے اور انہوں نے دروازے پر دستک دی، پوچھا کہ کون؟ تو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ جو دوسرے صحابۂ کرام ساتھ تھے انہوں نے اپنے نام لئے، کہ میں مسور بن مخرمہ ہوں، میں فلاں ہوں، فرمایا کہ آجاؤ، انہوں نے پھر پوچھا کہ **او کلنا ندخل**؟ ہم سب کے سب آجائیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گمان بھی نہیں تھا کہ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن زبیر بھی ہوں گے، اس لئے فرمادیا کہ تم سب داخل ہو جاؤ۔

جب حجرہ میں داخل ہو گئے تو ساتھیوں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

کہا کہ جا کر لپٹ جاؤ، پیروں میں پڑ جاؤ، اب عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما نے خالہ جان کے پیر پکڑ لئے، روئے، روئے، روئے، معافی مانگتے رہے، روتے رہے اور یہ حضرات بھی سفارش کرتے رہیں، کہ امی جان ان کو معاف کر دیجئے، یہ بھی آپ کے بھانجے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان سے غلطی ہوگئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں نے تو قسم اٹھا رکھی ہے، عرض کیا کوئی بات نہیں قسم کا تو کفارہ دیا جا سکتا ہے لیکن ان کو معاف کر دو۔

بالآخر حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کو ادھر معاف تو کر دیا مگر قسم کے کفارہ کے طور پر ایک غلام آزاد کیا، اس سے تشفی نہیں ہوئی، دوسرا آزاد کیا، تیسرا کفارے کے طور پر، چالیس غلام صرف اس قسم کے کفارے میں انہوں نے آزاد کئے، اور اس کے باوجود بھی صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ جب کبھی انہیں یہ واقعہ یاد آتا تھا کہ میں نے اللہ کے نام کی حرمت کو توڑا، قسم کو توڑا، اس کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں، اتنا روتی تھیں کہ ان کی اوڑھنی بھیگ جایا کرتی تھی۔

کسی کے سامنے ان کی تعریف کی شریعت میں اجازت نہیں ہے

آخری وقت میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما حاضرِ خدمت ہیں، اجازت چاہتے ہیں عیادت کے لئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ خیال آتا ہے کہ یہ آ کر میری تعریف کریں گے اس لئے میرا تو جی نہیں چاہتا کہ ان کو آنے کی اجازت دوں، مگر منع بھی نہیں کر سکتی، اس لئے فرمایا ان کو آنے دو۔

جیسے ہی پہنچے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما تو انہوں نے تسلی کے الفاظ کہنے شروع کئے کہ یا ام المؤمنین، آپ کو کس بات کا فکر؟ آپ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب زیادہ چہیتی، محبوبہ، زوجۂ مطہرہ۔ آپ کے لئے تو حق تعالی شانہ نے قرآنِ پاک میں پوری سورت کی سورت نازل فرمائی، یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا رونے لگیں اور

کہنے لگیں دیکھو میں نے کہا نہیں تھا کہ ایسا ہوگا، فرمایا کہ میں مرتے وقت اپنی تعریف سننا نہیں چاہتی۔

اسی لئے میں نے اس دن عرض کیا تھا کہ ہمارے یہاں یہ جو رسم ہے کسی مہمان کے استقبال کے نام سے، ان کی تعریف ان کے سامنے کی جاتی ہے، برملا اسٹیج پر کی جاتی ہے، ہماری شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

حدیث افک انسان کی ہدایت کے لئے کافی

اسلام کے خلاف ایک غلط فہمی پھیلانے کی عرصے سے کوشش جاری ہے کہ یہ مذہبِ اسلام تلوار سے پھیلا، طاقت کے زور سے پھیلا، جب نبی کی سب سے چہیتی بیوی پر تہمت لگی، تو ان تہمت لگانے والوں پر تلوار نہیں چل سکتی تھی؟ اگر ان پر تلوار چلی ہوتی تو ہر مہذب انسان کہہ سکتا تھا کہ یہ غلط، شر پسند لوگ تھے، ان پر اگر تلوار چلائی گئی تو کوئی برا کام نہیں ہوا۔

میں نے عزیزِ مصر کا واقعہ سنایا تھا کہ اس نے غلط طور پر، سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کو غلط تہمت پر جیل بھیج دیا، مگر تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی نہیں چلی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی طرف سے بھی نہیں چلی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر طرح سے کول، ٹھنڈا کیا، خاموش کیا، صبر و تحمل کی تلقین فرمائی، میں نے عرض کیا تھا کہ صرف یہی ایک واقعہ انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔

سورۂ نور کا واقعہ کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی براءت نازل ہوگئی کہ آپ بری ہیں اور جنہوں نے تہمت لگائی ہے، ان تہمت لگانے والوں پر حدِ قذف ہے، تہمت کی حد جاری کی جائے، اسّی کوڑے انہیں لگائے جائیں، لیکن یہ سزا بھی کن کے لئے، جو مسلمانوں میں سے دو تین، مخلص مسلمان تھے، مسطح ابن اثاثہ اور حسان ابن ثابت اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین، تو ان پر حد جاری کی گئی اور جو منافقین تھے ان پر یہ حد بھی جاری نہیں کی گئی۔

اللہ اکبر! کیسا اسلام، کتنی روا داری، ان سب کو چھوڑ دیا گیا کہ ان کی سزا آخرت میں اللہ تبارک وتعالی دیں گے، اتنا واقعہ انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہے، اللہ تبارک وتعالی ان موجودہ حالات میں ہماری، تمام مسلمانوں کی، ملت اسلامیہ کی حفاظت فرمائے، انسانیت کو عافیت وسکون عطا فرمائے، جہاں کہیں انسانیت پریشان ہے، جس مذہب کے بھی لوگ ہوں، جس ملک کے بھی لوگ ہوں اللہ تبارک وتعالی انہیں اچھے اخلاق نصیب فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اچھے اخلاق کی تلقین فرماتے رہے، ان سب اخلاق پر عمل کرنے کی انسانوں، تمام دنیا بھر کے انسانوں کو توفیق عطا فرمائے، اس وقت دنیا ایک میدانِ کارزار بنی ہوئی ہے، جگہ جگہ پریشانیاں اور مصیبتیں ہیں تو یہی دنیا جنت بن سکتی ہے، جس طرح چند سال پہلے تک کوئی اس طرح کے حالات نہیں تھے، اللہ تعالی اس دنیا کو پھر جنت کا نمونہ بنائے، امن کا گہوارا بنائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۴

امت کی ماں

صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا

کی داستان صبر و رضا

من حبنی فليجتنب من سبنی
ان كان صان محبتی ورعانی

واذا محبی قد الظ بمبغضی
فكلاهما فی البغض مستويان

انی لطيبة خلقت لطيب
ونساء احمد اطيب النسوان

انی لأم المؤمنين فمن أبی
حبی فسوف يبوء بالخسران

اللّٰه حببنی لقلب نبيه
والی الصراط المستقيم هدانی

واللّٰه يكرم من أراد كرامتی
ويهين ربی من أراد هوانی

واللّٰه أسأله زيادة فضله
وحمدته شكرا لما أولانی

يا من يلوذ بأهل بيت محمد
يرجو بذلک رحمة الرحمان

صل أمهات المؤمنين ولا تحد
عنا فتسلب حلة الايمان

انی لصادقة المقال كريمة
ای والذی ذلت له الثقلان

خذها اليک فانما هی روضة
محفوفة بالروح والريحان

صلی الاله علی النبی وآله
فبهم تشم ازاهر البستان

(أبی عمران موسی بن محمد بن عبد اللّٰه الواعظ الأندلسی رحمه اللّٰه)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

آپ کی مسجد میں تین روز پہلے جلالین کا سبق ہوا تھا جس میں سورہ نور کا درس چل رہا تھا، تو یہ سورہ نور اس کا شانِ نزول، باعثِ نزول اور سببِ نزول، کہ یہ سورہ نازل ہوئی کہ دونوں جہان کے سردار، آقائے نامدار، تاجدارِ مدینہ، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی، لاڈلی، محبوبہ، پیاری، زوجۂ مطہرہ، پر دشمنوں کی طرف سے، منافقین کی طرف سے بہتان باندھا گیا، تہمت لگائی گئی۔ اس تہمت کے باعث جیسے انسانیت کا تقاضا ہے کہ جو حال ہر انسان کا ایسے موقع پر ہوسکتا ہے تو دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا کیا حال رہا ہوگا؟

دنیا میں اس کی مثال نہیں کوئی پیش کرسکتا کہ کوئی بیوی اپنے شوہر کو اتنا چاہتی ہو، یہ قیس اور لیلی اور مجنون اور لیلیٰ کی داستانیں یہ تو کچھ سچ ہوں گی، کچھ جھوٹی ہوں گی، کچھ بناوٹی ہوں

گی، لیکن ہمارے آقا جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا چاہتی تھیں اور جتنا پیار، جتنا عشق اور محبت انہیں تھا وہ زمین اور آسمان نے دیکھا بھی نہیں ہوگا، کسی دو جوڑے۔

دو جوڑے پر مجھے یاد آیا کہ جب نئی نئی شادی ہوئی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ، تو پورے عرب میں اس جوڑے کا شہرہ تھا، ہر جگہ، ہر ایک ایک دوسرے کو کہتا کہ او ہو ہو! حسن و جمال تو انسانوں میں بہت دیکھا مگر اتنا حسین وجمیل جوڑا، کہ دولہے کا کیا کہنا، دلہن کا کیا کہنا، انتہائی دونوں حسین اور جمیل، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا، پورے عرب میں اس جوڑے کا شہرہ مچ گیا۔

یہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو ملا، پھر آپس کے، زوجین، میاں بیوی کے تعلقات اور اس کی داستانوں سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا نے ایسا جوڑا ابھی کبھی نہیں دیکھا، اپنے شوہر کو چاہنے والی، ان پر فدا، جاں نثار، ایسی بیوی نہ کسی کو ملی ہوگی، نہ ملے گی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالی نے ہزاروں معجزات عطا فرمائے، ظاہری، باطنی، لیکن اس موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کئی ہفتوں صبر فرمایا، ذرا سا ہاتھ اٹھائے بغیر، دل میں ارادہ نہیں صرف ذرا سا دل ادھر متوجہ ہوجاتا ان دشمنوں کے خلاف تو بھی ان کو فنا کرنے کے لئے کافی تھا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا، میں نے شعر سنایا تھا کہ اسی صبر کا نتیجہ ہے جو انہوں نے یہ شعر کہا:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی پیاس ہمیں نصیب ہو

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تبارک وتعالی ہمیں محبت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا قلبی رشتہ قائم ہو، ہمارے قلوب کو اس قابل بنائے، دوستو! تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے، ہم اپنے دلوں کو جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ہر وقت پیاسی رہتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہِ عالی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار محبت کی، ہر وقت ساتھ رہنے کے باوجود، تو ایسی پیاس ہمیں نصیب ہو جائے۔

مجھے نہیں کہنا چاہئے مجمع میں لیکن وہ کوئی ایسی راز کی بات بھی نہیں ہے، ہم لوگ دار العلوم کے گروپ میں طلبہ، اساتذہ، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب، سب اساتذہ طلبہ پچاس، ساٹھ، ستّر کی تعداد میں عمرہ کے لئے ہر سال رمضان میں جایا کرتے تھے، ہمیشہ ہر سال کوئی نہ کوئی انعام ملتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بات پر خوشی کا اظہار فرمایا، کوئی چیز، تو اس سے اطمینان ہو جاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہم پہنچے ہیں اس کی اطلاع ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ ہم بھی، غرباء بھی یہاں حاضر ہیں۔

ایک سال پورا مہینہ گزر گیا، آخری افطاری، اور ہم جب دسترخوان پر بیٹھے، تو ہمارا ایک برابر میں ساتھی تھا اس سے میں نے کہا کہ دیکھو، ہر سال، آپ کو معلوم ہے کوئی نہ کوئی بشارت اور خوش خبری ہمیں ملتی تھی، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی تحفہ نوازش ہوتی تھی، اس مرتبہ ہمیں رونا چاہئے کہ اس مرتبہ ہم محروم رہ جائیں گے، کل تو عید ہو جائے گی، یہ آخری روزہ ہے، آخری افطاری ہے، کل کے بعد تو سب منتشر ہونے شروع ہو جائیں گے۔

یہ میں نے صرف پڑوس والے ساتھی سے کہا، وہاں تو لمبے لمبے دسترخوان ہوتے ہیں، اتنے میں دور سے ایک ساتھی اٹھ کر آیا، کہنے لگے کہ میں آپ سے ملنے کے لئے رات بھی آیا تھا، کل بھی آیا تھا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور یہ جس طرح

دسترخوان لگے ہوئے ہیں، اسی طرح کے دسترخوان لگے ہوئے ہیں، افطاری کا وقت ہے، ابھی اذان ہونے والی ہے، اُس وقت بالکل سناٹا ہوتا ہے، پوری مسجد نبوی میں، سب نیچے بیٹھے ہوئے ہیں، چپ چاپ، ایک ذرا سی کوئی چیز گرتی ہے تو فوراً آواز ہوتی ہے، پتہ چلتا ہے، بالکل سناٹا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دیکھ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ شریفہ سے باہر دروازے پر تشریف لائے، اور تمام دسترخوانوں کو ملاحظہ فرمایا، پھر ہمارے دسترخوان پر آکر تشریف فرما ہوئے اور ہمارے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہمارے دسترخوان پر افطاری فرمائی۔

ہمارے قافلہ کے ایک ساتھی مولانا انور رنر ما نے مجھ سے کہا تھا کہ اس بشارت کی خوشی میں آپ نے قافلہ کے تمام ساتھیوں کو پچاس پچاس ریال بطور انعام دئے تھے۔ میں نے خواب لکھ کر پرچہ کے ساتھ محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ اللہ تبارک و تعالی ہمیں طلب نصیب فرمائے، ہمارے دل طالب ہوں گے تو توجہ ہوگی ادھر سے، اللہ تعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت دے۔

۱۵

خالق کونین کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایک عاشق کا انوکھا انداز اتباع

(حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جعرانہ
میں قیام وعمرہ)

ظلمتِ کفر ہر سمت چھائی ہوئی، کفر کا بول بالا بصد رنگ تھا
سرورِ دو جہاں لائے تشریف جب، حلقہ نور وحدت بہت تنگ تھا

کوہِ فاراں سے وحدت کی گونجی صداء قریۂ کفر میں کھلبلی مچ گئی
جس کو صادق امیں تھا پکارا گیا، اب اسی سے ہر اک برسرِ جنگ تھا

شہر مکہ میں جس کو ستایا گیا جس پہ طائف میں مشقِ ستم کی گئی
جرم اس کا تھا اعلانِ رشد وہدی، اور سزا جرم کی خشت تھی سنگ تھا

جتنا آوازِ حق کو دبایا گیا بڑھ گئیں اور بھی اس کی رعنائیاں
نورِ ایماں سے دل جگمگانے لگے، ظلمتِ کفر کا قافلہ دنگ تھا

پھر ہوا یہ کہ توحید کی آنچ سے، شرک کے بت پگھل کر فنا ہو گئے
کیا کلامِ رسالت کی تاثیر تھی کیا زبانِ رسالت کا آہنگ تھا

نعرۂ حق کی ہر سمت گونجی صدا چشم باطل کی حیرانیاں بڑھ گئیں
اے نشاطؔ اس پہ سب کچھ ہو اپنا فدا، موم ہو کر بھی جو فاتحِ سنگ تھا

(مفتی کفیل الرحمٰن صاحب نشاطؔ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

حَدَّثَنَا مُوسی بْنُ اِسْمَاعِیْل قَالَ حَدَّثنا وُهَیب قَالَ حَدَّثَنَا عمرو بْنُ یَحیٰ عَن عَبَّاد بْن تَمِیْم عَنْ عَبْدِاللّٰہ بْنِ زَیْد بْن عَاصِم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال لَمَّا اَفاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ یَوْمَ حُنَیْن قَسَمَ فِی النَّاسِ فِی الْمُؤَلَّفَة قُلُوْبهِمْ وَ لَمْ یُعْطِ الاَنْصَار شَیْئًا فَکَأَنَّھُمْ وَجدُوْا اِذْ لَمْ یُصِبْھُمْ مَا اَصَابَ النَّاس اَوْ کَأَنَّھُمْ وَجدُوْا اِذْ لَمْ یُصِبْھُمْ مَا اَصَابَ النَّاس فَخَطَبَھُمْ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضُلَّالًا فَھَدَاکُمُ اللّٰهُ بِیْ وَ کُنْتُمْ مُتَفَرِّقِیْنَ فَاَلَّفَکُمُ اللّٰهُ بِیْ وَ عَالَةً فَاَغْنَاکُمُ اللّٰهُ بِیْ کُلَّمَا قَالَ شَیْئًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنّ قَالَ مَا یَمْنَعکُمْ اَنْ تجِیْبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ کُلَّمَا قَال شَیْئًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا کَذَا وَ کَذَا اَتَرْضَوْنَ اَنْ یَذھَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَ الْبَعِیْر وَتَذْھَبُوْنَ بِالنَّبِی اِلٰی رِحَالِکُمْ لَوْ لَا الْھِجْرَة لَکُنْتُ اِمْرَاً مِنَ الْاَنْصَار وَ لَوْ سَلَکَ النَاسُ وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَکْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ وَ شِعْبَھَاالْاَنْصَارُ شِعَار وَ النَّاسُ دِثَار اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِی اُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّی تَلْقَوْنِی عَلی الْحَوْضِ.

یہ آپ کی صحیح بخاری کی جلدِ ثانی کی جو میں نے حدیث پڑھی ابھی، اللہ! اللہ! تو یہ واقعہ جعرانہ میں پیش آیا ہے۔ جعرانہ عوام کی اصطلاح میں بڑا عمرہ کہلاتا ہے۔ چھوٹا عمرہ کہتے ہیں مسجدِ عائشہ سے، تنعیم سے اور بڑا عمرہ جعرانہ سے۔

سرورِ کونین، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالی نے **اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیْنًا** کی بشارت کے نتیجہ میں مکہ مکرمہ پر فتح عطا فرمائی اور یہ فتحِ مبین کی پیشن گوئی پوری ہوئی، اور مرکزِ عرب، بیت اللہ اور کعبہ پر قبضہ اور سلطنت اور حکومت اور اس کی وراثت گویا پورے عرب کی حکمرانی ہے، اسی لئے فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے قبائل پر نگاہ فرمائی۔

غزوہ حنین

اور اس کے بعد سب سے پہلا بڑا غزوہ حنین پیش آیا، جب اِس غزوہ میں صحابۂ کرام جارہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم فرماتے ہیں کہ ہماری زبان سے ایک کلمہ نکل گیا جو نکلنا نہیں چاہئے تھا۔ ہم نے اُس وقت سوچا کہ یہ اتنے بڑے بڑے جہاد ہم نے کئے جب کہ ہم بہت تھوڑی تعداد میں تھے، وہ یاد کرنے لگے، غزوۂ احد، خندق، بدر اور اب تو ہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو ہمارے اندر **اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ**، جس کو قرآن نے فرمایا کہ یہ جو ان کے دل میں خیال آیا کہ ہم مٹھی بھر تھے تب غالب رہے، اب تو ہم ہزاروں میں ہیں۔

تو اسی بشری غلطی، کوتاہی، ایک چوک ان سے جو ہوئی، فوراً حق تعالی شانہ کی طرف سے اُس پر تنبیہ اِس طرح ہوئی کہ جیسے ہی تنگ وادی میں یہ حضرات پہنچے، چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ، اور جو آگے آگے تھے وہ اکثر نومسلم تھے انہیں راہ ورسم کا، اس رستہ کا کوئی پتہ نہیں تھا، کیا اصول، ضوابط ہیں، کہ پشت پھیرنا، **وَمَنْ یُوَلِّھِمْ** کہ وہاں پیٹھ پھیرنا حرام اور ناجائز ہے۔

سب سے پہلے انہوں نے جب بھاگنا شروع کیا پیچھے کی طرف تو جو پیچھے سے فوج آگے آرہی تھی ان کا رستہ بھی رک گیا، مڈبھیڑ ہوگئی، دشمن کو اور موقع ملا، یہاں تک کہ پورا انتظام تتر بتر، ساری فوج منتشر، اور اتنی منتشر کہ جو حال احد میں تھا اس سے بھی خطرناک۔

وہاں صحابۂ کرام گنواتے ہیں احد میں کہ فلاں فلاں صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گئے تھے باقی سب کے سب چاروں طرف کفار، وہ گنتے ہیں کہ فلاں، فلاں، وہ کہتے ہیں ہم انگلیوں پر گنتے تھے کہ فلاں صحابی، فلاں، ان کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس کوئی بھی نہ رہا۔

سچے نبی کی جرأت

اس سے بھی زیادہ خطرناک واقعہ یہاں پیش آیا کہ جب یہ ہڑبونگ ہوئی تو اس کے نتیجہ میں سب پیچھے بھاگ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بغلہ پر سوار تھے اور آگے تشریف لے جارہے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ آپ کی سواری کی لگام اور حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ تعالی عنہ اس کی رکاب تھامے ہوئے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ چاروں طرف آگے پیچھے کوئی نہیں، تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو میں چاہتا تھا کہ بغلہ آگے نہ بڑھے تو میں اس کو کھینچ رہا ہوں، روک رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو آگے بڑھانا چاہ رہے ہیں، ایڑ لگاتے ہیں آگے چل، اور میں خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس کو روک رہا ہوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ملاحظہ فرمایا، دیکھا کہ یہ بغلہ کو چلنے سے روک رہے ہیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سے اتر جاتے ہیں، اور کوئی نہیں سامنے سوائے دشمن کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغلہ سے اتر کر میدانِ کارزار، میدانِ جہاد، لڑائی کا میدان، گھمسان کی جنگ، چاروں طرف سے تیروں کی بارش، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل آگے بڑھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ **اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب**۔

اسلام کی صداقت کی زبردست نشانی

اللہ اکبر! ایک ایک موڑ پر، ایک ایک قدم پر، کوئی اسلام کا مطالعہ کرے تو اسلام سراپا دعوت ہی دعوت ہے۔ صرف یہی ایک واقعہ پورا، غزوۂ حنین نہیں، بلکہ صرف اتنا پہلواس کا دیکھ لے تو اس کا دل تو ضرور گواہی دے گا کہ یہ سچے نبی کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ کہ برحق نبی، سچا مذہب، مذہبِ اسلام، اُن کے داعی سید الانبیا والرسل، اور وہ ہی یہ جرأت اور بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔

دنیا کا کوئی سربراہ، کسی فوج کا اپنے آپ کو اس درجہ خطرہ میں نہیں ڈال سکتا، کہ جو صرف ان کو ایک چیلنج پہنچانے کے لئے، بالکل نہتا ہونے کی حالت میں، غیر محفوظ ہونے کی حالت میں پہنچ جائے، بالکل میدان کارزار کے بیچ اور کہے اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب، کہ جو نہیں پہچانتے ان کو بھی دعوت کہ میں ہوں وہ نبی۔

حکام وقت

یہ لوگ تو اپنے آپ کو بچاتے ہیں بھیس بدل کر جاتے ہیں، پتہ نہیں کتنی زرہیں پہن کر جاتے ہیں، بلٹ پروف چیزیں پہن کر جاتے ہیں، بم پروف چیزیں پہن کر جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل نہتے اور بیچ میں پہنچ کر اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب۔ تو یہ ہے اسلام کی صداقت کی زبردست نشانی۔

خیر پھر آگے غزوہ ہوا اور اللہ تبارک وتعالی نے بے مثال فتح عطا فرمائی، بے مثال اس طرح کہ کسی بھی غزوہ اور جہاد میں اتنا مالِ غنیمت نہیں آیا جتنا یہاں آیا، یعنی افراد کے اعتبار سے، جانوروں کے اعتبار سے، اس کے بعد دولت تو بہت آئی قیصر اور کسری کے یہاں سے، لیکن یہاں ہزاروں کی تعداد میں لکھا ہے کہ بارہ ہزار اونٹ، چوبیس ہزار بھیڑ بکریاں اور ہزاروں کے تعداد میں ان کے قبائل کے افراد قیدی بنائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام قیدیوں کو لے کر اور اموال کو لے کر جعرانہ تشریف لائے اور ہدایت فرمائی ان چیزوں کے

بارے میں اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تھے رات کے وقت اور عمرہ کر کے پھر رات ہی میں چند گھنٹے میں واپس جعرانہ لوٹ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اونٹ یہاں بیٹھا تھا

ساری دنیا تو ہمیشہ سنت سمجھتی ہے کہ جعرانہ سے ہم نے عمرہ کیا مگر ہمارے اکابرین کی سوچ سب سے نرالی، انوکھی، ہر چیز میں اس کا تتبع کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کیا کیا ہوگا، آپ کا کیا عمل رہا ہوگا، کیا سنت رہی ہوگی، اس کی تہہ تک، تہہ میں پہنچنا اور اسی کی تتبع اور تلاش اور جستجو اور ان کو اس کا شوق رہتا۔

اس کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالی آگے کی بھی دکھاتے ہیں، جو ظاہری علوم سے معلوم نہیں ہوسکتی، روایات سے معلوم نہیں ہوسکتی۔

مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے تنعیم سے عمرہ فرمایا، اب صدیاں گزر گئیں، وہاں مسجدیں بنیں۔

ابھی مسجدِ عائشہ تنعیم میں آپ نے دیکھا بہت بڑی عظیم الشان مسجد ہے، اس سے پہلے اس سے ایک چوتھائی سے بھی کم چھوٹی سی ایک مسجد تھی اور اس سے بھی پہلے ایک عام جس طرح کہ رستوں پر کوئی ایسی پرانی مسجدیں بنی ہوتی ہیں اس طرح کی ایک مسجد ہوتی تھی، پرانی تصویروں میں اب تک بھی وہ ملتی ہے۔

ہم لوگ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ساتھ ۶۹ء میں جب گئے عمرہ کے لئے، روز حضرت عمرہ فرماتے تھے وہاں تنعیم سے، پندرہ دن، دو ہفتے نصف اول ماہِ مبارک کا ہم نے وہاں گزارا تو روز حضرت کے ساتھ عمرہ کے لئے جاتے۔ جب وہاں تنعیم پہنچے، کار میں سے اتر کر جب مسجد میں داخل ہونے لگے، وہ جو چھوٹی سی مسجد تھی، جس میں مشکل سے سو، دو سو آدمی نماز پڑھ سکیں۔

اب اس مسجد کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے حضرت ٹھہر گئے اور خدام دو طرف

سے پکڑ کر حضرت کو مسجد میں لے جانا چاہتے ہیں، جہاں سب کی جوتیاں، اندر جو حضرات پہلے سے تھے ان کی جوتیاں تھیں، حضرت وہاں باہر ٹھہر گئے۔ حضرت جب ٹھہرنے لگے تو خدام نے عرض کیا کہ حضرت ذرا اندر تشریف لے جائیں، حضرت نے جہاں جوتے نکالنے کی جگہ تھی اس کی رائیٹ سائڈ میں حضرت نے ایک نگاہ ادھر ادھر فرمائی اور اس کے بعد حضرت نے پھر فرمایا کہ چھوڑ دو، حضرت بیٹھنے لگے، اس طرح حضرت ہاتھ جھٹکتے تھے جب چاہتے تھے کہ بیٹھ جائیں، حضرت نے جب یہ چاہا تو خدام نے، ہم سب نے دیکھا کہ یہاں تو مٹی ہے، ریت ہے اور یہاں تو کوئی چیز بچھی ہوئی نہیں اور گرد و غبار ہے، اور حضرت تو یہیں بیٹھنا چاہتے ہیں۔ جب حضرت نے دیکھا، بہت زور سے حضرت نے فرمایا بٹھا دو، پھر حضرت کو ہم نے چھوڑ دیا، حضرت نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

ایک صاحب تھے تبلیغی جماعت کے حضرات میں سے، انہوں نے کہا کہ بھئی ہے کسی کے پاس کپڑا، نماز پڑھنے کے لئے، حضرت کی نماز تو شروع ہوگئی تھی، حضرت نے نماز میں یہ جملہ سن لیا تھا کہ کسی کے پاس کوئی کپڑا ہے بچھانے کے لئے، اس لئے جب حضرت نے دو رکعت نماز تحیۃ العمرہ کی پڑھی اور تحیۃ الاحرام کی، اور اس کے بعد جب تلبیہ سے فارغ ہوئے، تو غصہ میں حضرت نے فرمایا کس کو کپڑے کی تلاش تھی؟

گویا ڈانٹ تھی ایک قسم کی، حضرت نے آواز تو سن لی تھی، پہچان بھی لی ہوگی، سب نے حضرت کو دیکھا کہ حضرت ریت پر، جب حضرت وہاں نماز شروع کر رہے تھے ہمیں اس پر تردد ہوا کہ حضرت یہاں کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں، حضرت کو تو ہم نے چھوڑ دیا، حضرت بیٹھ کر، نیت باندھنے سے پہلے ہم سوچنے لگے کہ یہاں ریت پر کیوں نماز پڑھ رہے ہوں گے حضرت؟

حضرت نے نیت شروع کرنے، نماز شروع کرنے سے پہلے نیت سے پہلے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اونٹ یہاں بیٹھا تھا، اللہ اکبر! چونکہ ان حضرات کو اس کی جستجو رہتی ہے تو اللہ تبارک وتعالی صدیوں کے پردے ہٹا کر کے صدیوں سے جو تبدیلی وہاں

ہوتی رہی وہ سب ہٹا کر کے وہ منظر سامنے کر دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اونٹ یہاں بیٹھا تھا۔

جعرانہ میں شب کا قیام

میں نے اس پر یہ سنانا شروع کیا کہ وہاں جب جعرانہ میں اس سے پہلے بھی حضرت کے ساتھ ہم نے وہاں سے عمرے کئے، مگر اس مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ وہاں جانا ہے، جعرانہ، اور وہاں جا کر کے معلوم کریں رات ٹھہرنے کے لئے کرایہ کی کوئی جگہ مسجد کے آس پاس وہاں مل سکتی ہے، جتنا مسجد سے قریب مل سکتی ہو تو زیادہ اچھا ہے۔

آپ حضرات نے دیکھا ہے کہ وہاں جو مسجد ہے اس کے باہر وہاں ایک کنواں ہے وہاں موٹر لگی ہوئی ہے، اس کے سامنے ایک مکان تھا جو شاید اس کے نگراں ہوں گے مسجد کے، انہوں نے اس کی پیش کش کی مگر حضرت نے کھلے میدان میں، آسمان کے نیچے ایک جگہ تجویز فرمائی کہ یہاں، تو چارپائی پر حضرت وہاں سوئے آسمان کے نیچے، وہاں جعرانہ میں اور ہم نے بھی وہاں تھوڑی دیر آرام کیا پھر اس کے بعد حضرت نے رات کو پھر فرمایا کہ چلو عمرہ کے لئے۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عمرہ فرمایا تھا کہ اصل تو وہاں جعرانہ قیام تھا اور قیام کے بعد پھر ارادہ فرمایا عمرہ کا، تو حضرت پھر عمرہ کے لئے مکہ گئے اور عمرہ کر کے جب واپس تشریف لائے اور پھر یہاں جعرانہ میں ایک دو گھنٹے تھوڑی دیر کے لئے سو گئے اور پھر اٹھ کر فجر کی نماز پڑھی، تو جو عمل جس طرح جعرانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ وہاں قیام تھا اور عمرہ کے لئے تشریف لے گئے، حضرت نے بھی اُس پر عمل کرنے کی کوشش کی، اللہ تبارک وتعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا تعلق نصیب فرمائے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جعرانہ میں جو قیام فرمایا تھا اس کی بڑی وجہ وہ مال تھا، وہ تمام قیدی، وہ تمام، جانور، وہ تمام چیزیں جو مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھیں، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے، ہزاروں وہ جانور تقسیم فرمانے شروع کیے، وہ قیدی بھی ہزاروں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تقسیم فرمانا شروع کیے۔

پھر وہاں کے لوگ آنے شروع ہوئے، کہ یا رسول اللہ! ہم معافی چاہتے ہیں ہم نے مقابلہ کیا، ہمارے مال واپس فرما دیں، ہمارے قیدی جو غلام باندی بنا کر تقسیم کر دئے گئے وہ واپس فرما دیں، تو کتنے رحمۃ للعالمین، اللہ اکبر!

کہاں تو ابھی جنگ ہوئی اور صحابۂ کرام شہید ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تھے۔ ہر داستان بڑی دل چسپ، بڑی عجیب، ایمان کو تازہ کرنے والی، مگر جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے رحمۃ للعالمین، کتنے نرم دل، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھئی، دو میں سے ایک ملے گا، اب یہیں سے ان کی ہمت بندھ گئی، امید بندھ گئی کہ اللہ اکبر! یہ درخواست پیش کرتے ہی کہ دو میں سے ایک لے لو، یا تو انسان، تمہارے غلام، باندی، تمہارے آدمی جو گرفتار ہوئے ہیں وہ لے سکتے ہو یا پھر جانور لے سکتے ہو۔

انہوں نے کہا کہ نہیں، ہمیں دونوں دے دو، دونوں دے دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو میں سے ایک ملے گا، سوچ کر آپ بتا دیں، پھر وہ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں واپس نہیں فرما رہے ہیں اور ایک ہی کو واپس فرمائیں گے تو انہوں نے کہا اچھا ہمارے لوگ واپس فرما دیجئے۔

یہ سب سلسلہ ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچ گئے، تو کئی دن اس میں لگے، وہاں مکہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ گھر میں ہیں، باہر شور ہوا تو بیٹے کو بھیجا، خادم کو بھیجا، کہ باہر جا کر دیکھو شور کس بات کا، انہوں نے آ کر بتایا کہ یہ حنین کے جو قیدی تھے ان تمام کو چھوڑ دیا گیا، آزاد کر دیا گیا، تو وہ خوشی کے مارے پورے مکہ کے رستوں پر خوشی منا رہے ہیں کہ ہم غلام باندی بنا دئے گئے تھے اور ہمیں رہائی ملی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی ہمارے یہاں بھی وہ ایک غلام ہمیں

بھی ملا تھا تو اس کو بھی چھوڑ دو، کہہ دو کہ چلا جائے، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انسانوں کو واپس فرما دیا اور غلام باندیوں کو دوبارہ آزاد فرما دیا۔

اب رہ گئے ان کے وہ جو جانور تقسیم ہو گئے تھے وہ تو اسی طرح جن کے پاس پہنچ چکے تھے ان کی ملکیت رہی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم کے وقت سوسو اونٹ جو مکہ مکرمہ میں کل کو مسلمان ہوئے کہ ابھی فتح ہوا اور ابھی مسلمان ہوئے، مسلمۃ الفتح جن کو کہا جاتا ہے تو ان کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان میں بڑے سردار تھے، عیینہ ابن حصن وغیرہ اس طرح کے لوگوں کو، تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسو اونٹ دئے۔

جب انصار کے بعض نوعمر لوگوں نے یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تو زیادہ دئے جو کل کو مسلمان ہوئے اور ہم تو وہاں سے، مدینہ منورہ سے ساتھ آئے فوج میں مکہ مکرمہ، فتح مکہ میں ہماری شرکت اور اس غزوہ میں ہماری شرکت، تو ان کو زیادہ ہمیں کم کیوں؟

ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے سن لیا ان کا یہ جملہ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر شکایت کی کہ یا رسول اللہ! انصار میں سے فلاں فلاں یہ کہہ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ جتنے انصار ہیں وہ سارے کے سارے فلاں جگہ جمع ہو جائیں، اب پوری فوج میں سے صرف انصار کو وہاں جمع کیا گیا، وہ آپس میں سوچ رہے ہیں کہ معلوم نہیں کس بات پر ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھا فرمایا، چنانچہ وہاں جب سب جمع ہو گئے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ انصار کے سوا اور کوئی تو نہیں؟ عرض کیا گیا کوئی نہیں، فرمایا غور سے دیکھ لو کہ انصار کے علاوہ اور کوئی دوسرا تو نہیں، انہوں نے پھر غور سے دیکھا اور انہوں نے کہا کہ ہاں کچھ ہمارے نواسے بھانجے ہیں کہ جو ان کی عورتوں سے شادیاں ہوئیں انصار کی ان کے کچھ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلو یہ تو انہیں میں سے ہیں۔

پھر آپ صلی علیہ وسلم نے اس کے بعد ان سے گفتگو شروع فرمائی اور نہایت الگ لہجہ، بالکل الگ تھلگ لہجہ، بالکل انوکھا، جواب تک ان سے گفتگو رہتی تھی، پیار، محبت والی اس کے

بجائے یَا مَعْشَرَ الْانْصَارْ! یہ جو یہاں روایت میں، یَا مَعْشَرَ الْانْصَارْ! اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضُلَّالًا فَھَدَاکُمُ اللّٰہُ بِیْ، اور، وَ کُنْتُمْ مُتَفَرِّقِیْنَ فَاَلَّفَکُمُ اللّٰہُ بِیْ، اور تم فقیر تھے، فَاَغْنَاکُمُ اللّٰہُ بِیْ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمہ فرماتے تو وہ جواب میں اور کیا کہہ سکتے تھے تو پورا مجمع کہتا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ اَمَن، کہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے کہ ہم فقیر تھے، ہم گمراہ تھے، ہم آپس میں بٹے ہوئے تھے تو ہماری یہ اجتماعیت، ہمیں جو راہِ راست ملا اور ہمیں جو مال و منال اس وقت مل رہا ہے وہ سب کے سب اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر احسان ہے۔

اس کے بعد پھر وہ رونے لگے اور جوان کے بڑے حضرات تھے سردار قسم کے تو وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! یہ ہم میں سے کچھ ناسمجھ لوگوں نے کوئی کلمہ کہہ دیا ہوگا جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے، جوان حضرات نے کہہ دیا کہ ان کو سو سو اونٹ کیوں دے دئے گئے اور انصار کو کم کیوں ملا؟

تو یہ تو ہوگئی یہ جس طرح قرآن پاک میں شانِ نزول ہوتا ہے تو روایات کا بھی ہوتا ہے شانِ ورود، تو یہ اس کا ہوگیا شانِ ورود اس روایت کا۔

شوقِ مطالعہ بڑھانے کے لئے ایک ترکیب

اور آج کے ہمارے اس یہاں آنے اور ورود کا نتیجہ بھی کچھ ملنا چاہئے تو میں نے سوچا کہ ابھی طلبہ سے میں نے شکایت کی تھی دار العلوم میں، شکوہ کیا تھا، میں نے کہا کہ کئی درجن چیزیں میں نے دار العلوم میں شروع کی تھی، اُن کی فہرست ابھی آپ کو دے سکتا ہوں۔

ایک سوال کے جواب میں کہ کبھی طلبہ کہتے ہیں کہ جو پرانے فارغین ہیں تو ان میں اچھی استعداد والے ہوتے تھے، ان سے اللہ تبارک وتعالی نے اچھا کام لیا، ایسے طلبہ دار العلوم سے نکلے اور ابھی اس طرح کے طلبہ فارغ ہوکر نہیں نکل رہے ہیں، تو میں نے ان کو کچھ چیزیں گنوانی شروع کیں کہ میں نے دار العلوم میں یہ سلسلہ شروع کیا تھا وہ بند ہوگیا، یہ شروع کیا

تھا اس کو بدل دیا گیا۔

میں نے کہا کہ میں حسرت اور افسوس کے ساتھ اس کو دیکھتا رہتا ہوں تو ایک چیز میں نے ان کو یہ بھی گنوائی تھی، اس میں میں نے ان سے کہا کہ ایک زمانہ میں مشکوۃ اور دورہ کے طلبہ کے لئے ایک مضمون نویسی بھی ایک لازم، امتحان کے نتیجے کے لئے لازم تھا، وہ موضوع دے دیا جاتا تھا انہیں، کہ تم اس موضوع پر ایک مضمون لکھو اور اس میں کلمات کی بھی تعیین ہوتی تھی کہ کم از کم بیس ہزار کلمات ہونے چاہئیں مشکوۃ والوں کے لئے اور دورہ والوں کے لئے چالیس ہزار، یا مشکوۃ کے لئے چالیس ہزار کا ہو تو ان کے لئے اسی ہزار کا، اور ہر سال پھر ان کو الگ موضوع دیا جاتا تھا الگ الگ، اور اس پر وہ لکھتے تھے اور ان کو اختیار ہوتا تھا کہ تین زبانوں میں سے کسی ایک زبان میں لکھ سکتے ہیں، اردو میں لکھیں، عربی میں لکھیں، انگلش میں لکھیں۔ تین زبان، تو مقصد یہ ہوتا تھا کہ انہیں مطالعہ کا شوق ہو، کتابوں سے مراجعت کیسے کی جاتی ہے، کیسے مضمون لکھے جاتے ہیں۔

مگر یہ کس وقت ہٹا دیا اس کا بھی ہمیں پتہ نہیں چلا۔ بہت سی چیزیں اسی طرح رہیں کیوں کہ میں وہاں کچھ عرصہ یہاں رہتا تھا، کچھ عرصہ سفر میں، کچھ مدینہ شریف میں، تو غیبت میں یہ تمام حرکتیں ہوتی تھیں۔

ابھی سال کا زیادہ حصہ نہیں گزرا، تو اگر آپ کے جامعہ کے منتظمین اور منتظمات اس کی اجازت دیں مشکوۃ اور دورے کے لئے تو اس کو دوبارہ شروع کریں، اگر چہ صرف وہ تو دار العلوم میں شروع کیا گیا وہیں دفن ہو گیا تھا، لیکن دوبارہ اس کو زندہ کرنے کا سہرا آپ کے سر لگے۔

اس کے لئے میں نے سوچا کہ موضوع کے طور پر اس میں جو دورہ میں ہیں تو اُن کے لئے آسانی کے لئے؛ کتنی تعداد ہے دورہ میں اس سال؟ ففتی فور (۵۴)، تو جن کا جو نام ہو تو اس نام کی صحابیہ، ہم نام صحابیہ، ہم نام تابعیہ، ہم نام کوئی عالمہ، اکابرین، اکابرینِ امت میں سے جو گزری ہوں تو اس پر کوئی مضمون لکھیں، مثلاً جن کا نام میمونہ ہے تو حضرت میمونہ رضی اللہ

تعالی عنہا پر لکھیں، خدیجہ نام ہے تو حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا پر اور جن کے مکرر ہوں تو ان کے لئے پھر آفس میں سے کوئی دوسرا وہ تجویز کر دیں۔

یہ سلسلہ پھر شروع کیا جائے، اُس سے یہ کتابوں سے مراجعت اور مضمون نویسی اور آگے ایک تعلق بڑھے گا، اور یہ افراد پر تحقیق کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اس کے، مسائل کو موضوع بنا کر بھی لکھا جا سکتا ہے نکاح، طلاق، عتاق، فلاں، فلاں موضوع پر لکھ سکتے ہو۔

بزرگوں کے وصال کے احوال

مگر مجھے طبعی طور پر دلچسپی زیادہ افراد کے بارے میں تحقیق سے ہے، اسی لئے میں نے ابھی یہ مہمان ہیں ان کو کتاب دی بزرگوں کے وصال کے احوال، میں نے کہا کہ چند سو بزرگانِ دین کا اس دنیا سے رخصت کا آخری قصہ اور واقعہ اور کیسے اس جہان سے انہوں نے قدم باہر نکالا اور اُس جہان میں قدم رکھا تو اس کا قصہ اس میں میں نے لکھا ہے۔

مشائخ احمد آباد

اسی طرح مشائخ احمد آباد میں ایک شہر کے پانچ سو سے زیادہ بزرگانِ دین کے اصلاً حالات جو لکھے گئے اور پھر اس کے ضمن میں جو کئی سو آئے وہ الگ، اسی طرح بیانات میں بھی میں اس کی کوشش کرتا ہوں کہ ان بزرگانِ دین کے حالات جو ان میں آئیں، کہ صرف ایک قرآن پاک کی آیات اور ان کی تفاسیر اور حدیث پاک اور اس کی تفسیر بیان کر دی جائے اس کے بجائے اگر اس میں ان حضرات کا اپنا معمول، ان کے واقعات ذکر کر دئے جائیں تو اس سے دلچسپی اور بڑھ جاتی ہے، تو اس کو اگر آپ کے دفتر اہتمام کی طرف سے اجازت ہو تو اس کو شروع کریں، اللہ تبارک وتعالی قبول فرمائے۔

بیعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحمدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہِ وَ نَتَوَکَّلُ

عَلَیہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئٰاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہُ وَ مَنْ یُضلِل فَلَا ھَادِیَ لَہُ، وَ نَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَ رَسُولُہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

کہئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہ، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائیں ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر، اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر، بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے، اور ہر گناہ سے چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ کوئی گناہ نہیں کریں گی اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گی۔

یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضا مندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے سید الاولین والآخرین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ کے واسطے سے یوسف کے ہاتھ پر۔ اللہ تبارک وتعالی مجھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا تعلق نصیب فرمائے، ہر وقت ہمارے دل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوں، ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دل میں بسائے ہوئے ہوں، اللہ تعالی اس کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

بیعت کا یہ عہد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے اصلاً لیا جاتا ہے

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے الاعتدال میں جو گناہوں کی فہرست گنوائی ہے تو اس میں ایک جگہ علامہ عبدالوہاب شعرانی کے حوالہ سے غالباً لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف سے اس پر ہم سے عہد لئے گئے تھے،تو یہ بیعت، یہ عہد ہی لیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہم سے لئے گئے اور یہ کیوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ لئے جاتے ہیں؟

پاکستان میں حافظ الحدیث تھے، حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، ایک سو نو برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا، ان کی انتقال سے چند سال پہلے جب ان کی عمر سو سال سے زیادہ تھی، حضرت سے تعلق اور جان پہچان تو کئی سال پہلے سے تھی۔

ان کے نواسہ داماد ہیں جو صولتیہ کے شیخ الحدیث مولانا سیف الرحمٰن صاحب، تو وہ مجھے ایک دفعہ رات کو دوڈھائی بجے ملے حرم شریف میں، ریاض الجنۃ میں، کہنے لگے کہ کل حضرت درخواستی عشاء کے بعد آپ کو یاد فرما رہے تھے، تو میں روز ملتا تھا عشاء کے بعد، تراویح کے بعد بابِ عمر پر جہاں جوتے نکالتے تھے تو وہاں بیٹھنے کی ایک سیڑھی نما بیٹھک ہوتی تھی رائٹ لیفٹ دونوں طرف، تو نکلتے ہوئے الٹے ہاتھ پر جو چبوترہ سا تھا اس پر وہ تشریف فرما ہوتے، تو میں وہاں ملتا تھا۔

میں نے کہا کہ میں آج دیر سے گیا تھا، حضرت جا چکے ہوں گے، مجھے دیر ہوگئی تھی، میں ان شاء اللہ کل تراویح کے بعد حاضر ہوں گا۔

میں اگلے روز تراویح کے بعد جب پہنچا تو بابِ عمر سے داخل ہو کر الٹے ہاتھ پر دیوار کے ساتھ ایک دروازہ ہے مکتبۃ، کتب خانہ ہے، کافی پرانی کتابیں ہیں جو مکتبۃ عارف حکمت ہوتا تھا وہ قبلہ کے بالکل سامنے تھا، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کا مکان تھا گلی کے الٹے ہاتھ پر اور داہنے ہاتھ پر یہ مکتبۃ تھا مکتبۃ عارف حکمت، اس میں تمام دنیا بھر کی نایاب کتابیں، قلمی نسخے تھے، تو کچھ حصہ انہوں نے لا کر یہاں رکھا تھا، سارا کتب خانہ تو نہیں۔

اس کی دیوار کے ساتھ حضرت اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں اور ہزاروں آدمی سب کھڑے ہوئے ہیں اور پولیس والے دو چار ادھر، دو چار اُدھر، سامنے کھڑے ہوئے ہیں، وہاں کے منتظمین مجمع کو دیکھتے ہیں کہ کوئی بڑا آدمی ہے، تو اس کو فخر سمجھتے ہیں کہ اس کی جا کر توہین کریں،

اس کو روکیں، ٹوکیں۔

حضرت پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر غلام حبیب صاحب مجھے دو تین دفعہ حرم شریف میں ملے یہ کہتے ہوئے، ویسے ملاقات تو بہت ہوتی، حرمین کی ملاقات کے ایک درجن قصے ہوں گے بڑے دلچسپ پیر صاحب کے، ایک دفعہ وہاں حرم شریف میں وہ ملے تھے، فرماتے تھے کہ یہ پولیس والے دفتر میں مجھے لے گئے تھے ادھر کہ یہاں گنبد کے سامنے کیوں بیٹھتے ہو؟

جہاں سے گنبد شریف پورا نظر آتا ہے تو جو پہلا صحن تھا، رائٹ اور لیفٹ دو سائڈ میں تھے، تو ابھی تو ایک ہی ہو گیا پہلے تو بیچ میں رستہ ہوتا تھا، تو جو رائیٹ والا صحن ہوتا تھا، تو اس کے اس کونے پر وہاں بیٹھتے بالکل سامنے گنبد شریف پورا نظر آتا تھا، تو پیچھے سارا مجمع، تو ان کو لے جاتے تھے یہ پولیس والے اپنے دفتر میں کہ تم یہاں کیوں بیٹھتے ہو، کہتے ہیں یہ اس سے پہلے بھی اتنی دفعہ مجھے لے گئے، کئی سفر میں مجھے لے گئے، ابھی میں وہاں ان کے دفتر سے آیا۔

ہمارے ساتھ بھی

یہی حال ہمارے ساتھ بھی رہا، جب تراویح کے بعد جب سب لوگ ملنے کے لئے آتے، تو وہاں پر یہ چلے آتے، کہ تجمع ممنوع، جمع ہونا منع ہے، پھر میں نے ساتھیوں سے کہا کہ افطاری والا دسترخوان اور کھجوریں وہاں لے آؤ، اُس وقت یہ دسترخوان کا سلسلہ اتنا عام نہیں تھا، تراویح کے بعد کے دسترخوان کا، ابھی تو ہر جگہ دسترخوان لگتے ہیں، اُس وقت تو کوئی کوئی بیٹھتا ہوگا ایک دو آدمی جو کھانے کے لئے بیٹھے جو معتکف ہوتے، میں نے مشورہ دیا کہ بھئی یہ دسترخوان بچھا دیا کرو اور جیسے ہی ہم نے دیکھا کہ وہ آئیں گے اور لوگ کافی جمع ہوگئے تو دسترخوان بچھا دیا، اور بیٹھ گئے اتنے میں وہ آگئے، ہم نے کہا کہ کھجور کھا رہے ہیں، افطاری کر رہے ہیں۔

حضرت درخواستی کو انہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، میں تھوڑی دیر دیکھتا رہا، میں

نے سوچا کہ اب اس سکوت کو تو ٹوٹنا چاہئے کسی طرح، ابھی لوگ بھی بیچارے اب کچھ کر نہیں سکتے وہاں، نہ کوئی شکایت کر سکتے، نہ کچھ کہہ سکتے ہیں۔

میں آہستہ آہستہ گیا وہاں جا کر بیٹھا تو حضرت نے اس طرح دیکھ کر پوچھا کہ کون؟ میں نے کہا یوسف لندن سے۔ فرمایا کہ جب ہم صلوۃ وسلام کے لئے کل حاضر ہوئے تو وہاں سے ہمیں حکم ہوا کہ ہم ہمارے قادریہ راشدیہ سلسلہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دیں، میری طرف سے آپ کو بیعت کی اجازت ہے تو یہ وہاں سے اجازت دی جاتی ہے، اسی لئے تا کہ یہ عہد لیا جائے۔

تو یہ تمام حضرات جو علامہ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ مشائخ نے جو عہد لئے، اس میں کئی سو انہوں نے وہ سب چیزیں گنوائیں کہ ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس پر عہد لئے گئے، یہ عہد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے اصلاً لیا جاتا ہے، یہ بزرگ صرف کڑی ہوتے ہیں، واسطہ ہوتے ہیں، درود شریف پڑھ لیں، دعا کر لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ، وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْن، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن.

۱۶

باعثِ جمال کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم
کی شمع رسالت پر
جاں نثار پروانے

''لیکن کہیں کسی شارح نے یہ نہیں لکھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت غصے میں ہیں لیکن یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرزِ تکلم، طرزِ تحریر؛ **کتاب الرد علی الجھمیة، کتاب الرد** سے یہ مترشح ہوتا ہے۔''

''یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ غصہ بے جا اور بے محل نہیں، کیوں؟ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سوچا کہ یہ جہمیہ، معتزلہ، خوارج، ان کے خلاف کچھ لکھا جائے، تو اس وقت ان کے سامنے پوری تاریخ آ گئی، کیسی تاریخ کہ ہماری کتنی بڑی بڑی شخصیات ان کے فتنوں کی نذر ہوئی ہیں، اور امتِ اسلامیہ کو اتنا بڑا نقصان ان فرقوں نے پہنچایا ہے، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جلال میں اور غصہ میں **کتاب الرد علی الجھمیة** قائم کیا، دماغ سے وہ واقعات نہیں نکل سکے جو حکومتوں نے ظلم ڈھائے اور علماءِ سوء نے حکومتوں سے مل کر علماء کو مروایا، قتل کروایا اور سولی پر چڑھوایا۔''

(صفحہ نمبر۲۵۶، ۲۴۲)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْکَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے اخیر میں کتاب الرد علی الجہمیۃ قائم کیا، کتاب ختم ہو رہی ہے اور اخیر میں الوداعی، رونے دھونے کی، پیار محبت کی باتوں کے بجائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہایت جلال اور غصے میں ہیں، اور اسی غصے میں انہوں نے یہ باب قائم کیا کتاب الرد علی الجہمیۃ۔ اس نام کی کتاب الرد علی الجہمیۃ ابن قتیبۃ دینوری کی مستقل کتاب بھی ہے، المعارف کے مقدمہ میں اس کا ذکر ہے۔

کسی کو اعتراض ہوگا کہ بخاری شریف کے اخیر میں یہ باب کتاب الرد لائے، اس میں غصہ کہاں سے آ گیا، ہمارے کمرے کے ساتھی مولانا نور الحسن راشد نے آج سے رُبع صدی پہلے، پچیس سال پہلے مضمون لکھا تھا، اس میں شاید ایک سو پینتیس شروح بخاری شریف کی

انہوں نے گنوائی تھیں، مختلف ملکوں میں اور بھی ہوں گی، پانچ سو سے زیادہ یقیناً ہوں گی۔
لیکن کہیں کسی شارح نے یہ نہیں لکھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت غصے میں ہیں۔
لیکن یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرزِ تکلم، طرزِ تحریر؛ **کتاب الرد علی الجهمية، کتاب الرد** سے یہ مترشح ہوتا ہے۔
غصہ اور غضب سے پناہ مانگی گئی ہے، اس سے انسان کو نقصان ہوتا ہے، دوسروں کو انسان نقصان پہنچاتا ہے۔ غصہ میں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، دوستیاں ختم ہوجاتی ہیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جلال

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے مکاتیب میرے اور بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کے نام جب چھپنے لگے تو مشورہ ہوا کہ اس کی فہرست بنائی جائے، میں نے کہا کہ فہرست تو بہت لمبی ہوجائے گی، اس کے بجائے چند رموز اور اشارات لکھ دئے جائیں کہ جہاں کہیں حضرت نے مزاح کی بات ارشاد فرمائی ہو وہاں لیمو کا نشان دے دیا جائے، جہاں پیار محبت کی باتیں ہیں وہاں گلاب کا پھول، جہاں حضرت نے جلال اور غصہ میں کچھ ارشاد فرمایا ہے تو میں نے کہا وہاں جوتا، تو ساتھی کہنے لگے کہ رائے ہو تو جوتے کے بجائے اور کچھ تجویز ہوجائے، میں نے کہا کیا؟ تو کہنے لگے انجکشن، میں نے کہا یہ تو اور اچھا ہے۔
اور میں نے جو کہا تھا جوتا، اس کا ایک شان نزول ہے کہ حضرت کے ایک امر کے امتثال میں ایک مرتبہ ہم سے غفلت ہوگئی، تو جب میں خدمت میں پہنچا، اس وقت حضرت مولانا عاقل صاحب اوپر کتب خانے میں حضرت کے سامنے ہیں، حضرت کتاب تصنیف فرما رہے ہیں جب مجھے دیکھا تو نہایت جلال میں فرمایا نکل، یہاں سے، اب میں چپ، اور ذرا توقف کیا تو اور زوردار، گرجدار آواز سے فرمایا اب نکل یہاں سے، تو میں سوچنے لگا کہ تمہیں پیار پے غصہ آتا ہے، ہمیں غصہ پے پیار آتا ہے۔

حضرت نے دیکھا کہ یہ تو جاتا نہیں، تب حضرت نے فرمایا عاقل جوتا لا، میں نے ساتھی سے کہا کہ جوتا اسی لئے تجویز کیا تھا کہ حضرت نے فرمایا تھا حضرت مولانا عاقل صاحب کو، اپنے داماد کو، کہ عاقل جوتا لا۔

ان حضرات کے غصہ اور جلال سے اللہ کی رحمتیں برستی تھیں، کتنوں کی دین اور دنیا سنور جاتی تھیں، آخرت بن جاتی تھی، مگر ہم لوگوں کے لئے جیسا میں نے عرض کیا کہ غصہ اچھی چیز نہیں، ہاں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یقیناً نہایت غصہ میں کتاب الرد علی الجہمیۃ قائم کیا۔

ایک غصہ بیماریوں سے بھی ہوتا ہے، پریشر زیادہ ہو اس وقت بھی انسان کو غصہ آتا ہے، گرمی زیادہ ہو اس وقت بھی انسان کو آتا ہے، اس کے علاج کے لئے لیمو، گلقند، گلاب کے پھول، گلاب کا شربت، انار، انار کا شربت مفید بتاتے ہیں اور ہومیوپیتھک میں مستقل دوائیں ہیں کہ جس سے عام طور پر فائدہ ہوتا ہے، جس سے غصہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک فطرت ہے انسان کی مقتضائے طبیعت کے خلاف دیکھ کر کوئی رنج کو برداشت کر سکتا ہے، کوئی برداشت نہیں کر سکتا ہے جس کا اظہار ہوتا ہے، جب اظہار کیا جائے تو اس کو غصہ کہا جاتا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی بمقتضائے بشریت اس کے کبھی مرتکب ہو جایا کرتے تھے، ہاں صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام معصوم ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحابۂ کرام نے اجازت مانگی، یا رسول اللہ! ہم آپ کی احادیث کو حفظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس میں ممکن ہے کہ کہیں کوئی سہو ہم سے ہو جائے اگر اجازت ہو تو ہم لکھ لیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام اجازت مانگ رہے ہیں اور اس کی وجہ بتا رہے ہیں کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رضا کی حالت میں ہوتے ہیں، خوش ہوتے ہیں، کبھی غضب کی حالت ہوتی ہے، غصہ کی حالت ہوتی ہے۔

صحابۂ کرام نے اس کیفیت کو بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب غصہ اور غضب کی

کیفیت ہوتی تھی تو پیشانی کے بالکل بیچ، دونوں ابروں کے درمیان ایک رگ اٹھی ہوئی معلوم ہوتی تھی، **و احمرت و جنتاہ**۔ کیا جملہ فرمایا صحابۂ کرام نے، اللہ اکبر! یعنی غصہ کا بھی ذکر کر رہے ہیں صحابۂ کرام، لیکن کتنے پیار سے، جیسا میں نے کہا کہ ہمیں غصہ پے پیار آتا ہے۔
صحابۂ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال اور غصہ کتنا پیارا لگتا تھا کہ **واحمرت و جنتاہ** کہ دونوں طرف جو انار ہیں، انار کیسا ہوتا ہے، سرخ، تو فرمایا کہ یہ گال دونوں طرف سرخ سرخ انار جیسے، تو اور زیادہ وہ سرخ ہو جاتے تھے غصہ کی وجہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھ لیا کرو کہ اِس سے، زبانِ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کہ اِس سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، چاہے کوئی بھی حال ہو، رضامندی کا حال ہو، غصہ کا اور غضب کا حال ہو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا غصہ اور اس پر تنقید

ہاں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وہ اس سے مأمون نہیں تھے، محفوظ نہیں تھے لیکن ان کے واقعات اس طرح کے جتنے آتے ہیں ہمیں اسی قدر پیار آتا ہے، بہت سارے واقعات ہیں لیکن تفہیم القرآن کے مصنف نے ایک عنوان قائم کیا، عنوان اتنا گندہ، اتنا خبیث عنوان، کہ اس کے الفاظ کتنے گندے کہ صحابۂ کرام اسلام لا چکے تھے لیکن ان کے دل و دماغ سے جاہیلت کی خو بو گئی نہیں تھی۔
اندازہ لگایئے، صحابۂ کرام کے دل و دماغ کا ٹیمپریچر یہ شخص لے رہا ہے، اس کو شیطان کی طرف سے اس کا آلہ ملا ہوا ہے، وہ لکھتا ہے کہ ان کے دل و دماغ سے جاہلیت کی خو بو گئی نہیں تھی اور پھر جو اس نے واقعات گنوانے شروع کیئے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام میں نہایت محترم شخصیت، ان کے جلال کو تمام صحابۂ کرام ہر طرح سے برداشت کرتے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں تشریف لے جاتے تھے، سرِ عام سب کے سامنے ٹوکتے کہ یہ زندگی تھی آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی؟ جس طرح تم گزار رہے ہو، لیکن انہیں پتہ تھا کہ ہمارے صحابہؓ کرام میں جو بہت محترم اور بزرگ شخصیتیں ہیں، یہ ان میں سے ہیں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ، انہوں نے کبھی ایک کلمہ ان کی شان کے خلاف نہیں کہا، نہ سامنے، نہ پیچھے۔

امیر المؤمنین خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو لکھا کہ حضرت آپ سے ایک التماس ہے،ایک درخواست ہے، کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ کے برکات سے ہم یہاں استفادہ نہیں کرسکتے آپ براہِ کرم اپنے پاس انہیں بلا لیں، چنانچہ وہاں مدینہ منورہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں بلا لیا۔ ان کا قصہ لکھا کہ انہوں نے غصہ میں حضرت بلال کو کالی کا بچہ کہہ دیا، گالی دے دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھی کا قصہ کہ فلاں نے فلاں صحابی کو جنگلی گھوس کہہ دیا، کتنا لطف آرہا ہے، کیا ریسرچ ہو رہا ہے، گندی چیزیں اپنے نزدیک صحابہ کرام کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے، جو چیزیں بہت عظیم الشان وہ سمجھتے تھے وہ اکھٹی کردیں اور اسی پر بس نہیں کیا۔

بلکہ انہوں نے سوچا کہ ابھی تحقیق مکمل نہیں ہوئی کہ اور تو اور، حضرات شیخین تک پر جرح کردی، کہ فلاں واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں لڑ پڑے، ایک نے نام دیا ایک صحابی کا **امر القعقاع ابن عمرو**، ان کو امیر بنائیے، دوسرے نے کہا کہ فلاں کو امیر بنائیے ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں لڑنے لگے۔

کوئی اس بیوقوف کو یہ سمجھائے کہ کس نے یہ دعوی کیا کہ صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالی عنہم بشریت سے مافوق تھے؟ وہ تو بشر تھے، ہاں اس کے باوجود جو کچھ بھی ان سے بشریت کی وجہ سے سرزد ہوا، یہ تم نے جو چیزیں جاہلیت کی خو بو کے نام سے گنوائیں ،اس سے بہت زیادہ اورآگے بھی جو کچھ ان سے سرزد ہوا، قرآن نے پہلے سے انہیں سرٹیفکیٹ دے دیا کہ **رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ**، کہ اللہ ان سے راضی، جاؤ جو چاہے کرتے رہو۔

ایک صحابی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے روکا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ نے ان کے متعلق فرما دیا ہے کہ **اعملوا ما شئتم**، تم جو چاہے کرتے رہو، سب معاف ہے۔

لیکن صحابۂ کرام کی برائیاں اکھٹی کرنے کی نحوست جب بڑھی۔ بڑھتے، بڑھتے اور اس کا دائرہ وسیع ہوا اور جب اپنی جماعت کا منشور بنایا تو اس میں باقاعدہ ایک دفعہ شامل کی گئی، کہ جس طرح میں اپنی تنقید اور نقد سے کسی کو ماوراء نہیں سمجھتا، تو جماعت کو دعوت دی جارہی ہے کہ اسی طرح تم بھی نہ کسی کی بزرگی سے مرعوب ہو، نہ کسی کے علم سے، نہ کسی کے مرتبہ اور منصب سے، اور دفعہ کے الفاظ انہوں نے یہ لکھے تھے کہ 'رسولِ خدا کے سوا کسی کو تنقید و تنقیص سے بالا نہ سمجھے' یعنی کوئی تنقید سے بالا نہیں کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالا ہیں، باقی سارے انبیاء پر بھی تم تنقید کر سکتے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تنقید کر دی

لیکن جو سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنی کیا اس پر بھی عمل نہیں کیا خود اپنی تحریر پر، اور خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دجال کی حدیث کو وہ ذکر کرتے ہیں اپنی تحریرات میں۔

روایت اور درایت کے موضوع کے ماتحت اس حدیث کو ذکر کیا اس شخص نے کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب دجال آنے والا ہے، آگے اس حدیث اور نقل کی درایت پر عقل دوڑائی۔ کیا لکھا اس نے، کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ دجال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط تھا؟

اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں ابو البشر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے شروع کیا، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام، یہ جو میں نے ابھی آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی، **و ما ینطق عن الھوی** کہ کوئی نبی اپنی ہویٰ اور اپنی طرف سے خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتا، جو وحی خدا کی طرف سے آتی ہے اس کو وہ پہنچاتا ہے، تو کیا پہنچاتا ہے؟ ہویٰ کے بجائے ہدیٰ، **ھدًی للناس**۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پورے ایک رکوع میں سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں جلیل القدر انبیاء کے نام گنوائے **و تلک حجتنا** ، اس رکوع کے اخیر میں فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے **فبھداھم اقتدہ**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی ہدایت کی آپ اقتدا کیجئے، کیوں کہ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہوئی نہیں، ہدایت ہی لے کر آتے ہیں، سراپا ہدایت ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر تنقید

جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سراپا ہدایت لے کر آئے ان کے جد، جد الانبیاء اور ابو الانبیاء اور ابو البشر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر جہاں قرآن میں آیا کہ **فضلّ و غوی۔** اس نالائق نے ترجمہ کیا ہے اس آیت کا، پھر وہ گمراہی کے گڑھے میں جا گرے، تو جو نبی گمراہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے، وہ امت کو، انسانیت کو کیسے ہدایت کی طرف لاسکتا ہے؟

اور حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام، حضرت یونس علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، ان انبیاء پر تنقید اور ان کی تذلیل اور توہین کے لئے، ظاہر ہے کہ تمام ہماری احادیث، روایات اس سے خالی، کہیں ایک کلمہ آپ کو نہیں ملے گا کسی نبی کے بارے میں تو سہارا لیا تفہیم القرآن میں توریت اور انجیل کا، آپ اٹھا کر دیکھئے، خریدئے، صفحے الٹ کر دیکھئے، ہر صفحے پر، ہر جگہ آپ کو یہ ملے گا کہ توریت میں یوں آیا ہے، انجیل میں یوں آیا ہے۔

جس توریت اور انجیل کا یہ حال کہ اس مذہب کے ماننے والے، ان کتابوں کو ماننے والے خود لکھتے ہیں، ایک دفعہ نہیں، ہر زمانہ میں لکھتے چلے آئے کہ ہماری کتاب تو ختم ناپید ہوگئی تھی پھر فلاں نے دوبارہ اپنی یاد سے مرتب کی اور اس میں پھر ہر سال اصلاح ہوتی رہتی ہے۔

اس توریت اور انجیل کے حوالے سے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی شان کو تو یہاں تک گرایا، یہاں تک گرایا کہ آپ تصور نہیں کر سکتے۔ ایک کہانی بنائی کہ ان کا ایک فوجی افسر تھا، اس کی بیوی بڑی حسین اور جمیل اور خوبصورت تھی، اس پر یہ اللہ کا نبی عاشق ہوگیا اور

اس معشوقہ اور محبوبہ پر کیسے قبضہ کیا جائے، نبی نے یہ رستہ سوچا کہ ایسی مہم پر اس کو بھیجا جائے جہاں سے زندہ واپس نہ آسکے، اور یہ فلاں توریت کا حوالہ، فلاں انجیل کا حوالہ۔

اس لئے اس جماعت کے لوگوں سے کبھی گفتگو ہوتی تھی تو ہم کہا کرتے تھے کہ ان چیزوں کی تمہارے یہاں کوئی تاویل ہوسکتی ہے۔ ہمارے سامنے تو انا للہ پڑھتے ہو، لیکن معلوم نہیں یہ جو رسولِ خدا کے سوا کسی کو تنقید اور نقد سے بالا نہ سمجھے، یہ جو دفعہ ہے اس کو نکال دو، تو وہ تو مرمرا گیا، جماعتیں تو روز اپنے دستور میں ترمیم کرتی رہتی ہیں دنیا میں، اب تک انہوں نے اس کی کوئی اصلاح کی یا نہیں ہمیں تو نہیں معلوم۔ خیر۔

بخاری شریف کی مبارک اور نورانی اور رحمت والی مجلس کے برعکس بہت گندہ تذکرہ شروع ہوگیا۔ اس کو بھی غصہ ہی محمول کر لیجئے۔

میں تو غصہ کے متعلق بیان کر رہا تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اس سے خالی نہیں تھے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لئے اعلان فرما دیا کہ **اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم** ۔ ہر چیز تمہارے لئے معاف۔ صرف انبیاء معصوم، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی زبان پر عصمت نبوت کا پہرہ ہوتا تھا، حق کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایسا گندہ عقیدہ گندہ انسان ہی رکھ سکتا ہے، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی کی نگاہ پر عصمتِ نبوت کا پہرہ، کہیں غلط نگاہ اٹھ نہیں سکتی تھی چہ جائیکہ ایسی جھوٹی داستان۔

آپس میں ائمہ کرام کا غصہ

صحابۂ کرام غصہ سے محفوظ نہیں تھے، ائمہ کرام بھی محفوظ نہیں تھے، وہ بھی انسان تھے، اس کے آپ واقعات پڑھیں گے لطف آجائے گا، ہمیں تو لطف آتا ہے ان حضرات کی آپس کی اس طرح کی گفتگوئیں تیز تیز، جب پڑھتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بہت اونچے محدثین میں جگہ جگہ **حدثنا میمون بن مھران** اور **حدثنا اعمش**، روایت آتی ہے۔ ایک دفعہ امام صاحب کی کچھ تیز

تیز گفتگو ان سے ہوئی تو امام صاحب مجمع سے کہنے لگے حضرت اعمش، اتنے بڑے محدث ان کے متعلق امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں غصہ میں، فرمایا کہ یہ اعمش یہ شخص نہ روزے رکھتا ہے، نہ غسلِ جنابت کرتا ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ اتنا بڑا محدث اس کے متعلق یہ کلمات، مگر مجمع وہاں جاہلوں کا نہیں ہوتا تھا اہل علم کا ہوتا تھا، پھر بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح فرمائی کہ میری مراد یہ ہے کہ اعمش کے یہاں، روزہ کب سے شروع کیا جائے؟

ہمارے یہاں مسئلہ شروع ہوگا گرمیوں میں کہ روزہ ڈیڑھ بجے شروع کریں، ڈھائی بجے شروع کریں، ساڑھے تین بجے شروع کریں، تو امام صاحب نے فرمایا کہ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ جب ضوء اور روشنی خوب اچھی طرح پھیل جائے جو صبح سویرے نورانی ایک روشنی معلوم ہوتی ہے کہ ہر چیز آپ دیکھ سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں طلوعِ آفتاب سے پہلے، فرمایا کہ خوب اچھی طرح روشنی پھیل جائے وہاں تک کھاتے پیتے رہنے کے وہ قائل تھے اس کے بعد روزہ شروع کرتے، اس لئے امام صاحب نے فرمایا کہ اس کا روزہ کب ہوتا ہے جو اس کا قائل ہے، اس لئے یہ فرمایا کہ یہ اعمش روزے نہیں رکھتا۔

اور فرمایا کہ یہ غسلِ جنابت نہیں کرتا۔ یہ صحابۂ کرام میں مسئلہ مختلف فیہ تھا کہ غسلِ جنابت کی فرضیت کے لئے انزال شرط ہے یا نہیں، ان کے یہاں یہ تھا، کہ التقاء الختانین ہوگیا، دخول ہوگیا، انزال نہیں ہوا، تو ابھی غسل فرض نہیں ہوا، اسی لئے امام صاحب نے فرمایا کہ غسل نہیں کرتے ہوں گے، جب فتویٰ دیتے ہیں دوسروں کو کہ التقاء الختانین سے تو غسل فرض نہیں، تو یہ ان حضرات کے یہاں غصہ میں اس طرح کی باتیں چلتی رہتی تھی۔

مگر جب اعمش حج کو جانے لگے تو مستقل خادم کو بھیجا اور بھیج کر اس سے کہا کہ بھئی جاؤ امام ابوحنیفہ سے مناسکِ حج لکھوا کر لے آؤ کہ پورے حج میں احرام باندھنے سے لے کر احرام کھلنے تک کس موقع پر کیا رکن ادا ہوگا، کہاں پر کیا ہوگا، سارے مناسکِ حج کی پوری کتاب ان سے لکھوائی۔

اور لکھا ہے اعمش کے حالات میں کہ انہوں نے وہ کتاب اپنے ساتھ رکھی اور سارا حج اسی طریقے پر ادا کیا، انہوں نے نہیں سوچا کہ مجمع میں مجھے انہوں نے ذلیل کیا کہ وہ روزے نہیں رکھتا اور غسلِ جنابت نہیں کرتا۔

اور غصہ کی داستان سنئے، بہت کم لوگ اس کو سوچتے ہیں، نقل ضرور کرتے ہیں، نقل کرتے ہوئے جس طرح امام اعظم نے رد کیا کہ یہ روزے نہیں رکھتا، غسلِ جنابت نہیں کرتا، اور طرز اور زبان وہی استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو اس وقت معاصرین نے ایک دوسرے کے لئے کی، وہ تو معاصر تھے، ہم پلہ تھے، ایک جیسے تھے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ یہ زبان استعمال کر سکتے تھے اور ڈیڑھ ہزار سال بعد آنے والا شخص کیا وہ زبان استعمال کر سکتا ہے؟ جس طرح انہوں نے ایک دوسرے پر رد کیا وہ رد کر سکتا ہے؟ اس کی کوئی گنجائش نہیں!

کیوں؟ کہ اُس زمانے میں یہ جو آپس میں اس طرح کی تیز تیز گفتگو ہوتی تھی اس بناء پر ہوتی تھی کہ دو گروہ بنے ہوئے تھے، ایک گروہ تھا نرے محدثین کا، وہ کہتے کہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو محفوظ کیا جائے یہ سب سے بڑا دینی فریضہ اور سب سے بڑی دین کی خدمت ہے، اس لئے صرف احادیث کو جمع کرو اور کوئی کام نہیں۔

اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ احادیث کو بھی جمع کرو اور اس سے احکام مستنبط کر کے تیار کرو اور جو واقعات پیش نہیں آئے ان کے لئے بھی احادیث کو تلاش کرو، فرضی طور پر ایک مسئلہ بناؤ اگرچہ وہ واقعہ پیش نہ آیا ہو، اور اس فتوے کی دلیل کے طور پر اس حدیث کو پھر تلاش کرو، سب سے پوچھو کہ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو اس کی کیا دلیل؟ کسی کے پاس ہے، امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ مجتہدین، ان کا یہی کام تھا۔

علم کے پہاڑ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے قتادہ جو مفسرین میں بہت مشہور ہیں، وہ جب کوفہ پہنچے ہیں تو سارا کوفہ اکٹھا ہو گیا ان کے استقبال کے لئے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے، ان کے

استقبال میں جو مجمع تھا، خوشی خوشی انہوں نے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ جسے تحلیل اور تحریم کے متعلق جو فتوی اور مسئلہ پوچھنا ہو ان سے، قتادہ سے پوچھ سکتے ہو، بہت بڑے علامہ اور بزرگ تشریف لائے ہیں، حضرت قتادہ مفسرِ قرآن ہیں۔ چنانچہ لوگ پوچھ رہے تھے، وہ جواب دے رہے تھے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سوال پوچھنے کے لئے ہاتھ اٹھا دیا، حضرت قتادہ نے فرمایا کہ کیا سوال ہے؟ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عورت ہے، اس کا شوہر کہیں سفر میں چلا گیا، مدت گزر گئی واپس نہیں آیا، اس نے بہت انتظار کیا، جب اس کو اس کا یقین ہو گیا کہ اب میرا شوہر مر مرا گیا ہوگا، واپس نہیں آ سکتا، تو اس نے دوسرا نکاح کر لیا، کچھ مدت کے بعد پہلا شوہر بھی آ گیا۔ اب ایک خاتون کے لئے دونوں مدعی، پہلا شوہر کہتا ہے کہ یہ تو میری، دوسرا شوہر کہتا ہے کہ یہ تو میری ہے، حضرت امام اعظم نے پوچھا کہ اچھا قتادہ، آپ بتائیں کہ یہ عورت کس کی؟ پہلے شوہر کی یا دوسرے شوہر کی؟

تھوڑی دیر کے لئے قتادہ چپ رہے۔ جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ چپ ہیں، اب امام صاحب اپنے ساتھیوں سے فرما رہے ہیں کہ دیکھو، یہ سوچ کر کے بھی کوئی حدیث لائیں گے تو بھی غلط ہوگی اور اگر یہ اجتہاد کرنے کے لئے سوچ رہے ہیں اپنے اجتہاد سے فتوی دیں گے، مسئلہ بتائیں گے تو اجتہاد اور فتویٰ بھی غلط ہوگا۔

کافی دیر کے بعد مہرِ سکوت ٹوٹی اور قتادہ یوں گویا ہوئے، کہنے لگے کہ یہ مسئلہ پیش آیا ہے جو آپ پوچھ رہے ہو؟ امام صاحب نے صاف جواب دیا کہ آئندہ کے لئے پوچھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا کہ پہلے جو مسائل پیش نہیں آئے اس کے لئے امام صاحب تیاری کرتے تھے، ائمہ مجتہدین کے گروہ کا یہی کام تھا، تا کہ قیامت تک کی آنے والی انسانیت کے لئے ایک دستور تیار کر کے جائیں، کہ ابھی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ رکھنے والے ہمارے سامنے موجود ہیں، کتنے سارے محدثین ہیں، تو ہمیں دلائل مل سکتے ہیں تو ہم پورا فقہ مدون کر لیتے ہیں، کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا۔

قتادہ پوچھتے ہیں کہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ تم پوچھ رہے ہو؟ تو امام صاحب نے صاف جواب دیا کہ نہیں، فرمایا کہ پھر کیوں پوچھتے ہو؟ امام صاحب نے فرمایا کہ ہم اس لئے پوچھ رہے ہیں کہ بعد میں اگر کبھی یہ مسئلہ پیش آئے تو وہ لوگ کیا کریں گے؟ اس کے لئے ہم تیاری کر رہے ہیں۔

کتنا خیر کا زمانہ تھا، خیر القرون کا زمانہ کہ فوراً قتادہ نے اعلان کروا دیا کہ بھئی تحلیل اور تحریم کے متعلق مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھئے، اللہ اکبر! چونکہ تفسیرِ قرآن سے انہیں بڑا شغف تھا، انہوں نے فرمایا کہ ہاں تفسیر کے متعلق پوچھ سکتے ہو، تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا، اس میں بھی وہ چپ رہے، جواب نہ دے سکے۔ علم کا پہاڑ تھے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

میں ترمذی جس زمانے میں پڑھاتا تھا اس وقت میں نے امام اوزاعی کو خواب میں دیکھا، بالکل گمان اور خواب و خیال کے بالکل برعکس کہ کبھی بیداری میں سوچا بھی نہیں تھا کہ امام اوزاعی کیسے ہوں گے، یا ایسا لباس پہنتے ہوں گے، میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ نہایت خوبصورت، دراز قد، نہایت تندرست اور ٹوپی، تُرکی، تَرکی ٹوپی سر پر ہے۔ ہمارے قاری یعقوب صاحب کبھی کبھی پہنتے تھے، وہاں لبنان میں ہم نے دیکھی تھی، تو وہ کالی ترکی ٹوپی پہنے ہوئے ان کی زیارت ہوئی، صبح اٹھنے کے بعد میں نے سوچا کہ اللہ اکبر! یہ تو وہی لباس اب تک بھی وہاں لبنان میں ہے، وہی ٹوپی، تو یہ ترکوں کے زمانے سے نہیں امام اوزاعی کے زمانے سے ہے، امام اوزاعی نے وہ ٹوپی پہنی ہوئی، امام اوزاعی کی خدمت میں عبداللہ ابن مبارک ہیں۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ

ایک دفعہ امام اوزاعی نہایت غصہ میں، غضبناک لہجہ میں عبد اللہ بن مبارک سے فرمانے لگے کہ یہ ابوحنیفہ کوفہ میں ایک شخص بدعتی ہے، کون ہے یہ شخص؟

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ان کی زبان سے اتنے عظیم محدث کی زبان سے یہ سخت کلمہ، جس طرح ہم حنفی مذہب کی تقلید کرتے ہیں، اسی طرح امام اوزاعی کتنے بڑے امام کہ صدیوں تک ان کا مذہب چلا ہے، جس طرح چار امام ہیں امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، اس طرح امام اوزاعی کا مذہب صدیوں چلا ہے۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں سوچنے لگا کہ اتنا بڑا امام اور امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ کلمہ کہ یہ بدعتی ابوحنیفہ کوفہ میں کون ہیں؟ تو میں نے سنی، ان سنی کردی اور کہا کہ نہیں معلوم، کہ یہ بدعتی ابوحنیفہ کون ہے، اور واقعی بدعتی ابوحنیفہ کو تو وہ نہیں جانتے تھے۔

کہتے ہیں میں گھر جلدی سے پہنچا اور میرے پاس امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کا جو ذخیرہ تھا اس میں سے جلدی جلدی مسائل کا انتخاب شروع کیا، اور ایک مجموعہ تیار کیا مگر ہر مسئلہ کے شروع میں میں نے نہیں لکھا **قال ابو حنیفہ** بلکہ میں نے ہر مسئلہ کے شروع میں **قال النعمان** لکھ دیا۔ آگے ابن ثابت بھی نہیں لکھا کہ کسی کا ذہن امام صاحب کی طرف جائے۔ **قال النعمان**، آگے وہ مسئلہ لکھا، اور ایک مسجد کا عبداللہ ابن مبارک نے ذکر کیا ہے، کہ اس مسجد میں میں پہنچا، امام اوزاعی اس مسجد کے امام تھے اور اس مسجد کے وہ مؤذن بھی تھے، تو میں وہاں مسجد میں پہنچا اور میں نے وہ کتاب ان کے ہاتھ میں تھمادی۔

کہتے ہیں کہ مسجد میں جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے وہیں پر میں نے ان کو کتاب دی اور انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ کہتے ہیں مجمع کو مسجد میں آتا ہوا نہ انہوں نے محسوس کیا، نہ ان کو پتہ چلا کہ اب یہ نماز کا وقت ہو رہا ہے ان کو اطلاع دینی پڑی کہ حضرت نماز کا وقت ہوگیا، لوگ انتظار میں ہیں، نماز پڑھا دیں۔ انہوں نے نماز پڑھائی، پھر وہ کتاب کھولی۔

کہتے ہیں کئی نمازوں کا وقت اس طرح گزرتا رہا کہ وہ کھولتے، پڑھنا شروع کرتے، پھر اس میں محو ہوجاتے، اسی ایک طویل مجلس میں جو کئی نمازوں پر مشتمل تھی انہوں نے ساری کتاب کو پڑھ ڈالا اور اس کے بعد کہنے لگے کہ یہ شخص کون ہے اس کا پتہ لگاؤ، یہ نعمان کون ہے؟ اس کے پاس جاؤ اور اس سے علم حاصل کرو، پھر پوچھا کہ یہ معلوم کر کے بتاؤ کہ یہ نعمان

کون ہیں۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میری ہنسی چھوٹ گئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ وہی کوفہ کے ابوحنیفہ ہیں، جن کے متعلق صبح آپ یہ کلمہ ارشادفرمارہے تھے، ان کی کنیت وہ ہے ابوحنیفہ اوران کا نام ہے نعمان۔

چنانچہ امام اوزاعی نے مستقل سفر کیا اور وہاں پتہ چلا کہ حج میں امام صاحب سے ملاقات ہوگی تو وہاں ملاقات کی۔ آپ پوری داستان آپس کی گفتگو کی بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تو یہ آپس میں غصہ کے یہ کلمات ان کی زبان سے بھی نکل جاتے تھے، جیسا کہ امام اوزاعی نے ان کو فرمادیا کہ کون ہے یہ بدعتی۔

ابن ابی لیلیٰ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما

ایک اور محدث ابن ابی لیلیٰ، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کے بھائی، محمد بن ابی لیلیٰ، کئی ہیں یہ ابن ابی لیلیٰ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ نہایت غصہ میں فرمارہے ہیں کہ **ابن ابی لیلی یستحل منی ما لا یستحل من الحیوان،** فرماتے ہیں کہ انہیں مجھ سے اتنی پرخاش ہے، اتنی پرخاش ہے کہ جو کسی جاندار کے متعلق اذیت کا تصور نہیں کرسکتے جو میرے متعلق وہ توقع رکھتے ہیں اور میرے متعلق اسے حلال سمجھتے ہیں، کیوں کہ یہاں بھی جس طرح حضرت قتادہ کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چپ کیا، یہ قاضی ابن ابی لیلیٰ قضاء کے لئے بیٹھتے تھے، ان کے فیصلے امام صاحب کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک ایسا قضیہ ان کی کورٹ میں پہنچا، پڑوسی نے ابن ابی لیلیٰ سے جاکر شکایت کی کہ میرا ایک پڑوسی ہے اور میرے اوران کے درمیان ایک دیوار حائل ہے، تو دیوار کے اوپر والے حصہ میں جس طرح یہ روشن دان ہے اس طرح یہ روشن دان اس نے اوپر دیوار میں بنانا شروع کیا ہے اور دیوار کو کاٹنا شروع کیا ہے، میں نے انہیں منع کیا کہ ہمارا پردہ ختم ہوجائے گا، مگر وہ اس سے باز نہیں آتے۔

ابن ابی لیلیٰ نے اس شا کی کے حق میں فیصلہ لکھ دیا کہ پولیس کو بھیجو کہ اس کو منع کرے کہ وہ نہیں بنا سکتا، تو یہ مالک مکان امام صاحب کے پاس آیا کہ حضرت، میں اس طرح روشن دان بنا رہا تھا تو فرمایا کہ اچھا، روشن دان بنا رہے تھے چھوٹا سا، بڑی کھڑکی کے لئے دیوار کاٹو، انہوں نے دیوار کو جب توڑنا شروع کیا تو پڑوسی نے پھر جا کران سے شکایت کی کہ اس نے روشن دان تو کیا، وہ تو پوری مکمل کھڑکی بنانے جا رہے ہیں، تو انہوں نے پھر دوبارہ پولیس کو آرڈر دیا کہ اس شخص کو روکا جائے۔

اب وہ مالک مکان دوبارہ امام صاحب کے پاس آئے کہ حضرت! حکومت تو منع کرتی ہے، کیا کروں؟ فرمایا کہ اچھا، یہ جو دیوار ہے، اس دیوار کے توڑنے میں اور دوبارہ انہیں اینٹوں کے ذریعہ سے اس کو تعمیر کیا جائے اس میں کتنا خرچ ہوگا؟ انہوں نے بتا دیا کہ اتنا اندازاً خرچ ہوگا، امام صاحب بڑے صاحبِ ثروت تھے، اپنی جیب سے پیسے دئے کہ یہ دیوار کے بنانے کے پیسے، دیوار کو گرادو، پھر بنالیں گے۔

اب وہ دیوار گرا رہے ہیں، پڑوسی گیا ابن ابی لیلی کے سامنے شکایت لے کر، تو وہ پوچھتے ہیں یہ دیوار، اس کی حدود میں ہے؟ اس نے خود اپنے خرچہ سے بنائی یا تو نے؟ اب پوچھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ تو اس کی دیوار ہے، قاضی ابن ابی لیلی نے کہا کہ اس نے خود کی اپنی دیوار توڑنی شروع کی، تمہیں کیوں اعتراض ہے؟ تب وہ پڑوسی کہنے لگا کہ وہ روشن دان ہی اچھا تھا۔

اس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاءِ محدثین کے مابین چپقلش چلتی تھی، صرف اسی بنا پر چلتی تھی کہ محدثین صرف نری روایات جمع کرنے کے قائل تھے اور یہ حضرات مجتہدین، ان کا کام یہ تھا کہ قیامت تک آنے والی امتِ اسلامیہ کے لئے ایک دستور تیار کریں، تو خیر یہ غصہ کے متعلق بیان کرتے ہوئے واقعات امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سنائے اور صاحبِ تفہیم القرآن کا کچھ ذکر ہوگیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے غصہ کی توجیہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ غصہ بے جا اور بے محل نہیں، کیوں؟ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سوچا کہ یہ جہمیہ، معتزلہ، خوارج، ان کے خلاف کچھ لکھا جائے، اس وقت ان کے سامنے پوری تاریخ آ گئی، کیسی تاریخ کہ ہماری کتنی بڑی بڑی شخصیات ان کے فتنوں کی نذر ہوئی ہیں، اور امتِ اسلامیہ کو اتنا بڑا نقصان ان فرقوں نے پہنچایا ہے، اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جلال میں اور غصہ میں کتاب الرد علی الجہمیۃ قائم کیا، دماغ سے وہ واقعات نہیں نکل سکے جو حکومتوں نے ظلم ڈھائے اور علمائے سوء نے حکومتوں سے مل کر علماء کو مروایا، قتل کروایا اور سولی پر چڑھوایا۔

ایک جگہ کے بیان میں میں نے کہا کہ رستہ میں ایک شخص فٹ پاتھ پر پڑا ہوا ہے، رستے پر، سرمد نامی ایک شخص تھا دلّی میں، تو وہ رٹ لگا تا لا الہ، **لا الہ، لا الہ، لا الہ، لا الہ**، تو اب صوفیہ کہتے ہیں کہ تم اپنے اندر سے باہر مت نکلو، اپنے اندر ہی مشغول رہو، تمہیں اتنی فرصت نہ ملے کہ اس کی ناک ایسی ہے، اس کی زبان ایسی ہے، اس کے کان ایسے ہیں، اس کے بال ایسے ہیں، اس کا دماغ ایسا ہے، اس کی چال ایسی ہے، اس کی نماز ایسی ہے، کیوں دوسرے پر تمہاری نگاہ جاتی ہے، تمہیں کیوں فرصت؟ اپنے اندر سے تمہیں فرصت ہی نہیں ہونی چاہیے۔

اب وہ رستہ پر پڑا ہوا شخص ہے، اس کو پکڑ لیا کہ پڑھ کلمہ لا الہ الا اللہ، اس نے کہا لا الہ، پکڑ لیا اس کو، کیس بنا دیا، کہ یہ ملحد ہے، بے دین ہے، زندیق ہے، اب حکومت کو مجبور کیا، بعض دفعہ حکومتیں بھی علماءِ سوء کے اشاروں پر چلتی تھیں، کبھی وہ حکومتیں علماءِ سوء کو تیار کر کے اپنا کام کرتی تھیں اور اپنے لئے ان کو اہلِ حق کے خلاف استعمال کرتی تھیں۔

بالآخر قاضی کے سامنے کیس پیش ہوا، ان کو پیش کیا گیا، وہ تسبیح پڑھے جا رہے لا الہ، لا الہ، کی تسبیح، سرمد کی رباعی بھی بڑی مشہور ہیں، بالآخر کیس چلا اور فیصلہ دیا گیا اس کو قتل کر دو۔ یہ

واجب القتل ہے، زندیق ہے، ملحد ہے، خدا کو نہیں مانتا۔

جب چمڑا اچھا کر کے تلوار رکھی گئی اس وقت پھر آخری مرتبہ، اتمام حجت کے طور پر پھر سنایا گیا کہ دیکھو تم لا الہ الا اللہ پورا کلمہ نہیں پڑھتے اس لئے تمہیں قتل کیا جا رہا ہے۔ ابھی پڑھ دو، تو اس نے کہا لا الہ، جلاد کو حکم دیا کہ مارو، اس نے تلوار ماری اور گردن اوپر کو گئی جیسے ہی سرکٹ کر اوپر کو اٹھا، اس نے کہا الا اللہ، جیسے منصور حلاج کے قصے میں ہر قطرۂ خون پر لکھا تھا اللہ اللہ، جتنا خون بہتا تھا، جہاں قطرہ گرتا تھا وہاں اللہ کا نقش بنتا تھا۔

بنو امیہ اور بنو عباس

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سوچا کہ ان فتنہ پردازوں نے امت کو بڑا نقصان پہنچایا ہے ان فتنوں کے ذریعے امت کو بہت نقصان پہنچا ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب الرد علی الجہمیۃ قائم کی کہ پتہ چلے امت کو اور یہ واقعات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تازہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ان سے نقصان پہنچا ہے۔

ہمارے مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرنِ اول سے یہ نقصان پہنچ رہا ہے، اور فرماتے ہیں کہ بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ، صرف تنہا ایک شخص خلیفہ برحق اور صحیح آدمی امت کو ملے ورنہ اوروں سے امت کو بڑا نقصان ہوا۔ ایک حجاج بن یوسف سے اتنا نقصان پہنچا کہ الامان الحفیظ۔ بڑے بڑے صحابۂ کرام، جلیل القدر تابعین، تبع تابعین اس کی تلوار کی نذر ہوئے، ایک لاکھ بیس ہزار کو جیل میں بند کر کے قتل کیا، اب میدان میں، ان کی فوجوں نے مدینہ منورہ میں جو قتلِ عام کیا، ایک جگہ ساٹھ ہزار کو شہید کیا وہ سب اس کے ماسوا اور الگ ہیں۔ پھر دوسرا فتنہ چلا، جب بنو عباس کی حکومت آئی تو وہ علماءِ سوء اور معتزلہ کے فتوے پر چلتے رہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ابتلاء

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فتوی دیا طلاقِ مکرہ کا کہ اگر کسی شخص کی کنپٹی

پر بندوق رکھی جائے اور کہا جائے کہ بیوی کو طلاق دیتا ہے یا نہیں، پھر وہ بیوی کو طلاق دے دے تو یہ طلاق مکرہ ہے، یہ زبردستی کر کے اکراہ کے ذریعہ اس سے طلاق دلوائی گئی، یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

ہمارے یہاں مذہب یہ ہے کہ طلاق تو واقع ہوگئی، دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ کیسے واقع ہوگی؟ اس نے اپنا اختیار استعمال نہیں کیا، یہ تو مجبور تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ نہیں اختیار ملا اسے اور بڑے اچھے طریقے سے اس نے اختیار کو استعمال کیا کہ جب بندوق رکھی گئی تو اس نے سوچا کہ اپنے کو زندہ اور اپنی جان کو رہنے دوں یا بیوی کو رہنے دوں، دو میں سے ایک کو چوز کیا اس نے، دو میں سے ایک کو، طلاق کو چنا۔

طلاقِ مکرہ کے فتوے کی وجہ سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ ہم میں سے کوئی شخص تو زندہ بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جیل خانے میں لے گئے اور پہلوان کو بلا کر ہاتھ پکڑ کر ایک اوپر کرتا، دوسرا مارتا اور زور سے کڑاک، یہ ہاتھ کندھے سے الگ ہوگیا، یہ ہاتھ بھی کندھے سے الگ ہوگیا، ساری عمر کے لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ نہیں اٹھ سکتے تھے، کندھے سے الگ کردئے گئے تھے، کہ ان ہاتھ سے تم فتوے لکھتے ہو، اور پھر اس حال میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تشہیر کی گئی۔

لیکن جو حالات ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ ان حالات کی سنگینی کو دیکھ کر کبھی خدا سے بدظن نہیں ہونا چاہئے اپنے آپ سے بدظن ہونا چاہئے کہ ہمارے ہی کرتوت ہیں، خدا تو بڑا رحیم اور کریم ہے۔

ادھر سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے لئے، ان کی دل جوئی، تسلی کے لئے انتظام ہوتا ہے، محمد ابن روح فرماتے ہیں کہ جب یہ طلاق مکرہ کا مسئلہ چل رہا تھا تو کوئی کہتا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صحیح، دوسرا گروہ غلط، کوئی کہتا تھا کہ دوسرا گروہ صحیح امام مالک غلط، تو میں اسی پریشانی کے عالم میں ایک دفعہ سو گیا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے

پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ مخلوق کہتی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اب ہم کیا کریں؟ فرمایا کہ مالک مالک، مالک کا کیا پوچھتے ہو، مالک تو مالک ہے، مالک مالک، اور فرمایا کہ مالک وارث جدی ابرہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کہ یہ تو میرے جد اور جد الانبیاء حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام کی روحانیت اور ان کے علوم کے وارث ہیں، مالک کا کیا پوچھتے ہو؟

قراء میں بہت بڑے قاری ہیں ابن کثیر انہوں نے خواب دیکھا اور رقعہ لا کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا، ابھی یہ سب انتظام ہو رہا ہے امام مالک کی دل جوئی کے لئے کہ کوئی بات نہیں، یہ دنیا، یہ تکلیف، یہ تو وقتی ہے یہ تو گزر جائے گی، یہ تو وقتی طور پر ہے، وہاں انتظار ہو رہا ہے آپ کا، تو رقعہ دیا، پڑھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے، آنسو جاری ہو گئے، مصلے کے نیچے رکھ دیا۔

جب سب لوگ چلے گئے تو اپنے خصوصی خادم کو بلایا، فرمایا کہ میں نے مصلے کے نیچے رقعہ رکھا ہے وہ ذرا لاؤ، رقعہ نکالا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں، ابن کثیر کو زیارت ہوئی، کہ مجمع آ رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگ رہا ہے، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور چیز کا سوال کر رہا ہے، ہر طرف سے سوالات درخواستیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو، میرا جو مسجدِ نبوی میں منبر ہے اس منبر کے نیچے ایک خزانہ مدفون ہے اور میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس خزانہ کا ذمہ دار بنایا ہے، وہ اس خزانے کو امت میں تقسیم کریں گے، چنانچہ اب تک تقسیم ہو رہا ہے۔

اوجز المسالک، موطأ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شرح پڑھیں، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے لکھی ہے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کیا موطأ امام مالک، اور کیا ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، تو یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ سارے واقعات ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر مظالم، جو ان حکومتوں کی طرف سے، ان فرقوں کی طرف سے، علماءِ سوء کی طرف سے، جو فتنے

پھیلائے گئے اور اس کے نتیجے میں جوامت کو نقصان پہنچا۔

ربیع، مزنی اور بویطی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے خصوصی خدام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے موج میں، تین خادم سامنے بیٹھے ہوئے تھے ایک کا نام ربیع، ایک مزنی اور تیسرے بویطی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ربیع، دیکھو ان تینوں کی مستقبل کی پیشنگوئی فرمارہے ہیں کہ کیا ہونے والا ہے، کیسے دیکھ لیتے ہوں گے۔

ربیع سے فرمایا کہ تمہیں طلبِ حدیث کے سلسلہ میں اور اس کے سفر میں تمہیں موت واقع ہوگی، چنانچہ بالکل اسی طرح ہوا، جیسا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کچھ عرصہ کے بعد اسی طرح واقع ہوا۔

اور مزنی کے متعلق فرمایا کہ مزنی کا کیا پوچھنا، اس کو قوتِ استدلال اور علم اس درجہ تک ملے گا کہ شیطان بھی اس سے مناظرہ کرے تو شیطان بھی ہار جائے گا، چنانچہ بعد میں سب سے بڑا استدلالی علم جس کو ملا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد میں کسی کو تو یہ مزنی کو ملا۔

اور بویطی کے متعلق فرمایا کہ بویطی، اوہو! تمہیں؟ فرمایا کہ تمہاری اس حال میں موت واقع ہوگی کہ تم لوہے میں غرق ہوگے۔

واثق باللہ کا زمانہ تھا بغداد میں، میں نے بتایا تھا کہ بنو عباس میں اکثر خلفاء، یہ سب معتزلانہ عقائد رکھتے تھے اور علماء ان کو استعمال کرتے رہے کہ فلاں فلاں عالم، ہماری حکومت کے منشاء کے خلاف مسئلہ کا قائل ہے، ان کو پکڑ کر جیل میں ڈلواتے، واثق باللہ کا زمانہ ہے، اور خلقِ قرآن کا مسئلہ ہے جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ابتلاء واقع ہوا، تو کیوں غصہ نہیں آئے گا، خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مبتلا ہو چکے۔

بویطی جیل خانہ میں

بویطی کو پکڑ کر بغداد کے جیل خانہ میں ڈالا گیا، اب بویطی وہاں جیل خانہ میں ہیں، وہ اسی

طرح جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا، لکھا ہے ان کے حالات میں کہ پیروں میں زنجیر، ہاتھوں میں زنجیر، اس پر اکتفا نہیں کیا، کہیں بھاگ جائیں تو، کہتے ہیں گردن پر بھی زنجیر، بوجھ کی وجہ سے لمبی مدت تک جھکے ہوئے بیٹھے ہوئے رہتے تھے۔

اس حال میں کبھی کوئی فہمائش کے لئے آتے۔ کہتا حضرت، ہمیں رات بھر نیند نہیں آتی آپ کے متعلق جب سوچتے ہیں کہ بویطی کس حالت میں ہوں گے، ان کے خاطر کوئی کلمہ کہہ دیجئے جس سے جان چھوٹے، فرماتے کہ نہیں نہیں، بالکل نہیں، یہ ہی کہا تھا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کہ کہہ دو کچھ، فرماتے کہ نہیں، اسی طرح بویطی نے کہا کہ ہرگز نہیں، مجھے اپنی جان دینا اس مسئلہ میں منظور ہے، خلقِ قرآن کے مسئلہ میں لیکن واثق باللہ جس مسئلہ کے لئے مجھے مجبور کر رہا ہے کبھی میں نہیں کہہ سکتا، تاکہ بعد والوں کے لئے حجت رہے، قیامت تک کے لئے جو حق پر لوگ قائم رہیں گے وہ سارا مجھے ثواب ملتا رہے گا، تو یہ قید اور زنجیریں اور مہینوں اور سالوں اس میں غرق رہنا یہ ان کو حق سے اور مسلک سے ہلا نہیں سکا۔

حضرت بویطی فرماتے ہیں کہ مجھے اس حال میں مر جانا منظور ہے لیکن میں کبھی یہ جس مسلک اور فتوے کے لئے مجھے مجبور کر رہے ہیں میں اس کے مطابق کبھی فتوی نہیں دے سکتا، حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی میں نے ضمناً ذکر کیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع کا جس طرح ذکر کیا، اسی حالت میں ان کی موت واقع ہوئی، طلبِ حدیث میں، جس طرح فرمایا بویطی کو، اسی طرح قید خانے میں لوہے میں غرق ہیں، سر نیچے ہے، گردن اوپر نہیں اٹھا سکتے، اسی حالت میں ان کی موت واقع ہوئی اور مزنی کے متعلق جو ان کی پیشنگوئی کی تھی کہ علمی مناظرہ، علمی استدلال میں سب پر غالب رہیں گے، وہ پیشینگوئی بھی اسی طرح پوری ہوئی۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی فراست

ایسے ہی ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ایک پیشینگوئی فرمائی تھی۔ اِیک مرتبہ ایک

استاذ نے ہمیں سبق دیر تک پڑھایا، اب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کھانے میں میرا انتظار کر رہے ہیں، کسی جگہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں تحریر بھی فرمایا کہ میرے لئے طلحہ اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جس طرح ہمارے محمد سلیمان کو دیر ہو جاتی ہے تو اس کی والدہ کہتی ہے فون کرو، ابھی کیوں نہیں آئے، میں کہتا ہوں ابھی آجائے گا، اسی طرح ایک دفعہ حضرت انتظار فرما رہے ہیں، میں دیر سے پہنچا، فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا سبق ہو رہا تھا، کھانا چھوڑ کر کے حضرت نے فوراً پرچہ لکھوایا استاذ کے نام، وہی غصہ، مگر اس میں حضرت نے لکھا کہ تمہیں پڑھانے کا شوق ہے تم کتنا پڑھانا چاہتے ہو، پڑھاتے رہو گے، پڑھاتے رہو گے۔ میرا یہ پرچہ رکھ لو اپنے پاس، چالیس سال کے بعد اس کو کھول کر پڑھنا۔

چالیس سال کے بعد مفتی شبیر صاحب وہ پرچہ یہاں اس کی نقل لائے تو وہ اسی طرح جس طرح حضرت نے فرمایا کہ چالیس سال کے بعد یہ پرچہ پڑھنا کہ تم کتنا پڑھانا چاہتے ہو، ابھی بھی وہ پڑھا رہے ہیں، تو کیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ لیا کہ چالیس سال تک یہ شخص حدیث پڑھائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح ان کے مستقبل کو دیکھ لیا کہ کس کی موت کس حال میں واقع ہوگی، **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله تعالى**، حق تعالیٰ شانہ ایک نور مؤمن کو عطا فرماتے ہیں کہ اس کی روشنی میں وہ دیکھتا ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ابتلاء

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ سارے واقعات ہیں جو امت کو نقصان پہنچا حکومتوں کی طرف سے، علماء سوء کی طرف سے، فرق باطلہ کی طرف سے، اس لئے انہوں نے یہ باب قائم کیا۔

ان کے ذہن میں تھے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، کہ حضرت امام احمد کو کن کن ابتلاء سے گزارا

گیا، جس طرح میں نے بیڑیاں ذکر کیں امامِ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی، ہاتھ میں بھی بیڑی، پیر میں بھی بیڑی جانور بھاگ نہ جائے تو دو پیر ساتھ کر کے باندھ دیتے ہیں، اس طرح وہ دونوں پیر ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور پورا قدم نہیں اٹھا سکتے۔ اس حال میں دوسو میل کا سفر کرایا، دوسو میل اور کوڑے متعین تھے کہ دس کوڑے مارو، مارنا شروع کرو، اب بھی نہیں باز آتے ہو خلقِ قرآن کے خلاف بولنے سے؟ قرآن کو مخلوق کہو گے یا نہیں کہو گے؟ بیس، پچاس، سوسو کوڑے، وہ چمڑی پھٹ جاتی، ساری چمڑی لہولہان گوشت نکلا ہوا، جیل خانہ میں بند ہیں، چاروں طرف سے پہرے ہیں۔

دربان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس بغداد کے جیل کی کال کوٹھڑی میں، بالکل بیچ میں جن کے لئے سزائے موت لکھی جاتی ہے ان کو جہاں رکھا جاتا ہے وہاں امام احمد کو رکھا گیا، کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا، کسی روشنی کا وہاں گزر نہیں۔

دربان کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنی ڈیوٹی پر تھا، رات کے وقت میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچنے کے لئے ایک شخص دروازے پر آیا ہے پوچھتا ہے کہ امام احمد یہاں ہیں؟ کہتے ہیں وہ یوں پوچھتا ہے اور دروازہ فوراً کھلتا ہے اپنے آپ، سارے قفل کھلتے جاتے ہیں، ایک دروازہ، دوسرا، تیسرا، چوتھا۔

میں اس کے پیچھے بھاگا، میں نے دیکھا کہ وہ تو امام احمد کے کمرے تک پہنچ گیا، تو دروازے کھلتے دیکھ کر کے مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کوئی رجلِ غیبی ہے، لہذا میں نے اپنا افسری مزاج دکھانے کے بجائے میں نے اس کی منت کر کے پوچھا کہ میں نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا کہ میں تو صرف معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟

انہوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالی نے مجھے ان کے علاج کے لئے بھیجا ہے، اللہ تبارک و تعالی نے مجھے ان کے علاج کے لئے بھیجا ہے، ان کے ہاتھ میں کچھ دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا جنت سے پانی لے کر ان کے علاج کے لئے آیا ہوں۔

یہ سب تکالیف تو جس طرح مقدر تھیں آئیں مگر اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ان کی تسلی

کے خاطر کہ تم حق پر قائم ہو، تمہارے لئے دنیا میں انعام ہے، آخرت میں تم دیکھو گے کیا کیا انعام ہیں۔

اسی لئے حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب وہ اصرار کرتے تھے اب بھی کہتے ہو یا نہیں کہ قرآن مخلوق ہے؟ فرماتے کہ نہیں، فرمایا کہ تم اسی طرح تم مرو گے، کہا کہ مرنے کے لئے تو ہم تیار ہیں، ہر وقت اور اس کے بعد فرمایا کہ **الفرق بیننا و بینکم الجنائز**، تمہارا جنازہ اٹھے گا خیال رکھنا کہ کیا قصہ ہوتا ہے اور ہمارے جنازہ کو دیکھ لینا۔

لکھا ہے کہ امام احمد کا جس دن جنازہ اٹھا ہے اس دن بیس ہزار غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے بیس ہزار، جو انہوں نے پیشینگوئی فرمائی تھی، **الفرق بیننا و بینکم الجنائز**۔

بشر حافی کو امام احمد کے دفن کے بعد خواب میں دیکھا گیا، یہ بڑے اونچے بزرگوں میں سے تھے، بشر حافی کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ بشر حافی آرہے ہیں اور ان کے آستین وزنی ہیں، اس زمانے میں یہ تھیلے اور سوٹ کیس وغیرہ نہیں ہوتے تو آستین میں بھی سامان نقدی وغیرہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ سہارنپور میں وہاں دفتر کی مسجد کے سامنے ایک شخص پھل بیچ رہا تھا، میں نے اس بڈھے سے کہا کہ ایک سیر لیچی دے دو، ایک سیر تول کر اس نے کہا کہ پلہ دھر لے ابے پلہ دھر لے، ابے پلہ دھر لے، سمجھتا نہیں پلہ دھر لے، پھر اس نے میرا کرتہ اونچا کیا اور میرے ہاتھ میں دیا دونوں کونے پکڑ وائے پھر اس نے کہا کہ یہ پلہ اور یہ دھر لے۔

اس زمانے میں آستین میں چیزیں لایا کرتے تھے، ان کی آستین جس طرح میں نے کہا وزنی تھی، کسی نے پوچھا کہ یہ کیا؟ کہا کہ نہ پوچھو یہ کیا ہے، پھر کہا: جب کوئی مرجاتا ہے اس کی روح فرشتے اوپر لے کر چڑھ جاتے ہیں تو عالم ارواح کے دروازے پر ساری ارواح جمع ہوجاتی ہیں، سارے فرشتے استقبال کے لئے جمع ہوجاتے ہیں دیکھنے کے لئے اس کی ایک جھلک، آنے والے کی، اس طرح استقبال پہلے آسمان پر، پھر دوسرا، تیسرا، پھر ساتواں پھر عرش کے سامنے وہ روح جا کر سجدہ ریز ہوتی ہے، وہاں سے حکم ہوتا ہے کفار کے لئے سجین کا اور

مؤمنین کے لئے اعلیٰ علیین کا، اللہ تبارک وتعالی ہمارے لئے اعلیٰ علیین مقدر فرمائے۔

تو بشر حافی فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روح پہنچی ہے اور اس نے سجدہ کیا ہے اور سجدہ سے سر اٹھایا تو اللہ تبارک وتعالی کا حکم ہوا اور جواہر نچھاور، نثار کئے جانے لگے، دولہا جب پہنچتا تھا تو بڑی بوڑھی عورتیں پھول پیسہ نچھاور کرتی تھیں تو کہتے ہیں وہ جو وہاں جواہر نچھاور کئے گئے اس میں سے میں نے بہت سارے لوٹ لئے وہ میری آستین میں ہیں۔

اب میں آخری باب پڑھ کر دعا کے لئے کہوں گا، مولانا بلال صاحب آئے ہیں؟ وہ کریں گے، یا مولانا عبدالرحیم صاحب دعا کرائیں گے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حق پر قائم رکھے، اہلِ حق کی جماعت میں ہمیں رکھے، فرقِ باطلہ سے اجتناب نصیب فرمائے، ان کے فتنوں سے امت کو بچائے، حرمین کو بچائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. بابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَ قَوْلَهُمْ یُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاهِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِیَة وَ یُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُو الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَهُو الْجَائِرُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ فُضَیْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعقَاع عَنْ اَبِی زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلی الرَّحْمٰن، خَفِیْفَتَانِ عَلی اللِّسَان، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْم۔

۱۷

صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق

ہیں میرے نبی فخرِ رسل، شاہ امم بھی
خالق سے تعلق ہے تو مخلوق کا غم بھی

مخلوق کے سرور ہیں تو بندے ہیں خدا کے
طیبہ کے مکین اور سرِ عرش قدم بھی

معراج کی شب پہنچے جہاں پر مرے آقا
طاقت ہے بھلا کس کی جو مارے وہاں دم بھی

حماد ہے محمود ہے احمد ہے محمد
اللہ نے دیا ان کو ہے بخشش کا علم بھی

نام آپ کا لب پر ہے تو یاد آپ کی دل میں
آزاد ہوں ہر فکر سے دل میں نہیں غم بھی

مایوس مجھے روزِ قیامت نہ کریں گے
رکھتے ہیں مرے آقا تو دشمن کا بھرم بھی

اعمال کو دیکھوں، نہیں ممکن مری بخشش
دیکھوں جو کرم آپ کا، رہتا نہیں غم بھی

راسخ کو کرائی ہے جو پہچان خدا کی
اس پر ہو طفیل آپ کے اللہ کا کرم بھی

(مولانا عبدالرءوف راسخ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِیَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْکَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا کَثِيْرًا

دوستو! آج دنیا میں ہر جگہ افراتفری کا عالم ہے اور بالخصوص مسلمان سارے عالم میں پریشان ہیں، اوراس کی وجہ بھی ہمارے سامنے ظاہر ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے اللہ تبارک و تعالی نے نمونہ کے طور پر مبعوث فرمایا، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی، آپ کی حیاتِ طیبہ کو سامنے رکھ کر ہر مسلمان کو چلنا چاہئے۔

جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رہن سہن تھا اسے اختیار کرنا چاہئے، جس طرح سادگی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تھی اسے مسلمان اپنائے، کھانے میں، پینے میں، پہننے میں، اوڑھنے میں، اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں، خوشی اور غمی کے ہر موقع پر

انسان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو سامنے رکھے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کس طرح عمل فرمایا تو میں بھی اسی طرح کروں، ایک ایک چیز نمونہ کے طور پر سامنے رکھے اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالے۔

لیکن چونکہ ایسا ہو نہیں رہا، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح دشمنوں کے ساتھ برتاؤ فرمایا، اپنوں کے ساتھ جس طرح برتاؤ فرمایا اس پر عمل کرنا ہے بھی مشکل، لیکن حق تعالیٰ شانہ نے جنت اور اس کی نعمتیں جو رکھی ہیں جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا اس کے حصول کے لئے کچھ تو آخر مشقت انسان کو اٹھانی پڑے گی۔

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تحمل اور درگذر اور عفو و معافی کا دشمنوں کے ساتھ معاملہ فرمایا ہم نہیں کر سکتے۔

موذی کے ساتھ معاملہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ ایک موقع پر اپنی گھر کی بچیوں میں سے کسی کو لکھوایا، کہ مجھے ایک شخص کے بارے میں معلوم تھا کہ اس کو مجھ پر سحر کے لئے میرے ہاں بھیجا جا رہا ہے، لیکن وہ شخص جب میرے یہاں آتا تھا تو میں اسے مرغ کھلاتا تھا، یہاں تو چونکہ مرغ کی دعوت بڑی بات نہیں ہے لیکن ہندوستان کی معاشرت اور وہاں کا کھانا پینا، انسان اس کو سامنے رکھے تو وہاں ایک نعمت سمجھا جاتا تھا، کہ اگر کوئی بہت بڑے مہمان آگئے تو کہیں سے حاصل کر کے میزبان مرغ کھلانے کی کوشش کرے گا، اگرچہ اب تو وہاں بھی خوب فراوانی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر میرے یہاں مرغ نہیں ہوتا تھا تو میں کہیں سے تلاش کر کے بھی اسے مرغ ہی کھلاتا تھا، اور ایذاء پہنچانے والوں کے ساتھ یہ معاملہ۔ یہ سب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہی سے ماخوذ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے کس قدر تکلیف پہنچائی؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ برتاؤ کیسا تھا؟

ہبّار بن اسود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ اور بعضے صحابہ کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ میری بیٹی زینب وہاں ہیں، انہیں بحفاظت یہاں مدینہ منورہ لے آؤ، ہنگامی حالات میں تمام مسائل میں گنجائش ہوتی ہے۔ان حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو مدینہ لانے کے لئے بھیجا۔

جب وہ لے کر مکہ مکرمہ سے باہر نکلے تو کفار آڑے آ گئے اور کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اس طرح علی الاعلان یہاں سے مدینہ منورہ جائے یہ ہم گوارہ نہیں کر سکتے، ان کو واپس کرو، صحابہ کرام نے بہت منت سماجت کی۔

ہبّار ابن اسود خاص طور پر آڑے آیا اور اس نے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنا نیزہ دکھایا کہ دیکھو، اترو، ورنہ میں نیزہ مار دوں، حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے پیروں میں نیزہ چبھو رہا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا اپنے آپ کو بچانے کے لئے ادھر ادھر ہوئیں تو اسی میں اونٹ کے اوپر سے نیچے گریں، زخمی ہوئیں، پیٹ میں بچہ تھا وہ بھی ساقط ہو گیا اور اس حالت میں واپس مکہ مکرمہ پھر لے جایا گیا۔

پھر دوسرے موقع پر حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کچھ دنوں کے بعد پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئیں، مگر یہ جوان پر حملہ ہوا اس کی وجہ سے وہ بیمار ہوئیں اور اسی بیماری میں مدینہ منورہ پہنچ کر آپ کا انتقال ہو گیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا کہ میری بیٹی کو ہبّار ابن اسود نے کس طرح ستایا۔

لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ فتح فرما چکے تو یہی ہبّار ابن اسود یہاں سے بھاگ کر جا رہا تھا، ان کے دوستوں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت ہی رحمت ہیں، ان کے پاس جا کر معافی مانگ لو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو معاف فرما دیں

گئے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، ہبّار ابن اسود آئے اور انہوں نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے آپ کو بہت تکلیف پہنچی ہے، خاص طور پر آپ کی صاحبزادی حضرت زینب کے بارے میں جو کچھ میری طرف سے زیادتی ہوئی، میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور امن کا طالب ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کو امن دیا۔

عمیر ابن وہب

اسی طرح خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے قریش کے سرداروں میں سے امیہ ابن خلف تھا جو بدر میں مارا گیا، اس کا بیٹا تھا صفوان ابن امیہ، اس نے عمیر ابن وہب کو خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا۔

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ عجیب و غریب معاملہ تھا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ شعر میں فرماتے ہیں کہ کبھی تو میں عرشِ معلیٰ تک پہنچ جاتا ہوں وہاں پر جو کچھ ملائکہ کی آمد و رفت ہے، کیا حق تعالیٰ شانہ کا ملأ اعلیٰ کا نظام ہے، عالمِ بالا پر کیا کچھ ہو رہا ہے سارا سب کچھ مکشوف ہو جاتا ہے اور کشف میں میں سب کچھ دیکھتا رہتا ہوں۔

اور کبھی تو میرے بدن کے اوپر کوئی چیز گرتی ہے، کوئی چیز چبھتی ہے، کچھ لگ جاتا ہے، اس کو بھی نہیں دیکھ پاتا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ، کبھی اس طرح، کبھی اُس طرح۔

اب یہ عمیر بن وہب جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادے سے پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ارادہ معلوم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اچھا تمہیں اس طرف بھیجا گیا ہے، تو کس ارادے سے اور کس کام کے لئے بھیجا گیا ہے؟ چنانچہ عمیر نے یہ فوراً اقرار کرلیا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اسی کام کے لئے بھیجا گیا تھا مگر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اپنی طرف سے معافی دے دیتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے، وہ فوراً کلمۂ طیبہ پڑھ کر اسلام قبول کرتے ہیں۔

بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ

قبیلہ بنوحنیفہ کا سردار مسیلمہ، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں نبوت کا دعوی کیا، اس قبیلۂ بنوحنیفہ کا بہت بڑا سردار ثمامہ بن اثال تھا، اس قبیلہ کی گویا کہ تمام جائداد کا وہ شخص مالک تھا اور بنوحنیفہ کے بہت بڑے، اونچے سرداروں میں اس کا شمار تھا۔

ایک مرتبہ وہ کہیں عمرے کے سفر پر جا رہا تھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار وں نے رستہ میں اس کو کو پکڑ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے کہ یا رسول اللہ! یہ بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھا، ان کو ستون کے ساتھ باندھ دو، چنانچہ مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت میں اس کے پاس سے گزرتے تو اس سے پوچھتے **ما عندک یا ثمامة؟** کیا ارادہ ہے؟ وہ جواب میں کہتا ثمامۃ کہ **ان تقتل تقتل ذا دمٍ** کہ اگر آپ مجھے قتل کرو گے تو میرے پیچھے اتنی بڑی طاقت ہے، قبیلہ بنوحنیفہ کی کہ میرا قتل رائگاں نہیں جائے گا، ضرور اس کا بدلہ لیا جائے گا، اس کو سوچ کر آپ مجھے قتل کریں اور اگر آپ مجھے معاف کر دو گے تو میں ساری عمر آپ کا احسان مند رہوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

دوسرے دن گذرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا **ما عندک یا ثمامة؟** وہی جواب، تیسرے دن پھر اس نے یہی جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا اور معاف کر دیا کہ جاؤ، فوراً وہ گئے اور غسل کر کے آئے اور کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے، اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں تو

عمرے کے لئے جا رہا تھا اور رستہ میں سے آپ کی فوج نے مجھے گرفتار کرلیا، اب میرے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مکہ جا کر اپنا عمرہ کرلو۔

چنانچہ وہ عمرے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے، ان کو اسلامی طریقے سے طواف کرتے ہوئے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر کے کفار کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی صابی ہو کر آئے، جو مسلمان ہوتا تھا اس کو صابی کہا کرتے کہ بے دین ہوگیا ہے۔

ثمامۃ ان سے کہنے لگے کہ میں بے دین نہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور اگر تم نے کسی قسم کی زیادتی کی تو یاد رکھنا کہ تمہارا سارا غلہ ہمارے قبیلہ بنو حنیفہ سے آتا ہے، جب تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہیں ہوگی ایک دانہ بھی تمہیں ہمارے قبیلہ بنو حنیفہ کی طرف سے نہیں ملے گا۔

عفو اور درگزر کا معاملہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے انتہائی درجہ دشمنوں کے ساتھ یہ حلم اور عفو اور درگزر کا معاملہ تھا، یہ ہم کہاں کر سکتے ہیں۔ ہم تو اگر کسی نے ہمارے متعلق ایک کوئی کلمہ کہہ دیا تو ساری عمر یاد رہے گا، اس نے میری شان میں یہ گستاخی کی تھی، میرے متعلق اس نے یہ کلمہ کہا تھا، اور اگر کسی نے تھپڑ مار دیا، اگر کسی نے کوئی جسمانی، مالی کوئی تکلیف پہنچائی، پھر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ساری عمر وہ چیز ہمارے دل سے نکل ہی نہیں سکتی۔

اور یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو سارا مکہ کفار سے اور دشمنوں سے بھرا ہے، شاید کوئی گھر کفر سے خالی نہ ہوگا۔ مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجمع کے درمیان میں تشریف لائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ایک نگاہ ڈالی، دیکھا تو چاروں طرف وہی نظر آ رہے ہیں جو بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنے کے لئے آئے تھے، احد میں آئے تھے، غزوۂ خندق کے موقع پر ہزاروں کی تعداد میں دوسروں کو لے کر آئے تھے۔

یہاں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں، مکہ مکرمہ میں، ساڑھے تین سال تک بائیکاٹ کر کے کھانا، پانی، ہر چیز سے وہاں محروم رکھنے کی کوشش کی تھی۔ چاروں طرف، تا حدِ نظر دشمن ہی دشمن کہ جنہوں نے ساری عمر مکی زندگی میں تکلیف پہنچائی تھی، مکہ مکرمہ کے قیام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لہولہان کر دیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام پر ظلموں کے پہاڑ توڑتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاروں طرف نگاہ فرمائی، دیکھا کہ سارا مجمع ان ہی کا ہے، اب ان کے ساتھ کیا کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے پوچھا کہ تم نے اب تک ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی تمہیں معلوم، اب یہ اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں غلبہ دیا ہے، اب بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

خون کے پیاسوں کے لئے معافی

تو یہ ساری عمر آپ کے ساتھ لڑنے والے بھی دل و جان سے یہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی رأفت اور رحمت اور شفیع اور رحیم دنیا میں آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا، وہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ پوچھا کہ تم خود بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، کیا معاملہ کیا جائے۔

تو سارا مجمع کہتا ہے کہ **اخ کریم، ابن اخ کریم**، کہ آپ تو ہمارے رحم وکرم والے شریف بھائی ہیں اور آپ ہمارے شریف بھائی کے بیٹے بھی ہیں، یعنی آپ سے ہماری رشتہ داری بھی ہے، مؤاخاۃ بھی ہے، اور ہم آپ سے کرم ہی کرم کا سوال کرتے ہیں، اور اسی کی امید رکھتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **اذھبوا لا تثریب علیکم الیوم**، کہ جاؤ، جو کچھ تم نے ساری عمر ہمارے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ کیا، اس کے بدلے میں آج تمہارے ساتھ کسی قسم کی کوئی کاروائی نہیں ہوگی، تم سب کو معاف کر دیا جاتا ہے، اسی لئے ان

سب کو طلقاء کہا جاتا ہے جن کو گرفتار نہیں کیا گیا، حالانکہ یہ سب مجرم تھے ان سب کو چھوڑ دیا گیا۔

اخلاقِ حسنہ کی ضرورت

آج جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، اس کا مداوا صرف یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو تبدیل کریں، ہم اپنے اندرون کو تبدیل کریں۔ ہم تو اپنے گھر والوں کے ساتھ جن کے ساتھ ہر وقت اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، معاشرت ہے ان کے ساتھ ایسا نہیں کرتے، بیوی ہر وقت بیچاری ڈرتی رہتی ہے، بچے ہر وقت ڈرتے رہیں گے کہ پتہ نہیں کب ان کی طبیعت خراب ہو جائے، بیٹے سے والدین کو امید ہوتی ہے کہ یہ بڑا ہوگا اس سے ہمیں راحت پہنچے گی، مگر دعا کے بدلہ ماں باپ بددعا کرتے ہیں کہ اللہ کسی کو ایسی اولاد نہ دے۔

اب ہر وقت جب ہمارا اپنوں کے ساتھ یہ حال ہے تو پھر اجنبی لوگوں کے ساتھ تو اور اس سے زیادہ ہی معاملہ ہوگا، اس لئے ہم اپنے آپ کو تبدیل کریں، اپنے مزاج کو تبدیل کریں، طبیعت کے اندر نرمی پیدا کریں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اخلاق ہمیں بتائے اُسے اپنائیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما چھوٹے بچے تھے، ہر وقت ان سے خدمت لینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تکلیف پہنچی ہوگی، وہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال میں ایک مرتبہ بھی مجھے نہ کبھی ڈانٹا، نہ جھڑکا، اللہ تبارک و تعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۸

خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بشریت کا استحضار

وأعجب تلك البدر ينشق عنده

وما هو فی اعجازہ مِن عجائب

اوران معجزات میں سب سے عجیب تر معجزہ شق القمر ہے کہ چودھویں
رات کا چاند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شق ہوجاتا ہے۔

اور شق قمر کا معجزہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز
کے سامنے کچھ بھی عجیب نہیں

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعُد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم

دوستو! یہ حفظ اور ناظرہ کے ختمِ قرآن کی تقریب ہے۔ جن بچوں نے قرآن پاک ختم کیا ہے اللہ تعالی اس کو ان کے لئے مبارک فرمائے، ان کے خاندان کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے، ان کی قیامت تک آنے والی نسلوں میں اس قرآن کے پڑھنے، پڑھانے، ناظرہ اور حفظ کے سلسلہ کو باقی رکھے، قرآنی احکام پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دوستو! یہ قرآنِ پاک حق تعالی شانہ کی صفتِ کلام ہے، اور یہ ہمارے عمل کے لئے یہ قرآن اتارا گیا ہے، اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے جب یہ پوچھا گیا

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا **کان خلقه القرآن**۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وہی تھے جو قرآن ہم سے مطالبہ کرتا ہے، اگر کوئی شخص حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ معلوم کرنا چاہے، جاننا چاہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ سالہ زندگی میں کیا کیا کارنامے انجام دئے، اگر یہ معلوم کرنا چاہے تو قرآن پڑھ لیں، **کان خلقه القرآن**۔

ایک عظیم الشان آیت

یہ جو میں نے آپ کے سامنے اس وقت آیت تلاوت کی **لقد جاء کم رسول من انفسکم** اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے ہی اندر سے ایک رسول آئے ہیں اور وہ رسول ہیں، میں نے اپنی طرف سے رسالت دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے مگر یہ تم ہی میں سے ہیں۔ **عزیز علیه ما عنتم**، ذرہ بھر آپ لوگوں کو کسی چیز سے گرانی اور مشقت اور تکلیف پہنچے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بھاری اور گراں ہے۔ **حریص علیکم** ہر وقت دنیا اور آخرت کی راحتیں تمہیں میسر ہوں، اس کے لئے ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حریص رہتے ہیں۔ **بالمؤمنین رؤوف رحیم**، تمام اہلِ ایمان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر اور قلب پاک میں رحمت ہی رحمت، دنیا میں بھی رحمت، قبر میں بھی رحمت، اور آخرت میں بھی، حشر میں بھی اور صراط پر بھی اور میزان پر بھی اور جنت میں بھی رحمت۔ یہ اس آیت کا میں نے مختصر ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا۔

یہ بڑی عظیم الشان آیت ہے، وہ ہستی کہ جن کے لئے یہ سارا، زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، تمام مخلوق اور کائنات کا نقشہ جن کے لئے سجایا گیا اور حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تک جو انبیاء کرام علیهم

الصلوۃ والسلام کا سلسلہ جاری کیا گیا، ان کے خاطر جاری کیا گیا، تا کہ دنیا دیکھے کہ اللہ تبارک وتعالی نے جو نبی اس دنیا میں بھیجے، ان تمام کی خوبیاں، اُن تمام میں حق تعالی شانہ نے جو جو صفات ودیعت فرمائیں ان کو ایک پلڑے میں رکھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور خوبیوں والا پلڑہ جھک جائے گا۔

ان خوبیوں میں سے چند یہاں گنوائی گئیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں، **لقد جاء کم رسول** تمہارے پاس ایک پیغمبر آئے ہیں **من انفسکم،** جو تم میں سے ہیں، ان کا بڑا منصب ہے، جو ہم نے انہیں دیا ہے، درجہ اور عہدہ دیا ہے وہ منصبِ رسالت ہے، بلکہ یہ تمام انبیاء اور رسل کے سرتاج اور سردار ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ہم یہ بھی بتاتے ہیں کہ **من انفسکم** کہ منصبِ رسالت معجزات کا مقتضی ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا دیکھے گی کہ ایسے ایسے کام سر انجام پاتے ہیں کہ عقلاء کی عقلیں حیران ہوں گی، مگر اس کو دیکھ کر کہیں کوئی شخص کسی مغالطہ میں نہ پڑے، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق الوہیت یا اور کسی چیز کا شائبہ اور شبہ پیش نہ آئے، اس لئے اللہ تعالی نے ساتھ ہی فرمایا **من انفسکم**۔ کہ یہ تم میں سے ہیں، حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کے بیٹے ہیں۔

دوستو، ان دو کلموں میں ہمارے لئے ایک بڑا سبق بھی ہے، بہت بڑا سبق ہے، کہ جب کسی کو حق تعالی شانہ کوئی منصب اور کوئی عہدہ اور کوئی اونچا عہدہ عطا فرمائے تو کبھی اس کے دماغ اور دل سے یہ خیال اوجھل نہیں ہونا چاہئے ایک لمحے کے لئے بھی کہ میں بھی عام انسانوں میں سے ایک انسان ہوں اور یہ استحضار حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت رہتا تھا۔

ایک صحابیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی خاتون آئیں اور کچھ سوال کرنا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کے مارے میں وہ بول نہیں پا رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس کو محسوس فرمالیا کہ اوہو! معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت مرعوب ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے پیارے انداز سے ان کے دل سے یہ رعب اور خوف دور فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مجھ سے کیوں ڈرتی ہے؟ جیسی تو ہے ایسی میری ماں تھیں، میں بھی اپنی ماں ہی کا بیٹا ہوں، **کانت تفلی ثوبھا** ، کہ جس طرح عورتیں عادی، معمولی عام کپڑے پہنتی ہیں، میری ماں کوئی بہت بڑی ملکہ کی طرح سے بہت شاندار لباس پہننے والی نہیں تھیں، جس طرح تو نے کپڑے پہن رکھے ہیں اس طرح میری ماں بھی پہنتی تھیں، جس طرح تیرے کپڑوں میں کوئی گندگی جمع ہوجائے، بالوں میں گندگی جمع ہوجائے تو اس کے ذریعہ اس میں جوئیں پڑسکتی ہیں تو میری ماں کو بھی ایسا ہوسکتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالی کسی سے کوئی کام لے لے اور کوئی منصب اور عہدہ اس کو عطا فرمادے تو کبھی اس کے دل دماغ سے یہ **من انفسکم** سے جو ہمیں سبق ملتا ہے یہ اوجھل نہیں ہونا چاہئے۔

اسم اعظم

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک ان کے مرید اور شاگرد ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت، مجھے ایک ایسا کلمہ سکھا دیجئے جس سے سارے کام بن جائیں۔

چند مرض ہیں جو پرانے زمانے سے چلے آرہے ہیں، پہلے زمانے میں علمِ کیمیاء، سیمیا کی بڑی تلاشی رہتی تھی، کہ لوگ علم کیمیاء کہ جڑی بوٹی کے ساتھ تانبا ڈال دو اور تانبہ کو پگھلاؤ، فوراً سونا بن جائے، یہ علمِ کیمیا ہے، علمِ سیمیا، کہ لوہے کو گرم کرو اور اس کے اوپر دو چار پتیاں اسی جڑی بوٹی کی ڈال دو تو وہ چمکدار چاندی بن جاتی، تو اس طرح اُس زمانہ میں اس کیمیا اور سیمیا کی بھی تلاشی رہتی تھی۔

اسم اعظم یہ کچھ کلمات ہیں کہ جن کے بولنے اور پڑھنے سے دنیا بھر کے سارے کام ہوجاتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اچھا کچھ عرصہ یہاں رہو۔

ایک مرتبہ حضرت کے وہ مرید اور شاگرد کہیں جنگل میں گئے، وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ایک بڈھا ہے بے چارہ غریب، نادار، مفلس، اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھائے ہوئے جا رہا ہے، اتنے میں ایک گھوڑے سوار وہاں آیا، اس نے اس سے کہا کہ ارے کہاں جا رہا ہے؟ کہا لکڑیاں کاٹنے کے لئے گیا تھا۔ اس میں سے کچھ اپنے گھر پر ضرورت کے لئے ڈال دوں گا باقی جا کر بازار میں بیچوں گا، پیسے مل جائیں گے، بچوں کے لئے کھانا لے آؤں گا، اس کو ایک چابک مارا، کہا میرے گھر پر جا کر ڈال دے، بیچارے بڈھے کے آنسو آ گئے، چابک پڑتے ہی اور وہ روتا ہوا چلا گیا اور اس رئیس کے گھر جا کر اس نے لکڑیوں کا گٹھڑ پھینک دیا اور چلتا بنا۔

یہ مرید اپنے حضرت کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ حضرت آج تو ایسی ضرورت پیش آئی تھی کہ اگر آپ نے مجھے اسمِ اعظم سکھلا دیا ہوتا تو کام بن جاتا۔

حضرت نے پوچھا کہ کیا ہوا تو بتایا کہ آج میں نے عجیب قصہ دیکھا، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ کاش کہ میرے پاس اسمِ اعظم ہوتا تو میں اس ظالم کے لئے بد دعا کرتا۔

حضرت نے فرمایا کہ پھر کہو، انہوں نے پھر قصہ دہرایا کہ جنگل میں جو فلاں رستہ ہے، فلاں جگہ اس حلیہ کا اس طرح کا انسان گٹھڑ لے کر آ رہا تھا اور اس کے ساتھ کسی نے یہ زیادتی کی اور اس پر ظلم کیا، حضرت فرمانے لگے، مسکرائے، پھر کہنے لگے کہ اسی بڈھے سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا ہے۔ کسی اونچے منصب مل جانے کے بعد پھر اس منصب کو سنبھالے رہنا اور اس کے مقتضیات کے خلاف کو برداشت کرنا یہ بہت مشکل ہوتا ہے۔

شق القمر کا معجزہ

قرآنِ پاک کہتا ہے **لقد جاء کم رسول**، سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا اور ان کی رسالت کی اثبات کے لئے ہم نے معجزات کی قدرت اور قوت ان کو عطا فرمائی۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے ہزاروں معجزات پیش آئے۔ مکہ مکرمہ میں کفار حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ ہم آپ کو نبی نہیں مانتے، ہاں یہ جو کچھ اب تک ہم نے آپ سے دیکھا اس کے متعلق تو ہمارا یہ خیال ہے کہ آپ کے پاس جادو ہے، اور جادو کے زور سے آپ یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جادوگر کا جادو صرف اس زمین پر بسنے والوں تک محدود رہتا ہے، جو اوپر کی دنیا ہے آسمان، چاند، سورج، ستارے وہاں تک اس کا، اس کے جادو کا اثر نہیں پہنچ سکتا۔

یہ مقدمہ بیان کر کے انہوں نے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطالبہ کیا کہ آپ اوپر اپنا معجزہ اور کرامت اور کرشمہ دکھایئے تب جا کر ہم آپ کو نبی مان سکتے ہیں۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا، فلاں پہاڑی پر اکھٹے ہو جاؤ، وہ سارے اکھٹے ہو گئے، آدھی رات کو چودھویں کا چاند آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ دیکھو تم چاند کو دیکھ رہے ہو؟ کفار نے کہا دیکھ رہے ہیں۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹکڑے کو جس طرح نیچے اتارتے ہیں اشارہ فرمایا، فرماتے فرماتے جہاں آسمان کے کنارے ہمیں ختم نظر آتے ہیں وہاں تک انگلی مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک وہاں پہنچ کر رک گئی، تو چاند کا وہ آدھا حصہ ٹکڑا بھی وہاں پہنچ کر رک گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے ٹکڑے کی طرف اشارہ فرمایا اور اسی طرح انگلی مبارک سے اس کو نیچے تک لائے آسمان کے کنارے تک وہاں پہنچ کر انگلی ٹھہر گئی تو وہ، چاند کا وہ حصہ بھی ٹھہر گیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات ہوتے ہیں وہ ایک معجزہ نہیں ہوتا، یہ ایک معجزہ کئی ایک معجزات پر مشتمل ہوتا ہے، یہاں چاند کا شق ہونا ایک معجزہ، اس ایک ٹکڑے کا اپنی جگہ سے ہلنا دوسرا معجزہ، ہلتے ہوئے جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں وہاں تک آنا یہ اور معجزہ، پھر وہاں پہنچ کر رک جانا نیچے نہ گر جانا اور معجزہ، اسی طرح دوسرے

ٹکڑے کے متعلق پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا اور اس ایک کنارے کو اوپر تک لائے جہاں پہلے چاند تھا، اسی طرح دوسرے ٹکڑے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تک لائے جہاں پہلے چاند تھا، دونوں آپس میں مل گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اشھدوا لیکن ان کے مقدر میں ایمان نہیں تھا، تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا اب بھی یہ خیال ہے کہ آپ کے پاس نہایت زور والا جادو ہے کہ جو اوپر کی دنیا میں بھی کام کر سکتا ہے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے عطا کیا گیا چاند کے متعلق اور ساری دنیا نے دیکھا، سارے اہلِ مکہ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک سے چاند دو ٹکڑے ہوا اور یہاں تک، نیچے تک آ گیا لیکن جب رمضان کا مہینہ آتا ہے مدینہ پاک میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور چاند دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، دیکھتے ہیں بادل ہیں، تو جس انگلی مبارک سے چاند ٹکڑے ہو سکتا تھا، نیچے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لا سکتے تھے تو اس انگلی مبارک سے وہ بادل بھی ہٹ سکتے تھے۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہاں وہ من انفسکم جو بشری صفت ہے، یہ مقتضی تھی تا کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے حق تعالیٰ شانہ شریعت کو عملی طور پر پیش کرنا چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک آنے والے انسان شریعت کو کس طرح اپنائیں گے اس کے لئے ضرورت تھی اس کی کہ وہ چاند اسی طرح بادلوں کے اندر چھپا رہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر انتیسویں تاریخ کو چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو، عید ہو تو افطار کر لو۔

معجزات اور بشری صفات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے سلسلہ میں بھی معجزات کا ظہور بکثرت ہوتا رہا مگر دوسری طرف اس کی ضرورت تھی کہ بشری شان من انفسکم کا بھی ظہور ہو، کیوں کہ قیامت

تک آنے والے ایسے انسان بھی ہوں گے کہ ان کو فاقہ کرنا ہوگا، بھوک انہیں ستائے گی، ان کے لئے شریعت کو مکمل کرنا تھا اس لئے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معجزہ ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک بھوک کے ساتھ گزار رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں اور صحابۂ کرام نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ، پانی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت بشری صفت کا غلبہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے رکھا گیا تاکہ اس وقت بھی دنیا میں کئی ملکوں میں پانی کی قلت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے وہاں معجزہ کے بجائے آیت اتاری، آیت تیمّم کہ جہاں پانی نہ ملے وہاں تیمّم کرلو، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف پانی کے سلسلہ کے معجزات تو پچاسوں ہیں وہاں مدینہ منورہ کے، درجنوں واقعات ہیں کہ کنویں کے پانی میں برکت ہوگئی۔

دست مبارک اٹھے اور بارش

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ دے رہے ہیں اور ایک صحابی مسجد کے دروازے ہی پر کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ! پانی نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے جانور مر رہے ہیں، ایک زمانہ سے بارش نہیں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت بارش کے لئے دعا فرماتے ہیں۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ ہم ایک زمانہ سے دیکھ رہے تھے کہ کہیں کوئی بادل کا ایک ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک اٹھائے اور دیکھتے ہی دیکھتے بادل اور بارش شروع ہوگئی اور اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک پورا ہفتہ مسلسل بارش ہوتی رہی، اب معجزہ کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اٹھاتے ہی بارش برس سکتی ہے لیکن یہ کب؟ جب منصبِ رسالت اس کا مقتضی ہو، جہاں کہیں معجزہ کے ظہور کی ضرورت پیش آئے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اکثر اوقات میں جو صفت غالب رہتی تھی وہ بشری صفت من انفسکم والی غالب رہتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خیبر کے موقع پر یاد فرمایا، صحابۂ کرام نے بتایا کہ یا رسول اللہ ان کی آنکھیں آئی ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو بلا کر لاؤ، حضرت علی پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک لیا آنکھوں پر لگایا، لگاتے ہی نہ صرف یہ کہ اس وقت اچھی ہوگئیں، صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ ساری عمر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کبھی آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی ایک غزوہ میں آنکھ نکل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے وہ آنکھ اس جگہ رکھ دی اور صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلی ہوئی آنکھ رکھی تھی، اس میں دوسری آنکھ کے بہ نسبت روشنی زیادہ تھی۔

مردہ زندہ ہوگیا

صحابۂ کرام کو کسی طرح کی کوئی تکلیف بھی پیش آتی، کوئی بیمار ہوا حتی کہ یمامہ کی ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچہ کو پیش کرتی ہے کہ یا رسول اللہ اس کا انتقال ہوگیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی، آخرت اور جنت، وہاں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا مگر آخر ماں تھی، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے تو بیٹا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی وہ زندہ ہوگیا۔ صحابۂ کرام اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہم اس کو مبارک الیمامۃ کہا کرتے تھے۔ صحابہ کو کسی قسم کی کوئی بیماری، کوئی تکلیف پیش آتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم **کالقد جاء کم رسول** رسالت کے منصب کی قوت، اس کا پاور ظاہر ہوتا اور ان کے کام بن جاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک مرتبہ حبشہ سے صحابہ کرام جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ خیبر کے موقع پر واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے امور میں مشغول تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی مگر تفصیلی ملاقات نہیں ہوسکی، صرف معمولی کہ ہم لوگ خیریت سے آ گئے ملنا ملانا ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر پہنچے تو ان حبشہ سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سے ایک صحابیہ تھیں، ان کا نام اسماء، اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں جا رہے تھے تو گھر والوں نے بتایا کہ اندر نہ آیئے کہ نا محرم عورت یہاں ہے، فرمایا کون؟ کہنے لگے اسماء، پوچھا کونسی اسماء؟ کہنے لگے جو وہ حبشہ سے مہاجرین پہنچے ان میں سے، فرمانے لگے **الحبشیته هذه، البحرية هذه،** کہ وہ جو سمندر میں سفر کر کے آئیں، وہ جو ہجرت کر کے وہاں گئی تھیں۔

پھر ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پردے میں ان سے پوچھا کہ خیریت ہے، خیریت سے آ گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو فرمانے لگے کہ دیکھو تم وہاں حبشہ میں رہے اور **سبقنا کم بالهجرة،** مکہ مکرمہ سے تم لوگ حبشہ چلے گئے، تم لوگ حبشہ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہم لوگ بھی ہجرت کر کے آئے، مدینہ منورہ ہم لوگ آپ لوگوں سے پہلے پہنچے۔

جس طرح بچے کبھی کسی بات میں ایک دوسرے سے مسابقت کرتے ہیں تو یہ آخرت اور وہاں کے ثواب اور وہاں کی نعمتوں کے بارے میں اور وہاں کیا ان کو عہدے ملیں گے اس کے بارے میں وہ مسابقت کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے انسان ایک صحابیہ کے ساتھ فوقیت جتا رہے ہیں، اور ان سے کہتے ہیں کہ **سبقنا کم بالهجرة،** کہ دیکھو تم تو پیچھے رہ گئے آج آئے حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ، ہم تو برسوں پہلے آ گئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے، تو ہم سابق ہوئے اور تم لوگ مسبوق رہے۔

اب صحابیہ نے کہا کہ میں نہ کھاؤں گی، نہ پیوں گی، نہ سوؤں گی، میں کوئی کام نہیں کروں گی جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ پوچھ لوں، یہ کیا ہوگیا؟ کہ ہم نے تو اتنی تکلیفیں اٹھائیں کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ گئے، وہاں بے وطن ہو کر پڑے رہے اور سالہا سال وہاں ہم نے گزارے اور تم لوگ ثواب میں کیسے بڑھ گئے؟ اس صدمے کی وجہ سے وہ کہنے لگی کہ میں نہ کھاؤں گی، نہ پیوں گی جب تک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ پوچھ لوں، فوراً بھاگی ہوئی پہنچیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عمر یہ کہتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون کہتا ہے، کہا کہ عمر، اچھا عمر نے یہ کہا، فرمایا لا، لا، فرمایا کہ ان کے لئے جو ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے عمر اور ان کے ساتھی اور جتنے لوگ آئے ہیں ان کے لئے صرف ایک ہجرت کا ثواب ہے اور تم لوگ جو حبشہ گئے اور حبشہ سے یہاں ہجرت کر کے آئے تمہارے لئے ڈبل ہجرت کا ثواب ہے، دو ہجرتوں کا ثواب ہے۔

اس قصہ میں حضرت اسماء بنت عمیس حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے جب کہتی ہیں کہ تمہیں ثواب کیسے زیادہ ملے گا؟ تم کیسے سابق ہوگئے کیوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمہارے ساتھ تھے **یُطعم جائعکم و یشفی مرضاکم** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمہارے ساتھ تھے اور تم میں سے کوئی بیمار ہوتا فوراً حاضر خدمت ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک پھیرا وہ اچھا ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فاقہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی اور اللہ تعالی نے انتظام فرمادیا، تکلیف ہوئی کہ پانی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معجزہ ظاہر ہوا اور پانی مل گیا، تکلیف تو ہم لوگوں کو ہوئی کہ وطن سے دور جگہ حبشہ ہم لوگ پہنچے اور وہاں ہم نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں۔

ہر ضرورت میں صحابہ کا رجوع

یہ چیز عام تھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں، کہ کوئی چیز پیش آئی فوراً روتے ہوئے پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں، معجزہ ظاہر ہوا، حتی کہ ایک صحابی اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ دیر تک کاموں میں مشغول رہتے، تو ہم لوگ تو اپنے وقت پر سو جاتے، ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو اطراف میں پڑوسی انصار تھے، ان کے یہاں سے دودھ آتا تھا، دودھ کا پیالہ بند کر کے اس کے اوپر ڈھکن رکھ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھ دیا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو فارغ ہو کر دیر سے تشریف لاتے، تو سونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیا کرتے تھے۔

صحابی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عشاء کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پہنچا اور میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے بعد مجھے بھوک لگی، تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دودھ رکھا ہوا ہے اس میں سے تھوڑا سا کیوں نہ پی لوں، پہلے میں نے دل میں سوچا کہ پیوں، کہ نہ پیوں، لیکن بھوک تھی تو میں اٹھا اور میں نے پینا شروع کیا۔

پہلے نیت یہ تھی کہ میں تھوڑا پیوں گا اور تھوڑا رہنے دوں گا، لیکن پیتے پیتے جب سارا برتن خالی ہو گیا تب میرے پیر تلے سے، پیر کے نیچے سے زمین سرکنے لگی کہ یا اللہ! یہ کیا ہو گیا، میں نے تو سارا پی لیا، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس برتن کو کھولیں گے اور اس میں دودھ نہیں ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بد دعا فرمائیں گے۔

یہ سوچ کر صحابی فرماتے ہیں کہ میرے پیر کے نیچے سے زمین نکل گئی اور میں بستر میں لیٹ گیا۔ مجھے نیند نہیں آرہی تھی، کافی دیر گزری، آدھی رات سے زیادہ گزرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، صحابی بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں تشریف لاتے تو اس طرح پیر رکھتے کہ کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو **عزیز علیہ ما عنتم**، کسی کو ذرہ بھر تکلیف ہو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز گوارا نہیں تھا۔

صحابی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دبے پیر، آہستہ، آہستہ، آہستہ کہ سونے والوں

کو تکلیف نہ ہو تشریف لاتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اپنی چادر اوڑھ رکھی تھی شرم کے مارے اور میں ڈر رہا تھا کہ اب کیا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن کے پاس تشریف لے گئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھولا تو وہ خالی اس میں دودھ نہیں، اب میں ڈرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اگر کوئی کلمہ میرے خلاف بد دعا کا نکل گیا تو میرا کیا ہوگا۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن رکھ دیا اور اس کے بعد دعا فرمائی کہ یا اللہ! جس نے یہ پیا ہو تو اس پر رحم فرما، پھر میں نے اٹھ کر سارا قصہ بیان کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جاؤ، اس بکری کو اللہ تعالی نے پھر دودھ دے دیا ہوگا اس کو جا کر دوہ لو۔

غرضیکہ صحابیہ حضرت اسماء سچ فرماتی ہیں کہ جب بھی صحابۂ کرام کو کوئی قصہ پیش آیا اور فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اللہ تبارک وتعالی نے اس کا انتظام فرما دیا۔

لیکن یہ تو صحابہ کرام کے لئے تھا **رسول** کی وجہ سے، منصبِ رسالت کی وجہ سے جہاں معجزات ظاہر ہوتے تھے۔

لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا حال کیا تھا **من انفسکم** کی وجہ سے، بشری صفات کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جتنا کسی کو سر درد ہوتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار جتنا کسی شخص کو بخار ہوتا ہے اس سے دو گنا، ڈبل، جتنا دو کو ہوتا ہے اتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیز بخار ہوتا تھا۔

ایک صحابی کسی مہم پر گئے ہوئے تھے ان کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی، تو ٹوٹا ہوا پیر لے کر سامنے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کھولو، دستِ مبارک پھیرا، ہڈی جڑ گئی۔

لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہیں،

گھوڑے پر سے کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے، تو جس طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرے تو وہ دستِ مبارک، ہاتھ کی ہڈی میں بھی اور اس طرف کی پیر کی ہڈی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہ دن تک تکلیف رہی۔

تو یہ بشری صفات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب غلبہ ہوتا تھا، اس وقت عام حالات میں عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منصبِ رسالت کی وجہ سے معجزات کی زبردست قوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ حق تعالی شانہ کی طرف سے کرامات اور معجزات کی زبردست قدرت ہوتی تھی۔ اب ان دونوں کو لے کر چلنا، ان میں بیلنس رکھنا یہ صرف اور صرف سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

اپنا بشری ضعف ملحوظ خاطر رہے

کسی کو دنیوی طور پر اللہ تعالی نے کتنا ہی کیوں نہ نوازا ہو، کتنی مال اور دولت کا مالک ہو، کتنا ہی اونچا کوئی بڑا منصب ملا ہو، لیکن اس کے ذہن سے کبھی یہ نکلنا نہیں چاہئے کہ من انفسکم کہ یہ سوچے کہ دنیا بھر میں بسنے والے جتنے انسان ہیں وہ مجھ جیسے انسان ہیں، میں بھی ان ہی میں کا ایک فرد ہوں۔

لیکن معاملہ آج کل دنیا میں اس کے برعکس ہے، کسی کو تھوڑی سی دولت مل جائے جس میں وہ ممتاز ہو جائے، کسی کو کوئی عہدہ مل جائے، کوئی کوئی ڈگری پاس کر لے، کوئی بڑا اونچا ڈاکٹر بن جائے، تو اس کا دل دماغ، اس کی پرواز زیادہ اونچی ہو جاتی ہے، اور انسانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو وہ الگ تھلگ سمجھنے لگتا ہے۔

یہ تو دنیا والوں کے قصے ہیں خود اہلِ دین کا حال بھی ایسا ہی ہے، ان میں بھی یہ مرض ان دنیا داروں سے بھی زیادہ ہے، اپنے آپ کو الگ تھلگ سمجھنا، بہت سے کام ایسے کہ جو ساری دنیا وہ کام کر لیتی ہے، وہ نہیں کر سکتے ہیں کہ ہم تو کوئی الگ قسم ہیں۔

حالانکہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ ریل میں ایک مرتبہ سفر کر رہے ہیں، برابر میں کوئی ہندو بیٹھا ہوا تھا، وہ ایک دو مرتبہ وہ اٹھ کر گیا، واپس آیا، حضرت نے دوسری مرتبہ پوچھا کہ بھئی کیا ہوا، کوئی کام؟ کہا نہیں، میں ذرا استنجے کے لئے گیا تھا، وہاں بیت الخلاء بڑا گندہ ہے، حضرت کے خدام کا بیان ہے کہ اس کے فوراً بعد حضرت تھوڑی دیر کے لئے اٹھے، ذرا کھڑکی کے پاس تشریف لے گئے، پھر دروازے کے پاس کو کرتے کرتے حضرت بیت الخلاء کے اندر گئے اور اندر سے بیت الخلاء بند کر کے اچھی طرح حضرت نے دھویا، صاف کیا اور اس کے بعد پھر واپس تشریف لائے اور ہندو سے فرمایا کہ میں بیت الخلاء ہو کر آیا، صاف ہے۔ اللہ ہمیں انانیت سے بچائے، گندگیوں کا استحضار نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

درود شریف پڑھ لیں

اللھم صل علی سیدنا و نبینا و شفیعنا و حبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک و سلم، ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرة حسنة و قنا عذاب النار، ربنالا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا، ربنا و لا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا و اغفرلنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین،ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب، ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیاٰتنا و توفنا مع الابرار، ربنا و اٰتنا ما وعدتنا علی رسلک و لا تخزنا یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد، ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرة اعین و اجعلنا للمتقین اماما، ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤوف رحیم۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیأت سے درگزر فرما، یا اللہ! ہم میں سے جو بیمار ہیں انہیں شفا نصیب فرما، یا اللہ جو مقروض ہیں انہیں قرض سے خلاصی نصیب فرما، یا اللہ جو

پریشان حال ہیں ان کی پریشانیاں ختم فرما، یا اللہ! جہاں کہیں دنیا میں جو انسان مظلوم ہے ان سے ظلم کا خاتمہ فرما، یا اللہ دنیا کو ظلم سے پاک کر دے، امن چین، سکون، کا گھوارا بنا دے، یا اللہ! انسانوں کو انسانیت عطا فرما، یا اللہ! انسانوں کے اندر سے حیوانیت اور بربریت کو ختم فرما دے، یا اللہ! جہاں کہیں مسلمان خاص طور پر پریشان حال ہیں ان کی پریشانیاں ختم فرما، جو قید میں ہیں ان کی رہائی کے اسباب مہیا فرما، یا اللہ! جو ہسپتال میں پڑے ہوئے ہیں انہیں صحت و عافیت نصیب فرما، یا اللہ! جن بچوں نے قرآنِ پاک حفظ یا ناظرہ ختم کیا ان کو قبول فرما، ہماری قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کو تو قبول فرما، یا اللہ جس بچے نے قرآنِ پاک حفظ ختم کیا ہے اس کو بھی قبول فرما، اس کے والدین کو قبول فرما، ان کے دادا اور دادی کو قبول فرما، یا اللہ! اس کے خاندان کے تمام افراد کو قبول فرما، یا اللہ! حفظ کو ہمارے اندر عام فرما، زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو حفظ کا شوق عطا فرما، قرآنِ پاک کے احکام پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق نصیب فرما، قرآن کی تلاوت کا ہمیں شوق عطا فرما، یا اللہ! قرآنِ پاک کے علوم سے ہمیں بہرہ ور فرما، یا اللہ! قرآن کا ہم سے حق ادا نہیں ہو رہا، یا اللہ قرآن کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، یا اللہ! اس مجمع میں جس مسلمان کے دل میں جو جائز تمنا ہے ان سب جائز تمناؤں کو پورا فرما، یا اللہ! جو جائز تمنائیں ہیں ان کو تو جانتا ہے ان سب کو پورا فرما، یا اللہ! جو بے اولاد ہیں انہیں اولاد نصیب فرما، یا اللہ! جن کو رشتے نہیں مل رہے انہیں بہترین رشتے عطا فرما، یا اللہ! ان کو رشتہ ازدواج میں جلد سے جلد منسلک فرما، یا اللہ! جن خاندانوں میں آپس میں پھوٹ ہے، اختلاف ہے ان خاندانوں میں محبت دے، یا اللہ! زوجین میں محبت دے، یا اللہ! بھائیوں میں محبت دے، والدین کو اولاد کے ساتھ اولاد کو والدین کے ساتھ محبت دے۔

اللھم صل علی سیدنا و نبینا و شفیعنا و حبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک و سلم سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العالمین

۱۹

دریتیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بکھیرے موتیوں کو سمیٹنے والوں کی داستانیں

ترا در چھوڑ کر، یہ تیرے دیوانے کہاں جائیں
بھلا تیرے سوا، دادِ وفا پانے کہاں جائیں

کرم کا آسرا لے کر، درِ اقدس پہ آئے ہیں
ترے در کے سوا دامن کو پھیلانے کہاں جائیں

ترا در چھوڑ کر، اے سرورِ دیں، رحمت عالم
دل مجروح کے ہم، داغ دکھلانے کہاں جائیں

نہ ہو حاصل نگاہِ لطفِ احمد کا اگر شانہ
تو ہم تقدیر کی زلفوں کو سلجھانے کہاں جائیں

اگر رخ پھیر لیں، ہم سرورِ دیں کی اطاعت سے
بھٹک کر اپنی منزل سے خدا جانے کہاں جائیں

ہمارے خانۂ دل میں مکیں ہے گنبدِ خضراء
ظفرؔ ہم اپنے دل کو اور بہلانے کہاں جائیں

(ظفرؔ جنکپوری)

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

امّا بعد:

دوستو، مائیں اور بہنیں! یہ ختمِ بخاری شریف کا جلسہ جس میں سال بھر معلمات نے اور اساتذہ نے محنت کر کے حدیث کی چھ کتابیں پڑھائیں، آج ان میں سے، ان چھ میں سے بھی سب سے اہم کتاب، بخاری شریف کے آخری درس میں آپ کے ساتھ ہم بھی شریک ہو گئے۔

ختم بخاری شریف کے موقع پر دعا کی قبولیت

محدثین اپنے تجربات بتاتے ہیں کہ بخاری شریف کے ختم کے موقع پر جو دعا کی جائے وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کو

ہم نے ہمارے یہاں کی پریشانیاں لکھیں کہ دار العلوم ایسی جگہ پر واقع ہے، ایسے محلّہ میں، ایسے علاقہ میں کہ لاکھوں مکانوں میں صرف انگلش بستے ہیں اور دار العلوم کے سارے پڑوسی، تقریباً ایک لاکھ مکان سے زیادہ ہی ہوں گے سب یہاں کے انگلش، اور ہم دار العلوم کو بڑھانے کی فکر میں ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ دار العلوم میں طلبہ کے لئے تھوڑی آسانی ہو جائے، وسعت ہو جائے، بورڈنگ بن جائے، کلاس روم، مسجد وغیرہ تعمیر ہو تو اس میں کچھ رکاوٹیں ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جواب تحریر فرمایا جو میرے پاس محفوظ ہے، تحریر فرمایا کہ تم اپنے یہاں اس مقصد کے لئے، دعا کے لئے ختم کا اہتمام کرو، قرآنِ پاک کا ختم جو عالم نہیں ہیں، عربی نہیں پڑھ سکتے وہ قرآن ختم کریں اور جو عربی داں ہیں، بخاری شریف کی تلاوت کر سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں وہ بخاری شریف پڑھیں، اور اس کے ختم کا اہتمام کیا جائے، ہم نے اس کا اہتمام شروع کیا کہ ہفتے میں آخری دن سنیچر کے دن چھٹی ہوتی ہے اس دن ایک گھنٹہ ختمِ بخاری شریف کے لئے متعین کر دیا، اللہ تعالی نے آسانی فرما دی، مسجد کی اجازت مل گئی، درس گاہوں کی اجازت مل گئی، مسجد تعمیر ہوگئی، درس گاہیں تعمیر ہوگئیں۔

محدثین اپنا اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقصد کے لئے بخاری شریف پڑھنا شروع کی اور جو پڑھنے پڑھانے والے ہوتے ہیں انہیں مشغولی ہوتی ہے، ان کے لئے اس کی تلاوت اور پڑھنا کوئی مشکل نہیں ہوتا، وہ اس کو آسانی سے، بہت جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔

اب یہ کتاب سال بھر میں کئی سو پریڈ اور کئی سو گھنٹوں میں ختم ہوئی ہوگی، مگر حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے فلاں محدث سے یہ کتاب پڑھی تو میں نے صرف بارہ مجلسوں میں اس کو ختم کیا، صبح سے لے کر ظہر تک بیٹھ گئے، ظہر سے عصر تک بیٹھ گئے، دن بھر میں دو مجلسیں ہوگئی، دوسرے دن اسی طرح، صرف بارہ مجلسوں میں انہوں نے صحیح بخاری ختم کر لی۔

محدثین اپنے تجربات بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جس مقصد کے لئے بخاری شریف کا ختم کیا اور اس کے بعد دعا کی تو اللہ تعالی نے ہماری وہ دعا ضرور قبول فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالی ہماری اس ختمِ بخاری شریف کی حاضری کو بھی قبول فرمائے، ہماری دعائیں بھی قبول فرمائے، خاص طور پر دنیا بھر میں صرف مسلمان نہیں، انسان، انسانیت ہر جگہ مظلوم ہے، پریشان ہے، ان پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، آسمانی، سلطانی ہر طرح کی آفات میں انسانیت گھری ہوئی ہے ان سب کے لئے دعا کریں، اللہ تبارک وتعالی انسانیت کو ان مظالم سے نجات دے، ظالموں کو ظلم سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے، خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کی ہر جگہ اللہ تعالی حفاظت فرمائے۔

یہ صحیح بخاری، امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے کتاب، ایک شان رکھتی ہے اور حدیثِ پاک پر کام تو بہت ہوا لیکن اللہ تبارک وتعالی نے ان تمام میں سے اس کتاب کو شرفِ قبول اونچا مقام عطا فرمایا۔

سب سے پہلا کام

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں جب اعلان فرماتے ہیں لا الہ الا اللہ، ایک اللہ وحدہ لاشریک کی طرف انسانیت کو دعوت دیتے ہیں، اس وقت کے ابتدائی سالوں میں صرف ایک ہی کام تھا **قل اٰمنت باللہ ثم استقم**، بس ایک ہی کام تھا کہ ایمان لے آؤ اور ایمان لانے کے ساتھ تمہارے اوپر احوال شروع ہوجائیں گے، حالات بدلیں گے، تمہاری مخالفت ہوگی اور تمہیں ہر طرح سے ستایا جائے گا، مارا جائے گا، کاٹا جائے گا، جلایا جائے گا لیکن خبردار، یہ جو تم نے ایمان کا بیج اپنے دل کے اندر ڈالا ہے وہ پھلنا پھولنا چاہئے اور یہ ایک امانت جو ہم نے تمہیں دی ہے یہ سنبھالنا تمہارا کام ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی جماعت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے برگزیدہ اور منتخب جماعت تھی۔ انہوں نے اس چیلنج کو قبول کیا اور ایسے حالات، اور ایسے

مظالم، کہ موجودہ مظالم ان مظالم کو نہیں پہنچ سکتے جو صحابۂ کرام پر مکہ مکرمہ میں ڈھائے گئے لیکن اللہ تبارک وتعالی نے انہیں حوصلہ عطا فرمایا تھا، وہ ایک منتخب جماعت تھی، انہوں نے اس چیلنج کو قبول کیا تھا اور اس امتحان میں وہ کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

دوسرا کام

وہاں مکی، ابتدائی زندگی میں صرف ایک کام تھا، ایمان اور اس کی حفاظت، اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کثرت شروع ہوئی، قرآنِ پاک کثرت سے نازل ہونے لگا تو ایک کام اس ایمان کے ساتھ اور بڑھا دیا گیا، وہ تھا قرآنِ پاک کی تلاوت، قرآنِ پاک کا سیکھنا اور سکھانا یہ سب سے پہلا کام ایمان کے بعد۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ آپ بارہا سن چکے ہوں گے کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بری نیت سے اپنے گھر سے نکلے اور کسی نے بتایا کہ اپنے گھر کی خبر لو، بہن کو جا کر دیکھا تو بہن اور بہنوئی کیا کر رہے تھے، قرآن ایک دوسرے کو سکھا رہے تھے **طٰہٰ ما انزلنا**، سورۂ طٰہٰ کا سبق پڑھا رہے تھے۔

اسی لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کا حکم ہوتا ہے تو وہاں مدینہ منورہ صحابۂ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ بھیجا اور ان صحابۂ کرام کے ذمہ صرف ایک ہی کام تھا کہ وہاں مدینہ منورہ پہنچ کر جتنے مسلمان ہیں انہیں قرآن کی تعلیم دی جائے، قرآن سکھایا جائے، تو صحابۂ کرام اپنے متعلق اس وقت کے حالات بعد میں بیان کیا کرتے تھے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے قرآنِ پاک کے اسباق شروع کر چکے تھے اور ہم قرآن پڑھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہمارا فلاں سبق چل رہا تھا، ایک صحابی اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس وقت میں **سبح اسم ربک الاعلی** تک پڑھ چکا تھا۔

اور ترتیب بھی یہی پارۂ عم سے ابتداء والی ہوگی، میں کہا کرتا ہوں کہ جو چھوٹی سورتوں

سے، چھوٹی آیات والی سورتوں سے بچوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے پارۂ عم سکھایا جاتا ہے، مفصلات کی سورتیں سکھائی جاتی ہیں تو یہ اس وقت کی سنت ہے کہ سب سے پہلے صحابۂ کرام نے بھی ان ہی سورتوں سے قرآنِ پاک سیکھنا شروع کیا تھا۔

کئی سال تک ابتدائی سالوں میں صرف ایمان، اس کے بعد چند سالوں تک صرف ایمان کے ساتھ قرآن۔

جب ہر طرح صحابۂ کرام کو امن اور اطمینان ہوگیا کہ انہوں نے قرآنِ پاک کو محفوظ کرلیا، قرآنِ پاک کو انہوں نے حفظ بھی کرلیا اور قرآن پاک کی تفسیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھ لی، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سورۂ بقرہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ بارہ سال میں پڑھی۔

تیسرا کام

جب اس کام سے فارغ ہوئے، تو ان کے ذمہ ایک تیسرا کام تھا۔ صحابۂ کرام کے ذمہ وہ تھا حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو کلمات نکلے انہیں یاد کرنا، کیوں؟ اللہ تعالی فرماتے ہیں و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی، صحابۂ کرام سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو نکلتا ہے اسے تم حفظ کرلو، یاد کرلو، لکھ لو، محفوظ کرلو۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود صحابۂ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ جو ارشاد فرماتے ہیں اسے ہم محفوظ کر سکتے ہیں آپ جو کچھ فرماتے ہیں، فرمایا ہاں، تم لکھ لیا کرو، محفوظ کرلیا کرو، زبانِ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کہ ’اس سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا‘۔

اب یہ تیسرا دور شروع ہوا، ایمان، چند سال صحابۂ کرام نے اس کی حفاظت کی، پھر قرآن کی حفاظت کی، اب سنت کی حفاظت، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے ہزاروں کی تعداد میں احادیث کو جس طرح ہم قرآنِ پاک حفظ کرتے ہیں اس طرح انہوں نے قرآنِ

پاک کو حفظ کرنے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو حفظ کیا۔

ہمارے حضرت ناظم صاحب حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان سے ہم نے شرح معانی الآثار، طحاوی شریف پڑھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تو ہزاروں حفظ کی ہوں گی، لیکن جو اب تک محفوظ رہیں اور ہم تک پہنچیں، تو ان کو انہوں نے ایک شعر میں جمع کیا، کہ اس کی تعداد کیا ہے۔

کن حدیثِ بو ہریرہ را شمار

پنج الف و سہ صد و ہفتاد چار

کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی احادیث جو آج کل کتابوں میں ملتی ہیں وہ کتنی ہیں، فرمایا 'پنج الف و سہ صد و ہفتاد چار' ۵۳۷۴ احادیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی بتائی جاتی ہیں۔

اسی طرح صحابۂ کرام نے ہزاروں کی تعداد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نہ صرف محفوظ رکھا، بلکہ آگے جس طرح وہ قرآنِ پاک سکھاتے تھے آگے اس کا درس جاری رکھا۔

اسی لئے اب یہ صحابۂ کرام کے بعد جو تیسرا دور آیا تابعین کا، انہوں نے ایک عظیم الشان کارنامہ کر کے دکھایا کہ ان کے ذمہ جو کام لگایا گیا تھا احادیث کی حفاظت کا، وہ ایک دلچسپ داستان ہے، پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، ہزاروں محدث ہر علاقہ میں کام کر رہے ہیں اور ایک ایک محدث کے درس میں طلبۂ حدیث حفاظ کی تعداد جو صرف حدیث کے لئے آتے، یہ جس طرح میں تقریر کر رہا ہوں آپ تقریر سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں یہ تو ایک الگ چیز ہے وعظ و نصیحت، یہ شعبہ ہی الگ تھا، لیکن جس طرح ہم قرآن بچہ کو پڑھاتے ہیں، ایک ایک آیت، ایک کلمہ اسے پڑھایا جاتا ہے لکھایا جاتا ہے، ہمارے یہاں تو قرآن شریف لکھا ہوا، چھپا ہوا ملتا ہے، وہاں افریقہ میں اب بھی لکھوایا جاتا ہے، تو وہ حدیثِ پاک کو باقاعدہ طلبہ سے لکھواتے تھے، اور طلبہ اس کو لکھ کر کے حفظ کرتے تھے۔

یزیدابن ہارون کا جب درس ہوتا تھا، بہت بڑے محدث ہیں، ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے حدیث کے درس میں ستر ہزار (70,000) طلبہ حاضری دیا کرتے تھے۔

حدیث کے سبق میں ایک لاکھ چھبیس ہزار طلبہ

بغداد پر اللہ تعالی رحم فرمائے، بغداد کی کسی زمانہ میں رونق ہوا کرتی تھی اللہ تبارک وتعالی وہ شوکتیں، وہ رونقیں اسلام کو پھر عطا فرمائے، وہ بغداد، اِس میں حضرت عاصم کا جب درس ہوتا تھا، حکومت کو تشویش ہوگئی کہ اوہو! ان کے سبق میں اور ان کے درس میں اس قدر حاضرین اور اتنے لوگ، اور ان کے ماننے والے اتنی بڑی تعداد میں ہیں۔

یہاں تک کہ حکومت کو اپنا فکر ہوگیا، ایک دفعہ خلیفہ نے پوچھا کہ ان کا درس تو فلاں جگہ ہوا کرتا تھا تو اب کیا ہوا، کہنے لگے کہ ان کے درس میں حاضرین کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی کہ ان کو نخلستان میں اور آبادی سے باہر منتقل ہو جانا پڑا، تو بادشاہ نے، خلیفہ نے آدمی متعین کئے کہ کسی طرح تم یہ تو معلوم کرو کہ ان کے یہاں جو درس ہوتا ہے ان کے درس میں باقاعدہ، روزانہ اتنی بڑی مخلوق حاضر ہوتی ہے اس کی تعداد کیا ہے، کتنے لوگ جمع ہوتے ہیں؟

تو لکھا ہے کہ خلیفہ کے کہنے پر ایک دن جب طلبہ کی تعداد معلوم کی گئی اور انہوں نے باقاعدہ گنتی کی تو پتہ چلا کہ ایک لاکھ چھبیس ہزار کا مجمع تھا اور یہ مجمع کوئی وعظ سننے کے لئے، نصیحت سننے کے لئے نہیں آیا تھا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سن کر حفظ کرنے کے لئے آیا تھا، ایک لاکھ چھبیس ہزار کا مجمع۔

اور شروع میں میں نے بتایا کہ ایمان کی حفاظت کا کام تھا وہ ابتدائی چند سال چلا، پھر قرآنِ پاک کی حفاظت کا کام شروع کے چند سال چلا۔

لیکن یہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرتِ طیبہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کے زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے کلمات صحابہ کرام نے جو محفوظ کئے تو ان کو آگے پہنچانا اور آگے ان کی تبلیغ اور اشاعت کا کام ان تابعین کے ذمہ تھا، انہوں نے اپنی اور حدیث

کی شایانِ شان اس کام کو انجام دیا، جس طرح میں نے بتایا کہ ایک ایک محدث کے سبق میں طلبہ کی حاضری کتنی ہوا کرتی تھی، اور انہوں نے اس ذخیرہ حدیث کو جمع کرنے کے لئے مشرق سے لے کر مغرب تک کے سفر میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور وہ بھی اس زمانے میں کہ جس زمانے میں کسی قسم کے وسائل مہیا نہیں تھے، پیدل سفر ہوا کرتے تھے۔

ابن حیوۃ کے حدیث کے لئے اسفار

ایک محدث آپ کے پڑوس میں، اسپین میں، ابن حیوۃ تھے، تو اسپین سے انہوں نے سفر شروع کیا مراکش، تیونس، الجزائر، مصر، عراق، شام، حرمین یہ سارا کہتے ہیں اس کے آگے تک، خراسان تک، ہندوستان، پاکستان تک وہ تشریف لے گئے اور یہ سارا اس زمانے میں، کہیں پیدل سفر، کہیں کسی سواری کے اوپر، جانور پر سفر کر کے جانا، اور یہ صرف اور صرف حدیث معلوم کرنے کے لئے، اور یہ کیوں؟

اس لئے کہ انہوں نے پڑھا تھا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر مدینہ طیبہ سے لے کر مصر تک کا سفر ایک حدیث کے لئے کر سکتے ہیں، تو ظاہر ہے کوئی بات ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سننے کے لئے اور معلوم کرنے کے لئے وہ مدینہ طیبہ سے چلے اور مصر پہنچے اور دستک دی اور وہ حدیث سنی اور فوراً اسی گھڑی واپس، تو اس اہمیت کو انہوں نے محسوس کیا کہ واقعی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ایک حدیث کے لئے اتنا سفر کر سکتے ہیں تو ہمیں تو اس کے لئے تو جان کی بازی لگا دینی چاہیئے۔

آج کل ہمارے لئے الحمد للہ ہر جگہ مدارس قائم ہیں، اساتذہ، معلمات، پڑھنے والے، پڑھانے والیاں ہر جگہ مہیا ہیں، اچھی اچھی آرام دہ عمارتیں ہیں، لیکن ثواب تو ان لوگوں نے لوٹا کہ جنہوں نے ملک در ملک کا سفر پیدل کیا، مشقت کے ساتھ کیا۔

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب، قاری رحیم بخش صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

قریب میں ہمارے حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان میں اس وقت جو تجوید اور قرأت کو جو عروج حاصل ہے، ان تمام قراء اور قاریوں کے امام اور استاذ وہ ہیں، حضرت مولانا قاری رحیم بخش، ملتان میں ہوا کرتے تھے، ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے ہیں۔

فرماتے ہیں حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کہ وہ حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب جن کا ابھی قریب میں انتقال ہوا، یہاں بھی تشریف لائے تھے،مولانا اسلام الحق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ میرے ساتھیوں میں سے تھے اور ہم لوگ پانی پت میں پڑھا کرتے تھے، پانی پت میں مدرسہ میں جتنی تعلیم ہوتی تھی وہ ہم نے حاصل کر لی، اس کے بعد کے درجات وہاں نہیں تھے تو سوچا کہ اب یہاں تو جتنا ہم نے پڑھا اس کے اوپر کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے،تو ہمیں یہاں سے کسی جگہ جانا چاہئے۔

آپس میں مشورہ کیا اور مشورہ سے انہوں نے طے کیا کہ یہاں سے ہم دہلی کے مدرسہ میں چلے جاتے ہیں، اور دہلی جا کر بقیہ درجات کی ہم تکمیل کریں گے، لیکن فرماتے ہیں کہ نہ وسائل ہمارے پاس، نہ پیسہ، نہ کھانے کے لئے، نہ پینے کے لئے۔

فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے پانی پت سے لے کر دہلی تک اپنے سامان، کتابیں اور بستر، کپڑوں کے ساتھ جو سفر کیا وہ پیدل کیا اور کس طرح کیا؟ فرماتے ہیں کہ ہم تین تھے تو ایک جگہ پر ہم اپنا سامان رکھتے تھے، وہاں سے سامان اٹھا کر کے دو آدمی چلتے تھے اور دوسری جگہ سامان رکھا، وہاں ایک کو چھوڑا، اب دونوں جگہ ایک ایک ساتھی بیٹھا ہوا ہے سامان کے پاس اور تیسرا ساتھی دوبارہ جو سامان رہ گیا ہے اور ساتھی رہ گیا ہے اس کو لینے کے لئے جاتا ہے اور

اس کو لے کر آتا ہے۔

کہتے ہیں کہ پانی پت سے لے کر دہلی کئی دن میں ہم لوگ پہنچے۔ جہاں کہیں کھانا کسی نے کھلا دیا وہاں کھالیا ورنہ بھوکے، پیاسے، نہ رہنے کے لئے مکان، نہ سونے کے لئے کوئی جگہ۔

دوستو، ماؤ اور بہنو، یہ اللہ تبارک وتعالی کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے یہاں ہمارے لئے ہر طرح کی آسانیاں مہیا فرمائی ہیں، اس سے ہمیں مستفید ہونا چاہئے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنی اولاد کو حافظ بنانے، عالم بنانے کی توفیق عطا فرمائے، انہیں دینی تعلیم دلانے کا شوق ہم میں پیدا فرمائے۔

اصل جلسہ تو مستورات کا ہے، میرے ذمے تو آدھ گھنٹہ بیان تھا میں اس سے زیادہ کر چکا، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی اس مدرسہ کو قبول فرمائے، اس مدرسہ کی خدمت کرنے والے تمام دوستوں کو قبول فرمائے، اس مدرسہ کے فیض کو قیامت تک کے لئے جاری اور ساری رکھے، یہ جس طرح میں نے بتایا کہ بالکل ابتدائی زمانہ میں صرف ایمان کی حفاظت، اس کے بعد ایمان اور قرآن کی حفاظت، اس کے بعد حدیثِ پاک کی حفاظت اور یہ ایک سلسلہ لمبا چلا۔

اس زمانہ کی اہم دینی خدمت

ہر زمانہ میں کرنے کا کوئی خاص کام ہوتا ہے۔ میں کبھی سوچا کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں جو کرنے کا خاص اور اہم کام ہے، وہ یہ ہے کہ جگہ جگہ اسلامی تعلیم کے لئے درس گاہیں قائم کی جائیں، چھوٹے پیمانے پر، بڑے پیمانے پر، دینی علوم کے لئے جگہ جگہ مراکز قائم ہونے چاہئے، ہر مسجد میں مدرسہ ہونا چاہئے، ہر محلّہ میں مدرسہ ہونا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کو آسانی سے تعلیم دلائی جاسکے۔

اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ یہ دنیا اس وقت انتقال میں ہے، آپ ہندوستان سے چلے، کسی اور ملک میں، برما چلے گئے، برما سے ادھر منتقل ہوئے اور یہاں آئے تو یہ ایک جگہ سے

دوسری جگہ انتقال اور اس ملک میں آنے کے بعد تو ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ وہاں وطن میں ہمارے آباء واجداد جس گاؤں میں جا کر بسے تو دس پشتوں تک وہیں ہیں، لیکن یہاں ایسا نہیں ہے، یہاں سے کبھی کوئی لندن چلا گیا، لندن میں آپ جا کر دیکھے ایک محلّہ میں، ایک جگہ ایک مسلمان کا مکان تھا، پانچ سال کے بعد جائیں تو وہاں پچاس مکان ہوجائیں گے، سو مکان ہوجائیں گے، تو اس طرح ہر علاقے میں مدارس اور دینی درس گاہیں قائم کرنے کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالی اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور اس کی تقویت کے اسباب پیدا فرمائے۔ اب میں آخری باب اور حدیث پڑھ لیتا ہوں اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. بابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِيْ اٰدَمَ وَ قَوْلَهُمْ يُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاهِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِيَة وَ يُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُو الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَهُو الْجَائِرُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ فُضَيل عَنْ عُمارَةَ بْنِ القَعقَاع عَنْ اَبِى زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلى الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلى اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم.

اللهم صل على سيدنا و نبينا و شفيعنا و حبيبنا و سندنا مولانا محمد و بارك و سلم، ربنا آتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا عذاب النار، ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا، ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا، ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به، واعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين، ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان، و لا تجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا، ربنا انک رؤوف رحيم، ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين و اجعلنا للمتقين اماما، اللهم انا

نسألک الھدی و التقی و العفاف و الغنی، اللھم انا نسألک الصحۃ و العفۃ و الامانۃ، اللھم انانسألک حبک و حب رسولک و حب من یحبک و العمل الذی یبلغنا الی حبک۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہماری سیأت سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، یا اللہ! ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما، یا اللہ! ہمیں گناہوں سے دور رہنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! گناہوں سے بچنا ہمارے لئے آسان فرما، یا اللہ! گناہوں سے ہمارے دلوں میں نفرت ڈال دے، یا اللہ گناہوں کی نفرت ہمارے دلوں میں ڈال دے، یا اللہ! ہمیں نیکیوں سے قریب فرما، یا اللہ! نیکی کرنا ہمارے لئے آسان فرما، یا اللہ! نماز پڑھنا ہمارے لئے آسان فرما، مسجد جانا ہمارے لئے آسان فرما، قرآنِ پاک کی تلاوت کو ہمارے لئے آسان فرما، یا اللہ! ہمارے لئے تجھ سے قریب کرنے والے اسباب اختیار کرنے آسان فرما، تیری عبادت ہمارے لئے آسان فرما، یا اللہ! ہم میں جو بیمار ہیں انہیں شفا دے، یا اللہ! جو مقروض ہیں انہیں قرض سے خلاصی نصیب فرما، یا اللہ! جو جس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہیں ان کی پریشانیاں ختم فرما، یا اللہ! جو والدین اولاد کی طرف سے پریشان ہیں ان کی پریشانیاں ختم فرما، یا اللہ! ہمارے لڑکوں، لڑکیوں کو، اچھے اخلاق کی توفیق عطا فرما، برے ماحول سے ان کی حفاظت فرما، انہیں والدین کا اطاعت شعار بنا، والدین کو ان پر شفقت کرنے والا بنا، والدین کے دلوں میں ان کی طرف سے محبت ڈال دے، والدین کے دلوں میں ان کی طرف سے شفقت ڈال دے، یا اللہ! ہمارے لئے یہاں کے ماحول میں خاص طور پر ہماری حفاظت فرما، ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! اس مدرسہ کی حفاظت فرما، یا اللہ! اس مدرسہ میں پڑھنے والوں، پڑھانے والوں، سب کو قبول فرما، یا اللہ! پڑھنے والی بچیوں کو، پڑھانے والی معلمات کو، سب کو قبول فرما، یا اللہ سال بھر میں جو کچھ ہم نے پڑھا اس پر ہمارے لئے عمل کرنا آسان فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت ہمارے دلوں میں پیدا

فرما، یا اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع ہمیں نصیب فرما، یا اللہ! حدیثِ پاک میں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاشرہ پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پڑھی وہ زندگی اختیار کرنا ہمارے لئے آسان فرما، یا اللہ! ہمارے لباس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنادے، یا اللہ! ہمارے جسم کی ساخت کو اور شکل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بنانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! جنہوں نے ہمیں دعاوں کے لئے کہا، لکھا ان کے جائز مقاصد میں انہیں کامیابی عطا فرما۔

اللهم صل على سيدنا و نبينا و شفيعنا و حبيبنا و سندنا ومولانا محمد و بارک و سلم، سبحان ربک رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

۲۰

سید الاوائل والاواخر صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دعا گو ہیں

اُجالا دن کا وہ مہر کامل وہ شب کا ماہِ تمام آیا
مٹا اندھیرا تمام عالم سے نورِ ربِّ دوام آیا

وہ نورِ شش جہت نورِ کامل، ضیا ہے ہر شے کو جس سے حاصل
جہاں میں مثل شہابِ ثاقب رسولِ رب السلام آیا

عفو وحلم و حیا کا پیکر وہ مہر وجود وسخا کا مرکز
خزانے رحمت کے ساتھ لے کر وہ مرسلوں کاامام آیا

ملا جہاں کو شعورِ کامل ہوا دلوں کو سرور حاصل
کہ جب حقیقت کے میکدہ سے لئے بصیرت کا جام آیا

وہ مونس کل ربیعِ عالم انیسِ امتِ شفیعِ محشر
وہ صاحب عز و جاہ وعظمت بشرف وصد احترام آیا

کھلا جو گلؔ کے عمل کا دفتر اٹھی نگاہِ شفیعِ محشر
ادھر رحیمی کو جوش آیا ادھر سے فضلِ سلام آیا

(منشی ناظر حسین گلؔ)

الحمدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اللہ تعالی اس ادارے کو قبول فرمائے، اس جیسے تعلیمی، دینی مراکز، مساجد جہاں کہیں بھی دنیا میں ہیں اللہ تعالی ان سب کی حفاظت فرمائے اور فتنے کے دور میں اللہ تعالی ان سب مدارس، مساجد اور مراکز کی ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت فرمائے۔

اسلام کا معجزہ

یہ بہت بڑی سعادت ہے، اس دور میں جس دینی کام کی بھی اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ توفیق ہو جائے، یہ صرف اور صرف اسلام کا معجزہ ہے۔

یہ کوئی مذہب ایسا نہیں ہے کہ جو طاقت کے زور سے پھیلا ہو، جس طرح یہ دعوی کرتے ہیں کہ تلوار کے زور سے پھیلا۔ نہ طاقت کے زور سے یہ پھیلا، نہ صرف عقل اور دانائیت سے

پھیلا ہے، یہ تو صرف اور صرف روحانیت کا حامل مذہب ہے۔

امت ہی کی کڑھن

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی توجہ کا نتیجہ ہے، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اسلام میں پہلے داخل ہونے والوں مردوں میں سے ہیں، وہاں سے لے کر آخری، قیامت تک کے آنے والے ہر امتی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مقدّس تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر آن، ہر گھڑی، ہر لمحہ، آپ سفر میں ہوں حضر میں ہوں، گھر میں ہوں، رستہ میں ہوں، کہیں بھی ہوں، ایک ہی کڑھن ہوتی تھی، ایک ہی فکر؛ کیسے اس دین کا تحفظ ہو، کیسے یہ دین ترقی کرے۔

سجدۂ دعائیہ اور سجدۂ شکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپسی ہو رہی ہے، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا سرکار کو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم؛ قافلہ چل رہا تھا، اچانک ایک جگہ ارشادِ عالی ہوا، حکم ہوا کہ ٹھہر جاؤ، منزل فرمائی۔ منزل فرماتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی سواری سے اترے کہ فَرَفَعَ یَدَیْہِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک اٹھائے اور دعا فرماتے رہے، دعا فرماتے رہے، کہتے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل بیابان میں ہیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا

یہ واقعہ ہے جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ صاحبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر شریف ہے جحفہ کے قریب ابواء میں پیش آیا ہے، ابھی تو یہ موقع نہیں ہے، یہاں طریقہ سے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے، اور یہ جلسہ نہیں۔ مجھے حضرت آمنہ پر یاد آیا کہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے حضرت بھی کہا تھا اور رضی اللہ عنہا بھی کہا تھا، تو کیا آپ کے

نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان ہیں، میں نے کہا **لا حول و لا قوۃ الا باللہ** ۔ اتنی قیامتیں گزر گئیں اور ابھی اسی مسئلہ میں پھنسے ہوئے ہیں، کہ بمبئی میں کتنے دنوں تک مباحثہ اور مناظرہ اور کیا کیا ہوتا رہا، حقانی صاحب بیچارے ان پڑھ آدمی تھے، اللہ تعالی نے ان سے دین کا کام لینا تھا ایک حد تک، انہوں نے اپنی کتاب میں کہیں یہ مسئلہ لکھ دیا تھا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی جو قبر شریف ہے، اُسی علاقہ میں **جحفہ** کے قریب ایک جگہ کا نام ہے **عزوزاء**، بعضوں نے اس کو **عزُوزاء** ضبط کیا اور بعضوں نے اس کو **عزوُزاء**، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل فرمائی اور دستِ مبارک اٹھا کر دعا میں مصروف ہیں، جنگل میں، کافی لمبی دعا کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تشریف لے گئے، **فَخَرَّ سَاجِدًا**۔

سجدۂ دعائیہ وسجدۂ شکر

لمبا سجدہ فرمایا، اس پر بھی میں نے اخیر عشرہ میں، اعتکاف میں بتایا تھا کہ نماز کے سجدے کے علاوہ بھی سجدۂ سہو، سجدۂ تلاوت، سجدۂ دعائیہ اور سجدۂ شکر کئی سجدے ہیں۔ یہ دونوں آخری تو مختلف فیہ ہیں، پہلے دونوں تو متفق علیہا ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ فرمایا، پھر سجدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، پھر دعا میں مصروف ہوتے، پھر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا فرما رہے ہیں، پھر لمبی دعا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوبارہ سجدہ فرمایا، یہ سجدہ بھی اسی طرح دیر تک رہا۔

میں نے وہاں اعتکاف میں سجدہ کی بحث کا ذکر کیا تھا کہ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب، مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث، مدینہ طیبہ میں، رمضان کی رات میں، دو بجے مجھ سے ملے، فرمانے لگے کہ حضرت درخواستی تمہیں یاد فرما رہے تھے، پاکستان کے حافظِ حدیث، تو میں نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوا تھا مگر مجھے تراویح کے بعد پہنچنے میں دیر ہوگئی، حضرت تشریف

لے گئے ہوں گے، میں کل حاضر ہوں گا۔

چنانچہ جب دوسرے دن حاضر ہوا تو حضرت کا بولنے کا ایک خاص انداز تھا، فرمانے لگے کہ گزشتہ کل جب میں روضۂ اقدس پر صلاۃ وسلام کے لئے حاضر ہوا تو وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں ہمارے سلسلۂ قادریہ میں تمہیں بیعت کی اجازت دوں، اس کے بعد جو معمولات بتائے اس میں حضرت نے فرمایا کہ ہمارے یہاں، سلسلۂ قادریہ میں، مغرب کی نماز اور عشا کی نماز کے درمیان ایک سجدہ میں جتنی دیر تک سجدہ میں رہ سکیں **اَللّٰـهُ مَعِیْ، اَللّٰهُ شَاهِدِیْ، اَللّٰهُ نَاظِرِیْ**، اس کو مکرر، سہ کرر کہتے رہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت

وہاں میں نے یہ سجدہ کی بحث ذکر کی، اس کی دلیل سجدۂ دعائیہ اور سجدۂ شکر کی یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ پھر دستِ مبارک اٹھائے اور دیر تک دعا میں مصروف رہے، پھر سجدہ فرمایا، لمبا سجدہ، پھر جب سجدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، تو تیسری دفعہ پھر دعا میں مصروف ہو گئے، لمبی دعا کے بعد تیسرا پھر لمبا سجدہ فرمایا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تیسری مرتبہ کے بعد صحابہ نے دیکھا کہ نہایت ہشاش بشاش، نہایت مسرور، چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے پہلی مرتبہ دعا شروع کی، اس کے بعد سجدہ کیا۔

میں نے پہلی مرتبہ امت کے لئے دعا کی، دعا کرتا رہا، حق تعالی شانہ کی طرف سے مجھ سے میری ایک تہائی امت کے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا، تو میں نے **فَخَـرَرْتُ شُكْـرًا**، تو میں نے شکریہ کے طور پر بارگاہِ ایزدی میں شکریہ کا سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **فَخَرَرْتُ شُكْرًا**، کہ میں سجدہ ریز ہو گیا اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔

پھر اس کے بعد دوبارہ امت کے لئے دعا شروع کی، دوسری مرتبہ پھر اللہ تعالی کی طرف

سے پھر اور ایک تہائی کے لئے مجھ سے وعدہ ہوا کہ آپ کی دو تہائی امت جنت میں جائے گی۔ دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حق تعالی شانہ کی طرف سے ایک تہائی امت کے جنتی ہونے کا وعدہ ہوا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس نہیں فرمایا، پھر محو دعا ہیں، دوسری مرتبہ وعدہ ہوا کہ آپ کی اب دو تہائی امت جنت میں جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دوسری مرتبہ شکر کا سجدہ کیا۔

اور سجدے سے سر اٹھانے کے بعد پھر میں دعا میں مصروف ہوگیا، الٰہی اب ایک تہائی میری امت رہ گئی، ان کا کیا ہوگا؟ تو میں دعا کرتا رہا تو اللہ تبارک وتعالی نے باقی ایک تہائی امت کے لئے بھی فیصلہ فرمادیا۔

تو یہ کتنا زبردست دھکا دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ساری امت کو جنت کی طرف، کتنے معاصی کا، ان پر، امتیوں پر بوجھ اور اُدھر جہنم کھینچ رہی ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الٰہی !ان سب کو معاف فرما! شراح لکھتے ہیں کہ جو بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے ایک تہائی جنت میں جائیں گے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان میں سے فرمائے۔

دوستو! یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کی برکت سے یہ سارے دینی کام انجام پا رہے ہیں، اسی لئے جہاں کہیں اس طرح کے کام انجام پاتے ہیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرِ اطہر میں خوشی اور مسرت ہوتی ہے، گاہے بگاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اظہار بھی فرماتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منظورِ نظر فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کاوشوں کی، ان کوششوں کی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے جانفشانیاں فرمائیں، اس کی ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، دیکھئے سفر ہو رہا ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رستہ میں ہیں، وہاں حق تعالی شانہ کی بارگاہ میں گویا کہ مُصِر ہوگئے کہ الٰہی! ساری امت کی مغفرت میں چاہتا ہوں، اور وہ قبول ہوگئی۔ اللہ تعالی اس ادارے کو بھی قبول فرمائے، ہماری ٹوٹی پھوٹی نیکیوں کو قبول فرمائے، ضائع ہونے سے اسے بچائے اور ہمارے تمام دینی مراکز کی حق تعالی شانہ دنیا میں ہر جگہ حفاظت

فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

۲۱

امام الزہاد آقاءِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ زہد و بے نیازی

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للأرامل

یلوذ به الهلاک من آل هاشم فهم عنده فی نعمة وفواجل

کذبتم و بیت اللّٰه یبزی محمد ولما نقاتل دونه ونناضل

ونسلمه حتی نصرع حوله ونذهل عن أبنائنا والحلائل

(ابوطالب)

لک الحمد والحمد ممن شکر سقینا بوجه النبی المطر

دعا اللّٰه خالقه دعوة الیه وأشخص منه البصر

فلم یک الا کلفّ الرداء وأسرع حتی رأینا الدرر

رقاق العوالی عم البقاع أغاث به اللّٰه علینا مضر

وکان کما قاله عمه ابو طالب أبیض ذو غرر

به اللّٰه یسقی بصب الغمام وهذا العیان کذاک الخبر

فمن یشکر اللّٰه یلقی المزید ومن یکفر اللّٰه یلقی الغیر

(شاعر بنی کنانه)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْد

دوستو! بہت مبارک موقع پر میری اور آپ کی اس دارالعلوم میں حاضری ہوئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس مدرسہ کو ہر طرح سے ترقیات سے نوازے، اگرچہ ابھی ابتداء ہے، پچھلے سال ہم نے باہر ٹینٹ میں مشکوۃ شریف کی حدیث کی بسم اللہ کی تھی، اور اس سال بھی آپ حضرات کے استقبال کے لئے باہر وہ ٹینٹ لگایا گیا مگر موسم کی خرابی کی وجہ سے، ہوا اور طوفان کی وجہ سے وہ ٹینٹ بھی نہ رہ سکا اور آپ کے مہتمم صاحب اور سب کل سے یہ بار بار کہتے تھے کہ دعا کریں کہ اللہ کرے کہ بارش نہ ہو، تو میں جواب میں کہتا تھا کہ اللہ کرے موسم اچھا رہے، میں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ کرے بارش نہ ہو، میں نے کہا کہ اللہ کرے

موسم اچھا رہے۔

اپنے مفاد کے خاطر بارش نہ ہونے کی دعا کرنا بداخلاقی ہے

اگر ہم یہ دعا کریں کہ خدا کرے کل بارش نہ ہو، تو یہاں حاضر ہونے والے، یہاں اور اندر ملا کر چند سونفر بھی نہیں ہیں، اور ہمیں کیا پتہ کہ اللہ میاں جو بارش برساتے ہیں اس کا تعلق ان چند سو سے ہے؟ یا ہزاروں کی تعداد میں جو اللہ نے مخلوق پیدا فرما رکھی ہے، ہزاروں کی تعداد میں مخلوق ہے، چرند، پرند، حشرات، کیڑے، مکوڑے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی کس قدر مخلوق ہے، نباتات، حیوانات، تمام پودے اور درخت اور کھیتیاں، جن کے باغات ہیں وہ سب تو دعا کرتے ہیں، کہ اللہ کرے کہ بارش ہو، اور ہم اس کے برعکس دعا کریں؟ اس لئے حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ بداخلاق وہ انسان ہے جو اپنے فائدے کی خاطر بارش کے نہ ہونے کی دعا کرے، کبھی کوئی ایسا موقع ہو تو یہ ہمیں زبان پر یہ کلمات لانا نہیں چاہئے کہ بارش نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

اسی لئے جو دعائیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں وہ نہایت جامع ہیں، ہماری دعائیں جو ہم اپنی زبان میں چاہے کتنا ہی سوچ کر ہم مانگیں گے اس میں نقص ضرور ہوگا، اگر ہم کسی مصیبت زدہ کے لئے، کسی پریشان حال کے لئے، اگر ہم یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ! تمہاری پریشانیوں کو دور فرمائے، اللہ تعالیٰ! اس مصیبت کو دور فرمائے، اللہ تعالیٰ! اس بیماری کو دور فرمائے، ہم تو ہمیشہ یہ دعا دیتے رہتے ہیں، مگر آپ نے اس دعا میں نقص دیکھا؟ کہ کیا نقص ہے؟ کہ آپ اس کو بد دعا دے رہے ہیں، کہ اللہ کرے کہ تمہاری یہ بیماری، تمہاری یہ مصیبت باقی رہے، تھوڑی سی دور رہے کبھی آجایا کرے، تھوڑی سی دور ہوگی مصیبت، تو دعا کا مطلب یہ ہوا کہ مصیبت تو باقی رہے بس ذرا سی دور ہو جائے تو یہ دعا ہوئی یا بد دعا؟ یہ ہماری دعا کا حال ہے۔

بارش کے وقت کی دعا

اسی لئے جو دعا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو کلمات دعا کے نکلے ہیں وہ نہایت جامع ہیں، اگر بارش ہو تو دعا کرنی چاہئے، "**اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا**" کہ اے اللہ! اس بارش کو تو نفع دینے والی بارش بنا دے، ظاہر ہے کہ سب کے لئے اس میں نفع ہی ہوگا، جہاں جس قدر ضرورت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں اتنی بارش برسائیں گے۔

بارش سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، جمعہ کے دن منبر شریف پر خطبہ دے رہے ہیں، ایک صحابی دیہات سے حاضر ہوتے ہیں، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد میں داخل ہوتے ہی وہ مخاطب ہوتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ "**یا رسول اللّٰہ! ھَلَکَتِ الْاَمْوَال**" کہ ہمارا مال تو یہ جانور ہیں اور یہ کھیتیاں ہیں، بارش نہ ہونے کی وجہ سے یا رسول اللہ! یہ جانور اب نہیں رہیں گے، مرنا شروع ہوگئے ہیں، کھیتیاں اور درخت سوکھنا شروع ہو چکے ہیں، خطرہ ہے کہ کہیں سارا مال اور ہم خود بھی ختم نہ ہو جائیں، اس لئے یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش عطا فرمائے۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ جب اس آنے والے صحابی نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بارش کے لئے آپ دعا فرمائیں، اس وقت مدینہ منورہ میں چاروں طرف کھڑا ہو کر کوئی نگاہ دوڑائے تو ڈھال چھوٹی سی ہوتی ہے طبق کے برابر، پلیٹ کے برابر، وہ فرماتے ہیں کہ پورے آسمان کے اوپر اتنا بھی ایک ٹکڑا بادل کا کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی بارش کے لئے دعا فرمائی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی دستِ مبارک دعا سے فارغ ہو کر نیچے نہیں فرمائے تھے کہ بارش شروع ہوگئی، اور اس قدر زور کی بارش ہوئی کہ ہمارے لئے مسجد سے نکلنا اور گھر تک پہنچنا مشکل ہوگیا، اور اب وہ بارش کس کی دعا سے؟ اور کس جگہ پر؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ

کے دن میں، مسجد میں، منبر شریف پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، آپ کی دعا کی برکت سے بارش برسنا شروع ہوئی اور اب وہ بارش پھر رکتی ہی نہیں، مسلسل ہو رہی ہے، پورا ہفتہ مسلسل بارش ہوتی رہی۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے جمعہ کو، دوسرے جمعہ کا خطبہ جب دینے لگے، تو وہی صحابی عرض کرنے لگے یارسول اللہ! اب تو بارش اتنی زیادہ ہوگئی کہ تمام رستے ختم ہوگئے، آنا جانا مشکل ہوگیا، مکانات گرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ''اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَاعَلَیْنَا'' کہ اے اللہ! تو بارش برسا لیکن جہاں جہاں اطراف میں کھیتیوں میں ضرورت ہے وہاں پر برسا، ہمارے اوپر آبادی پر نہیں۔

سنتوں پر عمل

یہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے لئے ایک اسوہ اور نمونہ بن کر آئے تھے، ہر چیز میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نمونہ حق تعالیٰ شانہ نے پیش کر دیا کہ دیکھو! یہ جتنی مخلوق میں نے پیدا کر رکھی ہے، آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، ہماری تمام مخلوق، اگر تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا رہے تو یہ تمام مخلوق تمہارے تابع ہیں۔

جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے میں نے معجزات ظاہر کروائے، اور دنیا نے دیکھے، اگر تم سچے اور صحیح معنیٰ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع رہوگے تو یہ تمام معجزات کرامات کے نام سے تمہارے ہاتھوں بھی ظاہر ہوسکتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ تمام چیزیں ہمیں ملتی ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ظاہر فرمائیں تاکہ انسانیت کو اس کا یقین آئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بالکل صحیح طریقہ ہے، اسی کے اوپر چل کر انسان حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کے مظاہرے دیکھ سکتا ہے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب پہچانتا تھا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ،نہیں! ایک سے زائد مرتبہ کہ جس میں اُحد کا بھی شمار ہے اور مکہ مکرمہ کے ثبیر پہاڑ کا بھی شمار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثبیر پہاڑ پر کھڑے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ محوِ گفتگو ہیں، کسی مسئلہ پر بات ہورہی ہے۔

اتنے میں سب نے محسوس کیا کہ جس طرح گیند ہلتی ہے، بال ہلتا ہے اس طرح پورا پہاڑ ہل رہا ہے، یہ تو ہمارے دل پتھروں کی طرح سخت ہوگئے ہیں، وہ حقیقت جو بالکل آشکارا ہے اور بار بار ہمارے کانوں سے یہ آواز ٹکراتی ہے، ہم سنتے ہیں، پڑھتے ہیں، ہمیشہ مسجدوں میں ہمیں سننے کا موقع ملتا ہے، مگر ہمارے دل اس طرف نہیں آتے، ورنہ یہ تمام مخلوق اور کائنات کا ایک ایک ذرہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور آپ کے منصب کو پہچانتا ہے، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبِ عالی کیا ہے؟ مگر ہم اس تمام عقل اور بصیرت کے باوجود بھی اس طرف نہیں آتے۔

پہاڑ جو پتھروں اور مٹی کا ایک مجموعہ ہے، اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں، اس نے محسوس کیا کہ میرے لئے آج کس قدر فخر کا دن ہے اور کس قدر فخر و مباہات کی گھڑی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مہمان ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے، تو وہ خوشی سے جھومنے لگا۔

وہ جھومتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے خطاب فرمایا اس پہاڑ کو، پتھر کو " **اُسْکُنْ یَا ثَبِیر، اُسْکُنْ یَا اُحُدُ فَاِنَّ عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَھِیْدان** " آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کو جو حکم دیا، اور پہاڑ کو جو حکم دیا اس میں کتنی بڑی پیشین گوئی ارشاد فرمادی، پوری تاریخ بیان فرمائی، کہ "**اُسْکُنْ یَا اُحُدُ فَاِنَّ عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَ**

شَہِیْــــــدان“ کہ تو ساکن ہوجا، تیرے ہلنے کی وجہ سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے، تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تیرے اوپر اللہ کا نبی کھڑا ہے اور صدیق کھڑا ہے اور دو شہید کھڑے ہیں۔

کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو تھے ہی صدیق، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا ”وشھیــد ان“ دو شہید، اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا انجام ہونے والا تھا، اس کی پیشین گوئی فرما دی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی جو اس وقت میرے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں وہ بھی شہید ہوں گے، چنانچہ آپ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے احد تو ساکن ہوجا، تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تیرے اوپر اللہ کا نبی، اور صدیق اور دو شہید کھڑے ہوئے ہیں، چنانچہ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا اُسی وقت وہ پہاڑ ساکن ہوگیا۔

استنجاء کا مسنون طریقہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء کے لئے تشریف لے جاتے ہیں، آج کل تو بے حیائی کا زمانہ ہے، ہمارے نوجوان، اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں اسلامی تعلیمات سے نوازے، اُنہیں اسلامی اخلاق نصیب فرمائے، اُن کو سمجھانے کی اور تربیت دینے کی بڑی ضرورت ہے، وہ بھی غیر مسلموں کو دیکھ کر کے کہیں باہر چلے گئے تو کھڑے کھڑے جس طرح وہ پیشاب کرتے ہیں یہ بھی کھڑے ہوگئے، کھڑے کھڑے پیشاب کرلیا۔

دوستو! اُنہیں سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ہماری اسلامی تعلیمات کے یہ خلاف ہے، ہمیں کچھ اور حکم ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل جنگل میں ہیں، جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں، اور جنگل میں تو ویسے بھی جب کوئی سامنے نہیں ہے تو انسان بیٹھ کر کے حاجت پوری کرلے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ حیا والے انسان۔

صحابہؓ کرام فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ باحیا کوئی ہو نہیں سکتا، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا اِس کو بھی گوارہ نہیں کرتی کہ کھلے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا تستر استنجاء سے فارغ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ دوڑائی، کہ کہیں کوئی آڑ مل جائے، کوئی اوٹ مل جائے، کوئی دیوار، مگر دیکھا کہ صاف میدان ہے، کوئی پردہ کی جگہ نہیں۔

کھجور کے درخت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابی تھے، اُنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مجھے استنجاء سے فارغ ہونا ہے، تو جاؤ! وہ جو دور جو کھجور کے دو درخت نظر آرہے ہیں، تو جا کر اُن سے کہو کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں، وہ وہاں پہنچے، اور انہوں نے جا کر عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلا رہے ہیں۔

وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ درخت اپنی تمام جڑ سمیت جس طرح ٹریکٹر اور مشین زمین کو پھاڑتی ہے اِس طرح وہ درخت اپنی جگہ سے لے کر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے وہاں تک زمین پھاڑتا ہوا جا کر حاضر ہوگیا، اِسی طرح دوسرا درخت بھی پہنچ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان میں جب پردہ ہوگیا تو وہاں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قضائے حاجت سے فارغ ہوئے۔

ریاض الجنۃ کے ستون لائن میں کیوں نہیں؟

دوستو! کھجور کے تنہ کا قصہ بار بار آپ نے سنا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی تو نہایت سادگی سے اُس کو تعمیر فرمایا، کہ کھجور کا ایک باغ تھا، باغات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ لائن میں درخت ہوتے ہیں، جو کھجور کے درخت لائن میں تھے اوپر سے اُن کو کاٹ دیا گیا اور اُنہیں درختوں کو ستون کی جگہ پر استعمال کیا گیا۔

بعد میں جب ترکوں نے مسجدِ نبوی تعمیر کی تو آپ ریاض الجنۃ میں دیکھیں گے کہ جو سفید

بعض ستون ہیں وہ سیدھی لائن میں نہیں ہیں، تھوڑی سی لائن ٹیڑھی چلتی ہے، جو درخت جس جگہ تھے اُسی جگہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ میں ستون بنائے تو اُسے وہیں رکھا، اور بعد میں یہ سلسلہ جاری رہا، اور ترکوں نے بھی جب تعمیر کی تو اُنہوں نے بھی ستون جس طرح تھے اسی کے مطابق ستون بنائے اور انجینئر ایک لائن میں ستون بناتے ہیں اُس طرح نہیں بنائے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو درخت تھوڑا سا ہٹا ہوا ایک طرف کو تھا، اُسی طرح وہ ستون اپنی جگہ سے تھوڑے سے ایک طرف کو ہٹے ہوئے ہیں، ان درختوں میں سے ایک کا تنہ کاٹ دیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرسی اور منبر کے طور پر اُس کو استعمال فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اور کرسی

حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی کرسی تھی، جس کے پائے اسٹیل کے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ضرورت ہوتی تو اُس پر نشست فرماتے تھے۔

اور ساری عمر جو لیٹنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا وہ زمین پر نہیں بلکہ جس طرح یہ تپائی ہے اِس طرح کا ایک تخت تھا لکڑی کا، تخت کا معنیٰ لکڑی کی چار پائی، جس میں اوپر بان یا اور کوئی چیز لگی ہوئی نہ ہو بلکہ جہاں انسان سوتا ہے، لیٹتا ہے، اُس جگہ بھی لکڑی ہو، تو لکڑی کی چار پائی، اُس کے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں ہمیشہ اُسی پر آرام فرماتے تھے۔

وہ جو ستون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطورِ کرسی ومنبر کے مسجد میں رکھا گیا، کرسی کی مناسبت سے میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ شریفہ میں بھی کرسی رہتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، عین اس وقت جب تکبیر ہوئی، مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے، اُنہوں نے کچھ سوال کئے، تکبیر ہو چکی تھی، صحابۂ کرام سب کھڑے ہو چکے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلیٰ کی طرف آتا ہوا دیکھ رہے ہیں، مگر اُن

صحابی نے کچھ سوال کیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سوالات کا جواب دیا، اور یہ گفتگو تھوڑی طویل ہوگئی، روایت میں آتا ہے کہ فوراً صحابہ دوڑے ہوئے گئے اور کرسی لے آئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کرسی رکھی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر بیٹھے اور اُن سے گفتگو فرماتے رہے، جب فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر کے طور پر اور کرسی کے طور پر وہ ایک کھجور کا تنہ استعمال ہوتا تھا، کچھ عرصہ کے بعد صحابۂ کرام کو خیال ہوا اُنہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے اِس تنہ پر بیٹھنے میں تھوڑی دِقت ہوتی ہے۔

ہمارا طرزِ معیشت

ہم نے اپنی عادتیں خراب کر رکھی ہیں اور جب تک نرم و نازک بستر نہ ہو ہمیں نیند نہیں آتی، نرم سوفہ کے بغیر بیٹھ نہیں سکتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اِس کے بالکل برعکس، مسلمان کو انتہائی طاقت ور اور توانا تندرست رہنا چاہیئے، اور جتنی زیادہ انسان نازک چیزیں استعمال کرے گا، اس کا جسم بھی نرم و نازک ہو جائے گا، اِن نازک چیزوں کا وہ عادی بن جائے گا۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی، جس کے متعلق میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ میں جس پر آرام فرماتے تھے اُس پر کوئی چیز بچھتی نہیں تھی، صرف ایک چادر بچھائی جاتی تھی، آج آپ جا کر کوشش تو کریں ایک رات سونے کی، صرف لکڑی ہو، تخت ہو، تختہ رکھ دیں نیچے اور اُس کے اوپر ایک چادر بچھا دیں، پوری رات کروٹ لیتے رہیں گے، ہمیں نیند نہیں آئے گی، چونکہ ہم نے اپنے آپ کو اِس کے خلاف چیزوں کا عادی بنا رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کبھی نرم نہیں ہوتا تھا، اور وہ چادر جو بچھائی جاتی تھی وہ بھی اِکہری بچھائی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ ازواجِ مطہرات میں سے ایک زوجۂ مطہرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

وہ چادر دوہری کر کے بچھادی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس پر نیند نہیں آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے مکان کے بالائی حصہ پر آرام فرما رہے تھے، وہاں بھی چارپائی تھی، اور اُس پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے اُس پر کوئی چادر بھی نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ قصہ بیان فرماتے ہیں۔

حضور کے شب وروز صحابۂ کرام نے کیسے محفوظ کئے؟

ابھی مولانا یوسف صاحب نے جو بتایا، کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بہت بڑا اہم پر احسان ہے، کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک لمحہ کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قول، ایک ایک فعل، ایک ایک حرکت کو ہم تک پہنچانے کی کوشش کی، کہ یہ حضرات دیکھنے والے ہیں، یہ چیزیں امانت ہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز کو محفوظ رکھا اور بطور امانت کے بعد والوں تک پہنچایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ ایک دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں گے اور ایک دن میں رہوں گا اور ہر ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں سنے گا وہ اپنے ساتھی کو سنا دیا کرے گا، شام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے احوال ایک دوسرے کو سنا دیا کریں گے، یہ آپس میں معاہدہ ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے ساتھی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی باری تھی اور میں اپنے گھر پر تھا، میں نے آواز سنی کہ بہت زور سے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، میں دوڑا ہوا نکلا کہ کون اتنی زور سے دروازہ بجا رہا ہے، جلدی سے دروازہ کھولا، دیکھا میرے ساتھی ہیں، حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے گھبرا کر ان سے پوچھا کیا ہوگیا؟ کوئی ایمرجنسی بات پیش آئی؟ کیا کوئی ہنگامی حالت پیش آگئی؟ انہوں نے کہا کہ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِیْمٌ. بہت بڑی مصیبت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہم سن رہے تھے کہ غسان کا بادشاہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے کے لئے تُنعِلُ الْخَيْل اپنی گھوڑسوار فوج کو تیار کر رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا غسان کے بادشاہ نے حملہ کر دیا؟ وہ کہنے لگے کہ نہیں! نہیں! غسان کے بادشاہ نے حملہ نہیں کیا اس سے بھی بڑی مصیبت آ گئی، پوچھا کہ کیا مصیبت آ گئی؟ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ "حفصة خابت و خسرت" اگر یہ واقعہ سچ مچ پیش آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے تو اس میں تو میری بیٹی حفصہ بھی ہے، اور اس کی دنیا بھی خراب اور آخرت بھی خراب ہوگئی۔

حضور کے گھر کا زینہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھاگا ہوا مسجد نبوی میں حاضر ہوا، جیسے ہی میں مسجد میں پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حاضری سے پہلے میں مسجد میں پہنچا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد میں کھلتا تھا، میں مسجد میں گیا، تو وہاں میں نے ایک عجیب منظر دیکھا، کوئی صحابی ایک کونے میں بیٹھ کر رو رہے ہیں، کوئی مسجد کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، چاروں طرف عجیب تعزیت کا منظر ہے، ہر طرف رونا ہی رونا ہے۔

میں نے سوچا کہ میں کس سے پوچھوں؟ یہ تو سب اپنی اپنی مصیبت میں مصروف ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ پر پہنچا، اور مجھے بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر والی منزل پر آرام فرما رہے ہیں، وہاں اوپر چڑھنے کے لئے کوئی سیڑھی نہیں تھی، کوئی زینہ نہیں تھا، صرف وہاں بھی ایک کھجور کا تنہ، کھجور کے درخت کا ایک حصہ کاٹ کر رکھ دیا تھا، اس کے اوپر سے اوپر چڑھا جاتا تھا، تو میں نے وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو وہاں کھڑے ہوئے پایا، جو نگرانی کے لئے وہاں کھڑے تھے۔

میں نے ان سے جا کر کہا اوپر جا کر میرے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیجئے کہ عمر حاضری کی اجازت مانگ رہا ہے، تو وہ اوپر چڑھے اور واپس نیچے اتر کر انہوں نے بتایا کہ میں نے تمہارے متعلق نام لے کر عرض کیا کہ عمر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، اجازت ہے؟ مگر اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بڑی پریشانی میں وہاں سے لوٹا، ادھر ادھر مسجد میں گھومتا رہا، مجھ سے پھر رہا نہیں گیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر میں دوبارہ حاضر ہوا، اور ان سے پھر میں نے عرض کیا کہ میرے لئے اجازت مانگو، دوبارہ وہ اوپر چڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہوگا، نیچے اتر کر پھر عرض کیا کہ عمر، میں نے اجازت مانگی تمہارا نام لے کر مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ساکت خاموش، کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پریشانی بڑھتی چلی گئی، میں ادھر ادھر گھوم کر پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوا، اور پھر میں نے ان سے عرض کیا میرے لئے حاضری کی اجازت ہوجائے، کوشش کرو، پھر اوپر گئے اور نیچے اتر کر انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حاضری کی اجازت دی ہے، اب میں اوپر پہنچا۔

جب میں اوپر چڑھنے لگا، تو میں نے عرض کیا، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین، تمام انبیاء کے سردار، ان کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا انسان، وہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب میں اس زینہ کے اوپر سے جو ایک کھجور کا تنہ، جس کے اوپر سے اوپر چڑھتے تھے، کہتے ہیں کہ اس کے اوپر سے میں مشکل سے چڑھ سکا، اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ دیکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قدم یہاں رکھا دوسرا وہاں رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر پہنچ گئے، نہایت سہولت کے ساتھ چڑھتے اترتے تھے۔

اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر پہنچے، تو کھڑے کھڑے پہلے ہی سلام کے بعد پوچھا کہ ''أَطَلَّقْتَ نِسَائَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهُ'' یارسول اللہ آپ نے ان ازواج مطہرات کو

طلاق دے دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایانہیں تو، کہتے ہیں میری جان میں جان آئی اور میں اجازت لے کر بیٹھ گیا، اب بیٹھ کر میں دل میں سوچنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ اجازت نہیں ملی، یہاں حاضر ہوکر بھی دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی ناراض معلوم ہوتے ہیں، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر بہت زیادہ ناراض ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوخوش کرنے کی، ہنسانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

صنف نازک کوتحفظ اسلام نے دیا

میں نے ہمت کر کے عرض کرنا شروع کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ مکہ مکرمہ سے یہاں مدینہ منورہ آئے، ہم لوگ مکہ مکرمہ میں تھے تو وہاں معاملہ مدینہ منورہ والوں کے بالکل برعکس تھا، وہاں مکہ مکرمہ میں حال یہ تھا کہ مرد حاکم، زبردست ظالم قسم کے حاکم اور عورتیں بالکل محکوم، اور محکوم سے بھی زیادہ آگے، انہیں مال تک بھی نہیں سمجھتے تھے، جانور جن کو انسان اپنا مال سمجھتا ہے تو وہ لوگ ان جانوروں سے تو کچھ بھی پیار کیا کرتے تھے، ان کو کچھ کھلاتے، پلاتے، اور عورتوں کے متعلق ان کا تصور دیکھئے۔

آپ حیران ہوں گے، قرآن پاک میں چوتھے پارہ کے اخیری رکوع میں یہ حکم نازل ہوا کہ عورتوں کے تم زبردستی وارث مت بن جاؤ، یہ حکم کیوں نازل ہوا؟ کہ باپ مرگیا، اب باپ کی جو بیویاں ہیں تین چار، تو اب بیٹا باپ کی بیوی ماں کا مالک، اس کا وہ حاکم بن جاتا اور مالک بن جاتا اور کہتا کہ اب میں تمہارا خاوند ہوں، جو باپ کی عورتیں ہوتی تھیں اس کو بھی اپنی محکوم اور اپنی بیوی بنا کر رکھتا تھا۔

اور جب کسی کے یہاں بیٹی پیدا ہوتی تھی یہ بھی ایک کتنا پرانا کافرانہ تصور ہے، یہ سلسلہ آج کل بھی جاری ہے جسے میں عرض کر رہا ہوں کہ کتنی پرانی یہ بدعت ہے انسانیت کے خلاف، کہ بچی کی پیدائش کو اپنے لئے برا سمجھنا، ان کے یہاں جب کبھی ولادت قریب ہوتی تھی

اس زمانہ میں تو اس کو میدان میں لے جاتے تھے، ایک گڑھا کھودتے تھے، اور بیوی کو اس گڑھے کے اوپر بٹھاتے تھے،اس نے بچہ جنا دیکھا کہ لڑکا ہےتو اٹھالیا، اگر دیکھا کہ لڑکی ہے تو اسی وقت بیوی کو ہٹایا اور مٹی اوپر ڈال دی، قصہ ختم کر دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ میں عرض کر رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو ناراض معلوم ہو رہے ہیں تو خوش ہو جائیں، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم مکہ مکرمہ میں تھے تو وہاں کا ماحول اور تھا، وہاں مرد حاکم اور عورتیں محکوم، اور یہاں مدینہ منورہ آئے تو یہاں معاملہ اس کے برعکس تھا، کہ عورتیں حاکم اور مرد محکوم، کہ یہاں انصار میں ہم نے دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں، جو کچھ منوانا ہوتا ہے، ان کی عورتیں ان سے منوا لیتی ہیں، اور ہمارے یہاں مکہ مکرمہ میں اس کا تصور ہی نہیں کہ عورتیں چوں و چرا کر سکیں۔

یا رسول اللہ! ہم جو یہاں مدینہ منورہ میں پہنچے تو اب اس کا اثر ہماری مکہ مکرمہ والی عورتوں نے بھی لینا شروع کیا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میری بیوی کسی بات میں مجھ سے الجھنے لگی، تو میں نے اس طرح گردن اس کی پیچھے سے پکڑ کر موڑ دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا سا اس پر مسکرائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکرانے سے میں سمجھ گیا کہ اب کام آسان ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں چاہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا میں خوش کروں اتنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور ان دونوں حضرات کو دیکھ کر کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دیکھا کہ میرے ابّا جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ہوئے ہیں تو وہ بھی پیچھے پیچھے پہنچیں، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ میرے ابّا حضرت عمر پہنچے ہوئے ہیں تو وہ بھی پہنچیں، جب دونوں اوپر آئیں تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب ڈانٹا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب ڈانٹا، ان کو

سمجھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایذاء کا تم سبب بنتی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتی ہو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کی کل کائنات

جب یہ قصہ ختم ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوگئے، اس کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "استأنس یارسول اللّٰه" یارسول اللہ! بہت عرصہ کے بعد آپ کی اوپر والی منزل میں آیا ہوں، تو میں ذرا دیکھنا چاہتا ہوں اور میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل گئے، میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہاں کے سردار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوپر والی منزل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کی جو کُل کائنات ہے وہ ایک طرف تھوڑے سے جَو پڑے ہوئے ہیں، اور ایک چمڑا جانور کا سوکھانے کے لئے، دباغت دینے کے لئے وہاں رکھا ہوا ہے، اور ایک چارپائی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، اور اس پر کوئی چیز بچھی ہوئی نہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت، گوری گوری اور حسین پشت مبارک کے اوپر اس کا نقش پڑا ہوا ہے، چارپائی کے بان کا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ قیصر اور کسریٰ اللہ کے دشمن، اور ان کے لئے اللہ نے کتنی نعمتیں بہا رکھی ہیں دنیا میں، ان کے بڑے بڑے محلّات، میلوں میں پھیلے ہوئے ان کے محلّات، اور تمام قسم کی نعمتیں، اور آپ دونوں جہاں کے سردار اور آپ کا یہ حال؟ کہ لیٹنے کے لئے چارپائی پر کوئی چیز بچھانے کو بھی نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک جو میرے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے تو تکیہ سے سہارا لئے ہوئے تھے، آرام سے لیٹے ہوئے بات فرما رہے تھے، جب میں نے یہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح اٹھ کر بیٹھ گئے، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر تم کہاں گھوم رہے ہو؟ تم کس خیال میں ہو؟ تم کس وادی میں گھوم رہے ہو؟ ''اُولٰئِکَ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الدُّنْیَا '' کہ یہ قیصر اور کسریٰ جن کے متعلق تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کے پاس بہت بڑی نعمتیں ہیں، ہمارے لئے تو اللہ نے سب کچھ آخرت میں رکھ رکھا ہے۔

فقر اختیاری

اور یہ میری چاہت کی وجہ سے، ورنہ حق تعالیٰ شانہ نے جبرئیل امین کی زبانی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ پوچھئے! اگر آپ چاہیں تو احد پہاڑ کو، سارے پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے، اور اگر آپ چاہیں تو آپ کے ساتھ ہر وقت سونے کے پہاڑ چلتے رہیں، جتنا آپ خرچ کرنا چاہیں اس میں سے خرچ کریں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ یا اللہ! باری تعالیٰ! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک وقت کھاؤں، مجھے کھانا ملے اور ایک وقت بھوکا رہوں، تاکہ میں جب بھوکا رہوں تو تو نے جو مجھے کھانا دیا اس کا شکر ادا کر سکوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے تو ''اُولٰئِکَ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الدُّنْیَا'' ان کے لئے تو دنیا میں یہ تمام نعمتیں دے دی گئیں آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

ہم نے اپنے آپ کو خراب کر رکھا ہے ہر طرح سے، کہ جو کچھ، ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اپنے گھر کو سجائیں، اچھے اچھے پردے لگا رہے ہیں، اچھے اچھے سوفا سیٹ اور اچھا اچھا فرنیچر گھر میں لا رہے ہیں، مگر یہ تو اپنے آپ کو خراب کرنے کے لئے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین میں سے بنائے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہاڑ کو یہ فرمایا کہ ''اُسْکُنْ یَا اُحُدُ '' فرماتے ہیں کہ وہ ساکن ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لئے دعا فرمائی بارش شروع ہو گئی،

بارش بند ہونے کے لئے دعا فرمائی " اللھم حوالینا ولا علینا " "اے اللہ! بارش ہمارے اوپر نہ ہو، ہمارے اطراف میں جہاں جہاں اس کی ضرورت ہے وہاں بارش برسا" تو یہ بارش کی وجہ سے آپ لوگوں کو بھی تکلیف ہوئی، نماز وغیرہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ، اللہ کرے کہ آئندہ جب جلسہ ہو، یہاں عمارت بنی ہوئی ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ راحت کے ساتھ اور عافیت کے ساتھ طلبہ کو، پڑھنے پڑھانے والوں کو ہر طرح کی راحتیں نصیب فرمائیں۔

درس نظامی کی برکات

یہ جو کتاب شروع ہورہی ہے یہ درس نظامی کا ایک حصہ ہے، آپ دیکھیں گے کہ اسلامی اور عرب ممالک میں آہستہ آہستہ تمام دینی قدریں ختم ہوتی چلی جارہی ہیں، وہاں حدیث و تفسیر کے پرانے طرز کے مدارس بھی نہ رہے۔

مگر ہمارے ملکوں میں ایک نصاب (سیلبس) پڑھایا جاتا ہے، کسی جگہ آٹھ سال کا، کہیں دس سال کا ہے، کہیں سات سال کا ہے، ہمارے یہاں انگلینڈ میں ہم نے چھ سال کا رکھا ہے، اور اس میں چھ سال میں پہلے شروع میں عربی زبان، علم صرف، علم نحو، پھر فقہ، پھر تفسیر، پھر حدیث، پھر عربی زبان سے متعلقات، جتنے فنون ہیں، علم بلاغت، معانی، علم نثر، نظم، یہ پڑھایا جاتا ہے، یہ سب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اور اس کا جو آخری سال ہوتا ہے، اس میں صرف اور صرف حدیث پڑھائی جاتی ہے، تا کہ سب سے زیادہ تعلق انسان کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے قائم ہو۔

اخیری سال کے لئے صحاح ستہ کا انتخاب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی احادیث صحیحہ، احادیث صحیحہ کی کتابیں تو بہت ساری ہیں، مگر ان میں سے منتخب کر کے چھ کتابیں جو سب سے زیادہ صحیح قرار دی گئی ہیں ان کو اخیری سال میں پڑھایا جاتا ہے، ان چھ کتابوں میں بھی سب سے زیادہ صحیح کتاب جس طرح مولانا نے بتایا کہ **اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری**، کہ جتنی حدیث کی کتابیں ہیں

ان تمام کتابوں میں اور دنیا بھر کی تمام کتابوں میں قرآن پاک کے بعد اگر سب سے زیادہ صحیح کوئی کتاب ہے تو وہ یہ ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع اور ان کی صحیح ہے جس کی آج بسم اللہ ہو رہی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یتیمی

یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دوسری صدی کے ختم پر سمرقند بخارا کے علاقہ میں پیدا ہوئے، اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش یتیمی کی حالت میں ہوئی، اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے اظہار کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے حق تعالیٰ شانہ جتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کی یتیمی میں پرورش کرواتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ یتیمی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد ماجد کو نہیں دیکھا، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ رہی ہیں، رستہ میں جنگل بیابان میں انتقال ہو گیا، اب چھ سال کی عمر، اور اس عمر کا بچہ تو والدین کو ہر وقت ایک ایک گھڑی کے لئے چاہتا ہے، ایک آن ایک گھڑی کے لئے چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا، اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال کہاں ہوتا ہے؟ جنگل بیابان میں، ساتھ ان کی ایک خادمہ ہے، امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یہ تو میری ماں ہے، کیوں؟ کہ وہ جنگل بیابان میں ماں اللہ کو پیاری ہو گئی، کوئی اور تھا نہیں تو کیا گذری ہوگی اس وقت چھ سالہ بچہ پر، کہ ماں کا سایہ اس طرح جنگل بیابان میں سر سے اٹھ گیا ہو، مگر حق تعالیٰ شانہ کی نوازش و حفاظت، کسی طرح مکہ مکرمہ پہنچے، دادا عبدالمطلب آپ کے کفیل ہوئے۔

چہرۂ انور کے واسطہ سے بارش کی دعا کرنا

اور انہیں دنوں بارش نہیں ہورہی تھی، سب پریشان ہوگئے، تو دادا عبد المطلب سب لوگوں کو لے کر جاتے ہیں کعبہ کے پاس، بارش کے لئے دعا کرتے ہیں، اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے سامنے، چھ سال کی آپ کی عمر، چھ سات سال کی ہے، سب کے سامنے کھڑا کر کے حق تعالیٰ شانہ سے عرض کرتے ہیں، کہ یااللہ! ہم تو یقیناً بہت گنہگار ہیں، اور ہمارے اعمال واقعی اس کے مستحق ہیں، ہم سزا کے مستحق ہیں کہ ہمیں سزا دی جائے، بارش ہمارے گناہوں کی وجہ سے روک دی جائے، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گورا گورا چہرہ **وابیض یستسقی الغمام بوجهه،** کہ یااللہ! ہم تجھے اس چہرۂ انور کا واسطہ دیتے ہیں کہ یہ مرجھا جائے گا بارش نہ ہونے، پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

تو روایت میں آتا ہے کہ جیسے ہی دادا عبدالمطلب نے یہ شعر پڑھا اور حق تعالیٰ شانہ سے اتنا عرض کیا کہ باری تعالیٰ، ہم اس چہرہ کا تجھے واسطہ دیتے ہیں، فوراً بارش شروع ہوگئی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ چھ سات سال کی عمر میں دنیا نے دیکھا۔

پھر ابوطالب کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جوان ہوئے کہ پھر دوبارہ ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی تو ابوطالب پھر لے کر نکلے، اور وہی اپنے والد ماجد حضرت عبدالمطلب کے کلمات دہرائے، باری تعالیٰ! ہم تجھے اس چہرۂ انور کا واسطہ دیتے ہیں اور بارش مانگتے ہیں، فوراً بارش شروع ہوئی۔

مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے، یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ابھی جگہ جگہ یہ غیر مقلدین بہت زیادہ کام کر رہے ہیں، اور جگہ جگہ سینٹر کھولے جا رہے ہیں، وہاں سے ان کے لئے تنخواہیں دھڑ ادھڑ سے آتی ہیں، اور وہ کام کر رہے ہیں، ہمارے نوجوانوں کو خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ شرک، یہ بدعت، یہ حنفی غلط، یہ شافعی غلط، اور یہ فلاں غلط، پیر چوڑے رکھ کر نماز پڑھو، سر پر ٹوپی کی کوئی ضرورت نہیں، ان کو خراب

کیا جاتا ہے۔

ہمارے یہاں عام طور پر دعا اس طرح مانگتے ہیں کہ یا اللہ حضرت شیخ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے واسطہ سے ہم دعا کرتے ہیں، یا اللہ! پیرانِ پیر کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا مانگتے ہیں پیرانِ پیر کے واسطہ سے تو ہمیں یہ نصیب فرما، کہتے ہیں کہ نا! نا! یہ بدعت ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے توسل سے استسقاء کیا گیا، واسطہ طلب کیا گیا، آپ کے واسطہ سے دعا کی گئی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے بارش کی دعا مانگنا

جب آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں پھر قحط ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجمع کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سامنے کھڑا کیا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، یا اللہ! اللہ کے رسول تو ہمارے درمیان نہیں ہیں، یہ اللہ کے رسول کے چچا حضرت عباس ہیں، ان کا ہم واسطہ تجھے دیتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے ہم دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ! ہم پر بارش برسا، فوراً بارش شروع ہوئی اور یہ واقعہ صحیح بخاری میں ہے اور یہ لوگ بھی صحیح بخاری کی حدیثوں کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اب اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کرنے سے کیوں انکار؟

جب تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ صحیح بخاری کی حدیثوں کو ہم مانتے ہیں، حدیث ہی پر ہم عمل کرتے ہیں، یہ تو صحیح بخاری میں ہے، کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے دعا کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے، اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کیوں نہیں کی جاتی؟ اور اللہ میاں نے بھی ان کی دعا سن لی، اس پر بارش ہوئی، ورنہ اللہ میاں فرماتے، غیب سے فرشتہ آواز دیتا حضرت عمر کو، کہ اے عمر تم کیا کرنے جا رہے ہو؟ یہ تو شرک ہے، بدعت ہے۔

اب یہ کتاب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری، **اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ**، تو یہ اس درسِ نظامی کا ایک حصہ ہے، یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تألیف فرمائی، اور یتیمی کی حالت میں آپ کی پرورش ہوئی، باپ کا انتقال ہوگیا، اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش کون کر رہی ہیں؟ ماں۔

ماں کی دعا اور اس کی قبولیت

اب اللہ کی شان، کہ آزمائش پر آزمائش، مصیبت در مصیبت، بچپن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک بینائی چلی گئی، کسی بیماری کی وجہ سے، دونوں آنکھوں سے معذور، اب ماں بار بار دعا کر رہی ہے کہ یا اللہ! تو نے ایک بیٹا دیا تھا اس کی آنکھیں صحیح سالم تھیں، تو نے بینائی واپس لے لی، میں تجھ ہی سے دعا کرتی ہوں، اے اللہ! تو اس کو بینائی عطا فرما۔

خواب میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی ہے، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو تسلی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تیری فریاد اور دعا اللہ تعالیٰ نے سن لی، اور تیرے بیٹے کی بینائی واپس عطا کر دی۔ جب یہ مبارک خواب کے بعد ماں جیسے ہی اٹھیں، بیٹے کو جگایا، دیکھا تو سچ مچ اللہ نے ان کی بینائی واپس لوٹا دی۔

سولہ سال کی عمر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کتابیں حفظ کر لینا

حضرت امام بخاری کی بینائی واپس لوٹا دی، اس کے بعد جب کچھ بڑے ہوئے مقامی محدثین سے حدیث پڑھنا شروع فرمائی، فرماتے ہیں کہ سولہ سال کی عمر میں عبد اللہ بن مبارک وغیرہ محدثین کی کتابوں کو انہوں نے حفظ کر لیا، سولہ سال کی عمر میں اپنے بھائی اور ماں کے ساتھ حج کے لئے گئے، حج سے فارغ ہو کر بھائی اور ماں کو واپس بھیج دیا اور خود اخذ حدیث کا سلسلہ شروع کیا، یہاں جتنے مشائخ مل سکے حرمین میں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں، ان سے حدیثیں لیں، اور اس کے لئے پھر آگے سفر بصرہ کا، کوفہ کا، مختلف اسفار کئے، حضرت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان سے حدیثیں لیں۔
فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر میں انہوں نے تصنیف کا سلسلہ شروع کیا، کتابیں لکھیں۔

صحیح بخاری کی تصنیف اور اس کا طریقۂ کار

جب یہ کتاب لکھنا شروع کی، صحیح بخاری، اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا التزام کیا کہ جو حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کتاب میں لینی ہوتی تھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے حق تعالیٰ شانہ سے استخارہ کرتے، استخارہ میں جواب ملتا کہ ہاں! اس کو کتاب میں لیا جائے، اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غسل فرماتے تھے، اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد پھر وہ حدیث اس کتاب میں لکھتے تھے، جتنی حدیثیں اس کتاب میں ہیں اتنی مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غسل کیا ہے اور دو رکعت نماز پڑھی ہے۔
حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے قبولیت دیکھئے کہ اتنے بارہ، سو تیرہ سو سال گذر جانے کے باوجود دنیا کے کونے کونے میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے، اور تمام حدیث کی کتابوں کے مقابلہ میں حق تعالیٰ شانہ نے اس کتاب کو سب سے زیادہ قبولیت عطا فرمائی۔

حوادث کے موقع پر صحیح بخاری کا ختم

اسی لئے بزرگوں کے یہاں اس کا بڑا التزام رہا کہ جہاں کوئی مصیبت پیش آتی، جس طرح ہمارے یہاں قرآن پاک کا ختم کیا جاتا ہے اس طرح صحیح بخاری کا ختم کیا جاتا ہے، سہارنپور میں ہم لوگ تھے، جب کبھی کوئی قصہ ہوتا تو اعلان ہوتا کہ آج قرآن پاک کا ختم ہوگا، جو صحیح بخاری کی قرأت نہیں کر سکتے وہ قرآن پاک کی تلاوت کریں گے اور جو حدیث پڑھنے والے طلبہ ہیں وہ اس کا پارہ پڑھیں گے، اس کے پارے بھی تیس تقسیم کئے گئے ہیں، ایک ایک پارہ ہر طالب علم پڑھتا تھا، اور اس کا باقاعدہ ختم ہوتا اور اس کے بعد دعا کی جاتی۔
حق تعالیٰ شانہ نے حضرت امام بخاری کی اس خدمت کے نتیجہ میں اس کتاب کو مقبولیت

عطا فرمائی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ اور آپ کی دعا

کتاب کے ختم پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قصہ بیان کردوں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی وجہ سے پریشان ہوئے، جس طرح آج کل حکومتوں کی طرف سے علماء کو، مشائخ کو، جگہ جگہ پریشانیاں ہیں، وہاں حضرت امام بخاری کو بھی یہ پریشانی پیش آئی حکومت کی طرف سے، جس حاکم کی طرف سے پریشانی تھی، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پریشانی کی حالت میں بددعا کی، وہ اس کے حق میں بددعا قبول ہوئی، اس کا حشر برا ہوا۔

مگر پھر بھی یہ سلسلہ جب چلتا رہا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا فرمائی" **اللھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک** " کس قدر پریشانی میں یہ کلمات کہے ہوں گے " **اللھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک** " اے اللہ! تیری زمین میں بڑی وسعت ہے، کوئی انسان کسی ایک جگہ پر پریشان ہوجائے تو کہیں بھی جاسکتا ہے مگر یہ تیری زمین اپنی وسعتوں کے باوجود میرے لئے تنگ ہوچکی، میں بخارا سے نکل کر کہاں کہاں نیشاپور گیا اور پھر وہاں سے مجھے واپس آنا پڑا، یہاں سے خرتنگ گیا مگر اب میرے لئے کوئی رستہ نظر نہیں آتا اس لئے میں چاہتا ہوں **فاقبضنی الیک** کہ اب تو مجھے اپنے پاس بلالے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار

جیسے ہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، ادھر انتقال ہو رہا ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ انتظار میں کھڑے ہیں۔

تصنیف سے پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ابھی لکھنی شروع نہیں کی تھی اس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود ایک خواب دیکھا، خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مکھیاں ہٹانے کے لئے پنکھا جھل رہے ہیں، پنکھا جھل رہے ہیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکھیوں سے پریشانی نہ ہو۔

کسی معبر کے سامنے خواب بیان کیا گیا، انہوں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں اور غلط حدیثیں دونوں کو الگ الگ کرو گے، اور صحیح حدیثیں تم الگ جمع کرو گے، چنانچہ تعبیر یہ پوری ہوئی، اور سب سے اصح حدیثیں اس میں انہوں نے جمع کیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے انتظار میں ہیں، انہوں نے جا کر عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یارسول اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی کے انتظار میں یہاں کھڑے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، میں محمد ابن اسمٰعیل بخاری کے انتظار میں ہوں۔

بعد میں انہیں اطلاع ملی، اور انہوں نے جب پوچھا کہ کس وقت انتقال ہوا؟ تو بتایا گیا کہ عید الفطر کے موقع پر اس وقت انتقال ہوا، اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار میں دیکھا تھا یہ وہی گھڑی تھی جب اِدھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو رہا تھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام بخاری کے انتظار میں استقبال کے لئے کھڑے تھے۔

شاہ فیصل کی شہادت

شاہ فیصل مرحوم کو جب شہید کیا گیا تو ہمارے ایک دوست ہیں بھائی انور صاحب، انہوں نے وہاں انگلینڈ میں خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاہ فیصل کے انتظار میں کھڑے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قرب ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

حدیث مسلسل بالاولیۃ

اب میں دو حدیثیں پڑھ دیتا ہوں، اس کتاب کی بسم اللہ کے لئے اس کتاب کی حدیث میں پہلے پڑھوں گا، اس سے پہلے جیسا کہ میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا کہ ایک حدیث ہے، **الحدیث المسلسل بالاولیة،** اسے پڑھوں گا اور ابھی صحیح بخاری کی بسم اللہ کریں گے، میں وہ پہلی حدیث پڑھوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہزاروں حدیثیں سنیں، ان میں سب سے پہلی حدیث جو انہوں نے سنی تھی وہ میں آپ کے سامنے پڑھوں گا۔

کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنی، کہ ان سے شاگرد نے جب حدیث پڑھنی شروع کی تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ فرمایا کہ میں تمہیں سب سے پہلے وہ حدیث سناؤں گا جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلے سنی ہے، تو یہ تسلسل جاری رہا، یہاں تک کہ میں نے بھی جب ہمارے حضرت شیخ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ سے صحیح بخاری پڑھی تو حضرت نے سب سے پہلے وہ حدیث پڑھی جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی حدیث سنی تھی، اس کو پڑھ کر پھر میں اس کتاب کی پہلی حدیث پڑھوں گا۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الراحمون یرحمهم الرحمٰن تبارک وتعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے کہ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماءتم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والاتم پر رحم کرے گا وفی روایة ارحموا ترحموا ۔تم رحم کرو گے تو تم پر رحم کیا جائے گا۔

مگر ہم ہماری تعلیمات سے بہت دور ہوگئے،اب کسی کی سخت مزاجی سے اور اس کے برے مزاج سے سب سے زیادہ پریشان کون ہیں؟ بیوی بچے۔اس کے دل میں جب ان پر رحم کا مادہ نہیں،تو حق تعالی شانہ کی طرف سے پھر اس پر کیسے رحم کی نگاہ ہوگی؟

اس لئے سب سے پہلے ہمیں ابتداء کرنی چاہئے کن سے؟ گھر والوں سے۔ مٹھاس سے،حلاوت سے، زبان شیریں،میٹھی زبان سے بات ہو، یہ نہیں کہ ہر وقت بیوی بچے ڈرتے رہیں ہماری سخت مزاجی کی وجہ سے۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایاارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء اس کو اگر آپ اپنے گھر سے شروع کریں گے،تو دیکھیں گے کہ گھر کا ماحول ہی کچھ اور ہوگا بدلا ہوا ہوگا جنت کا سماں معلوم ہوگا۔ اللہ تعالی ہمارے گھروں کو ایسا بنائے۔آمین۔

حدثنا الحمیدی عبد اللہ بن الزبیر قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحی بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد بن ابراھیم التیمی انه سمع علقمة بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه علی المنبر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی فمن کانت ھجرته الی دنیا یصیبھا او الی امرأة ینکحھا فھجرته الی ما ھاجر الیه۔

اللہ تبارک وتعالیٰ عافیت سے اس کتاب کو پورا فرمائے، اس مدرسہ کی برکات سے اس ملک کو اور تمام عالم کو منور فرمائے، زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس سے فیض اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور یہاں حاضرین کے دلوں میں جو جو نیک تمنائیں اور جائز تمنائیں ہیں اللہ

تبارک وتعالیٰ ان سب تمناؤں کو پورا فرمائے، اگر کسی کو کسی نے دعا کے لئے کہا ہو اللہ تعالیٰ ان کی جائز مرادوں کو پورا فرمائے، جن بچوں نے حفظِ کلام پاک کیا ہے اللہ تعالیٰ ان بچوں کو قبول فرمائے، اس مدرسہ کو قبول فرمائے، اس مدرسہ کی معاونت کرنے والوں کو قبول فرمائے، ان کے جان میں مال میں برکت عطا فرمائے، مسلمانوں کی ہر طرح کی پریشانیوں کو ختم فرمائے، خاص طور پر موزامبیک میں جو سیلاب آیا اللہ تبارک وتعالیٰ سیلاب زدگان کی مدد فرمائے، ان کی پریشانیوں کو ختم فرمائے، دنیا میں جہاں کہیں مسلمان پریشان حال ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پریشانیوں کو ختم فرمائے، ان کی نصرت اور مدد فرمائے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار. ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار. ربنا واٰتنا ماوعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد. ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة. برحمتک یاارحم الراحمین.

۲۲

شہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کا

دولت کدہ

سرورِ کون ومکاں، محبوبِ رب العالمیں
میرے آقا ساقیِ کوثر شفیع المذنبیں

خواجۂ کونین اور گھر میں فقط نانِ جویں
اور کہیں یہ بھی میسر میرے آقا کو نہیں

عظمتِ قرآں کا پرتو ان کا رخسارِ حسیں
شوکتِ کعبہ کا نقشہ ان کی زلفِ عنبریں

آپ کا اسم گرامی دلنواز و دل نشیں
آپ کا ذکرِ مبارک جاں فزا و جد آفریں

اے خوشا صلی علی ان کا جمالِ دل نشیں
روح ِایماں روحِ دل روحِ نظر روحِ یقیں

جو بہاریں ہیں یہاں وہ باغِ جنت میں نہیں
ارضِ طیبہ بے گماں ہے رشکِ فردوسِ بریں

اس کے اک ذرے کی قیمت گلشنِ جنت نہیں
یہ مدینے کی زمیں ہے، یہ مدینے کی زمیں

تھے ابوبکر و عمر عکس جمالِ ہم نشین
مصطفٰی کے جانشیں اور آج تک ان کے قریں

مرتبہ عثمان کا کیا ہو سکے مجھ سے بیاں
وہ تو ذو النورین ہیں، ان کا کوئی ثانی نہیں

کہہ رہی ہے اہل ملت سے یہ شانِ حیدری
ظلمتِ شب سے سحر کا نور دب سکتا نہیں

(مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؔ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ایک صحابی کا واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ تجارت کرتے تھے، کہیں کسی کے گھر کے سامنے اپنا بستہ لگا کر بیٹھ جاتے، تجارت کا پیشہ کرتے تھے، ایک گھر پر انہوں نے دستک دی، دروازہ نوک کر کے انہوں نے ان صحابیہ سے کہا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کے دروازے پر بیٹھ کر اپنا سامان بیچوں۔

وہ کہنے لگی کہ دیکھو، میری اور میرے شوہر کی اَن بَن ہے، آپس میں ہماری بنتی نہیں، اگر میں تمہیں یہاں بیٹھنے کی اجازت دے دوں گی تو میرے شوہر آ کر تمہیں اٹھا دیں گے، اس لئے میں تمہارے لئے حیلہ اور تدبیر سے انتظام کرتی ہوں، تم ایسا کرو کہ ایسے وقت میں آؤ کہ جس وقت میرا شوہر بھی گھر پر ہو۔

اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ عورتوں کو حق تعالی شانہ نے کس قدر مردوں پر مسلط ہونے کی قوت دی ہے، ان کی رگ رگ کو وہ جانتی ہے، اسی لئے قرآنِ پاک کی ایک آیت میں تو اللہ پاک نے فرمایا کہ **ان کید الشیطان کان ضعیفا** کہ شیطان کا کید، اس کا مکر وفریب،

اس کا حیلہ تو نہایت ضعیف، کمزور۔

ایک دفعہ برا خیال آیا، آپ نے پڑھالا **حول و لا قوۃ الا باللہ**، شیطان فوراً بھاگ جائے گا، سب اس کا منصوبہ دھرام سے گر جائے گا، لیکن قرآن نے عورتوں کے لئے کیا کہا، کہ **ان کیدکن عظیم**، حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصوۃ والسلام کے قصے میں فرمایا کہ تم عورتوں کا مکر، تمہارا مکر وفریب **عظیم**، بہت بھاری ہے، وہاں فرمایا **ضعیفا** اور یہاں فرمایا **عظیم**۔

اب ان صحابیہ نے کہا کہ تم ایسے وقت میں آؤ کہ جب میرے شوہر بھی ہوں، چنانچہ وہ دیکھتے رہے، جب شوہر گھر میں تھے انہوں نے پھر دروازہ نوک کیا اور دونوں دروازے پر آئے۔

وہ صحابی جو وہاں بیٹھ کر اپنا سامان بیچنا چاہتے تھے اپنا سامان، انہوں نے پھر اپنی بات دونوں کے سامنے دہرائی کہ تمہارے گھر کے سامنے میں اپنا سامان بیچ سکتا ہوں؟ تو جلدی سے وہ صحابیہ عورت بول پڑیں کہ اتنے سارے گھروں میں میرا ہی گھر تمہیں نظر آیا؟ اور کسی کے گھر پر جا کر تم کیوں نہیں بیچتے؟ فوراً وہ صحابی، ان کے شوہر کہنے لگے تمہارا کیا بگڑتا ہے تمہارے گھر کے سامنے اگر بیٹھ کر بیچتا ہے، تمہارا کیا نقصان ہوگا۔

اب صحابیہ کہنے لگیں کہ اچھا بھئی، تمہارا گھر ہے تم جس کسی کو چاہو، اس کے حوالے کردو، اس کو گھر کے اندر داخل کردو، چاہے بیٹھنے کی اجازت دے دو، یہ کہہ کر اندر چلی گئی، صحابی کا کام بن گیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہم دیکھیں، طرزِ معاشرت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حجرہ شریفہ جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ آپ کا قیام تھا، اس میں سریر چارپائی تھی۔ اس میں اتنی وسعت نہیں تھی کہ ایک ہی وقت میں حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالی عنہا آرام فرما رہی ہوں، وہ سوسکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بھی پڑھ سکیں۔
اس لئے روایت میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام میں، رکوع میں ہوتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پیر لمبے کئے لیٹی رہتیں، پوری رات چونکہ تہجد کی نماز پڑھتے، تو وہ قیام اور رکوع کے وقت لیٹی رہتیں۔
جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا ہوتا تو سجدہ میں جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا ٹھہر کر پیر میں انگلی مارتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پیر ایک طرف کرتیں تب آپ سجدہ فرماتے۔
اس مکان میں فرنیچر میں صرف اور صرف دو چیزیں تھیں، ایک چار پائی اور اسی چار پائی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے، اس کو چھوڑ کر باقی بچی ہوئی جگہ نہیں کہ زمین پر جہاں نماز پڑھے، اور اس چار پائی کے اوپر تختہ لگا ہوا تھا، لکڑی کہ جس پر نماز پڑھی جاسکے، اس لئے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے۔
اور صرف ایک کرسی تھی جس کے چار پائے تھے اور وہ لوہے کے تھے، باقی کے اجزاء اس میں لکڑی کے تھے، ان دو چیزوں کے علاوہ کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بطورِ فرنیچر کے نہیں تھی، پردہ لٹکانے کے لئے جس طرح ہمارے یہاں کرٹن اور جالی اور پتہ نہیں کیا اور کیا اور اسے بھی ہر کچھ عرصہ بعد، چند مہینے کے بعد عورتوں کو بدلنے کا شوق ہوتا ہے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کہ دروازہ کھول کر، کھولتے ہی فوراً کسی پر نگاہ نہ پڑے اس کے لئے ٹاٹ کی طرح کا پردہ لٹکا رہتا تھا، یہ تو گھر اور گھر کی نوعیت اور فرنیچر ہوا۔

یوم الاسودین

کھانے پینے کا کیا حال تھا؟ ہمارے یہاں دار العلوم میں لڑکوں کے دار العلوم میں بھی اور لڑکیوں کے دار العلوم میں بھی پورے سال میں ایک دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کا نام یوم الاسودین: دو کالی چیزیں کھانے کا دن، اسودین آپ دو کالی چیزیں، ایک کالی چیز پانی اور

دوسرا کھجور، طلبہ سے ہم کہتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں دو، دو، تین، تین، مہینے ایسے گزرتے تھے کہ کوئی چیز ہمارے گھر میں پکتی نہیں تھی، چولہا ہی جلتا نہیں تھا، دو تین مہینے تک چولہا ہی ٹھنڈا، پوچھا کہ پھر گزارا کس پر ہوتا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ دو کالی چیزوں پر یعنی کھجور اور پانی۔

وہاں طلبہ کے لئے بھی اور بچیوں کے مدرسہ میں بچیوں کے لئے بھی اس ایک دن کے لئے، چوبیس گھنٹے کے لئے ہم کھجور رکھ دیتے ہیں کہ جب بھوک لگے کھجور کھالو، تاکہ اندازہ ہو کہ ہم تو صرف ایک دن اس طرح نہیں گزار سکتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر کیسے گزاری ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام

اور بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں جو قصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ پیش آیا وہ ہمارے لئے بڑا باعثِ عبرت ہے، یہ جو ہمارے دسترخوان انواع و اقسام کے کھانوں سے پر ہوتے ہیں، ان دسترخوان پر ان چیزوں کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری دن اور آخری ہفتے اور آخری ایام کو ملا کر اس کا مقابلہ کر کے کبھی رونا بھی چاہئے کہ ہمارے دسترخوانوں کا کیا حال ہے؟

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کیا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے دو تین دن پہلے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا چراغ لے کر پڑوس میں گئیں اور پڑوس کی عورتوں سے روتے ہوئے کہا کہ میرے سرکار بیمار ہیں، گھر میں اندھیرا ہے، جلانے کے لئے چراغ میں تیل نہیں اس میں تھوڑا سا تم تیل ڈال دو۔

ہمارے تعیش کا حال

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زندگی کہ کھانے پینے کا یہ حال، گھر میں فرنیچر کا یہ حال اور ہمارے تعیش کا یہ حال، کہ گذشتہ زمانے میں جو بادشاہ ہوں گے وہ اس طرح نہیں رہتے

ہوں گے جو آج کل ہمارے گھروں کا حال ہے، جو اس تعیش کی انتہا کو جو ہم پہنچ چکے ہیں، اگر وہاں سے واپس کوئی لا سکتا ہے تو وہ عورت۔ مرد ہزار جماعت میں جائے، ہزاروں مجاہدے کرے اور وہ چاہے کہ گھریلو زندگی کو بدلے وہ نہیں بدل سکتا، اس کو صرف عورت بدل سکتی ہے۔

اور یہ جس طرح میں نے واقعات سنائے حق تعالیٰ شانہ نے عورت کو بہت اونچی صفات سے بھی نوازا، جہاں اس میں ضعف کی صفت پیدا کی، وہاں ایسے ایسے واقعات عورتوں کے ذریعہ رونما ہوئے کہ مرد اس کو انجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اپنے گھریلو معاشرے کو بدلیں، اپنے ذہن کو بدلیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی ایک کتاب ہے شمائلِ ترمذی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر وفات تک کی ساری زندگی اس میں مختصر درج ہے، اور خاص طور پر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا، پینا، لباس، طرزِ معاشرت یہ جو میں نے دو چار چیزیں بتائیں، کھانے پینے کے سلسلہ میں، فرنیچر کے سلسلہ میں تو وہ تمام چیزیں اس میں تفصیل سے مذکور ہیں، اس کتاب کو اپنے پاس رکھیں اور بار بار اس کا نہ صرف مطالعہ کریں، بلکہ گھر میں بچوں کے سامنے پڑھیں اور اپنی زندگی کو بدلنے کی کوشش کریں تا کہ ہمارے اندر یہ جو مغربی طرزِ زندگی رچ اور بس گیا ہے خدا کرے کہ کسی طرح ہمارا ذہن بدلے اور ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ زندگی کو پسند کریں اور اس سے محبت کریں اور اسے اپنائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

۲۳

محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی: ایک چیلنج

فـأدركهم فـي ذاكـ رحمة ربنـا

وقـد أوجبوا منــه أشـد المعاتب

پس اس حالت میں ہمارے پروردگار کی رحمت نے ان کی دستگیری فرمائی حالانکہ وہ حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے سخت ترین غصہ کے مستحق ہو رہے تھے

فـأرسـل مـن عـلـيـا قـريـش نبيـه

ولـم يكُـ فيـمـا قـد بـلـوه بـكاذب

پس اللہ تعالیٰ نے قریش کے بلند ترین قبیلہ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، اور خود قریش کے امتحان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلط اور خلاف واقعہ بات کہنے والے نہیں تھے

ومـن قبـل هـذا لـم يخالط مدارس

الْيهـود ولـم يـقـرأ لهـم خـط كاتب

اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوائے نبوت سے قبل نہ تو کبھی یہودیوں کی کسی تعلیم گاہ میں تشریف لے گئے تھے،

اور نہ ان کے کسی پڑھے لکھے آدمی کی تحریر کو کبھی پڑھا تھا

فأوضح منهاج الهدى لمن اهتدى

ومـنّ بتعليـم عـلـى كـل راغـب

پس آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس شخص کے لئے راہ ہدایت کو واضح کر دیا جو ہدایت کا طالب ہو،

اور ہر وہ شخص جو امور خیر کی رغبت رکھتا ہو، اس کو احکام دین سکھا کر احسان فرمایا

وأخبر عن بدء السماء لهم وعن
مقام مخوف بين أيدى المحاسب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آسمان کی پیدائش کی ابتداء سے آگاہ فرمایا،
اور قیامت کے دن حساب لینے والے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرایا،
اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا واقعی بڑے خوف کی بات ہے
وعن حُكم رب العرش فيما يعنّهم
وعن حِكم تُروى بحكم التجارب
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی رب العرش کے فرمان کی
ان تمام امور میں جو لوگوں کو پیش آتے تھے،
اور ان حکمتوں کی جو تجربوں کی رو سے نقل کئے جاتے ہیں
(اَطْيَبُ النَّغَمِ)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ وَصَحْبِہِ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْد: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ.

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادارے کو، درس گاہ کو قبول فرمائے، امت کے لئے، مسلمانوں کے لئے، اسلام کے لئے اس کو نافع بنائے، زیادہ سے زیادہ اس طرح کے ادارے ہر جگہ قائم ہوں، جلدی جلدی قائم ہوں، اس کے اللہ اسباب مہیا فرمائے۔

یہاں اولدھام میں کسی زمانہ میں ہمارا بہت آنا جانا تھا، اس لئے کہ یورک شائر کے لئے یہ اولدھام اور روچڈیل گزرگاہ تھے، ایم سیکسٹی تو (M62) تو بہت بعد میں بنا، سیکسٹی ایٹ سے ہم لوگ جب یورک شائر جایا کرتے تھے، اس زمانہ میں اے سیکسٹی تو (A62) سے جب

گزرتے تو آپ کے اولدھام سے گزرنا ہوتا تھا، اور نمازوں کے اوقات جب قریب قریب ہوتے تھے تو رستہ میں کوئی نماز پڑھنی ہو، تو ایک نماز اولدھام میں پڑھی، ایک روچڈیل جا کر پڑھی۔

اولدھام میں حضرت شاہ مقصود صاحب ہوا کرتے تھے جن کا بیعت کا بھی تعلق تھا، کافی اچھے حالات تھے، وہ عرصہ تک یہاں رہے، لیکن جب موٹروے بن گیا تو پھر اس طرف سے آنا جانا ختم ہوگیا۔

کافی طویل عرصہ کے بعد یہاں حاضری ہوئی، مگر میں نے رستہ میں مولانا کمال الدین سے پوچھا تو بہت افسوس ہوا کہ پچیس، تیس ہزار مسلمانوں کی یہاں آبادی ہے اور اتنی بڑی آبادی میں اب تک تمام مسلمان مل کر بھی کوئی ایک اسکول نہیں بنا پائے، حالانکہ ہر سال حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ یہاں تشریف لاتے تھے اور ان کے ہر بیان کا موضوع ہوتا تھا اسلامک اسکول، لیکن جب سنا کہ اب تک کوئی پورے اولدھام میں اسکول نہیں، اسلامک اسکول، یہ سن کر بڑا افسوس ہوا۔ چالیس برس گزر گئے، چالیس برس کی مدت تو بڑی لمبی مدت ہوتی ہے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے موازنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ ہم موازنہ کرتے ہیں ہمارے چالیس برس کا کہ روزگار کی تلاش میں مسلمان اس اولدھام میں آئے، بسے، ہر چیز بسائی، وطن میں بھی محل بسائے، بنگلے بنائے، زمینیں خریدیں، یہاں بھی اچھے اچھے مکان بنائے، اگر نہیں بنا پائے تو ایک اسکول، اور جیسا میں نے عرض کیا کہ کوئی غفلت نہیں ہوئی، بار بار حضرت مدنی جیسے بزرگوں کی طرف سے تنبیہ، تاکید، نصیحت سنتے رہے، تو ہمارے ان چالیس برس کا اگر ہم موازنہ کریں دو جہان کے سردار، آقاءِ نامدار، تاجدارِ مدینہ، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی مکہ مکرمہ سے اور کیسے مظالم کے نتیجہ میں ہجرت، اور ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو سب سے پہلے مسلمانوں کو بسانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظام المؤاخاۃ قائم فرمایا، کہ جتنے مہاجر تھے ان کو ایک انصاری بھائی دے دیا گیا، انصاری بھائی اپنے مہاجر بھائی کی مدد کرے گا، اس لئے کہ سب مہاجر خالی ہاتھ ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں۔

اور انصار دعوت دے رہے ہیں، ان کی تمنا ہے، تڑپ ہے، دعا ہے، درخواست ہے کہ یا رسول اللہ، ہمیں یہ میزبانی کا شرف حاصل ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت جاری ہے، سب طرف سے اصرار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکراتے ہوئے، **انھا مامورۃ** کہ یہ ہماری سواری اللہ کی طرف سے مأمور ہے، اس کو جہاں کا حکم ہوگا میرے ٹھہرنے کے لئے، جہاں مجھے اترنا ہوگا وہاں اللہ کی طرف سے اسے حکم ہے وہیں بیٹھے گی۔

چنانچہ ایک جگہ آکر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری، اونٹنی بیٹھی ہے تو وہ جگہ یمن کے بادشاہ اور ملوک ہوا کرتے تھے تبع، قیصر اور کسری کی طرح سے یمن کے بادشاہوں کو تبع کہا جاتا تھا، تبع کے بنائے ہوئے مدینہ طیبہ میں مکانات تھے، اُس نے خاتم الانبیاء، آخری نبی کی بشارتیں کتبِ سابقہ میں، اپنی کتابوں میں دیکھ کر کے مستقل مکانات مدینہ طیبہ میں بنوائے، کہ نبیِ آخر الزمان کی مدد کے لئے اور ان کی نصرت کے لئے، ان کے انتظار کے لئے جو مدینہ منورہ میں آکر رہنا چاہیں یہ مکانات ان کے لئے ہیں، اس کے بنائے ہوئے مکانات میں سے ایک مکان جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کا قیام تھا وہاں آکر اللہ کا حکم ہوتا ہے، سواری رکتی ہے۔

سب سے پہلا کام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی خبر گیری فرماتے ہیں، سب سے پہلا کام تعمیرِ مسجد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ خود خریدی اور وہاں صحابۂ کرام کے ساتھ مسجد تعمیر فرمائی، مسلمان

بس گئے، ان کے رہنے سہنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام فرمایا، کسی کا عارضی، کسی کا مستقل اور مسجد تعمیر فرمائی۔

دوسرا سال

مگر جہاں سے بھاگے تھے، مکہ مکرمہ کے دشمن، مشرکین وہ کہاں پیچھا چھوڑتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ہم لوگ یہاں، تمام مسلمان نہایت تنگ دستی، تکلیف میں ہیں، چلتے ہیں رستہ میں، یہاں سے ابوسفیان اپنے قافلے کے ساتھ گزرے گا، اس سے حساب مانگتے ہیں کہ لاؤ، کچھ تو ہمیں دو، جو تم نے لوٹا ہے تمام جائدادیں، مسلمان جو وہاں چھوڑ کر آئے اس پر تم نے قبضہ کیا ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس سے گفتگو کے لئے، اس سے یہ حساب لینے کے لئے، پوچھنے کے لئے مدینہ طیبہ سے چلتے ہیں، یہ ہجرت کا دوسرا سال ہے۔ایک سال میں تو مسلمانوں کو ٹھیک ٹھاک کیا گیا، مسجد تعمیر کی گئی۔

اب دوسرا سال شروع ہوا اور ابوسفیان سے گفتگو کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں۔

دیکھا مسلمانوں نے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جارہے ہیں ابوسفیان سے ملنے کے لئے تو سب مہاجرین بھی ساتھ ہولئے، نہتے، کوئی اسلحہ نہیں، اور سواریاں نہیں، کوئی ساز وسامان نہیں، کوئی فوج نہیں، صرف بات کرنے کے لئے، ابوسفیان کو پوچھنے کے لئے۔ اور ملاقات سے پہلے ابوسفیان کو پتہ چل گیا، وہ رستہ بدل کر بھاگ جاتا ہے، کیوں کہ اسے پتہ تھا کہ حساب دینا بڑا مشکل ہے۔

اور قاصد بھیج کر اس نے مکہ مکرمہ سے مدد منگوائی، کہ دوڑو! دوڑو! یہ مسلمان آرہے ہیں، آپ کا ابوسفیان بھی بھاگا ہے، قافلہ بھی، تمہاری مدد کا منتظر ہے، دوڑے مکہ والے، ہزار سے زیادہ کا لشکر تیار کر کے، تمام اسلحہ دشمن کے پاس ہے، اتفاق سے دونوں جماعتیں بدر میں پہنچ

گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بھی بدر پہنچ گئے اور کفار کا اتنا بڑالشکرِ جرار بدر میں سامنے ہے، آمنا سامنا ہوگیا اور مسلمانوں کے متعلق جیسا میں نے بتایا تھا کہ نکلے تھے کیوں؟ صرف پوچھنے کے لئے کہ ہم یہاں تکلیف میں ہیں، تم نے ادھر سب کچھ لوٹ رکھا ہے۔

یہ مسلمان کس حال میں تھے؟ کتنے آئے تھے؟ تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں، سواریاں کتنی تھیں؟ دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ، کُل آٹھ تلواریں بدر میں، جنگِ بدر ہوئی تو کتنی تلواریں تھیں؟ آٹھ۔

تھے جن کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں
بدلنے کو آئے تھے وہ دنیا بھر کی تقدیریں

مقابلہ ہوا، نتیجہ آپ کے سامنے ہے، وہ مکہ والے دل سے سمجھتے تھے، مگر ایک ان کی اپنی انانیت نہیں جاتی تھی، لاشیں لے کر بھی نہیں جا سکے وہ بدر کے کنویں میں پھینکی گئیں۔ وہاں مکہ مکرمہ پہنچ کر کے پھر تیاری شروع کر دی۔ یہ ہجرت کا دوسرا سال تھا جس میں بدر ہوئی۔

تیسرا سال

یہاں سے مار کھا کر گئے پھر بھی عقل درست نہیں ہوئی، ہجرت کا تیسرا سال شروع ہوتا ہے پھر وہی تیاری اور پہلے سے زیادہ تیاری کے ساتھ آتے ہیں، اور کہاں تک؟ مدینہ منورہ تک پہنچ جاتے ہیں احد پہاڑ کے پاس، غزوۂ احد پیش آیا۔

اس کا نتیجہ بھی آپ کو معلوم کہ کچھ، تھوڑا سا مسلمانوں کی ایک غلطی کی بنا پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کا کچھ جانی نقصان ہوا اور کفار واپس گئے، مگر ان کے بھی اچھے خاصے آدمی مارے گئے، جب واپس گئے تو پھر سوچنا شروع کیا، کیا لے کر آئے۔

پہلے پورا ہزار کا لشکر لے کر آئے تھے اور تین سو تیرہ نہتے تھے۔

دوسری مرتبہ پورے سال تیاری کر کے آئے تھے، اور تین ہزار کا بڑا لشکر لے کر آئے تھے،

جنگ ہوئی اور اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ یہ ہجرت کا تیسرا سال تھا جس میں غزوۂ احد ہوا۔

چوتھا سال

اب انہوں نے سوچا کفار نے کہ مکہ والوں کو ہم نے ساتھ لیا، اطراف والوں کو، قبیلوں کو ساتھ لیا، دو دفعہ جنگ ہوئی، بدر میں بھی ہم کامیاب نہیں ہوئے، احد میں بھی اپنا بدلہ بھی مکمل پورا بدر کا نہیں لے سکے۔

انہوں نے مہم چلائی پورے عرب میں اور زبردست مہم چلائی، ہر ہر قبیلہ میں جاتے، تقریریں کرتے، ان کی دینی رگ کو، دینی حمیت کو ابھارتے، لات اور عزیٰ کی قسم دیتے، اس طرح زبردست تیاری کی پورے سال اور پورے عرب کو لے کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے، اس کے نتیجہ میں یہ غزوۂ خندق، غزوۃ الاحزاب پیش آیا۔ تمام لشکروں کو اکھٹا کر کے لائے، تو یہ کونسا سال؟ چوتھا سال ہے۔

پہلے سال میں مسجد کی تعمیر ہوئی، دوسرے سال میں بدر، تیسرے سال میں احد اور چوتھے سال میں غزوۂ خندق۔

مگر اللہ تبارک وتعالی اس دین کا محافظ ہے، پورا عرب مل کر ہلا بھی نہیں سکا تھوڑا سا مسلمانوں کو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف ایک طوفانی ہوا چلائی، بھاگ کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے سامنے اعلان فرمادیا کہ اب تمہارے لئے ہمیشہ کے لئے خوف اور خطرہ ختم، **الآن نغزوهم ولا يغزوننا**، اب ہماری طرف سے ان پر یلغار ہوگی، وہ کبھی حملہ نہیں کرسکیں گے۔

پانچواں سال

پانچویں سال ایک غزوۂ ذات الرقاع، اب تیاری کرنی ہے **نغزوهم** کے لئے تو اس کا نام بھی عجیب ہے، غزوۂ ذات الرقاع، دنیا کی کسی جنگی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملے گی

آپ کو، ایسی فوج، کیسی فوج کہ جن کے پاس پہننے کے لئے چپل نہیں اور خاردار پتھروں میں، کانٹوں میں، جنگلوں میں سفر ہے۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ چلتے چلتے ہمارے تلوے زخمی ہوگئے، خون نکل رہا ہے مگر اس میں بھی چل رہے ہیں، پٹیاں باندھی ہوئی ہیں اس لئے اس کا نام ہی غزوۂ ذات الرقاع رکھا گیا، یہ کونسا سال ہوا یہ غزوۂ ذات الرقاع؟ پانچویں سال ہوا۔

چھٹا سال

چھٹے سال میں وہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ **نغزوھم**، اب سلسلہ ذات الرقاع کے ساتھ شروع ہوگیا، اس کے بعد والے سال میں، چھٹے سال میں حدیبیہ کا سفر ہوا، صرف ایک ذرا سی جھلک ان کو دکھا کر واپس تشریف لے آئے، مکہ والوں نے دیکھ لیا، اوہوہوہو! اب ان کا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ جنہیں عقل تھی، عقلِ سلیم جن کے پاس تھی ان کو تو اللہ تبارک وتعالی نے اسی سے ہدایت عطا فرمادی۔

ساتواں سال

اس کے بعد چونکہ فرمایا تھا نغزوہم اس لئے اب سلسلہ جاری ہے کہ سب سے پہلے **مدینة الایمان، مدینة الاسلام، مدینة العلم، مدینة منورة، مدینة طیبة** کو محفوظ کیا جائے، اس لئے غزوۂ خیبر ہوا، کونسا سال ہوا یہ؟ ساتواں، ساتویں سال میں یہ غزوۂ خیبر ہے۔

آٹھواں سال

اب مدینۂ طیبہ محفوظ ہوگیا، اب مرکزِ عالم، ساری دنیا کا مرکز تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا جو مرکز رہا مکہ مکرمہ، اس کو ہمیشہ کے لئے پاک کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف چلنا، سفر کافی ہوگیا۔

روایت میں آتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اِکّا دُکّا کسی نے کچھ پتھر وغیرہ پھینک دیا صرف گزر ہوگیا، مکہ فتح ہوتا چلا گیا تو یہ کونسے سال میں؟ آٹھویں سال میں مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مدینہ طیبہ محفوظ، مکہ مکرمہ محفوظ ہوگیا، سارے عرب میں اب کوئی اسلام کے خلاف چون و چرا نہیں کرسکتا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلو، اب ساری دنیا کو چیلنج کرتے ہیں، اللہ اکبر!

نواں سال

ساری دنیا کو چیلنج کون کرتا ہے کہ ابھی بھی، اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی زندگی آپ پڑھیں، مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد بھی تو بھی اسی طرح پیٹ پر پتھر اور ننگے، بھوکے، کسی کے پاس ایک لنگی ہے تو اوپر کی کسی کے پاس چادر نہیں، کسی نے ایک ہی چادر سے پورا جسم لپیٹا ہوا ہے، کوئی کوئی ہوتا تھا، خال خال دو چادر والا، تو اس کی پہچان بن جاتی تھی کہ اس کے پاس دو چادریں۔

کسی زمانہ میں، شروع میں، اکثر لوگ مسجد میں، برطانیہ میں پیدل نماز کے لئے آتے تھے، بہت کم جن کے پاس کار رہے وہ کار میں آتے، ایک پہچان ہوتی تھی کہ وہ گاڑی والا گاڑی جن کے پاس ہے، تو ایسی پہچان ہوتی تھی کہ ذوالبجادین، دو چادر والے ہیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں فرمایا کہ تم میں سے کون ہیں کہ جس کے پاس دو چادریں ہوں۔ اس حال میں مکہ مکرمہ فتح ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب ساری دنیا کو چیلنج کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، اور کس کو چیلنج کرنے کے لئے؟ دنیا بھر کی سلطنتوں کو، اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ملوک اور سلاطین کو، دنیا بھر کے سلاطین اور ملوک کو دعوت نامے بھیج دئے تھے، اب یہ رومن امپائر کو چیلنج کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے جارہے ہیں، تو وہاں بھی صرف سفر کرکے جانا، کافی ہوگیا۔

رومیوں کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر پہنچے ہوئے ہیں تبوک مگر

ان کو ہمت نہیں ہوئی۔

کیوں کہ اس کو معلوم تھا کہ یہ تو سچے نبی ہیں، ہم مقابلہ نہیں کر سکتے، دس برس کی عربوں کے ساتھ جنگوں کے نتائج ان کے سامنے تھے۔

دسواں سال

جب یہ ساری دنیا نے اسلام کی حقانیت کو دیکھ لیا، اس کے بعد پھر دسویں سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع فرمایا اور قرآن نے کہہ دیا، **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔**

اور پھر گیارھویں سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے تشریف لے گئے۔

یہ مختصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ہجرت کے بعد کی زندگی دس منٹ میں میں نے آپ کے سامنے عرض کی، کہ کتنے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے ہجرت کے بعد؟ صرف دس سال اور دس سال میں پوری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بج گیا اور بجانے والے کون؟ جن کے پاس کھانے پہننے کے لئے کچھ نہیں۔

محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ

کل ہی ہم پڑھ رہے تھے، سبق میں روایت آئی **حدثنا محمد ابن مقاتل قال حدثنا عبد الله،** عبداللہ ابن مبارک کے شاگرد ہیں یہ محمد بن مقاتل، ان کے مختصر ایک دو قصے میں آپ کو سنا دوں، یہ محمد بن مقاتل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت لی ہیں، وہ الرَّی نامی ایک جگہ کے قاضی تھے، اسلامی حکومتوں کی طرف سے علماء کو، ائمہ کو، قضاۃ کو، تنخواہیں ملتی تھیں اور ان کے مشاہرے مقرر تھے۔

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ ہیں حاتم اصم، یہ مرید تھے حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے، تیس برس سے

زیادہ اپنے پیر کے پاس رہے شقیق بلخی کے پاس، کون رہے حاتمِ اصم رہے، تیس برس شقیق بلخی کے پاس گزارے، ایک دن استاذ نے امتحان لیا، استاذ نے پوچھا شقیق بلخی نے پوچھا کہ حاتم، تم اتنے برسوں سے ہمارے پاس ہو تو تمہیں کیا ملا، تم نے کچھ حاصل بھی کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے آپ سے آٹھ مسئلے حاصل کئے۔

انہوں نے کہا اللہ اکبر، تیس برس کا عرصہ تم نے میرے ساتھ گزارا اور تیس برس میں تم کہتے ہو کہ میں نے آٹھ مسئلے تم سے حاصل کئے۔

مگر جب وہ گنواتے چلے گئے تو استاذ بھی عش عش کرنے لگے۔ ایک جگہ پہنچ کر کہنے لگے اوہو! یہ مسئلہ جو تم نے بتایا اس پر تو نہ صرف قرآنِ پاک بلکہ تمام کتب سابقہ میں جگہ جگہ اسی کی تاکید کی گئی ہے جس کی طرف تمہاری توجہ ہوئی تو ایک طویل بحث ہے آٹھ مسئلوں کی۔

یہ حاتمِ اصم جب تیس برس اپنے استاذ اور پیر کی خدمت میں گزار کر کیا کندن بنے ہوں گے، کیا انہوں نے پاور حاصل کیا ہوگا، کہاں تک وہ پہنچے ہوں گے، اس کا اندازہ آپ کو ایک واقعہ سے ہوگا۔

وہ حج کے سفر پر ہیں، رستہ میں گزر ہوا، کسی نے دعوت دی، دیکھا کہ حاجیوں کا قافلہ ہے تو انہوں نے دعوت کی، جب کھانے سے فارغ ہوئے تو میزبان کہنے لگے حاتمِ اصم اور ان کے ساتھیوں سے، حاجیوں سے کہ آپ حضرات آرام کریں، میں ذرا ایک جگہ کوئی بیمار ہے ان کی عیادت کے لئے جاتا ہوں۔

اب حاتمِ اصم پوچھتے ہیں کہ بھئی کون بیمار ہے؟ کہا کہ ہمارے شہر کے رَیٰ کے قاضی ہیں عالم ہیں، بیمار ہیں تو مجھے ان کی عیادت کرنی ہے، حاتمِ اصم کہنے لگے کہ اچھا یہ عیادت تو مسنون ہے، ہم بھی چلیں گے۔

دنیا میں جنت دیکھ لی

جنوبی افریقہ میں ہماری والدہ صاحبہ کسی بُڑھیا کی عیادت کے لئے گئیں، وہ خاتون بیمار تھی

ان کی عیادت کے لئے گئیں اور جب وہاں سے واپس نکلیں تو شہر میں چل رہی ہیں، مگر کیا دیکھتی ہیں کہ جو شہر جہاں سے ابھی گزر کر وہ گئی تھیں کہ یہ فلاں کی دکان، یہ فلاں روڈ، فلاں بازار، تو اس کے بجائے دیکھتی ہیں کہ تاحدِ نظر باغ ہی باغ، شاندار باغ، پھول ہی پھول، پودے ہی پودے، تو وہ اپنی سہیلی سے ماں کہتی ہیں کہ ہم تو رستہ بھول گئے، کہیں اور کسی کے گارڈن میں پہنچ گئے۔

جو خاتون ان کے ساتھ گئی تھیں وہ کہتی ہے کہ خالہ جان، یہ تو فلاں کی دکان ہے، فلاں کی گاڑی ہے، فلاں کا مکان ہے، ماں کہتی ہیں کہ میں چندقدم چلتی، پھرٹھہر جاتی کہ یہ ہم غلط رستہ پر پہنچ گئے، یہ تو کہیں رستہ بھول گئے، ماں نے کہا کہ پھر تو وہ مجھ کو کھینچ کر زبردستی چلتی رہی، جب گھر کی دہلیز پر قدم رکھا تو ماں کہتی ہیں کہ وہ منظر ختم ہوگیا، کہتی ہیں کہ میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔

مجھ سے پوچھتی ہیں کہ بیٹا! جو میں نے اس وقت دیکھا، یہ کیا ہے؟ کوئی جنات کا اثر یا کسی کو جنات اٹھا کر کہیں لے جاتے ہیں کچھ دکھاتے ہیں، کہتی ہیں آج تک میں نہیں سمجھ پائی کہ میرے ساتھ کیا ہوا اور کیوں ہوا، کہتی ہیں کہ میں صحت کے اعتبار سے، دماغی اعتبار سے ٹھیک تھی، ابھی بھی ماشاء اللہ نوّے برس کی عمر ہے ماں کی، بالکل حاضر دماغ، ہر چیز یاد ہے ان کو، تو پھر یہ کیا ہوا۔

میں نے ماں سے کہا، میں نے حدیث سنائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کسی مریض کی عیادت کرے وہ جنت کے باغیچہ میں ہے، تو میں نے کہا اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جنت میں باغیچہ ملے گا جب جنت میں جائیں گے، میں نے کہا اللہ تبارک وتعالی نے اس دنیا میں آنکھوں سے آپ کو دکھایا کہ آپ ان کی عیادت کے لئے گئیں تو آپ نے دنیا میں جنت دیکھ لی۔

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

حاتمِ اصم کہنے لگے کہ میں نے کہا کہ یہ عیادت سنت ہے، میں بھی چلتا ہوں، ہم لوگ عیادت کے لئے گئے جب وہاں پہنچے تو حاتمِ اصم کیا دیکھتے ہیں کہ شاہانہ ٹھاٹھ سے وہ قاضی صاحب رہتے ہیں، بہت بڑا عالیشان محل، وہاں چوکیدار کھڑے ہوئے، اجازت کے بغیر اندر نہیں جاسکتے، باغ باغیچے چاروں طرف ہیں۔

جب وہاں پہنچے تو حاتمِ اصم بجائے اس کے کہ ان سے پوچھتے کہ حضرت قاضی صاحب، محمد بن مقاتل سے کہ شیخ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ سنا ہے کہ آپ بیمار ہیں۔اس کے بجائے حاتمِ اصم بگڑے، محمد بن مقاتل سے پوچھا کہ آپ ایک سوال کا جواب دیں گے؟ کہا جی، فرمایئے کیا سوال؟ فرمایا کہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے یہ علم کس سے پڑھا؟ کہا کہ فلاں سے، انہوں نے کس سے پڑھا؟ صحابۂ کرام سے، انہوں نے کس سے پڑھا؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے، انہوں نے کس سے؟ جبرئیل علیہ السلام سے۔

جس طرح قرآنِ پاک کی وحی آتی تھی، یہ ایک روایت میں ہے کہ روایات، احادیث میں یہ جو احادیثِ قدسیہ ہیں، بعینہ حق تعالیٰ شانہ کے الفاظ ہیں، یہ روایات بھی فرشتہ لے کر آتا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علم حاصل کیا جبرئیل امین سے، جبرئیل امین نے کس سے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ سے، اچھا۔

تو آپ نے جتنا علم یہ سارا اس سند سے حاصل کیا اُس میں کسی جگہ یہ فضیلت آئی ہے آپ کے اس شاندار محل کی، اور اس دولت کی کہ جو اتنی ساری دولت بنائے گا، اتنے ٹھاٹھ سے رہے گا، اتنے محلات، ایک آدمی کے رہنے کے لئے کئی سو کمرے کا محل بنائے گا اس کی فضیلت کوئی آپ سنائیں گے۔

قاضی صاحب ان کی گردن جھک گئی شرم کے مارے اور جواب دینے کے بجائے ان کی طبیعت خراب ہونی شروع ہوئی، تنبیہ سے انہیں تنبہ ہوگیا کہ اللہ اکبر! میرے لئے یہ تو فرشتہ

آیا کہ میں کس دنیا میں پھنسا ہوا ہوں، میرے جانے کا وقت ہے، پیر قبر میں لٹک رہے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کی ایک کرامت

حضرت شیخ مولانا سید اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ جو آخری مرتبہ، آخری سفر میں دار العلوم تشریف لائے تھے، تو بیان فرمایا۔ یہ ایک اتفاق ہوگیا کہ دار العلوم میں کوئی ان کی آمد دو درجن سے زیادہ مرتبہ ہوئی ہوگی اور درجنوں دفعہ بیان دار العلوم کے جلسوں میں بھی ہوا، ویسے بھی ہوا مگر ہمارے یہاں یہ تعارف وغیرہ کا سلسلہ ہمارے بزرگوں کے یہاں نہیں ہے۔اس لئے پھر ہم نے بھی اس بدعت کو رواج نہیں دیا ہے، اس لئے کبھی تعارف کے نام سے میں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔

لیکن ان کے اس آخری سفر پر جب حضرت تشریف لا رہے تھے تو میں طلبہ سے کچھ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ کے کچھ واقعات سنا رہا تھا اور بچپن میں ہمارے یہاں جب حضرت نرولی تشریف لائے تھے، حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ، وہ حالات سنائے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے بیان فرمایا، بیان سے فارغ ہوکر جب چلنے لگے تو دار العلوم کی مسجد سے نکلنے سے پہلے حضرت رک گئے اور انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ آپ کے اس بیان کے دوران مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ فلاں شہر میں، یوپی میں ایک بڑے عالم تھے ان کا حضرت سے بڑا تعلق تھا، والد صاحب کے پاس آتے رہتے تھے، اور حضرت سے بیعت کا بھی تعلق تھا، حضرت سے پڑھا بھی تھا، ایک دفعہ وہ زیادہ بیمار تھے، اطلاع آتی رہتی تھی۔

پھر ان کے صاحب زادہ نے والد صاحب کو لکھا کہ حضرت، بہت ایک افسوس ناک واقعہ میں آپ کو لکھ رہا ہوں وہ یہ کہ والد صاحب آج اور کل کے مہمان ہیں، ایک پیر گویا قبر میں رکھ چکے ہیں، ہم روز اس سے ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں آج رات پوری ہوگی، نہیں ہوگی، طبیعت

میں کمزوری یہاں تک پہنچی ہوئی ہے، بیماری کا یہ حال ہے۔

مگر ہم ساری عمر کے برخلاف ایک افسوس ناک بات یہ دیکھ رہے ہیں کہ جب ہم والد صاحب کے پاس جاتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں جائداد کا کیا ہوا؟ وہاں سے کتنی انکم آتی ہے؟ اور فلاں پیسے فلاں کو قرض دئے وہ اس نے واپس کئے، نہیں کئے۔

ہمیں بڑا افسوس ہورہا ہے کہ یہ ان کا آخری وقت ہے، یہ لمحات اور یہ گھڑیاں، یہ ساعتیں ان کے لئے بڑی قیمتی ہیں اور یہ ان کے دل دماغ میں دنیا بسی ہوئی ہے، بیٹے نے والد صاحب کی شکایت کے طور پر حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا۔

حضرت سے چونکہ ان کا بہت زیادہ تعلق تھا تو حضرت نے وہ جیسے ہی خط پڑھا، درس گاہ سے فارغ ہوکر سیدھے حضرت اسٹیشن چل دئے، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کے پیچھے پیچھے دارالعلوم کے اور اساتذہ بھی کہ فلاں جگہ حضرت جارہے ہیں وہ ساتھ ہو لئے، آٹھ دس علماء حضرات کا قافلہ ساتھ ہے اور حضرت شیخ الاسلام وہاں تشریف لئے گئے۔

جب وہاں پہنچے تو وہاں پہنچنے کے بعد حضرت نے کوئی گفتگو نہیں فرمائی، کوئی تنبیہ نہیں فرمائی، کوئی زہد پر بیان نہیں فرمایا، نہ کوئی حدیث سنائی، فرماتے ہیں کہ حضرت وہاں ان کے گھر تشریف لے گئے اور ملاقات اور خیریت کے بعد تشریف فرما ہوئے، گردن نیچے فرمالی، کہتے ہیں کہ جتنے حاضرینِ مجلس تھے وہ محسوس کررہے ہیں کہ اس مکان کی چھت، درو دیوار، دروازے، کھڑکیاں، ہر چیز سے ذکر اللہ کی آواز آرہی ہے، کہتے ہیں کہ مجلس کا عجیب حال ہوگیا، یہ حضرت کی کرامت کہ کہتے ہیں اس کے بعد حضرت نے ایک مختصر کھانا تناول فرمایا، واپس تشریف لے گئے۔

ان کے صاحب زادے نے پھر دوبارہ شکریہ خط لکھا حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو کہ حضرت آپ کی تشریف آوری کے بعد سے اب ہمیں پوچھنا پڑتا ہے، کسی ان کی بشری ضرورت کے متعلق، کھانے کے متعلق، پینے کے متعلق، استنجے کے متعلق، ہر وقت لو لگی ہوئی

ہے اوپر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت سے وہ دنیا کا تذکرہ یکسر ختم ہوگیا۔

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا واقعہ

محمد بن مقاتل سے جب حاتمِ اصم نے پوچھا کہ تم نے یہ جو علم پڑھا اس میں کس جگہ اس کی فضیلت ہے، کوئی فضیلت تمہارے سامنے سے گزری دولت بسانے کی، محلات آباد کرنے کی؟ سن کر ان پر بڑا اثر ہوا اور وہ ان کی بیماری کئی گنا بڑھ گئی، اس کا شہرہ مچ گیا اطراف میں ہر جگہ کہ محمد بن مقاتل صاحبِ حال ہوگئے ان کی اس تقریر کے نتیجے میں اور ہر طرف حاتم اصم کی زہد پر اس تقریر کا شہرہ ہوگیا۔

چنانچہ جب یہ یہاں سے نکلے تو لوگوں نے دیکھا کہ یہ تو کوئی زبردست آدمی ہے، بتایا گیا کہ شقیق بلخی کے پاس انہوں نے تیس برس گزارے ہیں۔

اللہ نے کتنی روحانی قوت عطا فرمائی ہوگی کہ مجمع نے جب دیکھا، ان کی یہ کرامت دیکھی محمد بن مقاتل کے یہاں کہ ان کے چند کلمات سے ان کی حالت بدل گئی۔

وہ کہنے لگے کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو، ہمارا یہ سفر حج کا ہے، تھوڑا سا ہٹ کر اگر ہم سفر کریں گے تو فلاں شہر میں ایک اور بڑے بزرگ، اور بڑے عالم ہیں طنافسی، ان کا شاہانہ ٹھاٹھ ان سے بھی زیادہ ہے، حاتمِ اصم تیار ہوگئے۔

جب وہاں ان کے یہاں پہنچے تو حاتمِ اصم طنافسی سے کہنے لگے کہ میں ایک عجمی آدمی ہوں، حج کے لئے جا رہا ہوں، جاہل گنوار قسم کا آدمی ہوں، مجھے آپ سے ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے، طنافسی نے کہا فرمایئے، لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے طنافسی، کیا مسئلہ؟ کہا مسئلہ یہ ہے کہ میری نماز بھی درست نہیں، نماز کا کیا پوچھنا۔

''ایک سجدہ بھی نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جا سکے''

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ایک مرتبہ خط لکھا اور اس میں دعا کے لئے اخیر میں کلمات لکھے اس میں لکھا کہ حضرت ہمارا حال تو بہت خراب ہے،

عمر بھر میں ایک نماز بھی ایسی نہیں جس کے متعلق یہ امید کی جاسکے کہ وہ قبول ہوئی ہوگی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھوایا، اس میں لکھوایا کہ مولانا آپ تو ایک نماز کو روتے ہو، یہاں تو ایک سجدہ بھی نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

حاتمِ اصم کہنے لگے کہ نماز کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں، طہارت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں، اس لئے میں ذرا وضو کرتا ہوں آپ کے سامنے آپ دیکھ لیں میرا وضو ٹھیک ہے یا نہیں، پانی منگوایا گیا، حاتمِ اصم نے ہاتھ دھونے شروع کئے، ایک دفعہ ہاتھ دھوئے، دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ، چوتھی مرتبہ میں پانی لے کر کلی کے بجائے پھر ہاتھ دھوئے، طنافسی کہنے لگے نہیں، نہیں یہ غلطی ہے۔

حاتمِ اصم پوچھتے ہیں کیا غلطی ہے تو کہنے لگے یہ تو اسراف ہے، فرمایا یہ سب، یہ محلات جو آپ نے بسائے، پھر یہ کیا ہیں؟ وضو میں چوتھی دفعہ ہاتھ دھوئے جائیں، تین مرتبہ سے زیادہ ہاتھ دھونے کی اجازت نہیں وہ پانی میں آپ فرما رہے ہیں اسراف ہے، تو یہ محلات جو آپ نے بسا رکھے ہیں یہ کس حکم میں ہیں؟

اس طرح جب ان کا پورے عرب میں شہرہ ہوگیا، حاتم اصم جب بغداد پہنچے تو خود امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حاتمِ اصم سے ملنے کے لئے آئے۔

دو جہان کے سردار کو کھانے کے لئے میسر نہیں

یہ روایت میں نے حدثنا محمد بن مقاتل پر سنانی شروع کی تھی۔ یہ محمد بن مقاتل یہ بھی مروزی ہیں، عبداللہ بن مبارک بھی وہاں کے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سند سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث لائے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **انی لانقلب الی اھلی** کہ میں میرے گھر والوں کے پاس مکان میں جاتا ہوں، بھوک لگی ہوتی ہے اور وہاں پہنچتا ہوں تو میں، اپنے گھر میں، اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں، بھوک بھی لگی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس کو اٹھاتا ہوں کھانے کے لئے لیکن مجھے فوراً تصور آتا ہے، خیال آتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو تو **فالقیھا** تو پھر میں اس کو پھینک دیتا ہوں، دو جہان کے سردار کو کھانے کے لئے کچھ میسر نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ہم تین تین مہینہ کے چاند دیکھ لیتے تھے اور سرکار کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، راوی پوچھتے ہیں کہ اماں جان! پھر آپ کا اور سب گھر والوں کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر کس پر ہوتا تھا؟ وہ فرماتی ہیں کہ دو کالی چیزوں پر، کھجور کھالی، پانی پی لیا، اور وہ بھی میسر آئی تو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھوک نے بہت ستایا میں نے سوچا کہ کیا کروں، گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی بھوکی ہے، میں بھوکا ہوں۔

ایک یہودی کے باغ میں گیا اور اس سے کہا کہ میں چند ڈول نکال کر تمہارا باغ سیراب کروں گا اور پانی دوں گا کچھ مزدوری دو گے؟ اس نے کچھ کھجوریں طے کی، یہ نہیں سوچا کہ یہ بھوکا ہے، پیاسا ہے، کچھ مدد کردی جائے، نہیں، یہودی نے کہا ہم اجرت میں دیں گے تم کو کھجور، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے چند ڈول کھینچے اور مجھے اس نے مٹھی بھر کھجور دی۔ میں نے دیکھا کہ کافی ہوگئی تو میں لے کر چلا گیا، تو اس طرح صرف کھجور کھا کر گزارہ۔

اور میں نے بتایا کہ صرف نویں سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں کا سفر فرمایا تھا؟ تبوک کا اور ساری دنیا کو چیلنج اور ہم اتنے چالیس برس یہاں اولدھام میں ایک ادارہ اسکول نہیں بنا سکے، **انا للہ و انا الیہ راجعون**، اللہ تبارک وتعالی ہمارے اس جرم کو معاف فرمائے۔

یہ جرم صرف اولدھام والوں کا نہیں، بلکہ اطراف کے لوگ، ان سے کم ذمہ دار، لیکن ذمہ دار سارے کے سارے ہیں، پورے برطانیہ والے، پوری دنیا والے سب ہی ہیں۔ دنیا میں

جو کچھ حالات بدلتے ہیں اس کے اعتبار سے جتنا قرب اس جگہ سے ہوتا ہے اس کے اعتبار سے اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارے اس جرم کو معاف فرمائے، حالات کو سمجھنے کی اور آئندہ نسلوں کو سنبھالنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی اللہ تعالی ہمیں توفیق عطا فرمائے، درود شریف پڑھ لیں دعا کر لیتے ہیں۔

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا ونبیّناو شفیعنا وحبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک و سلم

۲۴

فردوسِ اعلیٰ کے مکین
صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے فردوسِ بریں
کی قوتیں فرشِ زمین پر

وشق لـه جبريل باطن صدره

بغسل سواد بالسويداء لازب

اور جبریل علیہ السلام نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف وتکریم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک شق کیا،

اس سیاہی کو دھونے کے لئے جو دانہ دل کے ساتھ چپکی ہوئی تھی

وأسرى على متن البراق الى السما

فيا خير مركوب و يا خير راكب

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق کی پشت پر سوار ہوکر آسمان کی طرف راتوں رات تشریف لے گئے،

سبحان اللہ! کیسی بہترین سواری تھی، اور کیسے بہترین سوار تھے! صلی اللہ علیہ وسلم!

وشـاهـد أرواح النبيين جـمـلـة

لدى الصخرة العظمى وفوق الكواكب

اورآنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ سے ملاقات کی،

صخرۃ کے پاس بھی، جو مسجد بیت المقدس میں ہے، اور آسمانوں پر بھی

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

الحمدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصطَفٰی اَمَّا بَعُد

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو اور ساری مخلوقات کو پیدا فرمایا، انسان کو اللہ تعالی کی کچھ نعمتیں نظر آرہی ہیں، اس سے ہزاروں کڑوروں گنا زیادہ اللہ تعالی نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ عام سطحی نظر سے ہم اس کا ادراک نہیں کرتے، اور نہ اس کو سمجھ سکتے ہیں جب تک اس میں غور وفکر نہ کریں۔

اللہ نے انسان کو یہ جو جسم عطا فرمایا اس میں بظاہر تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، دل و دماغ اس کو عطا فرمایا گیا اور سطحی نگاہ میں اس کو دیکھا جائے تو اس کو ایک محدود طاقت دی گئی ہے۔

مثلاً جو آنکھ ہے اس کو دیکھنے کی طاقت دی گئی ہے مگر وہ ہر چیز کو ہر وقت نہیں دیکھ سکتی اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے شرائط ہیں، یہ آنکھ اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی، اس کو روشنی کی ضرورت ہے، بہت دور کی چیز نہیں دیکھ سکتی، قریب ہونا ضروری ہے، بہت قریب ہو جب بھی نہیں دیکھ پاتی، بالکل آنکھ کے قریب کوئی چیز کر دو، نہیں دیکھ سکتا، نہیں پڑھ سکتا، اس کے لئے بہت ساری شرائط جب جمع ہوں گے تب جا کر آنکھ دیکھنے کا کام کرتی ہے۔

اسی طرح یہ کان ہے اللہ تبارک وتعالی نے اس میں سماعت کی اور سننے کی قوت رکھی، یہ بھی اپنے سارے شرائط کے ساتھ سننے کا کام انجام دے سکتا ہے، بہت زور کی آواز کان کے بالکل پاس کی جائے تو کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ کیا ہوا، بہت دور کی آواز ہو اس کو بھی کان سن نہیں سکتا۔

قوانین اور ضوابط کے خلاف قوت

یہ جتنی قوتیں ہیں ظاہراً دیکھا جائے تو یہ محدود ہیں، لیکن دوستو، اگر غور کیا جائے قرآن اور حدیث پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور تابعین اور بزرگانِ دین کے حالات پر، تو پتہ چلتا ہے کہ صرف اللہ تعالی نے ہمیں اتنی محدود قوت نہیں دی، اللہ تبارک وتعالی نے اس سے بہت زیادہ قوت عطا فرمائی ہے بلکہ لامحدود قوتوں کا انسان مالک ہوسکتا ہے۔ یہ آنکھ بہت دور کا بھی دیکھ سکتی ہے، یہ کان سارے شرائط اور قوانین اور ضوابط کے خلاف بہت دور کی بھی سن سکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بصارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج اور اسراء سے جب واپس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اعلان فرمایا کہ آج رات مجھے اس طرح لے جایا گیا اور ساتوں آسمانوں کی اور جنت اور دوزخ کی، اور وہاں کی جتنی چیزیں ہیں ان سب کی مجھے سیر اور زیارت کرائی گئی، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے فوراً تصدیق کی، اسی لئے انہیں صدیق اکبر کہا جاتا ہے اور ابو جہل نے سب سے پہلے اس کی تکذیب کی کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔

چنانچہ جب یہ بات عام ہوگئی اور کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اچھا، آپ اگر معراج میں اور ساتوں آسمانوں پر جا کر آئے ہیں تو وہاں اوپر کی چیزوں کے بارے میں تو ہم نہ کچھ پوچھ سکتے ہیں، نہ معلوم کر سکتے ہیں، نہ اس کی تصدیق اور تکذیب کر سکتے ہیں،

اس لئے کہ اس کا تو ہمیں کچھ پتہ نہیں۔

لیکن آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے، تو بیت المقدس اور مکہ مکرمہ کے رستہ میں ہمارا فلاں قافلہ جو سفر میں ہے وہ کس جگہ اور کس منزل پر ہے؟ اور اسی طرح انہوں نے سوال کیا کہ اچھا، آپ جو بیت المقدس بھی تشریف لے گئے ہیں تو وہاں بیت المقدس کی مسجد کے دروازے کتنے ہیں اور کھڑکیاں کتنی ہیں؟ اس رخ پر کتنی کھڑکیاں ہیں؟ مشرق کی طرف کتنی؟ مغرب کی طرف کتنی؟

حالانکہ ان کے یہ سوالات جاہلانہ تھے، رستہ گزرتے ہوئے کوئی خیال نہیں کیا کرتا کہ دوسرے رستے پر کون چل رہا ہے، کہاں کا آدمی ہے، کون ہے، کیا ہے، اسی طرح آپ اتنے عرصے سے اس مسجد میں آتے ہیں سالہا سال سے آتے ہیں، بعضوں سے پوچھا جائے کہ اس کے دروازے کتنے ہیں اور کھڑکیاں کتنی ہیں، تو ہزاروں دفعہ آنے جانے کے باوجود نہیں بتا سکتے کہ کھڑکیاں اتنی ہیں۔

لیکن ان کو تو ہر بات میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنی تھی اور نعوذ باللہ آپ کو جھٹلانا تھا، اس لئے اس طرح کے جاہلانہ سوالات کیا کرتے تھے، لیکن جیسا میں نے عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے اس آنکھ میں بڑی قوت رکھی ہے کہ بہت دور کا بھی یہ دیکھ سکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کفار مکہ کے سامنے کھڑے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر بتادیا، اللہ نے پردے ہٹادئے اور ان کا وہ قافلہ، جس جگہ تھا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں منزل پر وہ قافلہ اترا ہوا ہے، اور ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا ہے اور اس کی تلاش میں فلاں فلاں آدمی گئے ہوئے ہیں اور فلاں اونٹ پر فلاں آدمی سوار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری تفصیل بتادی۔

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کی مسجد کے بارے میں

اللہ تعالی نے عمارت آپ کے سامنے کر دی اور عمارت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری کھڑکیاں، سارے دروازے وغیرہ گن کر بتائے کہ مشرق کی طرف اتنے، مغرب کی طرف اتنے، تو اللہ نے اس آنکھ میں بھی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک میں قوت عطا فرمائی، تو اسی طرح ورثۃً بعد ورثۃً اللہ نے اس نعمت کو منتقل فرمایا اور ہزاروں واقعات آپ بزرگانِ دین کے پڑھیں گے کہ کہاں دور کا وہ دیکھ لیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی قوت سماع

اسی طرح سننے کے متعلق بھی، حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ، جمعہ کا دن ہے، منبر پر تشریف فرما ہیں، خطبہ دے رہے ہیں، عین خطبہ کے بیچ میں آپ نے ایک انوکھی اور عجیب بات فرمائی **یا سارية الجبل !الجبل!** جب آپ نے خطبہ ختم فرمایا تو بعض صحابۂ کرام نے پوچھا کہ حضرت، آج تقریر کرتے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے یہ آپ نے ایک غیر متعلق بات فرمائی **يا سارية الجبل! الجبل!**

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایران میں، فارس میں ایک فوج بھیجی ہے کہ جس کے سردار ہیں ساریہ اور اس وقت نہاوند میں کفار سے جنگ ہو رہی تھی، تو یہیں منبر پر کھڑے کھڑے مدینہ منورہ میں ہیں اور ایران اور فارس میں کیا ہو رہا ہے دیکھ رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھے اس کا منظر بتایا جو اس وقت لڑتے ہوئے ان کا یہ حال تھا، تو میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ اور مسلمانوں کے لشکر کی توجہ ایک طرف ہے اور دشمن چپکے سے دوسری جہت سے، پہاڑ کی دوسری طرف سے فوج بھیج رہا ہے، اگر یہ اسی طرح سامنے کی طرف لڑتے رہتے اور پیچھے کی طرف سے غفلت برتتے، تو ان کو شکست کا اندیشہ تھا، اس لئے میں نے یہیں سے ان کو پکارا کہ یا ساریۃ الجبل ! پہاڑ کا یعنی پیچھے کا خیال رکھو۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے یہاں سے وہاں تک دیکھ بھی لیا اور ان کی آواز بھی یہاں سے وہاں تک پہنچ گئی، بغیر کسی واسطہ کے اور ذریعہ کے اور وائرلس کے۔

اللہ نے ہمیں بے پناہ قوتیں عطا فرمائی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے جتنی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، بطور معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے، بطورِ نعمت وکرامت کے اللہ نے اس امت میں ان نعمتوں کو آگے منتقل فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت گرفت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **اعطیت قوۃ اربعین رجلا فی البطش والجماع** کہ پکڑ اور جماع میں مجھے اللہ نے چالیس آدمیوں کی قوت عطا فرمائی اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجاز کے مشہور پہلوان رکانہ کو دعوت اسلام دی، تو اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ کر دکھائیں تب میں آپ کو نبی مانوں گا، اس لئے کہ میرا مقابلہ کرنے والا اس وقت حجاز میں کوئی نہیں، اگر کوئی کرسکتا ہے تو آپ اگر واقعی نبی ہیں تو آپ کرسکتے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی میں ان کو پچھاڑ دیا۔
اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قوت اور پکڑ میں اللہ نے مجھے چالیس آدمیوں کی قوت عطا فرمائی ہے، اور یہ آدمی بھی دنیا کے نہیں۔
بلکہ محدثین فرماتے ہیں کہ جنت کے چالیس آدمیوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت دی گئی، اور جنت کے ایک آدمی کو دنیا کے سو آدمیوں کے برابر قوت دی جائے گی، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار ہزار آدمیوں کی قوت دی گئی تھی، جیسا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کے طور پر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا حال دیکھا اور سارے پردے ہٹ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتوں کی ایک عجیب توجیہ

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیثِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ **انی لاراکم من وراء ظھری**، صحابۂ کرام سے فرمایا کہ تم ذرا اپنا خیال رکھا کرو، ہمیشہ ہر وقت یہ نہ سمجھنا کہ میں آگے ہوتا ہوں تو پیچھے تم جو گفتگو کرتے ہو یا بات چیت کرتے ہو میں اس کو سن

نہیں پاتا۔ میں جس طرح آگے کی طرف سے دیکھ سکتا ہوں پیچھے کی طرف بھی دیکھ سکتا ہوں **انی لاراکم من وراء ظھری،** پیچھے سے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔

ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ایک عجیب بات فرمائی، یہاں محدثین نے اپنے اپنے طور پر اس کی وجوہات لکھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے کیسے دیکھ سکتے تھے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ایک بڑی عجیب بات فرمائی کہ جب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں تشریف لے گئے تو جنت میں اللہ تعالی یہ نعمت ہمیں عطا فرمائیں گے کہ ہر طرف کی چیز ہمیں نظر آئے گی، اس وقت جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ شرائط موجود ہوں، تو چیز نظر آتی ہے، سامنے ہو اور مناسب فاصلے پر ہو تب نظر آتی ہے لیکن وہاں جنت میں چاروں طرف کی ہر چیز ہمیں نظر آئے گی۔

اللہ تعالی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں داخل فرمایا تو اسی وقت سے ساری نعمتیں وہاں کی عطا فرمادیں، اس کو لے کر آپ دنیا میں واپس تشریف لائے، جس طرح دیکھنے کی قوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر سلب نہیں کی گئی، اسی طرح پکڑ کی، جماع کی قوت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں ملی تو اسی طرح باقی رہی۔

دوستو، ہمیں اللہ تبارک وتعالی کی دی ہوئی ان نعمتوں پر غور کرنا چاہئے اور اس کو اجاگر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور یہ نعمتیں اجاگر ہوں گی صرف اللہ کا نام لینے سے، کثرت سے اللہ کا نام لیا جائے، **یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا،** اے ایمان والو، تم اللہ کو بکثرت یاد کیا کرو۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ ہر حال میں انسان کو ذکر کا حکم دیا گیا، ہر ایک انسان تین حال سے خالی نہیں، یا کھڑا ہوگا، یا بیٹھا ہوگا، یا لیٹا ہوگا، اس لئے فرمایا **قیاما و قعودا و علی جنوبھم،** کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی ہر حال میں اللہ کی یاد دل میں بسے، اللہ تعالی اس کی مجھے توفیق عطا فرمائے اور آپ لوگوں کو بھی۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

۲۵

شیوۂ حسینی:

سر داد،

دست نہ داد در دستِ یزید

چمن میں باد صبا مدتوں میں آئی ہے
بہار روٹھ گئی تھی منا کے لائی ہے

ہمیں نے دارورسن کے طلسم توڑے ہیں
ہمیں نے ظلم وستم کی جبیں جھکائی ہے

نہ ہونے دیں گے چراغ وفا کی لَو مدھم
قسم لہو کی شہیدوں کے ہم نے کھائی ہے

وہ راہرو جنہیں منزل سے اپنی پیار نہ تھا
نئی حیات انہیں رستے میں چھوڑ آئی ہے

لہو سے دل کے بنائے ہیں اس کے نقش ونگار
عروس عہد وفا ہم نے جب سجائی ہے

(مولانا امداد صابری رحمۃ اللہ علیہ)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْکَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا کَثِيْرًا کَثِيْرًا.

اما بعد قال النبی صلی الله علیه وسلم الراحمون یرحمهم الرحمن تبارک و تعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء و فی روایة ارحموا تُرحموا

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیثِ پاک ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کے صحیفۂ صادقہ کی سب سے پہلی روایت ہے، جو ہزاروں احادیث انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں، انہیں حفظ بھی کیا اور لکھا بھی، تو لکھی ہوئی ان کی روایات کو انہوں نے صحیفۂ صادقہ کا نام دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی حدیث جو میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ یہ روایت تھی۔

میں نے یہ روایت اس لئے پڑھی تا کہ جو طالبات بخاری شریف آج ختم کر رہی ہیں، تو وہ

مجھ سے یہ حدیث پہلے سنیں گی تو ان کا تسلسل بالاولیۃ کا سلسلہ باقی رہے گا، کہ میں نے بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے جب صحیحِ بخاری شریف پڑھی تھی تو حضرت نے سب سے پہلے یہ روایت پڑھی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان طالبات کو قبول فرمائے، ان کے والدین اور خاندان کو قبول فرمائے، قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اس فراغت کو بابرکت فرمائے، قیامت تک آنے والی نسلوں کے دین اور ایمان کے تحفظ کا ان طالبات کو ذریعہ بنائے، ان کے خاندانوں کو ذریعہ بنائے، ان کی معلمات اور ان کے اساتذہ کو قبول فرمائے، مدرسہ کے منتظمین اور معاونین کو اللہ تعالی بے حد اپنی طرف سے جزائے خیر دے، ان کی جان اور مال میں برکت دے، ہر طرح کے فتنوں سے تحفظ فرمائے۔

ترحم کی فضیلت

یہ روایت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ترّحم کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں، کہ کسی دوسرے کے اوپر ترّحم، دل میں نرمی ہو، شدت نہ ہو، یہ صفت اپنے اندر جو حضرات پیدا کرتے ہیں تو ایسے رحمت والے دلوں پر خود اللہ تبارک وتعالی اپنی رحمت بھیجتے ہیں، **الراحمون یرحمھم الرحمن تبارک و تعالی**، جب یہ صفت غالب ہونی شروع ہوتی ہے تو انسان اپنے مقابل کو نہیں دیکھتا، اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح رحیم تھے، شفیق تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رحمت کی تعلیم فرمائی، تو مجھے اس پر گامزن رہنا چاہیے، سامنے والے کا عمل کیا ہے اس سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

ظلم کا بدلہ

اس رحمت کے مقابل دوسری صفت ہے شدت، سختی، تو سختی کے پھر بہت سارے الگ الگ مظاہر اور اوصاف ہیں، ظلم بھی اس کی ایک کڑی ہے، اس کے لئے مستقل باب قائم کئے

گئے کہ ظلم کے کیا نتائج نکلتے ہیں اور ان کے لئے وعیدیں بھی بیان فرمائیں۔

اب کوئی شخص کسی پر ظلم ڈھا رہا ہے، تو اس کے لئے ایک رستہ تو حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہمیں بتاتے ہیں کہ کسی نے ایک تھپڑ مارا، تو دوسرا گال اس کے سامنے کر دو کہ شاید تمہارے دل کی مراد، تمنا پوری نہ ہوسکی ہوگی، ایک طرف تھپڑ مارنے سے کسر رہ گئی ہوگی تو دوسرا بھی حاضر ہے۔

ہماری شریعت میں یہ ایک ادب اور ایک حکم، ایک طریقہ نہیں بتایا گیا، اللہ تبارک وتعالی نے الگ الگ طبائع بنائی ہیں، انسان مختلف قسم کے بنائے، اس کے لئے مختلف رستے ان کے لئے متعین کئے گئے کہ ایک رستہ یہ بھی ہے اس کی بھی ہماری شریعت میں اجازت، کہ ظلم سے کسی کا جی نہیں بھرا ایک تھپڑ مارنے سے، تو دوسرا گال بھی پیش کر سکتے ہو، اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا۔

لیکن اگر و **جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا**، قرآن کہتا ہے کہ برائی کا بدلہ کیا، برائی اس جیسی، یہ شرط لگا دی، اس جیسی ہی برائی ہو، اب قرآن کی فصاحت اور بلاغت کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتے، سوچ نہیں سکتے کہ آپ اتنا مثلھا کہہ کر کے انسان کو، کوئی ظالم، ناقد، قرآن کو بری نظر سے دیکھنے والا تو فورا چلاّ اٹھے گا کہ یہ ہے تمہاری شریعت، یہ ہے تمہارا اسلام! کہ پتھر کا جواب پتھر، گالی کا جواب گالی، ہم کہتے ہیں کہ انصاف کا تقاضا یہ بھی ہے کہ جس طرح اس نے پتھر مارا آپ بھی مار سکتے ہیں، تو قرآن نے کہا کہ برائی کا بدلہ برائی مگر کیسی برائی، اسی کے جیسی اور اُسے بدلہ کا نام نہیں دیا بلکہ سیئۃ برائی ہی کہا گیا۔

اب جب کسی نے مکّا مارا، تھپڑ مارا، تو آپ اس کو جب مکاّ اور تھپڑ ماریں گے تو قرآن کہتا ہے **مثلھا**، خیال رکھنا کہ اسی جیسا، اگر اس نے بچوں کی طرح آہستہ سے مارا ہے، آپ نے اپنی توہین سمجھ لیا، آپ زور سے اس کو مار کر اس کا دانت توڑ دیں تو **مثلھا** نہیں ہوا، عدد کے اعتبار سے تو ایک ہی ہے، ایک اُس نے مارا، ایک اِس نے مارا مگر **مثلھا** نہیں رہا، عدد میں **مثلھا** ہے مگر اس کے وصف میں جیسا اس نے مارا تھا ویسا نہیں ہے، اس نے تو دانت نہیں

توڑا تھا، تو یہ شریعت نے ظلم کے سامنے کیا کیا جائے اس کے مختلف رستے بتائے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا سر تو کٹا، خم نہیں ہوا

حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ میدانِ کربلا میں ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے ساتھ ہیں، نہتے ہیں، مستورات بھی ساتھ ہیں، مگر سر مبارک اونچا ہی رہا، خم نہیں ہوا، یہ انہوں نے قیامت تک آنے والی انسانیت کو ایک سبق دیا کہ اگر چہ سر جھکا دینا کہ بھئی، چلا دو تلوار، یہ بھی ایک طریقہ تھا۔

مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا کہ قیامت تک آنے والے انسان، ان میں سے بڑے بڑے ظالم اور جابر حکمران بھی ہوں گے، تو انسانیت ہمیشہ ہی سر جھکاتی رہے گی، مار کھاتی رہے گی؟ سر کٹ تو گیا، مگر خم نہیں ہوسکا، ظالم کے سامنے جھک نہیں سکا، اور یہ حسینی خون جہاں جہاں بھی آپ دیکھیں گے، جہاں جہاں، جب ان ظالموں نے دیکھا، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد کی تاریخ آپ پڑھیں، تو اور زیادہ تلخ، کہ ان ظالموں کی نیند حرام ہوگئی تھی، یہ سوچتے تھے کہ کہیں حضرت حسین کے خون کے بدلے کے لئے لوگ اکھٹے تو نہیں ہو رہے ہیں، دس آدمی مسجد کے باہر کھڑے ہیں، اچھا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پارٹی کے تو نہیں ہیں، ان کو پکڑ کر اندر ڈال دیتے تھے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ساری زندگی انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور اہلِ بیت کی پارٹی کا ساتھ دیا، اگر چہ وہ جیلوں میں گئے، مار کھاتے رہے، شہید ہوئے، اس کو انہوں نے نہیں دیکھا، انہوں نے ایک اصول دیکھا کہ ظالم کے سامنے کبھی سر مت جھکاؤ، بس ایک اصول بنا لیا، اسی پر عمل پیرا رہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی۔ کوئی ایک درجن حکام آپ کو ملیں

گے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈالا گیا، زہر دیا گیا، یہ صرف مسئلۂ قضاء نہیں تھا، کہ یہ قاضی بننا نہیں چاہتے تھے اور عہدۂ قضاء کیوں قبول نہیں کرتے، حکومت ڈرتی تھی، دراصل انہیں عناد تھا کہ یہ اہلِ بیت کا ساتھ کیوں دیتے ہیں۔

یہی حال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا، وہاں مدینۃ العلوم میں میں نے بیان کیا تھا کہ طلاقِ مکرہ کو مسئلہ بنا کران پر مظالم ڈھائے کہ زبردستی طلاق دلوائی جائے وہ واقع ہوتی ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں آپ کو جیل میں نہ صرف ڈالا گیا، آپ کے مونڈھے کے جوڑ الگ کردئے گئے، پہلوانوں کو بلا کر کے یہ ہاتھ اوپر کرو، یہ ایک نے اوپر سے کھینچا، دوسرے نے پیر رکھا، توڑ دئے گئے کندھے، ساری عمر اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (ہاتھ نیچے کر کے اشارہ)، مگر انہوں نے پھر بھی، جان دے دی ان حضرات نے، ظلم کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا، کیوں؟ کہ ان ائمہ کرام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد اہلِ بیت نے یہی انسانیت کو سبق دیا کہ سر مت جھکاؤ۔

حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ مہدی

اور ظالم بھی کس درجہ کے ظالم، کہ اہلِ بیت میں سے امام موسیٰ کاظم، حضرت موسیٰ کاظم کو سب سے پہلے مہدی نے گرفتار کیا اور جیل میں ڈال دیا۔ حضرت موسی کاظم کو شبہ کی بنیاد پر جیل میں مہدی نے ڈالا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خواب میں تشریف لائے۔ امیر المؤمنین تھا، خلیفۂ وقت تھا مہدی اور اس کے خواب میں آکر ارشاد فرمایا ارے ظالم! تجھے اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ تو بنو عباس میں سے ہے اور یہ آلِ علی میں سے ہیں، دو بھائیوں کی اولاد ہیں، ابو طالب کی اولاد، آلِ علی اور بنو عباس جو حکمران ہیں خلفاء بنو عباس، سارا سلسلہ جو چلا، دوسرے بھائی کی، حضرت عباس کی اولاد بنو عباس تھے، تو آیت پڑھی سورہ محمد کی و تقطّعوا ارحامکم کہ تمہیں صلہ رحمی کا بھی خیال نہیں رہا کہ تم قطع رحمی پر اتر آئے، اور تم نے صرف شبہ کی بنا پر موسی کاظم کو جیل میں

ڈال رکھا ہے۔

رات کو آنکھ کھلی، فوراً وزیر کو طلب کیا اور ان کو بلا کر لاؤ، کیسے ظالم تھے، خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے تنبیہ فرما رہے ہیں، اس پر چھوڑنا پڑ رہا ہے، پھر بھی بلا کر پوچھتا ہے مہدی، کہ یہ آپ کو ہم چھوڑ رہے ہیں، لیکن اس کا عہد کرو کہ آئندہ ہمارے خلاف بغاوت تو نہیں کرو گے۔ نہ حضرت موسیٰ کاظم کی شخصیت کا خیال، نہ بزرگی کا خیال، نہ ان کے مرتبے کا خیال، خیال اپنے دماغ میں اپنی حکومت کا، اپنے شک اور شبہ کا، اور اسی کی بنیاد پر پوچھ رہے ہیں کہ پھر ہمارے خلاف بغاوت تو نہیں کرو گے، چھوڑنا پڑا، چھوڑ دیا، اب وہ تو جتنے پہلے مقبول تھے اس سے زیادہ مقبول ہو گئے۔

حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ اور ہارون رشید

ان کے بعد جو آیا ہارون رشید، کتنی بڑی سلطنت اس کی، ہارون رشید کی، ایک دفعہ لکھا ہے کہ بادل جا رہا ہے تو اپنے تخت پر بیٹھ کر بادل کو خطاب کرتا ہے ہارون رشید، کہتا ہے کہ **امطری حیث شئت فسیاتینی خراجک** کہ اے بادل، تجھے جہاں جانا ہو وہاں تک تو جا اور جہاں تجھے جا کر برسنا ہو وہاں برس، روئے زمین کے جس کونے پر جا کر تو بارش برسائے گا، اے بادل تو اس سے جو پیداوار ہوگی وہ میرے ان قدموں میں یہاں آئے گی، اب کتنا بڑا، اب کتنی بڑی سلطنت اور کتنا بڑا اس کا دعوی، جو چیلنج کر رہا ہے ایک بادل کو کہ تو جہاں جا کر برسے گا اس سے جو پیداوار ہوگی، وہ میرے قدموں میں یہاں آنے والی ہے۔

لیکن موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے آگے پیچھے لوگوں کو دیکھ کر اس کے دل میں ڈر اور خوف، کانپ رہا ہے دل میں، لوگ ان کے پاس آتے ہیں، جاتے ہیں، ان کو مانتے ہیں، ہمارے خلاف کہیں کوئی کلمہ نکال دیا تو کیا ہوگا، تو پھر ہارون رشید نے جیل میں ڈالا۔

اب جیسے ہی جیل میں ڈالا کہ فوراً پہلی، دوسری رات ہارون رشید خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک کالا حبشی تلوار لئے کھڑا ہے ہارون رشید کے سر پر، اور کہتا ہے کہ چھوڑتا ہے کہ نہیں، یا ابھی

وار کروں تیرے اوپر؟

آنکھ کھلی فوراً آرڈر دیا، جلدی ان کو لاؤ، بلاؤ، ہارون رشید کے پاس پہنچے، حضرت موسی کاظم فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے رہا کرنا چاہتا ہے، ابھی شروع رات میں، میں خواب میں دیکھ رہا تھا، مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے موسیٰ! تم یہ دعا کیوں نہیں پڑھتے ،**یا سامع کل صوت، یاسائق کل شیئ،** تین چار سطر کی ایک دعا ہے،موسی کاظم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں وہ جملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہلوائے، میں نے دہرائے، آنکھ کھلی تو اس کے بعد میں نے ان کلمات کو دہرایا اور یہ تمہارا نمائندہ میرے سامنے کھڑا ہوا تھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا تلقین فرمائی، یہ اس کا اثر ہے۔

یہ توجہات عالیہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خصوصی توجہ اہلِ بیت کے ان افراد کو، ان ظالم اور جابر حکمرانوں کا ذرا ڈر خوف نہیں ہوتا تھا، جس طرح ہم ایک چوہے کی آواز کی ذرا سی حرکت سے ڈر جاتے ہیں، انہیں کوئی خوف وخطر محسوس نہیں ہوتا تھا، دنیا میں کہیں چلے جاتے، جیل خانے میں ہوں، میدانِ کارزار میں ہوں، دشمن کی فوج سامنے ہو۔

حسینی خون

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ ایک مرتبہ یہاں تشریف لائے، ہر سال تشریف لاتے تھے، وہاں دار العلوم پر ہمارے گھر میں ایک شب قیام رہتا تھا، میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت! اس مرتبہ تو آپ نے ہمیں بہت رلایا، حضرت مسکرائے کیوں اور کیسے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے ساتھ آندھرا پردیش (A.P) میں جو کچھ ہوا، وہاں کسی جگہ ہم نے پڑھا کہ آپ فساد زدہ علاقے کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے تھے اور آپ کو وہاں والوں نے اندر کر دیا تھا، اس پر بہت ہنسے۔

اس کے بعد فرمایا کہ قصہ یہ ہوا تھا، اپنا بریف کیس کھولا، فرمایا کہ یہ فسادزادہ علاقے میں

مسلمانوں پر مظالم کیئے گئے اور میں نے وہاں کی صوبائی حکومت کوفون کیا، کہ میں آ کر وہاں کا دورہ کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے پہلے تو دورہ کی اجازت نہیں دی، پھر میں نے دوبارہ فون کر کے ان سے کہا کہ اب میں صرف تمہیں اطلاع دے رہا ہوں کہ میں آرہا ہوں، حسینی خون دیکھئے، سید زادہ، حسینی خون، کہتے ہیں میں اطلاع دے رہا ہوں کہ میں آرہا ہوں، فرماتے ہیں کہ وہ کہنے لگے کہ دیکھئے، ہم آپ کی سیکیوریٹی کی ذمہ داری نہیں لیتے، تو میں نے ان کو ڈانٹا کہ میں نے کب تم سے کہا کہ تم میری سیکیوریٹی کی ذمہ داری لو، میری سیکیوریٹی میرے ساتھ ہے، جب وہاں اکیلا میں اترا ہوں اسٹیشن پر، فرماتے ہیں کہ وہ کہنے لگے کہ آپ کے گارڈز کدھر ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے گارڈز کو آپ نہیں دیکھ سکتے، نہ میں دیکھ سکتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ ہیں، میرا محافظ، میرا اللہ، میرے ساتھ ہے۔

حضرت جب اس علاقے میں تشریف لے گئے، فرماتے ہیں یہی بریف کیس میرے ساتھ تھا، اس میں اس جگہ میرا ریوالور تھا، میں میرا قانونی لائسنس والا ریوالور میرے ساتھ رکھتا تھا۔ وہی دوراستے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ دوسرا گال بھی سامنے کردو اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو نہتا دشمنوں اور ظالموں کے حوالے انسان کیوں کرے، قبل اس کے کہ وہ مجھے ماریں میں دو چار کو تو مار سکتا ہوں۔ فرمایا اس لئے میرا ریولور یہاں تھا، کہتے ہیں کہ جب انہوں نے تلاشی لی تو کہا کہ اوہو! یہ تو ریولور لے کر آئے تو فساد زدہ علاقہ میں چنانچہ مجھے وہاں اندر کردیا، اب شیر کو اندر تو کیا، اب مصیبت پڑ گئی۔ چند گھنٹے میں رہائی کے لئے آرڈر آنے لگے، حضرت نے فرمایا کہ میری رہائی ایسے نہیں ہوگی، کوئی ہزاروں مسلمانوں کا جلوس اکھٹا ہوا، اس بہانے حضرت نے کروایا اور اس شکل میں نکلے تو وہ جو مسلمانوں کے دماغوں میں ایک قسم کا ڈر اور خوف تھا وہ سارا ختم ہوجائے۔

یہی حال وہاں بمبئی کے فساد کے سلسلہ میں ہوا، بمبئی میں فساد ہوا، بھیونڈی میں تو حضرت نے وہاں ٹیلیفون کیئے، تو وہاں کی صوبائی حکومت نے بھی کہا کہ آپ یہاں ہرگز نہیں آسکتے،

پھر حضرت نے جو اپنے ساتھی ہیں، جمیعت کے دفاتر ہیں، وہاں بمبئی میں علماءِ کرام اور دوسرے کارکنان چلاتے ہیں، ان کو فون کئے کہ میں آرہا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے واسطے آپ نہ آئیں، حالات بہت خراب ہیں، کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھی بات ہے، میں تو آنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔

مولانا بدرالدین اپنی کتاب ''میرے حضرت، میرے بڑے حضرت، میرے مرشد'' کتاب میں وہ لکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ دوسرے دن دروازے پر نوک ہوا، میں نے کھڑکی میں سے اوپر سے جھانک کر دیکھا، دروازہ بھی نہیں کھول سکتے تھے حالات اتنے خراب تھے، دیکھا کہ حضرت بریف کیس ہاتھ میں لئے ہوئے، نہ کوئی استقبال کے لئے جا سکتا ہے، نہ کوئی نکل سکتا ہے باہر، ٹیکسی لے کر بمبئی اتر کر کے سیدھے وہاں پہنچتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسی حال میں تمام علاقے کا حضرت نے دورہ کیا، حکومت منع کرتی رہی اور حکومت کو جب وہاں پہنچ کر فون کیا کہ ہم آئے ہیں، ہم دورہ کر رہے ہیں، تو کہا کہ ہم آپ کی سیکیوریٹی کی ذمہ داری نہیں لیتے، آپ جہاں آپ کا جی چاہے آپ خود جا سکتے ہو۔

حضرت نے فرمایا کہ اسعد کے مرنے کے لئے ایک گولی کافی ہوگی اور ایک ہی دفعہ اسعد مرے گا، ایک دفعہ موت آنی ہے، ایک ہی دفعہ مرے گا۔ یہ خونِ حسینی، کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ؟ کیا موسی کاظم؟ کیا حضرت مولانا اسعد مدنی؟ ان تمام حضرات نے یہ اپنے عمل سے قیامت تک آنے والے انسانوں کو بتایا کہ ظالموں کے سامنے جھکنا، یہ حق کی توہین ہے اور ظلم کا ساتھ دینا ہے، اس ظالم کے ظلم میں مدد کرنا ہے، وہ دوسروں پر تمہاری طرح سے ظلم کریں گے۔

حضرت اثیلہ رضی اللہ تعالی عنہا

حضرت اثیلہ رضی اللہ تعالی عنہا، قصہ یہ ہوا تھا کہ کوئی قتل ہوا تو جو آدمی مارا گیا، مقتول، مرنے والا، اس نے پہلے تو جھوٹ بولنے کی کوشش کی اور آخری سانسوں میں اس نے بتایا کہ

میرے قتل کا ذمہ دار صرف ایک خاندان بنوراشد ہے، اس کے بعد وہ مر گیا۔

مقتول کے ورثاء نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر قصہ بیان کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا ایک آدمی عامر بن مرقش، اس کو کسی نے قتل کیا اور مرتے وقت اس نے کہا کہ میرے خون کے ذمہ دار بنوراشد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوراشد کو بلایا کہ یہ حضرت راشد رضی اللہ تعالی عنہ ان کا نام جاہلیت میں تھا ظالم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہوں نے اسلام قبول کیا، تو فرمایا کہ تمہارا نام بدل دو، ظالم کے بجائے تمہارا نام آج سے راشد ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے قتل کیا عامر بن مرقش کو، انہوں نے کہا نہیں، فرمایا کہ ہاں تم نے تو نہیں کیا لیکن تمہاری بیٹی نے، اثیلہ نے قتل کیا ہے عامر بن مرقش کو۔ وہ پوچھنے لگے میری بیٹی نے قتل کیا؟

پھر وہ بیٹی کے پاس آئے، بیٹی نے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل صحیح فرما رہے ہیں، وہ خود حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہوا یہ تھا کہ میں اپنے اونٹ چرا رہی تھی اور اس دوران اس قبیلے کا، ان کا آدمی عامر وہ میرے سامنے آیا، ہوا کی وجہ سے میری چادر ذرا سی ہٹی، اس نے میرا چہرہ دیکھ لیا تو وہ میری طرف بڑھا اور مجھے بہلانے، پھسلانے کی کوشش کی، جب میں اس پر رضامند نہیں ہوئی تو بالآخر اس نے ریپ کرنے کی کوشش کی۔

یہ طالبات اور معلمات سنیں کہ جنگل بیابان میں تنہا ایک خاتون ہے، اثیلہ، نوجوان، اور وہ اپنا تحفظ کرنا جانتی ہیں کہ کس طرح مجھے اپنی عزت کو، آبرو کو، عصمت کو، میرے دین کو دست درازی سے بچانا چاہیئے۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں نے دھکّا دے کر اسے گرایا اور اس کے سینے پر میں بیٹھ گئی اور جب اس کو قابو میں کر لیا تو میں نے اس سے عہد لیا کہ دیکھ، میں تجھے مار سکتی ہوں لیکن میں تجھے چھوڑ دیتی ہوں، آئندہ ایسی حرکت تو کرے گا؟ اس نے کہا نہیں، میں نے اسے چھوڑ دیا، تھوڑی دیر کے بعد کہتی ہیں پھر شیطان نے اسے ورغلایا ہوگا، پھر وہ اسی طرح، اسی ارادے سے میرے سامنے آیا تو پھر میں نے اس کو گرا کر کے اس سے عہد لیا۔

جب تین دفعہ ایسا ہو چکا کہ میں اس پر قابو کر لیتی ہوں، اس کے سینے پر بیٹھ جاتی ہوں اس سے عہد لیتی ہوں پھر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آتا، پھر میں نے چوتھی دفعہ میں پتھر لیا اور اس کے سر پر مارا زور سے اور پھینک کر میں چلی گئی۔ ممکن ہے اسی سے وہ مر گیا ہوگا، وہاں اس قبیلہ کے کچھ لوگ گزرے، انہوں نے دیکھا کہ وہ زخمی پڑا ہوا ہے، پوچھا کہ بھئی یہ تجھے کس نے مارا؟ کہا کہ اس اونٹنی نے، اس کو شرم آئی یہ کہتے ہوئے کہ ایک عورت مجھے مار کر چلی گئی، سائل نے کہا اونٹنی نے؟ سائل نے کہا اونٹنی تو دور بندھی ہوئی ہے اور یہ پتھر خون آلود یہاں پڑا ہوا ہے، تو اس نے کہا کہ نہیں مجھے گھر لے چلو، گھر لے آئے تو مرنے سے پہلے پہلے اس نے قصہ بتا دیا گھر والوں کو، کہ بنو راشد کی فلاں عورت اثیلہ نے میرے سر کو پتھر سے کچلا تھا۔

اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف دیکھئے، کہ ایسے ہی معاملہ میں تو ہے، **من قُتِل دون ماله و عرضه فهو شهيد** جو اپنی جان اور عزت کے بچانے کے خاطر مر جائے وہ بھی شہید، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ سن کر فرمایا اثیلہ سے بھی اور اس کے باپ سے بھی، کہ تمہارا خون معاف۔ اثیلہ نے جو کیا ٹھیک کیا، اپنی عزت بچانے کے خاطر، اپنی عصمت بچانے کے خاطر یہ پتھر مارا۔

تو یہ تعلیم تو اسلام دیتا ہے رحمت کی، لیکن جو شدت پسند ہوں، جو ظالم اور جابر ہوں، تو ان کے سامنے پھر کس رستے کو اختیار کیا جائے، اہلِ بیت کی پوری تاریخ بھری پڑی ہے، کئی سو سالہ تاریخ ان کی اور آخری کڑی ہمارے حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ کا میں نے آپ کو قصہ سنایا کہ اسعد ایک ہی دفعہ مرے گا، موت تو ایک ہی دفعہ آنی ہے، ایک گولی سے ایک ہی دفعہ مرے گا، گولی سے کیا ڈرنا۔ وہ بھی اپنی جان کے لئے نہیں، اپنے مال اور اسباب کے تحفظ کے خاطر نہیں، غریب مسلمان جو مارے گئے، قتل کئے گئے، جلائے گئے، ان کے تحفظ کے خاطر اپنی جان ہتھیلی پر لے کر بھیونڈی کے بازار میں گھوم رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا سے ظلم کا خاتمہ فرمائے، ظالموں کو ہدایت دے، ظالموں کے دلوں کو نرم کرے، اللہ تبارک وتعالی ہماری ان مساجد کی حفاظت فرمائے، مدارس کی حفاظت فرمائے،

مکاتب کی حفاظت فرمائے، ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کی دین اور ایمان کی حفاظت فرمائے۔

جی تو چاہتا تھا کہ اچھا موضوع ہے، میں اور آپ کے سامنے بیان کرتا لیکن اصل جلسہ تو ان بچیوں کا اپنا ہے، ہمیں جلدی سے یہاں ختم کر کے دعا کر کے چلے جانا چاہیئے تاکہ اپنا جلسہ وہ شروع کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. بابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِيْ اٰدَمَ وَ قَوْلَهُمْ يُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاهِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِيَة وَ يُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُو الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَهُو الْجَائِرُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ فُضَيْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ القَعقَاع عَنْ اَبِى زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلى الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَان، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وشفيعنا و حبيبنا و سندنا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بارك و سلم، رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. ربنالا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا، ربنا و لا تحمل علينا اصراً كما حملته على الذين من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا و اغفرلنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين، ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و كفّر عنا سياٰتنا و توفنا مع الابرار، ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب.

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اے اللہ! ہماری سیأت سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما، یا اللہ! جو گناہ ہم نے گناہ سمجھ کر کئے اسے بھی معاف فرما، یا اللہ! جسے ہم نے گناہ نہیں سمجھا اسے بھی معاف فرما،

یا اللہ! ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، یا اللہ! نفس اور شیطان سے ہماری آئندہ حفاظت فرما جو ہمیں گناہوں کی طرف ہر وقت لے جاتے ہیں، یا اللہ! خوشی خوشی گناہوں میں چلے جاتے ہیں، یا اللہ! ہماری اس سے حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے ہاتھوں کو ظلم کی طرف اٹھنے سے روک دے، ہمارے پیروں کو گناہوں کی طرف جانے سے روک دے، ہماری نگاہوں کو غلط اٹھنے سے روک دے، یا اللہ! ہمارے دلوں میں جو شیطانی خیالات، وسوسے اور نفسانی خیالات آتے ہیں، گناہوں کے خیالات اور تصورات آتے ہیں اس سے ہمارے دلوں کی حفاظت فرما، ہر وقت دل میں تیری محبت قائم فرما، تیرے ذکر سے دلوں کو آشنا فرما، تیری محبت سے ہمارے دلوں کو رنگ دے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو ہمارے دلوں میں بسانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ان بچیوں کو قبول فرما، طالبات اور معلمات کو قبول فرما، ان مدارس کو قبول فرما، ان مدارس کی اپنی طرف سے حفاظت فرما، یا اللہ! جو ظالم ان مدارس کے اور اس سلسلے کے در پے ہیں یا اللہ! انہیں ہدایت نصیب فرما، ہدایت ان کے مقدر نہیں ہے تو اس دنیا کو، اس روئے زمین کو ان سے پاک فرما، ظالموں سے بھی پاک فرما، ان کے معاونین سے بھی پاک فرما، ایسی عبرتناک سزائیں انہیں دے، یا اللہ! کہ اسلام اور اسلام والوں کی طرف غلط نگاہ سے وہ دیکھ نہ سکے، یا اللہ! ایسے مدارس کی ہر جگہ حفاظت فرما، ہماری مساجد کی حفاظت فرما، مساجد کو آباد کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، یا اللہ! زیادہ سے زیادہ ہمیں قرآن پاک کی تلاوت کی توفیق عطا فرما، ہر وقت زبان کو تیرے ذکر سے تازہ رکھنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں نمازی بنا، ہماری نسلوں کو نمازی بنا، یا اللہ! ہماری نوجوان نسلوں کی دین اور ایمان کی حفاظت فرما، انہیں دین کی طرف، تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا شیدائی بنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین محبین کی گروہ میں ان سب کو شامل فرما۔

اللھم صل علی سیدنا و نبیناو شفعینا و حبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک و سلم سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین.

۲۶

جد حسنین صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشوراء کے لئے خصوصی ہدایت

سازِ دل پہ نغمۂ نعتِ پیمبر گائے جا
عشق کے آتش کدہ کو اور بھی گرمائے جا

دل پہ گذرانی ہے ڈالی بار گاہِ نور میں
لولوئے ناشفتہ چشمِ خونچکاں برسائے جا

ہجر کی تاریک راتیں اس پہ یہ غم کی گھٹا
اپنی کرنوں سے اسے ماہِ مبیں چمکائے جا

جانے والے جا چکے طیبہ کو ہم دیکھا کئے
خوشنما ذوق طلب تڑپانا ہے تڑپائے جا

وائے ناکامی الجھ کر رہ گئے تارِ حیات
سبز گنبد کے مکیں سلجھانا ہے سلجھائے جا

تیرا دل اور ان کا غم یہ بھی تو ہے ان کا کرم
ہو مبارک تجھ کو عارفؔ شوق سے غم کھائے جا

(مولانا ابوالوفاء عارفؔ شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ)

الحمدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصطَفٰی

اَمَّا بَعۡد

ابھی راستہ میں دونوں امام صاحبان کے ساتھ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ذکر کرتے ہوئے میں نے مولانا آدم صاحب سے کہا، کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ زندگی کا جو حصہ، جو سال گزرے، ان کی قدر و قیمت، اور ان ایام کی برکات کا اندازہ تب ہوا، جب حضرت اس جہاں سے تشریف لے گئے۔

جب ہم حضرت کے ساتھ ہوتے تھے تو میں نے مولانا سے کہا کہ وہ زندگی، جنتی زندگی تھی، جس طرح جنتیوں کے متعلق **لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون** کہ کسی موقع پر بڑی سی بڑی قیامت آجائے، تو بھی حضرت کے وجود کی برکت سے نہ کوئی خوف ہوتا تھا، نہ ملال، نہ رنج، نہ غم۔

ان قدسی صفات انسانوں کے اعمال اور ان کی روحانیت کی برکت سے ہر وقت اس کا احساس رہتا تھا **لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون** والا، چاہے کتنی ہی بڑی مصیبت، کوئی حادثہ، کسی قیامت سے انسانیت کیوں نہ گزر رہی ہو، اس لئے کہ ان حضرات کی زندگی عملی

ہوتی تھی، اب تو ایسے بزرگوں اور انسانوں سے دنیا خالی ہوگئی،اس قرب قیامت کے دور میں تو ایسے بزرگ آنے سے رہے۔ ہر ہر قدم پر ان کے عمل سے رہنمائی ملتی تھی۔

کھانے میں کس چیز سے ابتداء سنت؟

ایک دفعہ دسترخوان پر عرب ملک کی ایک جماعت آئی ہوئی تھی، ان کے امیر صاحب نے سوال کیا کھانے سے پہلے، کہ حضرت کوئی کہتا ہے کہ پانی سے ابتداء کرنا سنت، کوئی کہتا ہے کہ میٹھے سے ابتداء کرنا سنت، کوئی کہتا ہے کہ نمک سے ابتداء کرنا سنت ہے،تو کھانے میں کس چیز سے ابتداء کی جائے؟ کس سے ابتداء کرنا سنت ہے؟ سوال تو تھا ان کا کھانے سے متعلق کہ ابتداء کس سے کی جائے؟

فاقہ کرنا سنت

جواب میں حضرت رو پڑے، اور روتے ہوئے حضرت نے جواب دیا، ارشاد فرمایا کہ فاقہ کرنا سنت ہے،تو ساری جماعت رو پڑی۔ رونے لگے، سامنے درجنوں اقسام کے کھانے رکھے ہوئے ہیں، دسترخوان بھرا ہوا ہے تو انہیں احساس ہوا کہ واقعی فاقہ سنت ہے۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ وہاں تو فاقے پر فاقے ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ تین تین مہینوں کا چاند ہم دیکھ لیتے تھے، ایک مہینہ چاند دیکھا، گزر گیا، دوسرا مہینہ چاند دیکھا گزر گیا، تیسرے مہینہ کا دیکھ لیا اور ہمارے گھر میں اتنے دنوں میں کسی ایک دن بھی چولہا نہیں جلتا، پوچھا گیا کہ پھر آپ کا گزر کس چیز پر ہوتا تھا؟ گزارہ کس چیز سے ہوتا تھا جب چولہا ہی نہیں جلتا تھا، کھانا ہی نہیں پکتا تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ دو کالی چیزوں پر۔ کھجور اور پانی۔ کھجور کھا لیا، پانی پی لیا، کبھی کبھار پڑوسی انصار، انصاری عورتوں میں سے کوئی دودھ بھیج دیتا۔

عاشورہ کے متعلق ایک روایت

آج عاشورے کے دن میں یاد کر رہا تھا، کہ حضرت کے ساتھ بیس برس کے عرصے میں کتنے عاشورے کے دن گزرے، صرف عاشورے کے دن کے واقعات لکھے جائیں تو ایک رسالہ ہوسکتا ہے، اور ہم میں سے بہت کم حضرات کو یہ حدیث معلوم ہوگی جو عاشورے کے د ن سے متعلق ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دسویں محرم؛ عاشورے کے دن جو شخص اپنے اہل وعیال پر وسعت کرے گا، اللہ تبارک وتعالی سارا سال اس پر وسعت فرمائیں گے۔ کھانے میں، پینے میں، لباس میں۔ آج کا دن ایسا ہے کہ بچوں کے ساتھ جن کا نان نفقہ آپ کے ذمے ہیں، ان کے ساتھ وسعت کی جائے ہر چیز میں، اس کی برکت سارا سال انسان محسوس کرتا ہے۔

عاشورے کی عیدی: حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول

اسی لئے جب ہم نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے دورہ حدیث پڑھا، بخاری شریف کا سال تھا، حضرت کا معمول تھا کہ اپنے گھروں میں، بچیوں میں، نواسے، نواسیاں سب کو جس طرح ہم لوگ عیدی تقسیم کرتے ہیں، عاشورے کی عیدی حضرت کی طرف سے ملا کرتی تھی، کھانے، پینے میں بھی وسعت اور جتنے دورہ میں طلبہ ہوتے تھے، ان سب کے لئے ایک ایک کوئن، ایک ایک روپیہ کا سکہ حضرت منگوا کر رکھتے تھے۔

جب تقسیم کے لئے حضرت نے وہ تھیلا مجھے دیا، میں نے تقسیم کیا، فرمایا چل اس میں سے تو بھی لے لے، تو میں نے ایک لے لی فرمایا ایک اور لے۔

ایک نفل کے خاطر اتنے سارے فرض ضائع کر دئے

اسی طرح عاشورے کا میں نے مشکوۃ کے سال روزہ رکھ لیا، کبھی کبھار روزہ رکھنے کی وجہ

سے، صبح کی چائے نہ ملے تو سر میں درد ہو جاتا ہے، تو سر میں درد اتنا شدید ہوا کہ ظہر پڑھ کر ہم سو گئے، آنکھ لگ گئی، حضرت کی خدمت جو میرے ذمے تھی حضرت کی وہیل چیر چلانا، حضرت کو مسجد میں لانا، اور عصر کے بعد کی مجلس میں حضرت کو چائے پلانا، تو یہ ساری خدمتیں رہ گیئں۔

حضرت نے دیکھا کہ آج یوسف نظر نہیں آرہا ہے، پوچھا کسی سے، کہ یوسف کدھر ہے؟ اب عشاء کی نماز کے بعد تک بھی جب میں نہیں پہنچا تو تلاش کروایا، میں کہیں پڑا سو رہا تھا۔ جب حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا تم نے ایک نفل کے خاطر اتنے سارے فرض ضائع کر دئے!

یعنی انسان کو تقابل کرنا چاہیئے کہ یہ نفل روزہ یا سنت روزہ، مسنون روزہ، میں رکھ بھی سکتا ہوں یا نہیں؟ اگر رکھوں گا تو اس کی وجہ سے اور فرائض پر اثر تو نہیں پڑے گا، اگر دوسرے فرائض پر اثر کا اندیشہ ہو تو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

شہداء کربلا کے لئے کتنا ایصالِ ثواب کیا؟

اسی طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مدینہ طیبہ میں ہیں۔ مدرسہ علوم شرعیہ میں قیام تھا، حضرت جب ڈاک لکھوانے لگے عاشورے کے دن، تو حضرت نے پوچھا کہ شہداء کربلا کے لئے کتنا ایصالِ ثواب کیا؟

اب ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ سے پوچھے کہ آج عاشورے کا دن ہے، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کا دن ہے، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت۔ جو نانا ہیں، دادا ہیں انہیں اندازہ ہوسکتا ہے کہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کتنی پیاری ہوتی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات ہیں کہ کسی معمول کو پابندی سے ادا کرنا، تو اسی طرح سارے جہان کے سردار، تمام انبیاء کے سردار، دنیا اور آخرت کے سردار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی دنیوی، انتظامی کتنی مصروفیات سرکار کو رہتی

تھیں۔

نواسوں سے محبت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

مگر حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پابندی سے، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میرے یہاں بچوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔
ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے جا رہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے دروازے پر کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی این لکع؟ وہ چھوٹا کدھر ہے؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابھی ذرا اس کو ٹھیک کر لیتی ہوں اور ان کا منہ دھویا، صاف کیا اور گلے میں لونگ کا ہار پہنایا، جو خوشبودار بھی ہوتی ہے اور خوبصورت بھی ہوتی ہے، بچہ کو لے جا کر پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھے پر اٹھالیا، گود میں اٹھا لیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہما دونوں ساتھ تھے۔

سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت

یہ تو خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے تھے تو مشابہ ہونا تھا مگر وہاں دار العلوم میں، عشرہ اخیرہ میں ایک روز میں نے بیان کیا تھا کہ جن سے کوئی رشتہ داری نہیں تھی پھر بھی مشابہت کیسے پیدا ہوگئی، تو ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کون؟ تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے بعد ان کے دونوں بیٹے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما، دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ دیکھ کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ یہ اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہیں آپ کے مشابہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے کرتے پر سترہ پیوند

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی آواز سنی، دوستو، ہم کتنی نعمتوں میں

ہیں؟! اللہ تبارک و تعالی نے کس قدر ہمیں نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے؟! پھر بھی ہر وقت زبان پر شکوہ، شکایت، دل اندر سے پریشان، ایک مکان ہے آرام سے اس میں رہ رہے ہیں، پھر دوسرے کا فکر، تیسرے کا فکر۔ لباسوں کی کوئی حد نہیں، شمار نہیں کر سکتے۔ کون ہوگا ہم میں سے کہ جس کو اس کی نوبت آئی ہوگی کہ کپڑا اپھٹ گیا اور اس کو پیوند لگا کر پہننا پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے کرتے پر سترہ پیوند اور یہ فقر و فاقہ ایسے وقت میں جب دنیا کی دولتیں مسجد نبوی میں ڈھیر کی شکل میں پڑی رہا کرتی تھی، خود اپنے لئے رکھتے ہی نہیں تھے۔ یہ احتیاج اختیاری تھا جو کچھ آتا، سارا آگے چلتا کرتے تھے۔

مرض الوفاۃ میں شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی حالت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں ہیں، آخری ایام ہیں، شدید بیمار ہیں، تمام ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ یا رسول اللہ! آپ کو راحت ہوتی ہے، آپ کو قلبی راحت ملتی ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں قیام میں، ہماری طرف سے اجازت ہے، آپ وہیں قیام فرمائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ شریفہ میں ہیں اور مرض، مرض الوفاۃ ہے۔ ان آخری ایام میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا رات کے وقت ہاتھ میں چراغ ہے، دیا لے کر گھوم رہی ہیں، پڑوس کی عورتوں کے پاس، روتی جاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ خدارا، کسی کے پاس تھوڑا سا تیل ہو تو میرے اس چراغ میں ڈال دو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں گھر میں اندھیرا ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمہ اللہ کی تمنّا اور دعا

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے یہاں ایک سیمینار کیا تھا، سارے اسلامی ملکوں سے حکمران گئے، ان کے نمائندے گئے، بڑے بڑے لوگ پہنچے، تو اللہ کے نبیوں کے بھی دشمن ہوتے ہیں، اللہ کے ولیوں کے بھی دشمن ہوتے ہیں، کسی نے کوئی اشتہار چھاپ دیا کہ ان سب کو دعوت دے کر اکھٹا کیا ہے تاکہ ندوۃ العلماء کے لئے کوئی بہت

بڑا چندہ مل جائے۔

حضرت تو بڑے حساس تھے، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب رحمہ اللہ کو جب اس کا پتہ چلا تو جو پروگرام چل رہا تھا، بیچ میں اس کو روک کر حضرت تشریف لائے اشتہار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم نے ان سب کو دعوت اس لئے دی تا کہ ندوۃ العلماء مالدار بن جائے، لوگ اور حکومتیں اور اسلامی حکومتیں زیادہ چندہ ہمیں دینے لگ جائیں۔

فرمایا کہ حاشا وکلا، کبھی بھی دل میں اس کا خیال تک بھی نہیں گزرا، بلکہ میں تو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا چراغ لے کر پڑوس کی عورتوں کے پاس روتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ کوئی تھوڑا سا تیل اس میں ڈال دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں گھر میں اندھیرا ہے، تو میں چاہتا ہوں کہ میری اور میرے ساتھیوں کی موت اس حال میں آئے کہ گھر کا یہ حال ہو۔

تیل تو تیل اور چراغ نہ ہونے کی وجہ سے گھر میں اندھیرا، اس سے آگے ان کے یہاں تو نہ کھانا ہوتا، جس طرح میں نے عرض کیا کہ تین مہینے گزر جاتے تھے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، کھانا نہیں پکتا تھا، نہ لباس ہوتا تھا، نہ کپڑے ہوتے تھے ڈھنگ کے، نہ کھانا ہوتا تھا، ضروریات زندگی گھر میں نہیں ہوتی تھی، اور ضروریات زندگی میں سب سے پہلی چیز اور آخری چیز کیا ہے؟ پانی، وہ بھی میسر نہ تھا۔

پینے کے لئے پانی تک نہیں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر سے رونے کی آواز سنی تشریف لائے، پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول! پیاس کی وجہ سے بچے رو رہے ہیں۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! کہیں ہمارے ساتھ اس کی نوبت آئی۔

میں نے عرض کیا کہ کتنی نعمتوں میں ہیں ہم! جو چاہے ہم پی سکتے ہیں، جو چاہے کھا سکتے ہیں، جو چاہے پہن سکتے ہیں، پھر بھی کتنی ناشکری۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ، گھر میں پانی نہیں

ہے پیاس کی وجہ سے بچے رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کرو۔ تلاش کرتے ہوئے بھی پانی نہیں ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو گود میں لیا، اپنی زبان مبارک جس طرح بچہ ڈمی لے کر اور بوتل لے کر چوستا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان مبارک اس کے منہ میں دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی کے پچاسوں معجزات، کہ پانی ختم ہوگیا ہزاروں کی فوج ساتھ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پانی کسی کے پاس تھوڑا سا ہے، تو وہ لاؤ۔ تھوڑا سا ایک گھونٹ پانی لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس میں رکھا، انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا، اسی طرح بچوں کو گود میں لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وہ پانی پی رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کو وہ چوس رہے ہیں۔

دوستو! ہمارا صرف دعوی ہے اسلام کا، صرف دعوی ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے محبت کا، آج اس دن میں ہم نے کتنی دفعہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو یاد کیا؟ کتنا ان کے لئے ایصال ثواب کیا؟ کوئی ایک آنسو ٹپکا؟ یہ کتنے گھروں میں کوئی حادثہ پیش آیا ہو، باپ مرگیا ہو، بھائی مرگیا ہو، کسی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہو تو جب وہ تاریخ آتی ہے تو طبیعت گھر والوں کی خراب، اس تاریخ کو یہ ایکسیڈنٹ ہوا تھا، اس تاریخ میں میرے باپ کا انتقال ہوگیا تھا، میری ماں مرگئی تھی، عمر بھر وہ تاریخ یاد، وہ وقت یاد، اس کی تفصیل یاد، مگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی کوئی تاریخ ہمیں معلوم نہیں۔ کیسی عظیم الشان تاریخ۔ سر داد، دست نہ داد در دستِ یزید۔

سر داد، دست نہ داد در دستِ یزید

سر داد، دست نہ داد در دستِ یزید، ان سے مطالبہ کیا جارہا تھا عرصے سے، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ یزید خلیفۂ وقت ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلو، آپ نے فرمایا

نہیں، یہ نہیں ہوسکتا، تو بالآخر سر داد، دست نہ داد در دستِ یزید، کہ آپ نے سر تو دیا، بلکہ سر دیا بھی نہیں، کسی کو واہمہ ہو کہ سر نیچے کر دیا، آؤ تلوار چلا دو، مار دو،، نہیں، سر بھی نہیں دیا، سر تو اسی طرح رہا کہ تم میری زندگی کا قلع قمع کر سکتے ہو، میرا خاتمہ کر سکتے ہو، میرا سر کٹ سکتا ہے، مگر یہ ظالم کے آگے جھک نہیں سکتا، سر داد، دست نہ داد در دستِ یزید، تو کیسا عظیم الشان دن؟

کتنا عظیم دن؟ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرتے ہیں، ان کو یہ تاریخ بھی معلوم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بچوں سے کتنی محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کتنا پیار تھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی عمر شریف صرف سات برس کی تھی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کی پیشگی خبر

اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پیار کی وجہ سے ملأ اعلی کی طرف سے ساری تفاصیل، جس طرح روئے زمین کے بسنے والے انسانوں کی، آنے والے انسانوں کی، موجود اور غائب، تمام کی تفاصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی گئی تھی تو ان میں حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق بھی بتا دیا گیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پیار فرما رہے ہیں ساتھ ہی گھر والے دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دم غم زدہ ہو گئے، پوچھا یا رسول اللہ کیا بات ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل امین میرے پاس آئے اور بتایا کہ تمہارا یہ بیٹا راہِ حق میں شہید ہوگا اور وہ جہاں شہید ہوگا وہاں کی مٹی میرے پاس لے کر آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا خواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ دسویں محرم ہے، جمعہ کا دن ہے، عاشورے کے دن میری آنکھ لگی، میں کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان، غمگین، خواب دیکھا کہ نہایت پریشان، نہایت مغموم، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دست مبارک میں ایک شیشی ہے، بوتل ہے جس میں خون ہے۔
میری آنکھ کھلی تو پریشان کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں کیوں دیکھا؟ کیا تعبیر ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پریشان تھے؟
کہتے ہیں بعد میں جب عراق سے، کربلا سے جب اطلاع آئی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ شہید کردئے گئے، تو میں نے میرا خواب یاد کیا، تو پھر اطلاع اور خبر لے کر جو آیا تھا اس سے میں نے تحقیق کی، پوچھا تو عین اسی وقت جس وقت جب شہادت ہو رہی تھی، تو ایک طرف ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ خواب میں دیکھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں شیشی میں خون ہے اور نہایت پریشان ہیں۔

شہداء کربلا کے ایصال ثواب کے لئے روز ایک قرآن کا ختم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پریشانی اور غم میں ہم نے کوئی حصہ ڈالا کہ جو تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے بڑے اپنے لاڈلے کے حادثہ پر ہوئی ہوگی ہمارا دل کبھی نہیں رویا، نہ آنکھ کبھی روئی، نہ کبھی افسوس ہوا، کہنے والے نے کہہ دیا ہوگا کہ یہ تو فقط کسی دوسری جماعت، شیعوں کا کام ہے **لاحول و لا قوة الا بالله العلی العظیم**۔
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عاشورے کے دن مدینہ طیبہ میں ہم سے پوچھا کہ آج عاشورے کا دن ہے، اب تک حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ، اہل بیت کے شہداء کو یاد کر کے ان کے لئے کتنا ایصال ثواب کیا؟ ہم سب چپ، حضرت نے فرمایا کہ جب سے محرم کا چاند ہوا، یکم محرم سے آج تک روز میں ان شہداء کربلا کے ایصال ثواب کے لئے روز ایک ایک قرآن پڑھتا تھا، ہر محرم پر یکم محرم سے اس کا اہتمام رہا ہوگا۔

عشرہ ذی الحجہ کا معمول

یہی حال عشرہ ذی الحجہ کا تھا، عشرہ ذی الحجہ کے آنے کے ساتھ ہی، یکم ذی الحجہ کا چاند ہوا اور حضرت اس قدر روتے تھے جب وہاں ہندوستان میں ہوتے تھے اور کبھی کبھی اشعار

گنگناتے تھے۔

سنا ہے کہ کل تیرے در پے ہجوم عاشقاں ہوگا
سنا ہے کہ کل تیرے در پے ہجوم عاشقاں ہوگا

کہ ہم تو ہندوستان میں ہیں ادھر ذی الحجہ شروع ہو چکا اور حجاج اور زائرین تیرے در پر جمع ہو رہے ہیں، بیت اللہ پر جمع ہو رہے ہیں، ان کو یاد کر کے پورے دس دن رونے دھونے میں گزرتے تھے اور ایک دن پہلے قربانی سے، چوبیس گھنٹے پہلے کھانا پینا بالکل موقوف، صرف پان کھاتے، کبھی چائے پی لی، کھانا نہیں کھاتے تھے، کیوں کھانا نہیں کھاتے تھے؟

فرماتے تھے کہ قربانی جو اللہ کی طرف سے ضیافت ہے تو اس کے کھانے کی نیت، طبیعت کو تیار رکھتے تھے کہ آدمی بھوکا ہوگا تو زیادہ قدر سے اور عظمت سے کھا سکتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالی ہمیں ان مبارک ایام کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت نصیب فرمائیں، اہل بیت کے حقوق میں ہم نے جو زیادتی کی، حق تلفی کی، اللہ تعالی اس کو معاف فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۷

جدِ حسین صلی اللہ علیہ وسلم اور شہداءِ کربلا

الٰہی رحم کن، خم ہے ترے آگے جبیں میری
مدد فرما، خدائے رحمت للعالمیں میری
فقط تیرے بھروسے پر ہے دنیائے یقیں میری
دواؤں سے طبیعت رو بصحت ہے نہیں میری
طبیعت مضطرب ہے اب کہیں لگتی نہیں میری

سوا ترے سنے گا کون، رب العالمیں میری
تمنا زندگی میں اور اب کوئی نہیں میری
فقط درخواست اتنی ہے مرے دل کے مکیں میری
دیارِ پاک ہوتا اور ہوتی یہ جبیں میری
خدا کی رحمتوں سے زندگی ہوتی حسیں میری

محبت کی علامت ہے یہ نسبت کا کرشمہ ہے
بڑی قسمت سے مجھ کو درد یہ آقا نے بخشا ہے
طبیعت شادماں ہوتی ہے جب یہ درد اٹھتا ہے
کوئی سمجھا نہیں اس درد کو یہ درد کیسا ہے
دواؤں سے شفا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میری

سفر طے ہو مرا بس ان کی رحمت کی پناہوں میں
زمین و آسماں، شمس و قمر، سب ہوں گواہوں میں
دورد ِ پاک ہو وردِ زباں ہر وقت راہوں میں
علاج اس کا فقط یہ ہے کہ طیبہ ہو نگاہوں میں
دیارِ قدس میں اشکوں سے تر ہو آستیں میری

(اشرف مالویؔ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

دوستو! یہ حفظ قرآن کی تقریب کا جلسہ ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس حافظ ہونے والے طالب علم کو قبول فرمائے۔قرآنی علوم سے اس کو، اس کی نسل کو بہرہ ور فرمائے۔خاندان کے لئے مغفرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔اس کے اساتذہ اور مدرسہ کے منتظمین کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

یہ ایک سلسلہ ہے، ڈیڑھ ہزار برس سے مسلسل چل رہا ہے۔قرآن پاک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر، مکہ اور مدینہ، اور عرب کی سرزمین میں، مختلف مقامات پر، مختلف اوقات میں، تیئیس برس کے عرصہ میں نازل ہوا۔اس وقت سے لے کر آج تک اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ذمہ لیا تھا **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون** ۔کہ یہ قرآن ہم نے اتارا ہے، اس کی

حفاظت کی ذمہ داری ہماری ہے۔ہم اس کی حفاظت کریں گے۔اوراس کی حفاظت اللہ تبارک وتعالیٰ کیسے فرماتے ہیں، اس کو آنکھوں سے دیکھنا ہوتو آج اس حافظ قرآن کو دیکھ لیں جس کے ختم کی یہ تقریب ہے۔

چراغ سے چراغ جلتا ہے

چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پینتیس برس پہلے پورے بریڈفورد میں صرف ایک حفظ کا مدرسہ تھا، حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب ہاورڈ اسٹریٹ میں چلاتے تھے۔ گاہے بہ گاہے جب حفاظ قرآن ختم کرتے،تو تقریب میں جلسہ رکھا کرتے تھے۔ایک جلسہ میں بہت سارے علماء کے ساتھ مولانا سالم صاحب جو حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے ہیں، ان کی آمد، ان کا بیان ہوا تھا۔ اوراس وقت کوئی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ پورے ملک میں اس قدر قرآنی درس گاہیں بنیں گی،حفاظ اور علماء بنیں گے، کہ اس وقت تو صرف دو تین جگہوں پر حفظ قرآن کا انتظام تھا۔ ڈیوزبری میں اور جہاں میں امام تھا وہاں بولٹن میں، ایک دو جگہیں اور ہوں گی۔

حفظ قرآن

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم کا معجزہ دکھاتے ہیں، کہ دنیا قیامت کی طرف تیزی کے ساتھ رواں ہے۔آئے دن نئے نئے فتنے، کیا مذہبی، کیا سیاسی،کیا قومی، ہر طرح کے رات اور دن فتنے نئے نئے اتر رہے ہیں۔اور اسلام اور قرآن کے خلاف پہلے تو سازشیں بند کمروں میں ہوا کرتی تھیں، اب علانیہ ہورہی ہیں۔ ایک قسم کا چیلنج درپیش ہے، پھر بھی مسلمان اپنے اعمال کے اعتبار سے کتنے ہی برے سہی، مگر آپ دیکھیں کہ یہ حفظ قرآن دنیا میں کتنا عام ہورہا ہے۔

سعودیہ میں تحفیظ قرآن کا سلسلہ

خود سعودیہ میں مجھے یاد ہے کہ پاکستان سے ایک سیٹھی صاحب تھے، انہوں نے تحفیظ کے سلسلہ میں خدمت شروع کی اور مدرسہ وہاں قائم کیا سعودی عرب میں۔ آپ دیکھیں سعودی عرب میں، کسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ عمرہ اور حج کی توفیق عطاء فرمائے۔ تو وہاں حرم شریف میں صرف آپ دیکھیں گے کہ ہزاروں کی تعداد میں ایک وقت میں بچے قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ جہاں صرف ایک پاکستان کے سیٹھی صاحب انہوں نے یہ تحفیظ کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ بعد میں رابطہ والوں نے اسے اپنایا۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کا مظاہرہ ہے۔ **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.**

دوستو! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ قرآن کی عظمت کو ہم نے نہیں پہچانا۔ اور اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور مقام، اور آپ کے حق کو ہم نے نہیں پہچانا۔ یہ دو دولتیں ایسی ہیں، کہ زبانی اقرار کے باوجود مسلمان اس سے بہت دور ہیں۔

عاشوراء کے دن ہم نے شہداء کربلا کو کتنا ایصال ثواب کیا؟

میں نے عاشوراء کے موقعہ پر مانچسٹر مسجد نور میں عرض کیا تھا، کہ دسویں محرم عاشورے کے دن، سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے ہم خدام سے پوچھا کہ آج عاشوراء ہے، شہداء کربلا کے لئے کس نے کتنا ایصال ثواب کیا؟ سب چپ! اس لئے کہ ہمیں اپنے دھندوں سے فرصت نہیں، ہم اپنے شغل سے فارغ نہیں ہوتے۔ بے شک زبان سے اقرار ضرور کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر ہم بہت دور ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے بہت دور، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق پہچاننے سے بہت دور، قرآن کی عظمت کو جاننے اور پہچاننے سے بہت دور۔

حضرت نے پھر جب سب خدام کو دیکھا کہ چپ ہیں۔

یکم محرم سے عاشوراء تک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

تب ارشاد فرمایا روتے ہوئے، کہ یکم محرم سے میرا روز ایک قرآن شہداء کربلا کے لئے ختم ہو رہا ہے۔

اب یہ بدعت، یہ بدعت،، بدعت کے شور اور نفرتوں کے بیانوں کے ذریعہ ہم نے بہت سی چیزیں کھو دیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی، عاشوراء بھی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی شہادت کا دن عاشورے کا دن، جو پہلے ہی سے بہت متبرک اور مبارک تھا، اور اسی دن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی بھی شہادت ہوئی، مگر اس دن ہمارا انہیں یاد کرنا، ان کے لئے ایصال ثواب کرنا، ان کا تذکرہ، اس کو بھی شاید بدعت سمجھیں گے۔

عاشوراء کے دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواب میں دیکھتی ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مگر بال مبارک پر غبار اٹا ہوا، ڈاڑھی مبارک پر مٹی، تو گھبرا کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شهدت قتل حسين۔ کہ ابھی ابھی میں حضرت حسین کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ بعد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اطلاع آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک بوٹل ہے، اور اس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خواب دیکھ کر میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے وہ دن اور تاریخ نوٹ

کر لئے۔ بعد میں اطلاع آئی کہ حضرت حسین وہاں شہید کر دئے گئے۔

حضرت ام فضل، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ، حضرت ام فضل فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مجھے روتا ہوا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ام فضل! کیا بات ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے کوئی خواب دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ۔ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بیان نہیں ہوسکتا مجھ سے۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ میں بیان نہیں کرسکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصرار فرمایا تو انہوں نے اپنا خواب عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے بڑا بھیانک خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا، گوشت کا ایک ٹکڑا، میری گود میں ڈالا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ تو بڑا اچھا خواب ہے۔ **تلد فاطمة الابن** کہ اس میں بشارت ہے کہ فاطمہ کے یہاں بیٹا ہوگا اور وہ بیٹا تم نے اپنی گود میں دیکھا، میرے گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں، میرا وہ جگر پارہ، تو نے ابھی سے دیکھ لیا۔

حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ تعبیر سنی تو خوش ہوگئیں! میں کس سوچ میں تھی کہ میں نے کتنا گندا خواب دیکھا اور میں اس سے کتنا ڈر رہی تھی اور رو رہی تھی، کتنی اچھی تعبیر، اور کتنی زبردست بشارت۔

تو جب میرا غم دور ہوا اور میں خوش ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ام فضل! فاطمہ کے یہاں بیٹا تو آئے گا، مگر میری امت ہی اسے قتل کرے گی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دنیا میں آمد سے پہلے، آپ کی پیدائش اور ولادت باسعادت سے پہلے آپ کے متعلق پیشینگوئی بیان فرمائی، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے سارے واقعات بہت تفصیل سے صحابۂ کرام کو بیان فرمادئے۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن پورا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر بیان فرمایا۔ نماز پڑھی، منبر پر تشریف لائے، بیان فرمایا۔ دوسری نماز تک، پھر نماز کا وقت ہوا، نماز پڑھائی، پھر منبر پر۔ پورا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے رہے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیش آنے والے سارے واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دئے۔

ابھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دنیا میں تشریف نہیں لائے،مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریف آوری کی خبر دی۔ان کا جو انجام تھا اس کی خبر دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اِدھر شہادت ہو رہی ہے کربلا میں،تو اُدھر مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں صحابۂ کرام کو اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر دے رہے ہیں، کہ حسین کی شہادت کا یہ خون ہے۔

دوستو! یہ ہمارا مذہب،اس کی ایک ایک خبر، ایک ایک آیت، ایک ایک حرف، ایک ایک خبر نہایت سچی۔اور اتنا تفصیل سے ایک ایک چیز کو قرآن نے بیان کر دیا، حدیث نے بیان کر دیا، کہ کسی مسلمان کو کسی بھی حال میں قطعی طور پر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔اگر پریشان ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے، ان کی آمد کی خبر کے ساتھ ساتھ ساری تفصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی صفت

مگر یہ دنیا کے جو واقعات ہیں،جس طرح دنیا چل رہی ہے،تو اس میں ہر موقع پر یہی کہنا چاہئے رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا ورسولا ۔ اے اللہ! تو جس حال میں بھی رکھے، جو واقعات بھی پیش آئیں، یہ تیری دنیا ہے، یہ تیری مخلوق ہے، تو جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے،ہمیں اس پر اعتراض کا کیا حق۔

دونوں جہان کے سردار، تمام انبیاء کے سردار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسے کے

متعلق ان کی آمد سے پہلے، ساری تفصیل بتا دی گئی۔ اسی طرح یہ دنیا میں جتنے واقعات ہیں، ان تمام واقعات کی خبر پہلے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ہمیں دی ہے۔ اب اس طرح دنیا چل رہی ہے۔ پھر حق تعالیٰ شانہ پر اعتراض کیوں؟

''اعتراض'' اور ''شکایت''

مگر ہم حق تعالیٰ شانہ کی ذات پاک سے بہت دور صرف اپنی ایک بری صفت کی وجہ سے۔ وہ صفت کیا ہے؟ اعتراض! حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر اعتراض۔ جیسے بچہ، کبھی آپ گھر جائیں گے، تو دیکھیں گے وہ ضد کر رہا ہے۔ تو وہ بچہ سویٹ کے لئے ضد کرتا ہے، یہ کھانا ہے، وہ کھانا ہے، یہ پہننا ہے، وہ پہننا ہے۔ تو وہ بچہ سوچتا ہے کہ یہاں مطبخ میں چیزیں بھری پڑی ہیں، تو ماں کیوں نہیں دیتی، باپ کیوں نہیں دیتا؟ لیکن اس بچے کو کتنے اصرار اور کتنے رونے کے باوجود ماں وہ چیز نہیں دیتی جو وہ مانگتا ہے۔ کیوں؟ کہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اس بچہ کی مصلحت اسی میں ہے۔

تو ہم اپنے بارے میں ہر وقت، اپنی ذات کے بارے میں، گھر کے بارے میں، اولاد کے بارے میں، اپنے کاموں کے بارے میں ہر وقت حق تعالیٰ شانہ پر معترض رہتے ہیں۔ ہر وقت اللہ سے ہمیں شکایت رہتی ہے۔ ایک مکان ہے۔ عافیت سے اس میں رہ رہے ہیں، تو دوسرا مکان چاہئے، تیسرا چاہئے، اس سے بڑا چاہئے۔ ایک کار ہے، اس سے اچھی کار چاہئے۔ صحت اللہ نے دی ہے، آپ چل پھر سکتے ہیں، کھا پی سکتے ہیں، مگر پھر بھی اللہ سے شکایت، تو یہ جو ہماری طبیعتوں میں شکایت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے شر سے ہمیں پناہ میں رکھے۔ اس بری صفت نے ہمیں بہت دور کر دیا۔

صاحبزادے کے انتقال کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک

اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کی تمام تفاصیل معلوم، مگر رونے کے سوا چارہ نہیں، ہم بشر ہیں، انسان ہیں، حالات واقعات پیش آتے ہیں، صدمہ ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا آخری وقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بچہ رکھا گیا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آخری سانس صاحبزادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لے رہا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، کسی صحابی نے عرض کیا کہ **وانت یا رسول اللہ**! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو رہے ہیں۔ آپ تو دنیائے انسانیت اور ساری مخلوق کے لئے تسلی کا باعث ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ آنسو تو غمزدہ قلب کے غم کی نشانی اور علامت ہیں۔ مگر ہم زبان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے متعلق کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائیں گے، اور ہم یہی کہیں گے کہ **للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ و کل عندہ لاجل مسمیٰ** کہ اے اللہ! تو دیتا بھی ہے، تو لیتا بھی ہے، تو نے بیٹا ہمیں دیا تھا، اب تو لے رہا ہے، دیا اس وقت بھی یہ تیری ملک تھا، اب واپس لے رہا ہے اس وقت بھی یہ تیری ملک ہے، ہمیں اس پر اعتراض کا کیا حق؟

دوستو! حق تعالیٰ شانہ کی عظمت کو ہمیں پہچاننا چاہئے، حق تعالیٰ شانہ کے رسول کی عظمت کو ہمیں پہچاننا چاہئے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو پہچاننا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی ادائیگی سے ہم کتنے دور!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں ہم بھی شریک ہوں

اور اسی سلسلہ میں میں نے عرض کیا کہ یہ عاشوراء آکر چلا گیا، مگر عاشورے کے دن ہم اپنی موج مستیوں میں اسی طرح رہے، کبھی ہمیں یہ خیال نہیں آیا کہ آج کا دن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا نواسا آج شہید ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت پر کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، تو ہم تھوڑا سا حصہ لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں، مگر ہمیں اپنے تنعم اور اپنے تعیش سے فرصت نہیں ہوتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس جرم کو معاف فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

حفظ قرآن معجزہ ہے

دوستو! یہ قرآن کریم کے متعلق جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ بہت بڑی دولت ہے۔ اور یہ بچہ جس نے قرآن کریم آج حفظ کیا، اور اس نے اپنی طرف سے محنت بھی کی ہوگی، اس کے اساتذہ نے بھی محنت ضرور کی ہوگی، لیکن یہ اس کی محنت کا نتیجہ نہیں ہے۔ نہ اس کے اساتذہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یہ تو صرف قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

اگر اس بچہ کی محنت کا نتیجہ ہے تو میں ایک بات آپ حضرات سے عرض کرتا ہوں آپ اس بچہ کو اسی کی زبان کی ایک کتاب دیں، اور یہ بچہ روزانہ جتنا قرآن یاد کرتا ہے اس سے دس گنا کم، دسواں حصہ، کم کی مقدار بتا کر اس بچہ کو کہیں کہ اس کتاب میں سے اتنا حصہ لفظ بہ لفظ یاد کردو، تو یہ بچہ یاد نہیں کرسکتا اور پھر ٹوٹا پھوٹا یاد کر کے محفوظ بھی نہیں رکھ سکتا، بعد میں بھول جائے گا، اگر حفظ قرآن صرف بچہ کی قوت حافظہ کا کرشمہ ہے، تو بچہ کو دوسری کتاب بھی یاد کرلینا چاہیئے، لیکن بچہ نہیں یاد کرسکتا۔ لھذا یہ صرف قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

یونیورسٹی کے ساتھ تین ماہ میں حفظ کرلیا

ہمارے یہاں دار العلوم میں ایک استاذ ہیں حافظ احمد صاحب، ان کے صاحبزادے،

خطیب گلاسگو، جامع مسجد میں، انھوں نے ایک جوان کو بھیجا اور ساتھ انھوں نے خط لکھا، کہ یہ طالب علم ہے، اس نے قرآن کریم تین ماہ میں حفظ کیا۔ اب وہ یونیورسٹی میں جانے والا طالب علم، اور ہزاروں کام اس کے ذمہ، جس طرح عام انسان اپنے کاموں میں، دھندوں میں مصروف رہتے ہیں اس طرح اس میں وہ مصروف رہا۔اور اس نے صرف تین ماہ میں قرآن کریم حفظ ختم کرلیا۔

ایک نابینا نے تین ماہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا

ابھی ایک دو برس پہلے ہمارے ان مکاتب کے خلاف ایک تحریک چلی تھی، اس وقت وہاں لندن میں میں نے ایک جگہ بیان کیا۔ میں نے کہا بھئی یہ تو قرآن کریم کی طرف ترغیب دی جاتی ہے، شوق دلایا جاتا ہے، بچے آکر پڑھتے ہیں۔ کون سی زیادتی ہے جوان مدارس میں اور مکاتب میں کی جاتی ہے؟ کہ جس کو بہانہ بنا کر مساجد اور مدارس کے خلاف ایک موضوع کھڑا کیا جائے۔

اور میں نے مثال کے طور پر لندن والوں سے کہا، میں نے کہا کہ خود آپ کے یہاں لندن میں چند مہینہ پہلے، ایک نابینا نوجوان، اس نے صرف تین ماہ میں قرآن کریم ختم کیا۔ نابینا! کوئی اس کے ساتھ بیٹھ کر کے چند آیات تھوڑی دیر ان کے سامنے پڑھ دیتے اور جس طرح آپ ٹیپ میں پڑھتے ہیں اور ٹیپ میں محفوظ ہوگیا، اس طرح اس نابینا کے ذہن میں وہ چیز ٹیپ ہوجاتی تھی۔ یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآنی علوم سے بہرہ ور فرمائے اور جس طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حق تعالیٰ شانہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا **اللھم علمہ الکتاب والحکمۃ** کہ ’اے اللہ! انھیں کتاب اور حکمت عطاء فرما‘ کی برکت سے قرآنی علوم عطا فرمائے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں یہ کتاب قرآن کریم کی دولت بھی عطاء فرمائے۔ اس کے حفظ کی دولت بھی نصیب فرمائے۔ اس کے علوم کی بھی دولت نصیب فرمائے۔ اٰمین۔

صحابۂ کرام میں حق تعالیٰ شانہ نے مختلف انداز کی ہستیاں پیدا فرمائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ مفسر قرآن، حبر الامۃ، بحر الامۃ، کہ قرآنی علوم کا سمندر، ہر چیز میں۔ مثلاً ابھی میں نے آپ کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ایک دو خواب عرض کیئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں وہ بوتل دیکھی جس میں خون تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو دعا دی تھی **اللھم علمه الکتاب و الحکمة**۔ اس کے نتیجہ میں تمام علوم کے وہ حامل۔

لکھا ہے کہ فن تعبیر میں جو بڑے بڑے ائمہ تھے صحابۂ کرام میں، تو ان میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، اگر چہ یہ فن ایسا ہے، کہ اس کے لئے تو مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں۔ لکھا ہے کہ ابوجہل اپنے زمانے کا سب سے بڑا معبر تھا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آتی ہیں۔ جب خلوت ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گال پر نشان دیکھا۔ پوچھا کہ صفیہ، یہ کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے چند روز پہلے ایک خواب دیکھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں ہے۔

صبح میں نے میرے باپ سے جب یہ خواب بیان کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ یہودی، ان سے جب خواب بیان کیا کہ میں نے آج خواب میں دیکھا کہ میری گود میں چاند ہے، انہوں نے جو مجھے مکاّ مارا فوراً میرا خواب سنتے ہی، اس کا یہ نشان ہے۔ اور مکاّ یہ کہہ کر مارا کہ تو محمد عربی، نبی محمد جس کی نبوت پر لوگ مدینہ منورہ میں ایمان لا رہے ہیں، اور اس کا مذہب پھیل رہا ہے، اس محمد عربی اور عربی نبی کی گود میں جانا چاہتی ہے، ان کو گود

میں لینا چاہتی ہے، ان کو گود میں لینے کے خواب دیکھ رہی ہے۔

اللہ کا کرنا کہ وہ نشان باقی تھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں چاند آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا صفیہ یہ کیا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے باپ کی مار ہے۔ میں نے دیکھا تھا کہ میری گود میں چاند ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے معبر تھے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد محترم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں بہت بڑے معبر تھے۔ ایک لمبا قصہ آتا ہے تعبیر کا کتاب التعبیر میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو بیان کیا جس میں خواب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر دینی شروع فرمائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! **دعنی اعبرھا** کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں، میں اس کی تعبیر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے انہوں نے اس کی تعبیر دی۔

پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ! تعبیر کیسی رہی؟ فرمایا کہ **اصبت و اخطات** کچھ صحیح بھی ہے، کچھ غلط بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری اس میں کیا غلطی ہے؟ تعبیر میں میری طرف سے کیا غلطی ہوئی؟ انہوں نے پھر اصرار سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **یا ابا بکر لا تقسم** بس! اتنا اصرار اور قسم دے کر مت پوچھو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے بہت بڑے معبر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! آج میں نے عجیب خواب دیکھا۔ کہ میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ میرے حجرے میں تین چاند ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

برجستہ فوراً فرمایا کہ **من خیر اهل الارض** ۔ساری روئے زمین پر جتنے انسان بستے ہیں، ان انسانوں میں جو سب سے افضل ترین تین انسان اس وقت موجود ہیں، وہ تیرے حجرے میں آئیں گے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعبیر پوری ہوئی، پہلا چاند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں بنتی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوتے ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوتے ہیں۔

امام المعبرین ابن سیرین کے متعلق ایک خواب اور اس کی تعبیر

اسی طرح تعبیر کے بہت بڑے امام ہیں، امام المعبرین علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی خدمت میں کسی نے آکر عرض کیا کہ آج میں نے ایک خواب دیکھا اور اس خواب میں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آپ کے سامنے آکر وہ خواب بیان کروں۔ ابن سیرین نے پوچھا، کھانا کھا رہے تھے۔ اچھا کیا دیکھا؟ پوچھنے والے نے یہ بتایا کہ میں نے آج خواب میں یہ دیکھا کہ کوئی اعلان کر رہا ہے، **دخل القمر فی الثریا** کہ چاند ثریا میں داخل ہوگیا۔ یہ اس نے آواز دی، اعلان کر رہا ہے۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

ایک دفعہ ہمارے یہاں استاذ ہیں صوفی طاہر صاحب، میں نے ان سے کہا کہ میں نے آج خواب میں دیکھا حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حیات تھے، ہمارے یہاں درویش مانگنے کے لئے آتے ہیں اور گلے میں تو بڑا لٹکائے ہوئے ہوتے ہیں، اور صدا لگاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری، انہوں نے گلے میں تو بڑا لٹکایا ہوا ہے اور محلے میں صدا لگا رہے ہیں فقراء کی طرح سے، اور صدا لگاتے ہوئے زور زور سے کہے جارہے ہیں، دار العلوم لاجپور! انہوں نے

جا کر اپنے گھر یہ خواب بتایا ہوگا، شام کو ان کے بھائی مولانا فضل حق صاحب جامعۃ الکوثر کے مہتمم، وہ میرے پاس آئے، ہنستے ہوئے کہنے لگے۔ آپ کے پاس وقت ہو تو ایک جگہ ہم خرید رہے ہیں، وہ آپ کو بتانی ہے۔

وہاں گئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو شاید صوفی صاحب نے خواب بتایا ہوگا۔ وہ کہنے لگے جی ہاں۔ یہ ہمارا اسلام کتنا سچا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ مولانا فضل حق صاحب نے کوئی جگہ دیکھی ہوگی، کوئی جگہ خریدنا چاہتے ہیں اور فرشتہ مجھے مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صدا سنا رہا ہے، کہ وہ اسٹریٹوں میں صدا لگا رہے ہیں دار العلوم لاجپور! چونکہ ان کا گاؤں لاجپور ہے، پھر وہ دار العلوم ان کا بن کر رہا۔

اسی طرح وہ نداء لگانے والا نداء لگا رہا ہے کہ **دخل القمر فی الثریا** یہ نداء لگاتے ہوئے اس نے خواب دیکھنے والے سے کہا کہ اچھا، یہ نداء تو تم نے سن لی لیکن تم جا کر اس کی اطلاع کر دو ابن سیرین سے کہ میں نے یہ صدا سنی ہے۔ جیسے ہی آنکھ کھلی، صبح کو پہونچے ابن سیرین کے پاس اور ان سے جا کر کہا کہ میں نے آج یہ خواب دیکھا کہ کوئی صدا لگا رہا ہے کہ **دخل القمر فی الثریا**۔

ابن سیرین کھانا کھا رہے تھے، لقمہ جس طرح تھا، ہاتھ جہاں تھا وہیں رہ گیا، بلکہ کانپتے ہوئے لقمہ چھوٹ گیا اور حالت غیر ہوگئی۔ کہنے لگے کہ پھر وہ کلمات دہرایئے کیا کہا اس نے؟ پھر خواب بتایئے۔ اس نے پھر بتایا کہ صرف اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی صدا لگا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ **دخل القمر فی الثریا**۔ اور پھر مجھ سے کہا کہ تم جا کر یہ ابن سیرین کو سنا دو۔

ان کے گھر والوں میں سے مستورات دوڑ کر آئیں کہ کیا بات ہے؟ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا چھوڑ کر کے آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ لقمہ آپ نے پھینک دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو آدمی ہے، اس نے جو خواب دیکھا۔ کہ خواب میں جو کہا جا رہا ہے کہ **دخل القمر فی الثریا** اس میں میری موت کی خبر ہے۔ کہ قمر سے اشارہ میری طرف ہے، آپ اس وقت پوری دنیائے اسلام کو منور کر رہے تھے، ابن سیرین مشہور محدث ہیں، اور تمام دنیا بھر سے

شاگرد آپ کے پاس حدیث سننے کے لئے آتے تھے۔اس لئے ان کو چاند کہا گیا اور خواب میں کہا گیا **دخل القمر فی الثریا** ۔ثریٰ مٹی کو کہا جاتا ہے۔ کہ چاند اوپر سے نیچے مٹی میں پہونچنے والا ہے۔ اور انہوں نے فن تعبیر کے مقیاس کے ذریعہ یہ بھی معلوم کیا کہ اس میں سات دن کی مہلت ہے۔ چنانچہ سات دن پورے ہوئے اور ابن سیرین کا وصال ہوا۔

ایک خواب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عجیب تعبیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق میں نے عرض کیا کہ بہت بڑے معبر تھے۔ ایک شخص ان کی خدمت میں آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں کنوئیں سے ڈول کھینچ رہا ہوں۔ اور وہ ڈول دوتہائی میں نے بھرا ہوا اوپر تک کھینچا۔ اس میں پانی دوتہائی ڈول بھرا ہوا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ خوشخبری ہو، تمہارے گھر میں اللہ تعالی نے امید دی ہے کہ وہ حمل سے ہیں۔ وہ ہنس پڑے۔ عجیب! آپ نے کیسے معلوم کیا؟ واقعی، آج ہی میرے پاس خط آیا ہے گھر سے اور اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ نے امید دی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آگے ایک اور بات میں کہوں؟ کہ چھ مہینے گذر چکے ہیں اور تین مہینے باقی ہے۔ جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ پورے تین ماہ پر ان کے یہاں ولادت ہوتی ہے۔ سائل نے پوچھا کہ حضرت یہ آپ نے کیسے معلوم کیا؟ کہ یہ مدت بھی آپ نے معلوم کی؟ بہت سی دفعہ تو خواب کی تعبیر کے لئے کوئی دلیل اور علت اور علامت اور نشانی اس میں کوئی نہیں ہوتی۔صرف ایک وہبی چیز ہوتی ہے۔لیکن بعض دفعہ کبھی کسی قرینے سے بھی کام لیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بیر سے مراد آپ کی بیوی۔ اور ڈول کھینچا اور عربی میں ڈول کو ''دَلْوٌ'' کہتے ہیں اور آپ اس لفظ ''دَلْوٌ'' کو الٹا کریں گے تو ''وَلَدَ''

بنے گا، اور ” وَلَــدَ“ کے معنیٰ بیٹا اور جو ڈول ہے اور اس میں پانی دیکھا کہ دو تہائی ہے اس میں حمل کی مدت بتائی گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس بچہ کو بھی قرآنی علوم سے مالا مال فرمائے اور ہمارے ان مدارس کی اللہ تبارک وتعالیٰ بری نظر سے حفاظت فرمائے۔ ہر طرف سے جو ایک طرح کی مساجد پر یلغار ہے، ان مساجد کو محفوظ رکھے، مدارس کو محفوظ رکھے۔ ہمارے ان مکاتب کو محفوظ رکھے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

۲۸

سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم
کے نماز فجر کے بعد
کے دو معمول

آج جب میں نے ان آنکھوں سے مدینہ دیکھا

ذرے ذرے میں نہاں ایک خزینہ دیکھا

روضۂ سرورِ عالم کی ضیاؤں کی قسم!

میں نے مہتاب کے ماتھے پہ پسینہ دیکھا

ارضِ طیبہ کے یہ ذرے ہیں کہ مہ پارے ہیں

ہر قدم پر زر و گوہر کا دفینہ دیکھا

آپ کے در پہ جو جھک جائے، وہی سب سے بلند

جس طرف آنکھ اٹھی، عرش کا زینہ دیکھا

ان کے دامانِ محبت سے جو وابستہ ہیں

بحر آلام سے پار ان کا سفینہ دیکھا

دیکھنے کے کوئی قابل ہے تو یہ شہرِ حسیں

کچھ نہ اِن آنکھوں نے دیکھا، جو یہی نہ دیکھا

ایک دیرینہ تمنا ہوئی پوری بزمؔی!

شکر صد شکر کہ میں نے بھی مدینہ دیکھا

(خالد بزمؔی)

الحمدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصطَفٰی

اَمَّا بَعْد

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں سے ہے کہ فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلی پر تشریف فرما ہوتے تھے اور جائے نماز مصلی پر دو معمول بیک وقت ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

ایک معمول تو یہ تھا کہ صحابۂ کرام کے گھروں سے صحابیات کہ جن کو جس حاجت کے لئے ضرورت ہوتی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچوں کو بھیجا کرتی تھیں، یہ بچے برتن میں پانی لے کر حاضر ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اِس میں دم فرما دیا، کبھی انگلیاں مبارک اُس میں ڈبو دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ انگلیاں مبارک والا پانی جس ضرورت کے لئے اُنہوں نے بھیجا ہوتا اُس کے لئے استعمال کیا جاتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ اُن مقاصد میں اُنہیں کامیابی عطا فرماتے تھے، کوئی بیمار ہوا اُس کے لئے بھیجا اُسے شفا ہوگئی، اور کسی نے اپنی ضرورت اور حاجت کے لئے پیا اور اُسے اُس میں کامیابی نصیب ہوئی۔

خواب کی تعبیر

دوسرا معمول یہ ہوتا تھا کہ اُس رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ خواب بیان کرتے کہ آج رات میں نے یہ خواب دیکھا، اور صحابۂ کرام سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے کہ "ھَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِّنکُمْ رُؤْیَا؟ " تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ وہ اپنا خواب بیان کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی تعبیر بیان فرماتے تھے۔

استخارہ اور خواب

آج کل ہم اگر کسی مقصد کے لئے استخارہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ کیا خواب دیکھا؟ یہ صحیح نہیں ہے، اِس لئے کہ خواب کے لئے طبیعت کا اعتدال مزاج اور خالی الذہن ہونا، تفکرات سے بالکل پاک ہونا نہایت ضروری ہے۔

ہم اس بارے میں اِس قدر کمزور ہیں کہ جو ضرورت ہوتی ہے چاہے دینی ہو، دنیوی ہو، جسمانی ہو، گھریلو ہو، وہ ہم پر، دل و دماغ پر اِس قدر حاوی ہوجاتی ہے کہ اب اگر کسی شخص کا دکان کا کوئی مسئلہ ہے اور وہ اس کو بیچنا چاہتا ہے، تو ہر وقت اسی کا خیال رہتا ہے، چوبیس گھنٹے اُس کے دماغ پر وہی سوار ہے، دکان، دکان، دکان، کہ کسی طرح بِک جائے، اِس کے لئے پریشانی، اِس کا کوئی حل نکل آئے، کوئی آیا تو یہی تصور دماغ میں ہے، نماز پڑھ رہا ہے تو وہی خیال ہے، استخارہ کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ طبیعت بالکل خالی الذہن ہو، اور پھر آپ کو اچانک کسی قسم کا کوئی خواب آ گیا تو وہ بھی محتاجِ تعبیر ہوتا ہے۔

ہمارے خواب کی حقیقت

ورنہ ہمارے جو خواب ہیں، وہ ننانوے فیصد اپنے ہی تفکرات اور تصورات کا نتیجہ ہوتے ہیں، نہ اُس کے سوچنے کی ضرورت، نہ اُس کی تعبیر کی ضرورت، اور جو آدمی خالی الذہن ہے

اور اُس نے کوئی خواب دیکھا تو اُس کی تعبیر دی جاسکتی ہے، جیسے میں نے گذشتہ کل ایک آدمی کے خواب کا تذکرہ کیا تھا کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ مسجد نبوی کا منارہ گر گیا تو یہ خواب واقعی خواب ہے، اُس کو یہ شیطانی تصور کیسے آئے گا کہ مسجدِ نبوی کا منارہ گر گیا؟ یہ خواب واقعی فرشتہ کی طرف سے ہے، اور فرشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اجازت سے اس کو بتاتا ہے۔

صحیح اور سچے خواب کی حقیقت

ہم جو ایمانِ مفصل پڑھتے ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، یہ تقدیر کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک سے متعلقہ ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے، چاہے ہمارے خیال میں وہ ہمارے لئے بہتر ہو، چاہے وہ بری ہو، ہر چیز لکھی ہوئی ہے۔ اچھائی، برائی ہر چیز وہاں لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی موجود ہے، ایک ایک قدم جو ہم اٹھائیں گے اپنی زندگی میں وہ وہاں لکھا گیا ہے۔

فرشتہ اُس میں سے دیکھ کر کے ہمیں بتاتا ہے کہ ایسا واقعہ ہونے والا ہے، وہ واقعہ ہمارے گھر سے متعلق ہو یا ہمارے دین یا دنیا سے متعلق ہو یا کسی اور کے متعلق وہ واقعہ ہو، دنیا کے کسی کونے میں ہونے والا ہو،، پھر کبھی تو صاف صاف وہ بتاتا ہے تو اِسے کہا جاتا ہے رؤیا جلیہ، کہ کسی واقعہ کو ہوتے ہوئے دیکھا اور پھر وہی واقعہ سامنے آ گیا، تو اِس کو کہیں گے رؤیا جلیہ، کہ جیسا واقعہ ہونے والا تھا ہو بہو وہی چیز خواب کے اندر دکھا دی گئی، اور دوسرا کبھی اِس کو وہ صاف صاف نہیں دکھایا جاتا بلکہ فرشتہ اس کو اشاروں میں بتانے کی کوشش کرتا ہے، وہ ہے رؤیا خفیہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب

جیسے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ سے اور وہاں کی زمین سے، وہاں کی مٹی سے اِس قدر محبت تھی کہ اُنہوں نے اپنے لئے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں مروں گا تو یہیں مدینہ طیبہ میں، اور اِس خیال سے کہ اگر میں یہاں سے باہر کسی مقصد کے لئے نکلا تو مبادا موت نہ

آجائے، حج کے لئے جانے میں بھی یہی تردد، کہ وہاں جانے کے لئے اگر میں نکلوں گا اور اگر راستہ میں کہیں موت آگئی تو مدینہ پاک کی موت سے محرومی ہوجائے گی۔

اِسی سوچ میں خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس طرح دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ آپ کی انگلیاں مبارک کھلی ہوئی ہیں، سوچنے لگے کہ اِس کے کیا معنیٰ ہوں گے؟ میری زندگی کے پانچ گھنٹے باقی ہیں، پانچ دن باقی، پانچ ہفتے باقی، پانچ مہینے، پانچ سال باقی ہیں، اس کا کیا مطلب ہوگا؟ اور کس طرف اشارہ ہوگا؟ اب آپ سوچ رہے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کی تعبیر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اِس اشارہ کے متعلق سوچنے لگے کہ اب صرف پانچ دن باقی ہیں؟ پانچ مہینے باقی ہیں؟ پانچ سال باقی ہیں؟ کیا مطلب ہوگا؟ بالآخر اُنہوں نے ایک معبر سے خواب بیان کیا، ہر شخص تعبیر کو نہیں سمجھ سکتا، ابوجہل کافر ہونے کے باوجود بہت بڑا معبر تھا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام میں بہت بڑے معبر تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے معبر سے پوچھا کہ میں نے آج یہ خواب دیکھا، اس کی کیا تعبیر ہے؟ اُنہوں نے فوراً برجستہ فرمایا کہ یہ ہیں مغائبِ خمسہ، پانچ غیب کی چیزیں جو ایک آیت میں مذکور ہیں اِس کی طرف اشارہ ہے ﴿ اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ. وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ. وَیَعۡلَمُ مَافِی الۡاَرۡحَامِ. وَمَاتَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا. وَمَاتَدۡرِیۡ نَفۡسٌ بِـاَیِّ اَرۡضٍ تَـمُوۡتُ ﴾ کہ یہ پانچ چیزیں جو اِس آیت میں گنوائی ہیں اِن کی طرف اشارہ ہے کہ ﴿ وَمَاتَدۡرِیۡ نَفۡسٌ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ﴾ کہ انسان کو کب اور کہاں مرنا ہے، یہ غیب سے تعلق رکھتا ہے، اس کا علم کسی کو نہیں۔

اور آپ کے خواب میں اس طرف اشارہ ہے۔ آپ کی زندگی کے کتنے سال یا کتنے مہینے، یا کتنے دن، یا کتنے گھنٹے باقی ہیں یہ مقدار آپ کو نہیں بتائی گئی ہے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کو

جس چیز کے متعلق فکر ہے یہ ان چیزوں میں سے ہے جو مغائب میں سے ہیں، اس کا علم اللہ پاک ہی کو ہے کہ اس کو کہاں موت آئے گی۔تو فرشتہ خواب میں جو بھی دکھاتا ہےتو لوح محفوظ میں جس طرح لکھا ہوا ہے اس کو صاف صاف تو کم بتاتا ہے،مگر زیادہ تر اشارہ میں بتانے کی کوشش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ابتاع نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰه رب العلمین.

۲۹

خاتم الزمان والمکان صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے ہفتہ بھر میں

ایک شب وروز؛

جمعہ وشب جمعہ

’’اور فقر محمدی میں سب سے عمدہ یہ مقام ہے کہ بارگاہ نبوت سے ارتباطِ قلب ہو جائے کہ اپنے دل کو آپ کی محبت میں سرشار رکھنا، آپ کو اپنا شیخ و امام گردانا، آپ کے رشتۂ محبت کو مضبوط و مستحکم کرنا، آپ پر بکثرت درود بھیجنا اور رشتۂ باطنی کا آپ کے ساتھ قوی جوڑے رکھنا چاہیئے، تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے دل میں ایسا گھر کر جائیں کہ فقر محمدی کے دل میں تم مشائخ اور ان کے مریدوں کو دیکھنے لگو، کیوں کہ جب کسی کے پیر کا ذکر اس کے سامنے آجائے تو وہ شوق کے مارے کیسا مضطرب ہوتا اور کیسے جھومتا ہے، کیوں کہ اس کے دل میں شیخ کی قدر و منزلت ہے۔

لہذا تم بھی اپنے پیغمبر اور اپنے شیخ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں ایسا ہی جمالو تا کہ آپ کی محبت تمہیں گرفتار کر لے اور تمہارے دل کی مالک ہو جائے، اور آپ کی تصویر تمہاری آنکھوں میں ہمیشہ رہے، اور جب آپ کا نام پاک آجائے تو تمہیں اس کی لذت دل میں محسوس اور آپ کی عظمت کا دل میں مشاہدہ ہو، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں تمہاری یہ صورت ہو جائے کہ تم آپ کی یاد اور استحضار میں مستغرق اور بکثرت درود بھیجنے والے ہو جاؤ، تو اب آپ کے وعدوں کی پابندی اور آپ کے اوامر و نواہی کی بجا آوری اختیار کرو، اور آپ کے سنن و اخبار، سیر و معجزات، اوصاف و احوال اور محاسن و مآثر کا بار بار مطالعہ کرو، اور جب تم آپ کی کوئی حدیث سنو اور آپ کے اوصاف کا تصور کرو تو رشتۂ محبت زیادہ، آپ کی عظمت دل میں غالب ہو جائے۔‘‘

(فقر محمدی ۔ احمد بن ابراہیم واسطی حضرمی)

الحمدُ لِلّٰہِ الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْد: فَأعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَحِیْمِ ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾ ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً ﴾

صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

دوستو! آج جمعہ کی شب ہے، بہت مبارک رات ہے، جو ہندوستان میں پیدا ہوئے وہاں جنہوں نے تربیت پائی ہے، انہوں نے اپنے گھروں میں جمعہ کی رات کا اہتمام دیکھا ہوگا، کہ جیسے ہی جمعرات کی شام کو مغرب کے لئے مؤذن کھڑا ہے، اذان ہونے والی ہے، ہم نے اپنے نانا جان کے یہاں دیکھا کہ گھر کے دروازے پر عود، لوبان، خوشبو جلائی جاتی تھی، اور اس طرح اس مبارک رات کا استقبال کیا جاتا، ان مبارک گھڑیوں کے لئے اہتمام کیا جاتا

تھا، تو اس وقت بچپن تھا، پھر آہستہ آہستہ یہ چیزیں مٹ مٹا گئیں، اور افسوس اس بات کا ہے کہ ردِّ بدعات کے ریلے میں یہ چیزیں جو ہمارے یہاں خوبیاں شمار ہونی چاہئے تھیں، اُس ریلے میں بہادی گئیں۔

جمعہ کے دن سورۂ کہف

مثال کے طور پر سورۂ کہف کا اہتمام، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد روایات میں مختلف طریقوں سے الگ الگ ثواب بتا کر کے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھنے کی تاکید فرمائی، اور روایات میں مطلق جمعہ کے دن پڑھنے کا بھی حکم ہوا، جمعہ کی نماز سے پہلے جو پڑھے تو اس کا ثواب الگ بتایا گیا، جو بعد میں پڑھے جمعہ کا دن پورا ہونے سے پہلے، اس کا ثواب پہلے سے کم الگ بتایا گیا، اب پہلی روایت کے مطابق جن کو زیادہ ثواب چاہئے، اور زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ضروری بات ہے کہ جمعہ کی نماز اور جمعہ سے پہلے، پہلے اس کو پڑھ لے۔

جو حضرات جمعہ کے دن کی صبحِ صادق سے لے کر مسجد میں آنے تک نہ پڑھ سکتے تھے، ان کے لئے مساجد میں سورۂ کہف الگ سے چھپی ہوئی پچاس سو کی تعداد میں ہر مسجد میں رکھی ہوئی ہوتی تھی، اور وہ حضرات جنہوں نے اب تک سورۂ کہف نہیں پڑھی وہ جب مسجد میں آتے اور انہیں یاد آتا کہ ہم نے سورۂ کہف نہیں پڑھی، تو یہ سورۂ کہف قبلہ کی دیوار والی کھڑکی پر سے اٹھائی اور دیوار سے لگ کر انہوں نے پڑھنی شروع کی، نہ اس میں کوئی تداعی ہوتی تھی اور نہ اعلان ہوتا تھا، نہ اجتماعیت ہوتی تھی، وہ خود بخود اجتماعیت ہوجاتی تھی، تداعی تو یہ ہے کہ باقاعدہ دعوت دے کر اور بلا کر اکٹھا کیا جائے۔

جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت، کتنا نیک کام، کتنی اہم سنت، اور اس سنت کی ادائیگی کے لئے مسجد والوں نے صرف اتنا کیا کہ سورۂ کہف چھپوا کر کثیر تعداد میں مسجد میں رکھ دی اور پڑھنے والوں نے اٹھا کر اس کو پڑھنا شروع کیا، جیسے ہی اذان شروع ہوئی کہ بند کر کے صف

میں آ کر بیٹھ جاتے، جن کو صف اول میں جگہ مل جاتی وہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاتے اور جن کو صف اول میں جگہ نہیں ملتی تھی، وہ قبلہ کی دیوار سے لگ کر بیٹھ جاتے اور ہر ایک اپنی سورۂ کہف کی تلاوت کر لیتا۔

سورۂ کہف کی تلاوت بدعت کے ریلے میں

پھر نہ معلوم اس میں کس کو کونسی تداعی نظر آئی اور کونسی بدعات کے نشانات اس میں نظر آئے کہ بدعات کے ریلے میں سورۂ کہف کی یہ تلاوت بہادی گئی، اور اب شاذ و نادر کوئی سورۂ کہف پڑھتا ہوا نظر آتا ہے ورنہ پہلے ہر ایک نمازی اہتمام سے جمعہ کی نماز سے پہلے سورۂ کہف کی تلاوت کرتا تھا۔

تشدد نہیں ہونا چاہئے

اسی طرح یہ ہمارے یہاں جمعہ کی شب کا جو اہتمام تھا، تو اصل میں میں سوچ رہا تھا کہ کیا بیان کروں؟ وہاں دسترخوان پر کچھ مسائل کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، تو میں نے حضرت شیخ سلیمان صاحب مدظلہ العالی سے عرض کیا کہ بعض مسائل میں جو تشدد اختیار کیا گیا وہ درست نہیں ہے، اور ایسا ہونا نہیں چاہئے۔

مختلف فیہ مسائل بیان نہ کریں

ہمارے یہاں دارالعلوم میں طلبہ کو میں ایک نصیحت کیا کرتا ہوں، کہ آپ موریشیس جاتے ہیں تو وہاں مساجد دو قسم کی ملتی ہیں، ایک وہ مساجد کہ جن میں تبلیغی کام ہوتا ہے، جو ہماری مساجد کہلاتی ہیں، بعض مساجد ہیں کہ جن میں تبلیغی کام سے انہیں روکا جاتا ہے، تو ان مساجد والوں کے جو عقائد، جو خیالات، جو نظریات ہوتے ہیں، تو ہندوستان، پاکستان وغیرہ کے مقررین آتے ہیں، اسی کو موضوع بنا کر وہ تقریر کرتے ہیں، ان کی تردید کی جاتی ہے، ان کے خلاف بیانات کئے جاتے ہیں۔ تو میں ہمارے طلبہ کو اس سے منع کرتا ہوں کہ ان کی تردید میں

اس طرح کے بیانات کبھی نہ کریں۔

یہ مسائل بہت نازک ہیں

کیوں؟ کہ ان کا ہم سے جن مسائل میں اختلاف ہے تو وہ مسائل بہت ہی دقیق ہیں، بہت نازک ہیں، مثلاً ایک مسئلہ علمِ غیب کا ہے۔ یہ ان کے یہاں جو اَن پڑھ لوگ ہیں، جنہیں علم نہیں، انہوں نے چلایا ہوگا ورنہ جو ان کے بڑے ہیں، ان کی کتابوں میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ غیب ذاتی نہیں تھا، اور اللہ پاک نے جو غیب کی باتیں آپ کو بتا دیں وہ آپ کو معلوم ہوگئیں اور یہ علم عطائی ہے، تو اختلاف کس بات پر؟

اسی کو ہم بھی کہتے ہیں، کہ حق تعالیٰ شانہ کی صفت ہے عالم الغیب، یہ اس کی ذاتی صفت ہے، اور جن چیزوں کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا وہ آپ جانتے تھے، جو نہیں عطا فرمایا، اسے نہیں جانتے تھے، یہ ایک موضوع علمِ غیب کا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا لحاظ

تو میں طلبہ سے یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ نے کسی جگہ مثلاً تقریر کی، اور آپ نے اس لطیف اور علمی مضمون کو بیان کیا اور مخاطب آپ کی بات کو اچھی طرح سمجھ نہ سکا، اور اس نے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق کوئی ایسی بات کہہ دی، یا اپنے دل میں اس کو جمالیا، جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مناسب نہیں، تو یہاں لینے کے دینے پڑ جائیں گے، کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے، اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتوقیر نہایت درجہ بلند ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ کے بعد تمام مخلوق سے زیادہ عظمت اور تعظیم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں سمانا فرض ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت کا اظہار اپنے قول اور فعل سے یہ بھی ایک فرض ہے۔

اسی طرح اور جو مسائل ہیں مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت، یہ بھی نازک مسئلہ ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لوازم بشری، انسانی ضرورتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش

آتی تھیں ان کو بیان کرتے ہوئے بہت ہی احتیاط اور ادب کا لحاظ رکھنا انتہائی درجہ ضروری ہے، اگر ذرا سی بھی بے ادبی ہوئی اور جو الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے مناسب نہ ہوں وہ الفاظ نکل جائیں، تو یہاں بھی ایمان ہاتھ سے نکل جائے گا، کہ جہاں عظمت کا خیال نہ رہا، ایمان رخصت، تو طلبہ کو یہ باتیں کہتا ہوں کہ آپ کسی جگہ جائیں تو ان باتوں میں نہ پڑیں، یہ باتیں تشدد کی طرف لے جاتی ہیں۔

فتاوی میں بھی توازن

اسی طرح جو فتاوی کسی فرقہ اور کسی فتنہ کی تردید میں لکھے جائیں، تو ان میں بھی توازن قائم رکھنا بہت ضروری ہے، اگر لکھنے والا نہایت درجہ حساس طبیعت کا مالک نہ ہو، تو وہ توازن قائم نہیں کرسکتا۔

شب جمعہ اور یوم الجمعہ کا اہتمام اور اس میں درود شریف کی کثرت

یہ آج کی مبارک رات جس طرح پہلے ہمارے بڑے بوڑھے اس کا انتظار کیا کرتے تھے، اور اس رات کا اہتمام کیا کرتے تھے، یہ اہتمام ہونا چاہئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صرف آپ ایک کتاب سے جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن کے بارے میں اکٹھا کریں گے، تو فضائلِ درود شریف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف ہے، اس میں آپ کو کم از کم ایک دو درجن حدیثیں ضرور مل جائیں گی، بلکہ کوئی کوشش کرے تو پوری ایک اربعین چہل حدیث اس پر تیار ہوسکتی ہے، اور بالکل صحیح حدیثیں جمع کرسکتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے اس جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن میں درود شریف کے اہتمام کا جو حکم فرمایا ہے وہ بہت اہم حکم ہے اور انتہائی فضیلت والا اور برکتوں اور رحمتوں والا، اور وہ حکم ایک بہت بڑے فرض کی ادائیگی کے لئے ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام فرائض سے بڑھ کر اعلیٰ ترین فرض ہے

جہاں ہم اسلام کے بتائے ہوئے تمام فرائض جانتے ہیں، ہمیں پتہ ہے کہ نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، حج فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے، والدین کی اطاعت فرض ہے، اور ان فرائض میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ ہو اس کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن ایک فرض جو ان تمام فرائض سے بھی بڑھ کر اعلیٰ ترین فرض ہے، نماز سے بڑھ کر فرض، روزہ سے بڑھ کر فرض سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، اس کے ہم مکلّف ہیں۔

ہم اپنا دل ٹٹولتے رہیں

وہ ہم پر فرض کیا گیا ہے کہ ہم اپنے دل کو ٹٹولتے رہیں، کہ آیا میرے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں نے کس قدر کمائی، میرے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کتنی ہے، ہم اس کو ناپتے اور تولتے رہیں، جس طرح کہ ہم فجر میں اٹھنے کے لئے الارم لگاتے ہیں، گھڑی لگاتے ہیں کہ ہماری اگر آنکھ نہ کھلی تو نماز رہ جائے گی، فرض رہ جائے گا، کتنا اہتمام ہوتا ہے اس فرض کا، تو کبھی ہم نے اپنے دل میں ٹٹولا؟ کہ دیکھیں کہ ہمارے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے بھی یا نہیں؟

اس کے لئے آپ قرآنِ پاک کی اس آیت کو بھی ملحوظ رکھیں کہ جس میں حق تعالیٰ شانہ نے بتایا ہے کہ کس طرح آپ اس محبت کو ناپیں، تولیں، دیکھیں کہ کتنی بڑھی اور کتنی نہیں آئی، اس کے لئے ایک معیار بھی بتا دیا، آسان سا معیار، بہت آسان معیار، اس کے لئے نہ کسی شیخ کے پاس جانے کی ضرورت ہے، کہ دل جاری ہوا یا نہیں، کہ شیخ ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ ہاں جاری ہے یا نہیں جاری، کسی مربی کی ضرورت نہیں۔

پانچوں نمازوں کے جو اوقات بتائے، اس کے لئے کسی علم کے پڑھنے کی کوئی ضرورت

نہیں، ایک جنگل کا رہنے والا جو آج مسلمان ہوا ہو اس کو یہ بتلا دیں گے کہ سورج نکلنے سے اتنی دیر پہلے فجر پڑھو اور سورج کے ڈھلنے کے بعد ظہر پڑھو، آسانی سے تمام اوقات کو سمجھ جائے گا، کسی اسکول میں جانے کی اس کو ضرورت نہیں۔

محبت ناپنے اور تولنے کا ترازو

اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں ہے یا نہیں؟ ہے، کتنی ہے؟ اس کو ناپنے اور تولنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے قرآنِ پاک میں ایک ترازو ہمیں دی، ایک میزان بتا دیا، فرمایا ﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ﴾ انسانی رشتے کہ جن سے انسان محبت کرتا ہے کہ تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے اور دوسرے رشتہ دار۔

آگے پھر اور چیزوں کو گنوایا قرآن نے ﴿وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا﴾ کہ تمہیں مال سے محبت ہوتی ہے تو جو تم نے مال کمایا اور اس مال کو کمانے کے طریقے کا سب سے بہترین ذریعہ تجارت ہے، تو تمہیں مال سے محبت، تجارت سے محبت ﴿وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ﴾ فرمایا گیا کہ مال تم نے کمایا، تجارت کی، دولت آگئی تو بڑی بڑی کوٹھیاں اور مکانات بناتے ہو۔

فرمایا کہ ان چیزوں کی محبت کو ایک ترازو میں رکھو، کس کی محبت؟ والدین، باپ دادا، نانا نانی، دادا دادی، جن سے انسان اس دنیا میں آیا ہے، ان کی محبت، آگے ان سے جو نسل چلی، ان کی محبت، آگے تمہارے بھائی بہن، آگے پھر تمام باقی کے رشتہ دار، پھر مادی چیزوں میں گنوایا کہ مال، تجارت، مکانات فرمایا ان کی محبت کو ایک ترازو میں رکھو اور دوسری ترازو میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میری اور میرے رسول کی محبت رکھو۔

کتنا سخت ترین لہجہ

پھر دیکھو! کہ پلڑا کونسا جھکا ہوا ہے۔ اگر میری اور میرے رسول کی محبت کا پلڑا اوپر ہے

اور باقی چیزوں کی محبت زیادہ ہے تو آگے کتنا سخت ترین لہجہ ہے، نماز کے متعلق اتنا سخت لہجہ قرآن میں نہیں ہے، صاف فرما دیا ﴿فَتَرَبَّصُوْا﴾ کہ تم اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔

اب ہم اپنے دل میں اس ترازو کو قائم کر کے انصاف کے ساتھ سوچیں کہ ہمارے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے؟

اس وقت ہم یہاں اس مجلس میں بیٹھے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کسی کو یاد آتا ہے کہ مجھے فلاں شخص کے پاس جانا ہے جس کو میں نے وقت دیا ہے، کبھی کسی کو اپنی ماں جو بیمار ہیں وہ یاد آ جاتی ہیں، بیٹا بیمار ہے، بیٹی بیمار ہے وہ یاد آ جاتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں اپنا دوست یاد آ جاتا ہے، کبھی اپنی حاجت اور ضرورت یاد آ جاتی ہے، اور پھر وہ ہمارے دل دماغ میں چکر لگاتی ہے، دل کے اندر جا کر بیٹھ جاتی ہے اور پھر دل چاہتا ہے کہ میں اپنی وہ حاجت پوری کرلوں، ماں اور بیٹی یاد آئے تو دل چاہتا ہے کہ میں اپنی ماں اور بیٹی کے پاس پہنچ جاؤں۔

اب ہم سوچیں کہ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چوبیس گھنٹے میں اس طرح یاد آئے ہیں؟ اور آپ کی یاد آنے پر ہم بے چین ہوئے ہیں؟ جس طرح ہم نے کسی محبوب کو یاد کیا، کیا اس طرح ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا ہے؟ جس طرح دکان کھولنے کے لئے آٹھ بجے دکان نے ہمیں ستایا اور جگایا اور دوڑتے ہوئے بھاگے بھاگے ہم دکان پہنچے، کیا کبھی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے ہمیں دوڑایا ہے؟

فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حوالے کیا

دوستو! ہمیں بہت ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا ہے، اور اس ترازو کو جو اللہ جل شانہ نے بیان فرمایا ہے اپنے دل میں قائم کر کے ہر شخص کو فیصلہ کرنا ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی محبت ہے۔

اور میں نے عرض کیا اس محبت کو تولنے کے لئے اللہ پاک نے ہمیں کسی مفتی یا شیخ کے

پاس جانے کا حکم نہیں دیا کہ ان کے پاس جاؤ اور اپنی اس محبت کو نپوائیں اور تولوائیں، بلکہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک شخص کے حوالے کیا کہ تم خود اس بارے میں فیصلہ کرو کہ تمہارے دل میں کس کی محبت زیادہ ہے!

حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی قدس سرہما کے کلام سے تائید

تو یہ میں اپنے طور پر تقریر میں کہا کرتا تھا مگر آج میں حاجی بنا صاحب کے یہاں سویا تو حضرت گنگوہی، حضرت حکیم الامت تھانوی جیسے لوگوں کا بیان میں نے دیکھا کہ حضرت نے ایک تقریر کے دوران یہی لفظ استعمال کیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی اعلیٰ ترین فرض ہے۔

اس فرض کے چھوٹنے پر بھی ہمیں افسوس ہونا چاہئے

اور میں نے عرض کیا کہ یہ فرائض تو ایسے ہیں کہ ان میں تو کچھ بھی معافی کی بھی امید ہوسکتی ہے، وہ تمام روایات جو تارکِ صوم کے بارے میں، تارکِ صلوۃ کے بارے میں، تارکِ زکوۃ کے بارے میں ہیں، ان تمام میں امید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے حقوق معاف فرمائیں گے مگر یہاں تو اللہ نے ارشاد فرمایا ﴿ فَتَرَبَّصُوْا ﴾ تم انتظار کرو، دنیا اور آخرت میں عذاب کے منتظر رہو۔

اور خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق خود ارشاد فرمایا "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ"، یہ اسی آیت کی شرح ہے، کہ اپنی آل، اولاد، اپنے آباء واجداد اور تمام انسانوں سے زیادہ اگر میری محبت کسی مسلمان کے دل میں نہیں ہے تو "لَا يُؤْمِنُ" تو مؤمن نہیں ہوسکتا، ایمان کی نفی فرمادی۔

ایک صحابی کی تین حالتیں

اس لئے میں نے عرض کیا کہ ان تمام فرائض سے بڑھ کر یہ فرض ہے، ایمان اس پر

موقوف ہے، اور ان سے بڑھ کر کیوں ہے؟ کہ ایک صحابی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جن کے متعلق میں سبق میں طلبہ کو کہا کرتا ہوں کہ یہ صحابی ”القائل و البائل و السائل“ ان سے تین چیزیں متعلق ہیں، مسجد میں پیشاب جن سے ہو گیا تھا یہی صحابی ہیں، جنہوں نے دعا کی تھی ” اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا “ ان الفاظ سے دعا کرنے والے یہی صحابی ہیں، ”وَالسَّائِلُ “ انہوں نے آکر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ”مَتٰی السَّاعَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہُ “ یارسول اللہ! قیامت کب ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا ”مَا اعددت لَھَا“ تم قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو کہ قیامت کب ہے؟ تو تم نے قیامت کے متعلق تیاری کیا کر رکھی ہے؟ کہ سوال پوچھتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے اس کے لئے کوئی زیادہ نماز روزہ، یہ چیزیں انہوں نے گنوائیں کہ یہ تو میں نے کچھ زیادہ اس کے لئے تیار نہیں کیا۔

”وَلٰکِنِّی اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ “، بس میں نے ایک چیز تیار کی ہے اپنے دل میں کہ میں نے آپ کی محبت دل میں بسائی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہیں ڈانٹا، کہ تم خود اپنی زبان سے اقرار کرتے ہو کہ تم پورے طور پر نماز نہیں پڑھتے، زکوۃ نہیں ادا کرتے، تم روزے نہیں رکھتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس جواب کو سراہا، اور کیا ارشاد فرمایا؟

”اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ “

کہ کل قیامت میں حق تعالیٰ شانہ تمام مخلوق کو جب محشور فرمائیں گے، وہاں پر ”اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ“ کہ جس کو جس کے ساتھ محبت ہوگی، وہ اس کے ساتھ ہوگا۔ تمہیں میرے ساتھ محبت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو فرمایا ”اَلْمَرْء مَعَ مَنْ اَحَبَّ“ یا فرمایا

"اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ"، تمہیں مجھ سے محبت ہے تو تم کل میدانِ محشر میں میرے ساتھ رہو گے۔

لہٰذا دل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوگی تو قیامت میں ضرور بالضرور نفع دے گی، اور اس سے انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ نے اپنا قانون بدل دیا

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایسی افضل ترین اور مبارک چیز ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے اپنا قانون بدل دیا، اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو کفر وشرک لے کر جائے اس کے لئے اللہ پاک کا قانون یہ ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ کفر اور شرک کی کسی حال میں معافی نہیں، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اتنا بڑا انعام، اور اتنی اہم ترین افضل ترین شئی اللہ کے نزدیک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اتنا بڑا قانون یہاں بدل دیا۔

ابو طالب کی محبت وخیر خواہی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کی وفات کے بعد ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو طالب نے جو میرے ساتھ سلوک کیا، محبت کا برتاؤ کیا، اس کا صلہ ان کو آخرت میں یہ ملا کہ جو عذاب تمام کفار کو ہے وہ ان کو نہیں دیا گیا، ان کو آگ کے صرف جوتے پہنائے گئے، یہ ان کے لئے عذاب ہے، اور ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ رہے ہیں، اخیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش فرمائی، مگر ایمان نہیں لائے۔

لیکن ابولہب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن رہا، لیکن اسے بھی یہی محبت کام آئی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی، ہمارے تشدد کا حال یہ کہ میں نے ایک جگہ حضرت کا لفظ استعمال کیا آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے لئے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، تو بیان کے بعد مجھے ایک عالم پوچھنے لگے کہ آپ کے نزدیک وہ مسلمان تھیں؟ **لاحول ولا قوۃ الاّ باللّٰہ العلی العظیم**۔ کیا سوال کیا؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ابو طالب کے بارے میں قانون بدلا تو یہاں بھی قانون بدلا۔

غور کیجئے کتنی عظیم ترین شئی ہے کہ اللہ اپنا قانون بدلتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے، کہ اولین آخرین میں ابولہب جیسا دشمن اب کون ہوگا؟

کوہِ صفا پر سارا مکہ جمع ہے، تمام رشتہ دار جمع ہیں، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کی، عظمت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی ان کو توحید کی دعوت دی، اللہ کی طرف بلایا تو ابولہب کہتا ہے، **تَبًّا لک اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا**، اور پھر جب تک زندہ رہا اس نے کسی طرح کی کوئی کوشش نہیں چھوڑی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت اور ایذارسانی کے لئے اس نے نہ آزمائی ہو۔

اتنا بڑا سخت ترین جانی دشمن، مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو، ابولہب کی باندی کا نام تھا ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں بھی تھیں، انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا، درّہ بنت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ آپ ان سے نکاح فرمائیں، تو فرمایا کہ نہیں۔

ان کے والد حضرت حمزہ، جو میرے چچا بھی ہوتے ہیں اور ان کی یہ بیٹی ہے، تو چچا کی بیٹی سے تو میرا نکاح ہوسکتا ہے لیکن حضرت حمزہ میرے رضاعی بھائی بھی ہیں، کیونکہ ثویبہ نے مجھے اور حضرت حمزہ دونوں کو دودھ پلایا تھا، تو میں اس کا رضاعی چچا ہوا، اس لئے میرا اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

تو ثویبہ کو جیسے ہی پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

آمنہ کی گود میں ہیں، وہ بھاگی بھاگی اپنے مالک ابولہب کے پاس جاتی ہیں اور خوش خبری سناتی ہیں کہ آپ کے یہاں بھتیجا پیدا ہوا، آپ کے مرحوم بھائی عبداللہ کے یہاں اللہ نے بیٹا دیا، تو بھتیجے کے آنے کی خوشی میں ابولہب نے کہا کہ جاؤ! تم آزاد ہو اور انگلی سے اشارہ کیا۔

اتنی محبت نے ابولہب کو نفع دیا

بخاری کی روایت میں تعلیقاً ہے کہ ابولہب کے متعلق مروی ہے، اگر ہمارا کسی کا خواب ہوتا یا کسی اور کا نام ہوتا تو ہمارا مذاق اڑایا جاتا، مگر امام بخاری کا نام اس لئے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کوئی سند ذکر نہیں کی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابولہب کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے؟ ابولہب کہتا ہے کہ اِنِّیْ سُقِیْتُ بِھٰذِہٖ، کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی ثویبہ نے جب آکر مجھے خوش خبری سنائی تھی، میں نے اس وقت انگلی کے اشارے سے اس کو آزاد کیا تھا، اتنی محبت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جتائی تھی اور آپ کے لئے خوشی کا اظہار کیا تھا، اِنِّیْ سُقِیْتُ بِھٰذِہٖ، ویسے تو مجھے عذاب ہو رہا ہے، چاروں طرف آگ ہی آگ ہے، مگر پینے کے لئے جب میری انگلی اپنے منھ میں ڈالتا ہوں تو سبابہ اور ابہام کے درمیانی چمڑے سے مجھے پینے کو شربت ملتا ہے، کہاں جہنمی اور کفار اور مشرکین اور ان کا عذاب، اور کہاں ان کے لئے شراب کا انتظام اور شربت کا انتظام، ابولہب کہتا ہے اِنِّیْ سُقِیْتُ بِھٰذِہٖ۔

جب ابو طالب کو جو کافر مرے، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نفع دے سکتی ہے، ابولہب کتنا سخت ترین دشمن کافر مرا، اس کو نفع دے سکتی ہے، اگر ہم اپنی حالت بدلیں گے تو کیا ہمیں محبت نفع نہیں دے گی؟ جیسا میں نے عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا حال بدل کر رکھ دیں گے، صرف ہمیں اتنا کرنا ہے کہ ہم ترازو قائم کرلیں اور اس ترازو کو دیکھ کر توبہ کرتے رہیں، اس فرض کی طرف سے جو کوتاہیاں ہم سے ہوئیں اس کی طرف سے ہم توبہ کرتے

رہیں، پھر دیکھئے! اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کیا معاملہ ہوتا ہے۔

ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جانوں، اپنی اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت کریں۔

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری اس محبت کی خبر ہوتی ہے؟ دوستو! عرض ہے کہ، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم عطا فرماتے ہیں کہ یہ بندہ آپ سے زیادہ محبت کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کر دیا جاتا ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں قبر اطہر سے اس کے دل کا نظارہ فرما کر اس کی طرف نگاہِ کرم کرتے ہیں۔

مولانا عین القضاۃ کی زیارت اور ترکیسر حاضری

ہمارے ترکیسر میں نقشبندی بزرگ تھے، حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ، بڑے اونچے بزرگوں میں سے ہیں، یہ ترکیسر میں ہیں یہ اُدھر لکھنؤ کبھی نہیں گئے، کبھی سفر نہیں فرمایا حضرت نے لکھنؤ کا، اور حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، محدث لکھنؤ، انہوں نے کبھی ترکیسر کا نام تک بھی نہیں سنا، سفر تو درکنار۔

ایک دن مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان کے شاگرد جو روزانہ سبق پڑھنے کے لئے آتے ہیں، حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب، وہ معمول کے مطابق سبق کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ حضرت، میں نے آج ایک عجیب خواب دیکھا کہ مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بہت بڑی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت، بہت بڑی دولت ہے، اللہ کے نیک بندوں کو ہوتی رہتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا بہت بڑی سعادت ہے اور ہر مؤمن کے دل میں

یہ تمنا رہتی ہے کہ اسے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوجائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حقیقت میں بہت بڑی سعادت ہے۔ اللہ پاک اپنے فضل سے ہم سب کو بار بار نصیب فرمائیں۔آمین۔

متعدد حضرات کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھنا

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سعادت ہے اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا یہ بھی بہت بڑی سعادت ہے۔

ان چند دنوں میں ایک دو نہیں کم از کم آدھے درجن سے زیادہ خواب لوگوں کے میرے پاس آئے ہوئے ہیں، خواب دیکھنے والے انگلینڈ میں بھی ہیں اور ٹورنٹو میں کسی نے خواب دیکھا، ان تمام چھ سات خوابوں میں یہ تذکرہ تھا کہ ہم نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے، کسی نے لکھا کہ میں نے فلاں جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، کسی نے لکھا فلاں جگہ دیکھا، مقامات بھی الگ الگ ہیں، تو میں نے تعبیر دیتے ہوئے یہ جواب میں لکھا، جواب میں اِنا للہ میں نے لکھا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کے خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں مسیحیت اور عیسائیوں کا غلبہ ہوگا، تو وہی ہوا۔

اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یہ بہت بڑی نعمت بھی ہے، مگر تعبیر ہر خواب کی مختلف ہوتی ہے، اِدھر حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحی صاحب کو اپنا خواب سناتے ہیں کہ حضرت میں نے آج خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم لکھنؤ سے دہلی جاؤ، دہلی سے بمبئی کا سفر کرو، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا، اور ارشاد فرمایا کہ تم وہاں سے ریل سے کیم کے اسٹیشن پر اترو، اور وہاں سے پیدل اتنے میل کا سفر کرو، وہاں اس طرح کا اس نام کا ایک گاؤں ہے، وہاں جب تم داخل ہو گے تو وہاں ایک جامع مسجد ہوگی، اس کے پیچھے ایک محلّہ ہے اور اس میں یہ بزرگ رہتے ہیں، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت بھی کرائی، کہ یہ بزرگ ہیں، تم ان سے جا کر بیعت ہوجاؤ، پورا راستہ بتایا گیا، پوری ہدایت دی گئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رہنمائی خواب میں ان کو فرمائی۔

حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب نے جب یہ خواب عرض کیا تو حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے فرمایا کہ اس میں جھجک کی کیا بات ہے؟ آپ سفر کرو اللہ کا نام لے کر، انہوں نے سفر کیا، ترکیسر پہنچے، پوچھا کہ جامع مسجد کہاں ہے؟ جامع مسجد کے پیچھے محلّہ میں پہنچے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ جن کی شکل خواب میں دکھائی گئی تھی، حضرت وہاں تشریف رکھتے ہیں، بلکہ ہاتھوں میں چارہ ہے اور بیلوں کو چارہ ڈال رہے ہیں، انہوں نے خواب میں اچھی طرح دیکھا تھا، یاد تھا، پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں، قریب پہنچ کر عرض کیا السلام علیکم، حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا وعلیکم السلام، اچھا! خواب دیکھ کر تشریف لے آئے؟

میں کہتا ہوں دیکھئے! اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں گے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس کے کس طرح منظورِ نظر بنیں گے کہ کتنا ربط وارتباط ہوگا، کتنا تعلق کہ ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، اِدھر خواب دیکھنے والے کو معلوم، ادھر موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم کہ ان کو یہ خواب دکھلایا گیا ہے۔

دوستو! اپنی طرف سے یہ میزان اور ترازو قائم کر کے ٹٹولتے رہیں، اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے جتنا ہو سکے کرتے رہیں، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نوازیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

٣٠
الله
رسول
محمد

بڑھاپا ہے چلا ہوں سوئے طیبہ
لرزتا لڑکھڑاتا سر جھکائے

گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری
پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے

کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا
تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے

کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی
کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے

نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی
کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے

مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے
دَیا والا میری نیّا لکھائے

نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی
وہیں رکھےّ خدا واپس نہ لائے

وہاں جا کر کہوں گا گڑ گڑا کر
سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے

سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے
سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے

سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے
سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے

سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے
سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

(حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

الحمدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

یہ مشکوۃ شریف کا اختتام ہے اور ابھی صحیح بخاری کی بسم اللہ ہو رہی ہے، اللہ تبارک وتعالی پڑھنے والیوں کو، پڑھانے والیوں کو سب کو قبول فرمائے اور ان اعمالِ خیر کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالی دنیا میں امن وسکون قائم فرمائے، مصائب اور فتن کا خاتمہ فرمائے۔ مشکوۃ کی آخری حدیث پڑھی جائے گی اور یہ مشکوۃ کا اختتام ہے، مصنف نے یہ حدیث اختتام کے لئے منتخب فرمائی، اس پر مجھے انجیل کا اختتام یاد آیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ، انہوں نے چاہا کہ اپنی ایک مہر بنائیں۔ ملوک اور سلاطین، خلفاء، حکام کے ساتھ ان کا رابطہ، واسطہ رہتا

تھا، اس کے لئے انہیں اس کی ضرورت پیش آئی کہ مہر بنائیں۔

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دنیا بھر کے ملوک اور سلاطین کے نام جب گرامی نامے تحریر فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ جس طرح قبائل، اور قبائل کے سرداروں کے نام خطوط بھیجے جاتے ہیں، اس طرح اگر ان ملوک اور سلاطین کو گرامی نامہ بھیجا جائے گا تو ان کے قاعدہ کے مطابق اور ان کے رسم کے مطابق وہ پڑھنے کے قابل نہیں ہوگا، وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کریں گے، ان کے اصول اور ضابطہ کے مطابق ضروری ہے کہ اس پر مہر ہو، صحابۂ کرام کے اس مشورہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی **محمدٌ رسول اللہ**، انگوٹھی پر یہ مہر کندہ تھی۔

ہمارے امام ابو حنیفہ ہیں، ہم حنفی ہیں، اللہ تبارک و تعالی نے ان مذاہبِ اربعہ، مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کو شرفِ قبول عطا فرمایا کہ دنیا بھر میں ابتدائی صدیوں سے لے کر آج تک، دنیا بھر کے کونہ کونہ میں یہ چار مذاہب رائج ہے۔ ابھی یہ جو سلفیت کا فتنہ ہے، یہ تو نوزائیدہ ہے، کبھی کبھی یہ پیچھے بھی فتنہ اٹھا ہے، ختم ہو گیا ہے۔

ابن عربی مالکی اور سلفیت

اندلس کے ایک ابن عربی ہیں۔ ابن عربی مشہور دو ہیں، ایک ابن عربی محدث اور ایک ابن عربی صوفی، امام الصوفیہ، دونوں بڑے معرکۃ الآراء شخصیات میں سے ہیں۔ ابن عربی کے دور سے لے کر آج تک مستقل ایک گروہ رہا کہ جنہیں اس میں دلچسپی ہوگئی کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، اور ان کی تکفیر کو کارِ ثواب جان کر اس کے پیچھے مستقل پڑے رہے، کتابیں لکھی گئیں، حالانکہ وہ اللہ تعالی کے مقرب بندوں میں سے، نیک بندوں میں سے، اولیاء اللہ میں سے ہیں، بلکہ گروہِ اولیاء کے امام اور سردار ہیں۔

یہ دوسرے ابن العربی اندلسی ہیں، اندلس، اسپین کے، انہوں نے سنن ترمذی کی ایک شرح

لکھی ہے، عارضۃ الاحوذی، اس میں ایک جگہ انہوں نے ایک قصیدہ لکھا ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار اس میں لکھے ہیں، اور وہ لکھتے ہیں کہ صدیاں گزر گئیں اسلام اور اسلام کے پیرو کار اور مسلمان ان چار مذاہب کے متبع تھے: حنفیت، شافعیت، حنبلیت اور مالکیت اور ان چار کے سوا اہلِ حق کا کوئی پانچواں گروہ نہیں تھا۔

انہوں نے لکھا کہ ہمارے اس زمانہ میں ایک چھوٹی سی جماعت شرارت پسند لوگوں کی پیدا ہوئی ہے، معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ میں ابتدا ہوئی، پھر انہوں نے ان کی برائی میں ایک قصیدہ لکھا، سلفیوں کے ائمہ میں ابن حزم ہیں، وہ بھی اس علاقہ میں تھے، تو یہ چاروں مذاہب صدیوں سے چلے آرہے تھے اور ان کے زمانہ میں ایک جماعت پیدا ہوئی لیکن وہ ختم ہوگئی تھی، ابھی پھر کچھ عرصہ سے نام سنا جارہا ہے۔

امامِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذکاوت

میں ہمارے امام، امامِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنے جا رہا تھا کہ آپ کی ذکاوت، حذاقت، ذہن کی تیزی، ذہن کی رسائی، دوست اور دشمن، ماننے والے اور منکرین، سب کے نزدیک مسلّم تھی، سب مانتے تھے، اسی لئے گروہِ علماء میں حسّاد پیدا ہوئے، ان سے حسد کیا گیا۔

یہاں تک کہ وہ فرماتے ہیں کہ **ابن ابی لیلی یستحل منی مالا یستحل من الحیوان** ، ابن ابی لیلی میرے متعلق وہ خواہش اور تمنا رکھتے ہیں جو ایک جانور کے متعلق کوئی انسان سوچ نہیں سکتا، **ابن ابی لیلی یستحل منی ما لا یستحل من الحیوان**، کہ میرے متعلق وہ چیزیں حلال سمجھتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حکام

اسی لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو، چاروں ائمہ کو طرح طرح کے مصائب سے گزرنا پڑا۔ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو، اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال میں

بھی بعضوں نے کہا کہ امام اعظم کی طرح انہیں بھی شہید کیا گیا۔ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلقِ قرآن میں جو ابتلاء پیش آیا، اس فتنہ کی وجہ سے جو آپ پر مصیبتیں اور قیامتیں نازل ہوئیں حکام کی طرف سے، اس کو انسان پڑھ نہیں سکتا، دل دہل جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ دیکھا کہ ان کا کیا کریں؟ ساری خلقت ان کو ماننے والی، شرقاً وغرباً ان کے تمام شاگرد اور تلامذہ پھیلے ہوئے ہیں، مالکی مذہب یہاں اندلس تک تھا، اسپین تک پہنچ گیا تھا، اسی لئے آج تک ان تمام علاقوں میں آپ جائیں گے، تونس جائیں، مراکش جائیں، لیبیا، ان تمام علاقوں میں مالکی مذہب رائج ہے، طلاق مکرہ یا کسی مسئلہ کی وجہ سے ان کو حکومت نے مجبور کرنا چاہا اور وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے، تو آپ کے کندھے اتار دئے گئے، ایک نے ادھر سے پکڑا، ایک ادھر سے پکڑا اور الگ کر دیا، دونوں ہاتھوں سے معذور ہو گئے، اسی لئے ارسال ہے مالکیہ کے یہاں، اللہ اکبر! تو ماننے والے نے بھی، سبحان اللہ! معتقدین ہوں تو ایسے ہوں، چاہنے والے ہوں تو ایسے ہوں۔

انہوں نے دیکھا کہ ہمارا امام آج تک تو اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کر کے ہاتھ باندھا کرتا تھا اور اب یہ معذور ہو گیا، ہاتھ نہیں باندھ سکتا، تو جس طرح وہ ارسال کرتے ہیں ہم بھی ارسال کریں گے، ان کے پیچھے پیچھے، جنت میں یقیناً جائیں گے، ان کے پیچھے ارسال کر کے ہم بھی جائیں گے، یہ ارسال ان کو کیوں کرنا پڑتا تھا کہ ہاتھ باندھ ہی نہیں سکتے تھے، جس طرح ہم لوگ باندھ سکتے ہیں، اس کی طاقت ہی نہیں تھی اتار دئے گئے تھے، یہاں سے کندھے کے جوڑوں سے الگ کر دیا گیا تھا، یہی حال پہنچوں کا، یہاں سے الگ کر دئے گئے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیعہ حاکم

یہی حال حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کیا گیا، کہ دہلی میں ایک شیعہ حاکم آیا، اس نے دیکھا کہ اب بدلہ لینے کا وقت ہے، انہوں نے بڑی کتابیں لکھیں ہمارے مذہب کے

خلاف، شیعوں کے خلاف، انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہنچے جوڑ میں سے الگ کردئے تھے۔

ائمۂ اربعہ کا ابتلاء

یہ ابتلاء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پیش آیا، امام احمد کو بھی پیش آیا، امام مالک کو بھی پیش آیا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پیش آیا، بڑی لمبی تفصیل ہے اور پچاسوں واقعات ہیں ان کے اس سلسلہ کے، ابتلاء کے، اور یہ ظلم صرف ایک نے نہیں کیا بلکہ، دسیوں خلفاء بدلتے رہے اور ہر ایک اسی طرح ایذاء دیتا رہا۔

ایک ہی جرم تھا ان کا کہ شروع سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اہلِ بیت کے ہم نوا تھے، یزید اور امام حسین کا جو معرکہ کربلا میں پیش آیا، وہاں سے یہ دو گروہ بنے، دو سیاستیں چلیں، ایک اہلِ بیت کو ماننے والے اور دوسرے ان کے مخالف تھے۔ ان تمام مصیبتوں سے گزرنے کے باوجود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی غلطی سے بھی ''یس سر!'' (Yes Sir!) نہیں کہا کسی حکومت کے سامنے، کبھی نہیں۔ ہمیشہ حق پر ڈٹے رہے، اسی لئے میں نے کہا کہ دوست اور دشمن سب ہی حذاقت کے معترف تھے، دشمن زیادہ تھے، پھر بھی آپ دیکھتے ہیں ان مظالم کے باوجود، پوری دنیا حنفیوں سے بھری پڑی ہے، وہ حکام ختم ہوگئے، ان کی قبروں کا نام ونشان ختم ہوگیا، ان کو نہ کوئی جاننے والا، نہ کوئی ماننے والا، حالانکہ اتنی بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک تھے، مگر امام اعظم کا نام آج تک تابندہ اور زندہ ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکاوت

غرض خلیفہ نے آپ کو بلایا، کیوں کہ ایک مسئلہ وہ خود سے حل نہیں کر سکے، مسئلہ یہ تھا کہ خلیفہ کے پاس ایک موتی لایا گیا، کسی اور کے خزانے سے انہیں ملا، اس موتی پر عبارت لکھی ہوئی تھی، کندہ تھی، لیکن وہ موتی بڑا قیمتی تھا، بہت کوشش کی کہ کہیں سے اس طرح کا موتی، اتنا قیمتی مل جائے نہ مل سکا، تو خلیفہ نے کہا کہ اچھا انہیں، ابوحنیفہ کو بلاؤ۔

امام صاحب کو بلایا گیا، خلیفہ نے کہا کہ یہ موتی ہے، اس کے اوپر پہلے والوں کی اپنی مہر انہوں نے بنا رکھی ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے "عطاء بن عبداللہ"، تو اس نے کہا کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس طرح کا اور کوئی موتی ملتا تو میں اس پر اپنا نام کندہ کرواتا، اپنی مہر بناتا، مگر یہ کسی کا نام ہے اس کو مہر کے طور پر استعمال نہیں کر سکتا، اب اس کا آپ کوئی حل بتائیں گے، امام صاحب کا ذہن فوراً کام کرتا تھا، ہمیں تو کچھ سوچنے کی مہلت بھی درکار ہوتی ہے۔

ذکاوت کا ایک اور واقعہ

ایک دفعہ ساتھیوں کے ساتھ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہیں ریگستان میں ٹھہرے ہوئے تھے، کسی نے دیکھا کہ یہ کوئی قافلہ آیا، ٹھہرا ہوا ہے، راستہ پر دوسرا قافلہ جو گزر رہا تھا وہ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس یہ کھانا ہے، سالن ہم نے پکایا ہے، کوئی برتن ہو تو لاؤ، ہم آپ کو دینا چاہتے ہیں۔

تو سب ساتھیوں میں سے کسی کے پاس اس طرح کا کوئی برتن نہیں تھا، انہوں نے کہا ہمارے پاس تو صرف سفرہ ہے، برتن تو ہے نہیں۔ انہوں نے کہا اچھا، پھر ہم برتن نہیں ہے تو نہیں دے سکتے، ہم تو جا رہے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ادھر لائیے، اور وہ جو سفرہ تھا، چمڑے کا دستر خوان، امام صاحب نے ریگستان میں زمین پر اسے رکھا اور یہ ریت ہٹائی، پیالہ بنا دیا۔ فرمایا لاؤ، سالن دو، فوراً امام صاحب کا ذہن کام کرتا تھا۔

جیسے ہی خلیفہ نے پوچھا کہ اس مہر کو میں استعمال کس طرح کر سکتا ہوں؟ برجستہ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ بہت آسان ہے، سب دنگ رہ گئے کہ ہم کتنے مہینوں سے اس میں پھنسے ہوئے ہیں، تمام وزراء، حکماء، عقلمند، سارا دربار بھرا ہوا ہکا بکا کہ ہم اس کا کوئی حل نہیں نکال سکے، اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ بہت آسان ہے۔

فرمایا کہ یہ لکھا ہوا ہے کہ عطاء بن عبداللہ تو فرمایا کہ یہ جو بن کی با ہے اس با کو اور تھوڑا سا کرید دو اور بنا دو من، تو عطاء من، اور عبداللہ کا جو نیچے نقطہ ہے اس پر ذرا سا کچھ پھیر دو، تراش

دو اور تھوڑا سا کہ پھول پٹی کی طرح یہ بن جائے خوبصورتی کے لئے، اور نقطہ اصل اوپر لگا دو تو بن جائے گا ''عطاء من عند اللہ'' کہ تم نے کسی کے مال میں سے اس پر قبضہ کیا ہے، اللہ کی طرف سے تمہیں عطاء ملی، بخشش ملی، تو یہ تھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذہن کی تیزی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ کی مہر

یہ مہر کے سلسلہ میں امام صاحب کی مہر مجھے یاد آئی کہ آپ نے عطاء من عند اللہ کی مہر خلیفہ کو بنا دی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی **محمد رسول الله** تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ کو مہر بنانے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے سوچا کہ میں اپنی مہر پر کیا کلمات کندہ کرواؤں، کیا لکھوں، سوچتے رہے، سوچتے رہے، خواب دیکھا۔

خواب میں حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت ہوئی، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تم مہر کی عبارت کے سلسلہ میں پریشان ہو، کہ کیا کندہ ہونی چاہئے؟ ہم بتاتے ہیں، آؤ، لکھو، **لاالٰہ الاالله الملک الحق المبین**، روضۂ اقدس کی پرانی جالی مبارک پر آپ نے دیکھا بھی ہوگا، اس کے بعد آگے لکھا ہوتا ہے **محمد رسول الله الصادق الوعد الامین**۔

حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ کو، کہ اپنی مہر پر آپ لکھوایئے **لا الٰہ الا الله الملک الحق المبین**، اور کیوں؟ فرمایا کہ اس لئے کہ ہماری انجیل کا اختتام انہیں کلمات پر ہے۔

یہ تثلیث کا درس نہ حضرت عیسی علیہ السلام نے دیا، نہ عیسی علیہ السلام کے صحابۂ کرام نے دیا، **لا الٰہ الا الله** ان کی انجیل کا اختتام ہے، حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری انجیل کا اختتام انہیں کلمات پر ہے، **لاالٰہ الا الله الملک الحق المبین**، میں نے تو اس پر عرض کیا کہ یہ آخری حدیث مصنف نے اپنی مشکوۃ کی اختتام کے لئے منتخب کی، تو اس پر مجھے انجیل کا اختتام یاد آیا، اللہ تبارک وتعالی اس پڑھنے پڑھانے کو قبول فرمائے۔

میں آپ کے ساتھ زمین پر موجود ہوں، یہ ہی میری کرامت ہے

یہ دور بڑے فتنوں کا ہے، پڑھنے پڑھانے سے بھی کام نہیں چلتا اور عمل کرتے رہیں، کرتے رہیں، اس سے بھی کام نہیں چلتا۔ علوم کے دفتر کے دفتر مل جائیں اور اعمال کا ذخیرہ پہاڑوں کے مانند کوئی اپنے لئے تیار کرلے، پھر بھی اسے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے۔

مجھے ہمارے حضرت صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ یاد آئے، یہاں بھی تشریف لائے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار میں بھی ساتھ رہتے تھے، برطانیہ کے حضرت کے سفر کے بعد بھی کئی ماہ ہمارے ساتھ یہاں قیام رہا، پھر پاکستان میں بڑا خانقاہی سلسلہ اللہ تبارک وتعالی نے ان کے ہاتھوں قائم فرمایا پشاور میں، اٹک ضلع میں، صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں، ٹکسالہ میں بہت بڑی ان کی خانقاہ تھی، اب تک بھی ہے۔

حضرت صوفی صاحب کو خدام لے جا رہے ہیں، حرم شریف حاضری ہو رہی ہے نماز کے لئے، وہیل چیر خدام چلا رہے ہیں، کچھ ساتھی آگے، کچھ ساتھی پیچھے پیچھے چل رہے ہیں، تو کسی نے جرأت کر کے کہا حضرت! یہ ساتھی کچھ کہہ رہے ہیں، پھر وہیل چیر چلتی رہی، صوفی صاحب نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے یہ کہتے ہیں کہ حضرت، کوئی ایک کرامت دکھائیں، تو جب یہ کلمہ انہوں نے سنا، سوال سنا کہ کرامت دکھائیں، ان کا سوال یہ ہے کہ آپ کوئی کرامت دکھائیں۔ فرمایا ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، پوچھنے والے سے کہا کہ ٹھہر جائیں اور اس کے بعد حضرت کے آنسو رواں ہوئے، پھر ہچکی شروع ہوئی، بول نہیں پا رہے تھے، پھر جب گویا ہوئے تو فرمایا کہ یہ میں آپ کے ساتھ زمین پر موجود ہوں، یہ ہی میری کرامت ہے، ورنہ میرے گناہوں کا پہاڑ تو اتنا بڑا ہے کہ میں زمین میں میلوں اندر دھنس گیا ہوتا۔

ہائے میرے گناہوں کا پہاڑ

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ

علیہ کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ دار العلوم میں یہ تشریف لائے، کسی نے پوچھا کہ حضرت، اپنے پیر اور مرشد کی خدمت میں حاضری کی سعادت ملے، ہم ان کی مجلس میں ہوں، تو کیا تصور کرنا چاہئے؟ آیا وہاں بیٹھ کر درود شریف پڑھے، ذکر کرے، تسبیح پڑھے، تلاوت کرے، پاس انفاس کرے، مراقبہ کرے، کیا کرے؟ تو یہ گفتگو کا موضوع تھا، اس پر گفتگو ہو رہی تھی، اسی کے دوران کسی نے پوچھ لیا کہ حضرت، آپ کا کیا معمول ہے؟ حضرت شیخ کی مجلس میں آپ کا معمول کیا ہے؟ آپ کیا تصوّر کرتے ہیں یا کیا پڑھتے ہیں؟

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں، تو میرے سامنے میرے گناہوں کا پہاڑ ہوتا ہے۔ میں اس سے ڈرتا رہتا ہوں کہ اب گرے، تب گرے۔ امام ہیں، ہندوستان کے مفتیٔ اعظم ہیں، حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، رئیس الفقہاء ہیں، مگر وہ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو اس سے ڈرتا رہتا ہوں کہ میرے گناہوں کا پہاڑ میرے سامنے ہے، میرے اوپر اب گرے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مؤمن اپنے گناہوں کو ایسا ہی سمجھتا ہے، پہاڑ، کہ اب گرنے والا ہے میرے اوپر، اور فرمایا کہ منافق اپنے کرتوت کو یاد تو کرتا ہے کہ یہ کرتوت مجھ سے ہوئے ہیں، مگر فرمایا کہ اس طرح، ایک مکھی جس طرح ناک پر بیٹھی، اڑا دی۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بزرگوں میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ، یہ بہت اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے ہیں، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے ایک خادم نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت، ایک بات پوچھنی ہے کہ ہم ہر وقت حضرت کو دیکھتے ہیں، ہر تھوڑی دیر کے بعد حضرت کا ہاتھ جاتا ہے، پیشانی ناک پر جاتا ہے ایسے، کہتے

ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اپنے چہرے کوٹٹولتے ہیں، کوئی تکلیف ہے کہ ہر وقت پیشانی، آنکھ، ناک، کان، گال، ہونٹ، بس جس طرح کوئی آدمی، ڈاکٹر ٹٹولتا ہے اس طرح آپ کا ہاتھ جاتا ہے؟

وہ رو پڑے، رو پڑے اور عرض کیا کہ مجھے میرے گناہوں کی نحوست سے ہر وقت اس کا ڈر رہتا ہے کہ میری صورت انسانی صورت سے مسخ ہو کر جانور کی صورت تو نہیں بن گئی۔ کتنا استحضار اپنے گناہوں کا!

مولانا ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسی پر مجھے ایک اور ہمارے مولانا ثابت علی صاحب جو مظاہر العلوم کے استاذ تھے ان کا قصہ یاد آیا، کہ ان کی عادت تھی ہر وقت اس طرح کرتے رہتے تھے، زبان پوری باہر نکال کر ہونٹ پر پھیر رہے ہیں، بار بار، بہت بڑے منطق اور فلسفہ کے امام تھے، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، تک کا سارا علاقہ، کسی کو منطق، فلسفہ، نحو یہ علوم پڑھنا ہوں تو ان کے یہاں جاتے تھے، پورے علاقہ کے سب سے بڑے امام ان علوم کے، وہ شاگرد پوچھتا ہے کہ حضرت یہ ایک حرکت جو ہر وقت ہم دیکھتے ہیں، یہ عام کوئی آدمی بھی اس کو نہیں کرسکتا، تو ہر وقت آپ کیوں ایسا کرتے ہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ میرے برابر میں ایک ساتھی تھا، اس کو جب وہ زخمی ہوئے، تو میں نے اس کا سر اپنی گود میں لیا اور میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کہ آسمان کے دروزے کھلے، وہاں سے دو حوریں اتریں، جو ہمارا ساتھی زخمی ہوا تھا، جس کو گولی لگی تھی، ایک حور ہے اس کے ہاتھ میں جام ہے، پیالہ ہے اور اس نے نیچے اس کے پاس آتے ہی اس کے منہ کے پاس پیالہ تھما دیا، اور اس کو پلانا شروع کیا اور اتنے میں اس کی روح پرواز کرگئی۔

اتنے میں میں دیکھ رہا ہوں کہ جو دوسری حور ساتھ والی تھی، اس نے ایک جام میرے ہونٹ کے ساتھ لگا دیا، اس کی ساتھ والی جو حور تھی، اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ نہیں ابھی

نہیں، یہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ وہ دن اور آج کا دن وہ صرف جام جو میرے ہونٹوں کے ساتھ لگا تھا اوراس میں اتنی لذت ہے، اتنی لذت ہے کہ اب تک میں، اتنے برس ہو گئے، میں اسے چاٹتا رہتا ہوں۔ [1]

حضرت سَری سقطی سے پوچھا گیا کہ آپ چہرے پر ہر وقت ہاتھ پھیرتے ہیں، ہر وقت یہ حرکت؟ تو فرمایا کہ مجھے اپنے گناہوں کے نحوست کی وجہ سے اس کا ڈر رہتا ہے کہ میری شکل تو مسخ نہیں ہو گئی۔

مسخ صوری کا ایک واقعہ

مشکوۃ ہی کی شرح میں ایک قصہ لکھا ہے جہاں یہ حدیث آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی امام سے پہلے رکوع سے اپنا سر اٹھالے تو اس کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کی شکل مسخ ہو کر انسانی شکل سے گدھے کی شکل نہ بنا دی جائے، امام سے مسابقت کسی چیز میں نہیں کی جاسکتی، ہم تابع ہیں، امام کے بعد اللہ اکبر کہیں گے، امام کے بعد رکوع سے اٹھیں گے، امام کے بعد سجدے میں جائیں گے۔

اسی لئے میں ہمیشہ ہمارے یہاں دار العلوم میں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ یہ جو آپ نماز میں سلام پھیرتے ہو، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اللہ کے مدکو لمبا کھینچ کر سلام نہ کریں، ایک طرف آپ نے سلام پھیرا، ابھی دوسری طرف کی آپ نے اپنی قراءت لمبی السلام شروع ابھی کر رہے ہیں اور وہ سارا مجمع ادھر گردن لے آیا، ابھی تو آپ السلام پر پہنچے ہیں اور مقتدی سلام سے فارغ بھی ہو گئے، جب کہ مالکیہ کے یہاں سلام کے کلمات پورے ہونے تک اگر امام سے پہلے مقتدی نے گردن پھیر لی تو اس کی نماز ٹوٹ گئی، اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس سے نہیں ڈرتا کہ جو امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھالے تو کہیں اس کی شکل مسخ ہو کر انسانی شکل سے گدھے کی شکل نہ بنا دی

---

[1] ملفوظات مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

جائے؟

شام کے ایک عالم کا قصہ مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ ان کا معمول تھا کہ وہ بہت بڑے محدث، ساری عمر حدیث پڑھاتے رہے مگر اس طرح جس طرح یہ پردہ پڑا ہوا ہے، بچیوں کو ہم پڑھا رہے ہیں، پردے کے پیچھے سے ہی ہمیشہ پڑھاتے تھے، بالمشافہ نہیں پڑھاتے تھے، ہمیشہ کے، مدتوں ایک ان کا شاگرد حاضر باش اس نے ایک دفعہ سوال کیا کہ حضرت، اتنے عرصہ سے میں آپ کی خدمت میں حاضری دیتا ہوں، اتنا کچھ میں آپ سے پڑھ چکا تو میری ایک تمنا ہے کہ کاش، میں آپ کی زیارت کر سکتا؟ میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ رہوں، آپ کی زیارت کروں، آپ کی خدمت کروں۔

استاذ نے پوچھا کہ اچھا آپ کے ساتھ پردے کے پیچھے اور کوئی تو نہیں ہے، جب اس کی تسلی کر لی۔ طالبِ علم نے کہا میں تنہا ہوں، تب فرمایا کہ اچھا اندر آؤ، جب وہ اندر گئے تو انہوں نے اپنے چہرہ کے اوپر نقاب ڈال رکھا تھا، پہلے قصہ سنایا کہ جب میں اس حدیث پر پہنچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھا لے، مسابقت کرے تو اس کو یہ سزا دی جا سکتی ہے اللہ کی طرف سے، تو میں نے دل میں سوچا کہ اتنی معمولی غلطی سرزد ہو جائے کسی سے اور اس کے لئے اتنی بڑی سزا کہ اللہ تبارک وتعالی تو کفر اور شرک اور الحاد اور منکرین کو اس روئے زمین پر برداشت فرما رہے ہیں تو ان پر اچانک کوئی عذاب نہیں آ جاتا، نہ مسخ کا، نہ زمین میں دھنسنے کا، تو یہ صرف امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھا لے اس پر اتنی بڑی سزا۔

فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس پر شک پیدا ہوا اور میں نے اس سے اور آگے بڑھ کر ایک دفعہ چونکہ دل میں اس پر یقین نہیں تھا تو میں نے امام سے پہلے سر اٹھا لیا، کہتے ہیں وہ دن اور آج کا دن، اس وقت سے میری شکل یہ ہوگئی۔

یہ کہہ کر انہوں نے جب وہ نقاب ہٹایا، اپنے چہرے سے رومال ہٹایا، ان کا شاگرد کہتا ہے کہ میں نے ان کی شکل دیکھی جو گدھے کی تھی، اسی لئے سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اپنے

چہرہ کوٹٹولتے رہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں، جو ہم اس اطمینان اور تسلی کے ساتھ ہیں اللہ تبارک وتعالی اپنی جناب کے بارے میں ہمارے اس اطمینان کو ختم کردے، ہم ہر وقت خائف رہیں، پریشان رہیں کہ ہم نے اتنے اپنی ہلاکتوں کے انبار اکھٹے کئے ہوئے ہیں جس کا کوئی حد وحساب نہیں اور یہ حضرات تو اپنے نیک کاموں سے ڈرا کرتے تھے، ہمیں تو اپنے گناہوں کا بھی ڈر نہیں۔

الحمد للہ کہنے پر استغفار

نیک کاموں سے کس طرح ڈرتے تھے، اس پر سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے، ہمارے یہاں ایک حکیم صاحب آتے تھے، لوگ حکیم استغفر اللہ انہیں کہا کرتے تھے، ہر وقت استغفر اللہ زبان پر تھا، اس لئے ان کا نام ہی پڑ گیا تھا حکیم استغفر اللہ، جس کو بھی دیکھتے فرماتے استغفار پڑھ۔ اسی طرح سری سقطی کا سب سے بڑا معمول فرائض کی ادائیگی کے بعد جو ان کے یہاں زیادہ تر زور تھا وہ استغفار پر تھا۔

سری سقطی سے کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ فلاں بزرگ کے یہاں ذکر اللہ پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے، فلاں کے یہاں تلاوت پر، فلاں کے یہاں فلاں چیز پر، آپ کے یہاں اس پر زور کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ اصل میں ایک واقعہ ہوا تھا ہمارے یہاں، میری دکان تھی بغداد میں فلاں علاقہ میں اور وہاں ایک دفعہ آگ لگی، زبردست آگ لگی، مجھے آکر کسی نے بتایا کہ آگ لگی اور کئی سو دکانیں ساری کی ساری جل گئیں اور کوئی گنتی کی پانچ دس دکانیں رہ گئیں جن میں سے آپ کی دکان بھی ہے، آپ کی دکان بچ گئی باقی سب دکانیں جل کر خاکستر ہوگئیں، جب اس نے یہ آکر مجھے بتایا تو میں نے کہا الحمد للہ، اس وقت تو نکل گیا میری زبان سے؛ الحمد للہ، بعد میں جب میں نے سوچا تو میں نے کہا کہ اوہو! میں نے یہ کاہے پر کہا الحمد للہ، اب ساری عمر سے میں اس الحمد للہ کے زبان سے ایک دفعہ نکلنے پر استغفار کرتا رہتا ہوں۔

’’جو جلے ہیں وہ بھی میرے ہیں‘‘

ایک دفعہ منٰی میں آگ لگی، لگتی بھی تھی، دشمن مسلمانوں کے اس تجمع کو پسند نہیں کرتے تھے، وہ نقصان پہنچانے کے لئے لگا دیتے تھے اور حکومت کتنے انتظامات کے باوجود، وہ بیچاری قابو نہیں پاسکتی تھی، اسی لئے منٰی میں پھر انہوں نے یہ نئے طریقہ کے ٹینٹ لگائے، ورنہ وہ جو ٹینٹ تھے اس میں ہر سال آگ لگتی تھی۔

منٰی میں ایک دفعہ آگ لگی، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس خدام بھاگے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ حضرت فلاں جگہ آگ لگی ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمارے فلاں فلاں ساتھیوں کے خیمے بھی تھے، مگر ان کے خیمے تک پہنچ کر آگ رک گئی اور الحمد للہ وہ سارے حضرات بچ گئے، اب حضرت کا جواب سنئے، حضرت نے فرمایا کہ جو جلے ہیں وہ بھی میرے ہیں، یعنی تم تو خوش ہو رہے ہو کہ ہمارے ساتھی بچ گئے، جلنے والے بھی ہمارے ہی ساتھی تھے، حضرت نے فرمایا کہ جو جلے ہیں وہ بھی میرے ہی تھے۔

اسی طرح سری سقطی فرماتے ہیں کہ جب اس نے مجھے آکر بتایا کہ وہ دکانیں سب جل گئیں، پانچ دس رہ گئیں جن میں آپ کی دکان بھی تھی، تو میں نے کہا الحمد للہ۔ بعد میں مجھے تنبہ ہوا کہ یا اللہ! اتنے مسلمانوں کا اتنا بڑا نقصان ہوا اس پر میں نے کہا الحمد للہ، تو میں نے جو وہ الحمد للہ کہا تھا تو ساری عمر سے، اتنے تیس برس سے اس کے لئے استغفار کر رہا ہوں کہ میں نے وہاں الحمد للہ کیوں کہا تھا۔

ایسا انسانیت والا دل اللہ تعالی ہمیں بھی نصیب کرے کہ ہمارے دل میں سب کا درد ہو، ہر ایک کا ہم درد پہچانیں، صرف ہم اپنی ذات تک ہر چیز میں محدود ہو کر رہ گئے ہیں، کہ ہم اپنے اس وجود کو کیسے فائدہ پہنچائیں، اس کو کیسے راحت پہنچائیں، چاہے دوسرے کا حق ماریں، چاہے دوسرے کا کچھ بھی ہو جائے، تو یہ تو درندوں میں بھی نہیں ہوتا، اللہ تعالی اس درندگی کی صفت کو ہم سے ختم فرمائے، جس طرح انہوں نے اس پر ساری عمر استغفار کیا الحمد للہ

کہنے پر کہ میں اتنے تیس برس سے اس کے لئے استغفار کر رہا ہوں کہ میں نے کیوں الحمدللہ وہاں اس موقع پر کہا ہوگا۔

اب ختم کرتے ہیں، اور ابھی میں یہ حدیث مشکوۃ کی پڑھ دیتا ہوں، پھر صحیح بخاری کی پہلی حدیث پڑھ دیتا ہوں اور اس کے بعد ہمیں چونکہ آگے دو تین گھنٹے کا لمبا سفر ہے، آگے جانا ہے، ابھی سفر سے آئے ہیں پانچ چھ گھنٹے کے سفر سے۔

دوستو، یہ ہر وقت خائف رہنا چاہئے، ڈرتے رہنا چاہئے جس طرح ان بزرگانِ دین کے متعلق آپ نے سنا کہ اپنے گناہوں سے نہیں، اپنی نیکیوں سے، الحمدللہ کہنے سے کہ کیوں کہا، اس سے ساری عمر استغفار کر رہے ہیں۔

کنکریوں کی شہادت

یہ ڈرنا انہوں نے سیکھا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفود آتے تھے، جلدی میں یہ حدیث بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔ ایک وفد آیا یمن سے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے آنے والے غیر مسلم وفد نے آکر دیکھا کہ مسجد نبوی میں تمام صحابۂ کرام نظریں نیچی کئے ادب سے بیٹھے ہیں، انہوں نے آکر جس طرح بادشاہوں کے دربار میں سلام کیا جاتا ہے اس طرح وہ جھک گئے اور جھک کر انہوں نے سلام کرنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں نہیں، **انا لست بملک**، میں بادشاہ نہیں ہوں، بادشاہوں کی طرح سلام کی ضرورت نہیں، یعنی اللہ کے سوا کسی کے آگے یہ پیشانی جھکنی نہیں چاہئے۔

اس کے بعد انہوں نے آنے کا مقصد بتایا کہ ہم یمن سے آئے ہیں، اور ہمارے آنے کا مقصد ہے آپ کے دین کے متعلق معلومات حاصل کرنا کہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ یہ کیا دین ہے، اپنے ہی طور پر انہوں نے اُس کے لئے ایک امتحان لینے کا طریقہ سوچا تھا۔

وہ کہنے لگے کہ اچھا اب ہمارا مقصد یہ ہے اور اس کے لئے **خَبَأنَا لَکَ**، کہ ہم نے اپنے

دماغ میں ایک چیز سوچی، ایک چیز ہم آپ کو بتا نہیں رہے کہ ہم نے کیا سوچا، آپ بتائیے کہ ہم نے ہمارے دماغ میں کیا سوچا ہے، کیوں کہ آپ کا اللہ سے واسطہ ہے، اللہ کی طرف سے آپ پر تازہ وحی آتی ہے، اور تازہ خبریں آپ کو ملتی ہیں، نحنُ **خبأنا لک** ، ہم نے ایک چیز چھپائی ہے بتائیے کہ کیا چیز چھپائی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **انا لست بکاھن** یہ تو جو کاہنوں کے پاس جاتے ہیں ان کے امتحان لینے کا طریقہ ہے، ان کا امتحان لیتے ہیں کہ یہ چیز ہم نے چھپائی، اگر وہ صحیح بتاتے ہیں تو اس کے، کاہن کے معتقد بن جاتے ہیں، فرمایا کہ **انا لست بکاھن**، میں تو نہیں بتا سکتا، میں تو کاہن نہیں ہوں، وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس جستجو کے لئے اور تحقیق کے لئے آئے کہ آپ کا مذہب کیسا ہے؟ اب ہم کیا کریں؟ اچھا تو یہ جو آپ کے پاس مجمع بیٹھا ہے جو مسلمان ہوئے ہیں، صحابۂ کرام ہیں یہ تو آپ پر ایمان لائے ہیں، لیکن ان کے سوا **فمن تشھد لک**؟ انسانوں کو چھوڑ کر اور کیا چیز آپ کے لئے شاہد گواہ بن سکتی ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

مسجد نبوی میں اس وقت کنکریاں ہوتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں اٹھائیں، مٹھی بھری کنکریاں لیں اور ان کے سامنے ہاتھ کھولا، جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک کھولا، تو وہ آنے والا وفد اور تمام صحابۂ کرام، ساری مجلس سن رہی ہے کہ کنکریاں تسبیح پڑھ رہیں ہیں، تب وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ نہیں واقعی یہ نبی ہیں، یہ تو کنکر سے ہم نے زندگی میں پہلی دفعہ پتھر میں سے آواز سنی۔

زمین بولتی ہے

مولانا اسماعیل گنگات صاحب نے تو زمین کی آواز سنی تھی۔ وہ کوشش کر رہے تھے چرچ لینے کے لئے ازہرا کیڈیمی والی جگہ پر، ایک دفعہ خریدنے کی کوشش کی تو کسی نے زیادہ قیمت دے کر خرید لی، جگہ چلی گئی، پھر جب دوبارہ میں نے اسی میگزین میں، اوکشن کی میگزین

میں اس کا اشتہار دیکھا، تو پھر ان کو وہ فیکس کیا کہ پھر وہ اوکشن میں آئی ہے۔

اخیر میں جا کر ایک دن، مولانا ایک دن مجھے فون کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ آج میں نے عجیب خواب دیکھا کہ وہ جگہ ہم خریدنے جا رہے تھے، مگر ہمیں ملی نہیں تھی، ہم کوشش کر رہے تھے، کہتے ہیں آپ نے خواب میں فرمایا کہ چلو ہم اس جگہ کو جا کر پوچھتے ہیں، اس زمین سے پوچھتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم گئے اور ازہر اکیڈمی پر جو پہلے چرچ کی شکل میں تھی، اب دروازہ کھولا گیا، جیسے ہی وہاں اندر ہال میں ہم پہنچے، تو خالی زمین ہے، وہاں ہم کھڑے ہو گئے، تو زمین سے آواز آئی کہ میں نے اپنے آپ کو تمہارے حوالہ کر دیا۔

اسی طرح وہ کنکر بولتے ہیں، ساری مسجد اور آنے والا وفد سنتا ہے کنکر کی تسبیح، کہ کنکر تسبیح پڑھ رہے ہیں، تب وہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ ہم نے تسبیح تو سنی کنکر تو بولتے ہیں، ان کے لئے تسبیح پڑھتے ہیں، گواہی دیتے ہیں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔

پھر کہنے لگے اچھا، ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ پر اپنا کلام اتارا ہے، وہ ہمیں سنائیں گے؟ **اسمعنا من ھذا الکلام** کہ ہمیں اس کلام میں سے کچھ آپ سنائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **بسم اللہ الرحمن الرحیم، والصافات صفا** پڑھنا شروع فرمایا، **شھاب ثاقب** تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہے، **شھاب ثاقب** تک پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہوا، حضور رو رہے ہیں اور چپ ہیں، گریہ کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے۔

وہ وفد، یمن والا وفد پوچھنے لگا کہ آپ نے وہ کلام تو ہمیں سنایا اور واقعی ہم سے کہا جا رہا تھا، کہ وہ کلام ایسا ہے کہ آپ نے نظم بھی سنا ہوگا، اشعار بھی سنے ہوں گے، نثر بھی سنا ہوگا، خطباء کے خطبے بھی سنے ہوں گے، مگر ان تمام سے وہ ماوراء ہے وہ تو کوئی اور ہی چیز ہے، وہ نہ نثر ہے، نہ شعر ہے، نہ نظم ہے، مگر اس کی فصاحت اور بلاغت، اس کی ترتیب اور تنسیق، اور اس کے کلمات، کہتے ہیں بڑے عجیب وغریب ہیں، چنانچہ ہم واقعی سن کر اس کی تو شہادت دیتے ہیں کہ یہ نثر بھی نہیں، نظم بھی نہیں لیکن یہ تعجب ہے کہ آپ پڑھتے پڑھتے رک گئے اور

رونے لگے، اس کی کیا وجہ؟

یہ میں سنا رہا تھا آپ کو، کہ ہر وقت ہمیں ڈرتے رہنا چاہئے، ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے گناہوں کے پہاڑ کے سوا پھر بھی ہم اطمینان سے ہیں، ااور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پڑھتے پڑھتے **شھاب ثاقب** تک پہنچے ہیں، رک گئے، رو رہے ہیں، وہ وفد پوچھتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، میں یہاں تک پہنچ کر رک گیا اور تم پوچھتے ہو کہ میں رویا کیوں۔

مجھے رونا اس لئے آیا کہ یہ کلام اللہ عز وجل نے میرے اوپر اتارا ہے اور خود اسی کلام میں اللہ نے میرے اوپر یہ بھی اتارا ہے کہ **و لو شئنا** کہ اگر ہم چاہیں، تو یہ جو کلام ہم نے آپ پر اتارا ہے اس کو ہم آپ سے لے بھی سکتے ہیں، تو مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اللہ دیا ہوا پھر واپس نہ لے لے، یہ، تو اللہ تبارک و تعالی کا دیا ہوا ایمان وہی دیتا ہے، وہ بھی لے سکتا ہے، اللہ تعالی ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، ہماری نسلوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم، تو چونکہ یہ بچیاں پہلی دفعہ یہ حدیث مجھ سے سن رہی ہیں، اس لئے میں حدیث مسلسل بالاولیۃ پڑھ دیتا ہوں تا کہ اولیت کا تسلسل باقی رہے کہ سب سے پہلے یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ جو مکثرین صحابہ میں سے ہیں، بکثرت روایت کرنے والے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی وہ یہ حدیث تھی **الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك و تعالى، ارحموا من فى الارض، يرحمكم من فى السماء، و فى رواية ارحموا ترحموا. و عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده رضى الله تعالى عنه انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فى قوله تعالى كنتم خير امة اخرجت للناس قال انتم تتمون سبعين امة انتم خيرها و اكرمها على الله رواه الترمذى و ابن ماجة و الدارمى و قال الترمذى هذا حديث حسن۔**

بسم الله الرحمن الرحيم باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله صلى

الـلـه عـليه وسلم و قول الله عز و جل انا اوحينا اليک كما اوحينا الى نوح و الـنبييـن مـن بـعده حدثنا الحميدى قال حدثنا سفيان قال حدثنا يحى بن سعيد الانـصـارى قـال اخبرنى محمد ابن ابراهيم التيمى انه سمع علقمة ابن وقاص الـليثـى يـقول سمعت عمر ابن الخطاب رضى الله تعالى عنه على المنبر يقول سـمـعـت رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم يقول انما الاعمال بالنيات وانما لامرء ما نوى، فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او الى امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنةً وَ فِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

و صلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وآله وصحبه وبارک وسلم

۳۱

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے قدرشناس

يؤيّد دين الله في كل دورة

عصائب تتلوا مثلها من عصائب

ہر دورۂ زمان میں اللہ کے دین کی تائید کرتی ہیں ایسی جماعتیں
کہ ان کے بعد آتی ہیں اسی قسم کی دوسری جماعتیں

فمنهم رجال يدفعون عدوهم

بسمر القنا والمرهفات القواضب

پس ان جماعتوں میں کچھ حضرات وہ ہیں جو گندم گوں نیزوں اور کاٹنے والی
تلواروں کے ساتھ دشمن کا راستہ روکتے ہیں اور ان کے شر کو دفع کرتے ہیں

ومنهم رجال يغلبون عدوهم

بأقوى دليل مفحم للمغاضب

اور ان جماعتوں میں ایک جماعت ان حضرات کی ہے جو اپنے حریفوں پر
قوی ترین دلیل کے ساتھ، جو مخالف کو ساکت کر دے، غالب آتے ہیں

ومنهم رجال بيّنوا شرع ربنا

وما كان فيه من حرام وواجب

اور ان میں ایک جماعت وہ ہے جنہوں نے ہمارے پروردگار کی شریعت کو بیان کیا
اور شرع میں جو حرام اور واجب وغیرہ ہیں ان کی تفصیل بیان فرمائی

ومنهم رجال يدرسون كتابه
بتجويد ترتيل وحفظ مراتب

اوران میں ایک جماعت ان حضرات کی ہے جو کتاب اللہ کی تدریس میں مشغول ہیں،
ترتیل کی عمدگی کے ساتھ اور ادائے الفاظ کے مراتب کی نگہداشت کے ساتھ

ومنهم رجال فسّروه بعلمهم
وهم علّمونا ما به من الغرائب

اوران میں ایک جماعت ان حضرات کی ہے جنہوں نے اپنے علم سے قرآن کریم
کی تفسیر فرمائی،اور قرآن کریم کے غرائب کی ہمیں تعلیم دین دی

ومنهم رجال بالحديث تولّعوا
وما كان منه من صحيح وذاهب

اوران میں ایک جماعت وہ ہے جن کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہے،
اور وہ حفظ حدیث اور صحیح وضعیف احادیث کے جاننے میں مشغول ہیں

ومنهم رجال مخلصون لربهم
بأنفاسهم خصب البلاد الأجادب

اوران جماعتوں میں ایک مردانِ خدا کی جماعت ہے جو اپنے اعمال میں اپنی نیتوں کو
اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنے والے ہیں۔
ان ہی کے دم قدم کی برکت سے قحط زدہ شہروں میں ارزانی ہے

ومنهم رجال یھتدی بعظاتھم

فئام الی دین من اللّٰہ واصب

اور ان جماعتوں میں ایک جماعت ان حضرات کی ہے جن کے وعظ ونصیحت کے سبب لوگوں کی بہت بڑی جماعتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے دین حق کی طرف، جو لازم و دائم ہے، راہ یاب ہوتی ہیں

علی اللّٰہ رب الناس حسن جزائھم

بما لا یوافی عدہ ذھن حاسب

ان تمام جماعتوں کا نیک بدلہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کو اتنا ثواب عطا فرمائیں گے کہ کسی حساب کرنے والے کا ذہن اس کو شمار نہیں کر سکے گا

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ:

مجھ سے کہا گیا تھا کہ دورہ کی طالبات کو بیعت ہونا ہے اور راستہ میں بتایا کہ یہ مسلم کی آخری حدیث پڑھ کر اس کو ختم کرنا ہے۔ یہ صحیح مسلم جب وہاں سہارنپور میں ختم ہو رہی تھی تو دو تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا کہ صحیح مسلم کے ختم پر میں نے کھجور تقسیم کی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے میں نے خواب کا ذکر کیا تو حضرت نے کچھ پیسے عنایت فرمائے کہ کھجور لے کر تقسیم کر دینا۔

امام مسلم کی وفات کے بارے میں، وفات کا سبب بیان کرتے ہوئے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ ایک حدیث کی انہیں تلاش تھی اور حدیث تلاش کر رہے تھے اور سامنے ٹوکرا رکھا ہوا

تھا کھجور کا، حدیث کی تلاش میں وہ مشغول رہے ذہنی طور پر، اور جسمانی طور پر اِدھر یہ ہوتا رہا کہ کھجور اٹھائی، منہ میں ڈالی۔ اب یہ جو ذہنی توجہ حدیث کی تلاش کی طرف تھی اور یہ تلاش اتنی عمیق، گہری اور دور تک انہیں لے گئی، کہ اپنے جسم سے یہ اس قدر غافل تھے کہ انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ میں کھجور اٹھا رہا ہوں، چبا رہا ہوں، کھا رہا ہوں، گھٹلیاں نکال رہا ہوں، ان تمام قصوں سے یہ غافل تھے۔ اللہ تبارک وتعالی یہ انہماک ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

جیسی ہماری نماز ایسا ہمارا درس

ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزاروں حدیثیں اس کتاب میں پڑھ گئے، آپ نے ما شاء اللہ ریاض الصالحین، پھر مشکوۃ، پھر دورہ حدیث کی کتابوں میں ہزاروں حدیثیں پڑھیں، لیکن جیسی ہماری نماز ایسا ہمارا درس، کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ہمیں یہ تصور نہیں آیا کہ یہ کن کی احادیث ہم پڑھ رہے ہیں اور کن کا قصہ چل رہا ہے؟ اللہ اکبر!

صحابۂ کرام کا تو یہ حال تھا کہ اتنا کوئی پوچھتا کہ آپ حدیث سنائیں، **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** چیخ ماری اور بے ہوش، بول نہیں سکتے تھے، اتنا دل و دماغ میں آقا کی ذات کو انہوں نے بسایا ہوا تھا اور ہم اتنا سب کچھ پڑھ جانے کے باوجود ہمارے دماغ میں بسے ہی نہیں؟ **انا للہ و انا الیہ راجعون، اللہ اکبر!**

محبت کس چیز کی زیادہ ہے؟

یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے محبت، عشق کے درجہ میں ہو کہ انسان تمام کو بھلا دے، **قل ان کان آبائکم و ابنائکم و اخوانکم،** یہ آیت گھر پر جا کر دسویں پارے کو آپ کھولیں اور اس کو غور سے پڑھیں کہ اس میں اس فرضیت کو کس قدر بیان کیا گیا ہے کہ تم ہر وقت ناپتے رہو، تولتے رہو کہ تمہیں ان چیزوں سے زیادہ محبت ہے، یہ جو فہرست ہم یہاں گنوا رہے ہیں۔ تمہارے باپ، دادا، بھائی، بہن، کنبہ، قبیلہ، دوست احباب، اور یہ مال و منال، مکان، عیش، عشرت، تو یہ چیزیں زیادہ محبوب ہیں یا آقائے نامدار، سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات عالی سے زیادہ محبت؟

تب ہمیں پتہ چلے گا کہ اوہو، ہم تو اتنے دور کہ کبھی ہم نے اس قرآنی حکم پر عمل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی کہ ہم سوچیں کہ آیا کمی بیشی ہے؟ اور کونسی چیز زیادہ، کونسی چیز کم؟

ان کے یہاں تو اس پر بھی عمل ہوگا کہ ہر وقت وہ اپنا محاسبہ کرتے رہیں، مراقبہ کرتے رہیں، اپنے دل دماغ کو ٹٹولتے رہیں اس لئے اللہ تعالی نے انہیں اس جھنجھٹ سے نجات دی جو فہرست اس میں دی گئی ہے، کہ ان کی محبت نہیں ہونی چاہئے اور میری اور میرے رسول کی محبت دل میں ہونی چاہئے تو اللہ تعالی نے انہیں اس سے نوازا تھا، اسی لئے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث تلاش فرمارہے ہیں مگر آقا ہی بسے ہوئے ہیں، کہ یہ حدیث، اوہو! مجھے کیوں نہیں ملی۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی تصنیف کا حال

مجھے یاد ہے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں حضرت کی جو تصنیف کا وقت ہوتا تھا تو آخری گھنٹہ میں نے اپنا فارغ رکھا تھا، کم سے کم کتابیں مشکوۃ کے سال میں نے رکھی تھیں اپنے لئے۔ ہدایہ ثالث، جلالین اور مشکوۃ، بس تین کتابیں اور شرح نخبۃ الفکر۔ پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوجاتا، بالخصوص ساڑھے دس سے ساڑھے گیارہ کا جو وقت تھا، میں نے فارغ رکھا تھا، کیوں کہ یہ وقت حضرت کا تصنیف کے لئے ہوتا تھا، اوپر کتب خانہ میں جہاں پر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی تو وہاں دروازہ میں حاضر رہتا تھا، کبھی حضرت کوئی خدمت لیتے تھے کہ یہ کتاب لاؤ، وہ لاؤ، اس کو تلاش کرو۔

اس زمانہ میں بیت المقدس ۶۷ھ میں، ہماری بد اعمالیوں کی سزا کے طور پر، نحوست سے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا، اس وقت یہ علاماتِ قیامت کیا کیا ہیں، حضرت کی ایک کتاب ہے الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ، اس پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا حاشیہ تھا، جگہ جگہ، ہر علامتِ قیامت کے بارے میں حضرت کی تحقیق کہ یہ واقع ہوچکی، یہ علامت ہوئی، یہ نہیں

ہوئی، تو وہ میں نے پورا رسالہ، چونکہ وہ قلمی تھا، ابھی مسودہ ہی تھا، بلکہ ابھی بھی یہ نہیں چھپی، تو اس کو میں نے نقل کیا تھا۔

اسی طرح تکبیر سے لے کر، تکبیر تحریمہ قیام سے لے کر سلام پھیرنے تک جو کئی سو جگہ پر اختلافات ہیں ائمہ میں، کہ قیام کس حال میں ہونا چاہیئے؟ ہاتھ کہاں ہونے چاہئیں؟ کب تکبیر کہے؟ تو یہ رسالہ حضرت کی منفرد تصنیف ہے، آج تک اس طرح کسی کی تصنیف نہ دیکھی گئی، نہ سنی گئی۔

وہ میں نے سارا نقل کیا تھا مگر یہ ادھر اُدھر ہو گئی یا کوئی لے گیا یہ دونوں چیزیں، بڑا افسوس ہے، اسی وقت میں نے وہ جو چیزیں نقل کی تھیں وہاں بیٹھ کر، فارغ وقت میں وہ اپنے حضرت کے کتب خانہ میں، یہ دونوں کتابیں بھی تھیں۔

وہاں حضرت کبھی فرماتے کہ یہ کتاب اٹھاؤ اس میں یہ حدیث تلاش کرو، یہ مضمون تلاش کرو، ایک مضمون اوجز کی تصنیف میں چل رہا تھا، کتاب العقیقہ میں ایک حدیث تھی، **البلاء مؤکل بالمولود ما لم یعق عنہ**، کہ جب تک بچہ کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے تو بلاء اس کے ساتھ لگی رہتی ہے، اس پر مسلط رہتی ہے، تو یہ حدیث، اور یہ کہاں ہے، کہاں کہاں پر ہے، کس کس نے اس کو روایت کیا ہے، اس کی شرح کرنے والوں نے کیا کیا شرح کی ہے، تو اس کی تلاشی جاری تھی۔

البلاء مؤکل بالنطق

اسی کے ساتھ پھر بلاء کے ذیل میں، کہ **البلاء مؤکل بالنطق**، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقولہ کہ جہاں، دنیا میں کہیں بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ پہنچے تنہا لاکھوں کے مقابلہ میں، وہاں بھی وہ فتحیاب۔ وہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک دفعہ مجھے شکست کا منھ دیکھنا پڑا حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم جہاد میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود غزوہ حنین میں شریک ہیں۔

فرماتے ہیں کہ وہاں جاتے ہوئے ایک کلمہ ہماری زبان سے نکل گیا تھا جس کی ہمیں سزا ملی، ہم نے سوچا کہ اب یہ بڑے بڑے لشکروں کو ہم نے شکست دی ہیں، تو یہ مٹھی بھر ہوازن کے لوگ کیا ہوتے ہیں؟ کہتے ہیں بس یہ جو کلمہ ہماری زبان سے نکلا تھا، وہاں انہوں نے فرمایا تھا کہ **البلاء مؤکل بالنطق**، جو انسان زبان سے کلمہ نکالتا ہے اس کی سزا اسے مل کر رہتی ہے۔

البلاء مؤکل بالمولود ما لم یعق عنه اس کی تلاش تھی، تو اب یہ حضرت کی تصانیف آپ دیکھیں، یہ بھی منفرد قسم کی حضرت کی تصانیف ہیں، یہ فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل تبلیغ، یہ سب کتابیں تو عوام کے لئے لکھی گئیں، اور کوئی کتاب حضرت نے بہت جلدی میں لکھی، فرماتے ہیں یہ ڈیڑھ دن میں، ڈیڑھ رات میں لکھی، یہ ایک ہفتہ میں یہ کتاب، فلاں موقع پر ناک سے خون جاری ہو گیا تھا، وہ بھی بڑا عجیب قصہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہما سے عشق

حضرت شیخ قدس سرہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے ساتھ سفر میں تھے، تو حضرت، جب نام لیتے میرے حضرت بولتے، ''میرے حضرت'' اتنا فرما کر آنسو شروع ہوتے، اور میرے حضرت کے بعد جب مدنی بولتے تو اس کے بعد بچہ جس طرح استاذ کوئی پیٹ رہا ہو اور جس طرح بچہ ہچکیاں لیتا ہے، اس طرح حضرت کی سسکی شروع ہو جاتی روتے، روتے۔ کتنی محبت ہوگی حضرت مدنی کا نام نہیں لے سکتے تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ہی ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ کو دیکھا۔

حضرت مدنی کا انتقال تو ۱۹۵۶ء میں ہوا، اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری کی سعادت ۶۳ء میں میسر آئی، اس وقت یہ حضرت کی زبان مبارک سے یہ سنتے، تو اتنا عشق کہ نام نہیں لے سکتے تھے، اور اسی طرح ''میرے حضرت رائے پوری'' اتنا فرمایا اور رونا شروع۔

فرق یہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے ساتھ حضرت کا جو تعلق تھا اس میں کبھی کبھی حضرت مدنی کی طرف سے بے تکلفی بہت ہوتی تھی۔ حضرت بھی کبھی اس کے انداز سے جواب دے دیتے تھے، بے تکلفانہ، لیکن پھر بھی محبت میں اور عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا، میں نے بتایا کہ نام لیتے ہی زار و قطار روتے تھے، ان دونوں بزرگوں سے عشق و محبت کی انتہاء تھی۔

ایک حدیث کی تلاش میں پانچ دن

حضرت فرماتے ہیں کہ وہ البلاء موکل بالمولود ما لم یعق عنہ حدیث تلاش کرو، تو اس کو ہم تلاش کرتے رہے، ہاں تو میں سنا رہا تھا کہ حضرت نے جو رسائل لکھے، تو ان میں سے ایک رسالہ پر حضرت نے یہ لکھا ہے کہ مجھے نکسیر کی وجہ سے اطباء نے منع کیا تھا، ملنے جلنے سے، مکمل آرام کے لئے کہا تھا کیوں کہ ایک دم نکسیر سے خون نکل گیا۔

ایک جگہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے ساتھ سفر میں جانا ہوا تو وہ صاحب مکان گرم گرم کباب، سیخ کباب بنا کر لاتے تھے، تو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ یہ دوسرے لے کر آئیں، اس سے پہلے کھا لو، گرمی سخت تھی، وہاں چالیس پچاس ڈگری ہوتی ہے، اور گرمی میں وہ انتہائی تیز مرچوں کے کباب کھائے جاتے ہیں ادھر یوپی میں اور پھر اوپر سے وہ گرم بھی اور اس پر جلدی جلدی بھی کھا رہے تھے گرم گرم تا کہ صاحب مکان سے شکوہ کریں کہ دیکھو یہ تو ختم ہو گئے، اُن کو ستانے کے لئے، حضرت فرماتے ہیں کہ چند گھنٹوں کے بعد مجھے نکسیر شروع ہوئی تو اس پر اطباء نے مجھے آرام کا مشورہ دیا تو اس مدت میں وہ کتاب لکھی تھی۔

فضائل اعمال کے رسائل، یہ ایسے حالات میں مختصر وقت میں لکھے گئے، مگر آپ ان کتابوں کو جب کھولیں گے، ایک صفحہ دیکھیں گے، تو یہ ایک جگہ، ایک سطر پر لکھا ہو گا کہ حافظ ابن حجر نے یہ فرمایا، حضرت عینی یہ فرماتے ہیں، قسطلانی یہ فرماتے ہیں، ہروی یہ کہتے ہیں اور فلاں

شارح نے یہ لکھا ہے، تو یہ تمام کتابیں کب حضرت نے کھولی ہوں گی؟ کب حضرت نے اٹھائی ہوں گی، خدام تو بعد میں آئے ہیں، کتناوقت اس میں خرچ ہوا ہوگا، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ ہرایک حدیث، آدھی سطر کی حدیث **البلاء موکل بالمولود ما لم یعق عنہ**، اس کو ہم چار پانچ دن تک تلاش کرتے رہے اس میں اتنا وقت خرچ ہوا، یہ ایک آدھی سطر لکھنے کے لئے پانچ دن کا۔

اب ساری عمر میں حضرت نے یہ جو ۳۵، ۴۰ جلدوں کی اوجز، **اوجز المسالک لموطا امام مالک** اور یہ **بذل المجهود** اور یہ تمام کتابیں لکھیں، ایک سو سے زیادہ کتابیں حضرت نے، کتنی جاں فشانی کی ہوگی، حضرت امام مسلم وہ حدیث تلاش کررہے ہیں اوران کواس کا احساس نہیں، کہ دماغ اُدھر ہے، ہاتھ، زبان، منہ، کس کام میں مشغول ہیں کچھ پتہ نہیں۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اونچے بزرگوں میں سے گزرے ہیں، بہت بڑے علامہ، فقہ اور حدیث دونوں پر ان کی یکساں نظر، جوانی میں فوت ہوگئے تھے۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ایک زمانہ میں ہندوستان مستقل تشریف لائے تھے ان کی کتابیں تلاش کرنے کے لئے، کہ ایک آدھ کتاب دیکھی تو کہا اوہو! یہ کتابیں بڑی عظیم ہیں، تو وہ شیخ عبدالفتاح جگہ جگہ گئے کہ جہاں کہیں کتب خانہ میں ان کی کوئی کتاب ملے تو اس کو تلاش کریں، پھر واپس جاکر انہوں نے اپنے حواشی کے ساتھ ان کتابوں کو چھپوایا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ اوہو! ان کی کتابیں دیکھ کر ہمارا یہ حال ہوتا ہے تو جو ان کے ساتھ رہتے ہیں اور جنہیں ان سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا توان لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ کتنے خوش قسمت وہ لوگ!

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں کہ **البلاء موکل بالمولود**، پانچ

دن تک اسی کی تلاش، امام مسلم بھی اسی طرح کی تلاش میں ہیں، حضرت مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ درجہ دیا کہ شام کا اتنا بڑا عالم شیخ عبد الفتاح ابوغدہ وہاں سے سفر کر کے سعودیہ سے جاتا ہے اور ان کے ایک ایک رسالہ کو تلاش کر کے اسے جا کر چھپواتا ہے۔

پانی مانگا، سرکہ لایا گیا

کیوں کہ مولانا عبدالحی صاحب کا بھی یہ حال تھا کہ ایک دفعہ وہ مطالعہ میں مصروف تھے، کتابیں دیکھ رہے ہیں، کتاب دیکھنے میں مشغول ہیں، ہندوستان پاکستان میں تو گھر میں صفائی والی الگ، برتن دھونے والی الگ، کپڑے دھونے والی الگ، مزے ہیں ان لوگوں کے، کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔

حضرت مطالعہ میں مشغول ہیں اور مطالعہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا پانی لاؤ، خادم اندر گیا، پانی لے رہا تھا، حضرت مولانا عبدالحی صاحب کی والدہ پوچھتی ہیں کہ کیا کر رہے ہو؟ کہا یہ پانی مانگ رہے ہیں، کس نے مانگا؟ کہا مولانا عبدالحی صاحب نے، تو ان کی والدہ کو رونا آ گیا اور چلا کر زور سے پڑھا انا للہ و انا الیہ راجعون، انا للہ و انا الیہ راجعون، رو رہی ہیں، انا للہ پڑھ رہی ہیں، تو وہ خادم گلاس ہاتھ میں اور کھڑا ہوا ہے، پانی لے کر جاؤں اُدھر یا اِدھر کچھ ہو گیا تو، پھر تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ امّاں جی کیا ہوا؟ کیا ہوا ہے آپ کو، انہوں نے کہا نہیں بھئی ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا، کہا کیسے رخصت ہو گیا؟ کہا کہ یہ کتاب دیکھ رہے ہیں، مطالعہ کر رہے ہیں، انہیں پیاس کا احساس کیسے ہوا؟ کہ مجھے پیاس لگی ہے۔

یہ علم ہے، ان کے یہاں اس کو علم کہتے ہیں، کہ ماں خاتون ہو کر ان کو اتنا احساس، علم سے کتنی محبت، بیٹا پانی مانگتا ہے، وہ انا للہ پڑھتی ہیں کہ ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا، کہ انہیں مطالعہ کرتے ہوئے، کتاب دیکھتے ہوئے اس کا احساس کہ مجھے پیاس لگی ہے، اس سے

موازنہ کریں کہ ان کے مطالعہ کا یہ حال ہے تو پھران کی نمازیں کیسی ہوتی ہوں گی، ان کا درود کیسا ہوتا ہوگا، اس میں کتنا انہماک ہوتا ہوگا، کتنا خشوع خضوع، تو ماں کہتی ہیں **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**، ہمارے خاندان سے علم رخصت ہوگیا، کہ پانی مانگا۔

پھر کہا کہ نہیں نہیں، اچھا پھر پانی رکھ دو، پانی رکھ دو، ابھی پتہ چلے گا، کہا یہ پانی کی جگہ گلاس میں سرکہ ڈال دو، خادم نے سرکہ لیا، پانی بھی شفاف ہوتا ہے، شفاف سرکہ بھی ہوتا ہے، تو وہ گلاس میں ڈالا، خادم نے لیا اور دے دیا، غٹ غٹ غٹ پی گئے، اتنا تیز ہوتا ہے کہ اس میں سے ایک چمچ کسی کو پیٹ کے لئے دیا جائے، پی نہیں سکتا، کہتے ہیں پانی میں پیو، ایک گلاس پانی میں ایک چمچ ڈال کر پیو، تو تیز سرکہ پی گئے، خالی گلاس خادم واپس لے کر آئے، کہا کہ کیا ہوا، کہا ٹھیک ہیں۔

کہنے لگیں اماں، ابھی کچھ اثر علم کا ہمارے خاندان میں تھوڑا باقی ہے، پیاس لگی تو اس کے معنی علم ختم ہوگیا لیکن چونکہ سرکہ کو پانی سمجھا اور پانی اور سرکہ میں فرق طبیعت نے نہیں کیا، اس کا احساس نہیں ہوا تو اس سے اس خاتون نے نتیجہ نکالا کہ نہیں، ابھی علم کی کچھ خو بو ہمارے خاندان میں باقی ہے۔

امام مسلم کا دماغ بھی حدیث کی تلاش میں ہے اور ہاتھ اور زبان اور منہ کھجور کھانے میں، کہتے ہیں وہ حدیث مل گئی اور ادھر دیکھا تو پورا ٹوکرا خالی دیکھا، اس کو تخمہ کہتے ہیں، کسی چیز کو زیادہ کھالیا جائے، اسی تخمہ سے موت ہوگئی، اسی میں ان کا وصال ہوگیا، اگرچہ آپ کی وفات کے اور اسباب بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں علم سے ایسی محبت دے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے محبت دے۔ یہ آخری حدیث پڑھ کر پھر بیعت کر لیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

۳۲

انی انا النذیر:

کتاب الرد علی الجھمیة

یہ خارجی معتزلی فتنے آج بھی ہیں

’’ہم اہلِ سنت کا تو یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح یہ تمام مراحل ہیں، ان سے گزرنا ہے، اوران مراحل سے گزر کر کے وہاں میزانِ عمل پر بھی حاضر ہونا ہے، اللہ کرے کہ ہمارا بلا حساب اور کتاب جنت کا ہمارے لئے فیصلہ ہو۔ یہ عقیدہ کے بارے میں پچھلی صدیوں میں مستقل ایک فرقہ گزرا ہے معتزلہ کا، جو اس کا منکر تھا، وہ اس کا انکار کرتے تھے کہ یہ میزان کچھ نہیں سب ایسے ہی ڈھکوسلے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل ان کے رد کے لئے یہ باب قائم کیا، آخری بات تو کوئی رونے والی، رلانے والی ایسی کوئی کہہ کر جاتے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اور چیزوں میں اجر تو ہے، مگر عقیدہ کے تحفّظ میں جو اجر ہے، وہ سب سے سوا ہے، وہ اور عبادات میں نہیں، سب سے بڑا اجر جو انسان کو ملتا ہے وہ عقیدہ کے تحفّظ کا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عقیدہ کا محافظ بنائے۔‘‘

(صفحہ نمبر ۴۸۳،۴۸۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اما بعد.

آپ حضرات کئی سال سے نحو، صرف، فقہ، تفسیر کو پڑھتے پڑھتے اب اخیر میں اس درجہ تک پہنچے ہیں۔ کل میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سال نصاب کے اخیر میں صرف اور صرف حدیث پاک کے لئے اور حدیث کی کتابوں کے لئے کیوں مختص کیا گیا، اس لئے تاکہ آپ کے دل و دماغ میں دونوں جہان کے سردار، تاجدارِ مدینہ، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو، آپ کی ذاتِ پاک کو رچایا جائے، بسایا جائے، بٹھایا جائے۔

کہ جب آپ کی آنکھ کھلے صبح سے پہلے، تو آپ کو فوراً یاد آئے کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثلثِ اخیر سے پہلے بیدار ہو کر رب تعالی سے مناجات میں

مشغول ہوجاتے تھے۔

اور وہ مناجات بھی ایسی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کا قیام، رکوع، قومہ، قعود، سجود، **قریبا من السوا**، تقریباً برابر، اب کتنا لمبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع ہوتا ہوگا؟ سجدے میں تو انسان تھوڑی سی راحت محسوس کرتا ہے اسی لئے کھڑے کھڑے یا رکوع میں تو نیند کم آتی ہے، سجدے میں نیند آجاتی ہے، رکوع بھی وہی قیام کی طرح لمبا رکوع ہوتا تھا۔

کس قدر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس میں لطف آتا ہے۔

تجسس کر کے ڈھونڈنے کی چیزیں یہ ہیں

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے، جناب سید عقیل صاحب تھے آپ کے عزیزوں میں سے، آپ کے مسترشد تھے، مدینہ پاک میں مقیم تھے، ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی، کئی برس سے تعارف تھا۔ ان کے انتقال سے پہلے جب کہ ان کی عمر نوے برس کے قریب تھی، ایک دفعہ جب ان کے بھتیجے کے یہاں میں پہنچا، ان کو پتہ چلا کہ میں آیا ہوں، وہ ملنے کے لئے آئے۔

میں نے خیریت پوچھی کیسی ہے طبیعت؟، صحت، معمولات؟ فرمایا بس صحت تو چلتی ہے جیسا کہ اس عمر میں ہونا چاہئے مگر اللہ کا فضل ہے کہ معمولات وغیرہ اسی طرح جاری ہیں۔ اور جو انہوں نے آگے فرمایا وہ سننے کے قابل ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ میں جب سجدہ میں جاتا ہوں تو کیا بتاؤں؟ جی چاہتا ہے کہ سجدہ ہی میں پڑا رہوں۔ ہم تو سوچتے ہیں کہ کوئی سجدہ میں پڑا رہے، چند ساعت کے لئے، چند لمحات کے لئے، ہم تین دفعہ سبحان ربی الاعلی پڑھتے ہیں، وہ سات دفعہ پڑھتے ہوں گے، گیارہ دفعہ پڑھتے ہوں گے، سو دفعہ پڑھتے ہوں گے۔

مگر وہ فرماتے ہیں کہ بس سجدے میں سر رکھنے کے بعد وہ لطف آتا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ تین سو، پانچ سو سال تک سجدے میں پڑا رہوں، کتنا لطف! نوے برس کی عمر! یہ جو علمی دلائل اور علمی کاوشیں ہیں، یہ بھی بہت مبارک ہیں، بہت بڑا اس پر بھی اجر ہے، لیکن تجسس کر کے ڈھونڈنے کی چیزیں یہ ان حضرات کی ہیں۔

روزانہ ایک سو رکعت نوافل

ہم نے آپ کے حضرت مفتی صاحب کے مرشد اعظم حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو، جب کہ ان کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی اس وقت انہیں دیکھا، اب معلوم نہیں کس عمر سے انہوں نے یہ اپنا معمول شروع کیا ہوگا، حضرت مفتی صاحب کو ہم نے دیکھا کہ پنج وقتہ فرائض کو چھوڑ کر، تہجد کو چھوڑ کر اور چاشت اور اوابین، ان مسنون نمازوں کو چھوڑ کر اور قبلیہ اور بعدیہ جو سنن ہیں ان کو چھوڑ کر، مجرد نوافل، مجرد نوافل، وہ روزانہ ایک سو رکعت نوافل پڑھتے تھے، اللہ اکبر!

اور ان کے استاذ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مظاہر العلوم کے استاذ، ہم نے ان سے شرح معانی لآثار للطحاوی پڑھی، ان کا بھی یہ معمول تھا کیوں کہ انہوں نے پڑھا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ساری عمر کا معمول سو رکعت نوافل کا تھا۔

اگرچہ ایک کتاب میں نے لکھی، مشائخ احمد آباد، اس میں احمد آباد سیٹی میں آج سے چھ سو، سات سو سال پہلے جو مشائخ گزرے ہیں، ان کے حالات اس میں لکھے ہیں، پانچ سو ایک ہی شہر کے بزرگوں کے حالات اس میں ہیں۔

اس میں بعض بزرگوں کے حالات میں ہے، کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے خاندان کا یہ معمول تھا، اللہ اکبر! ان کے خاندان کا یہ معمول کہ ہمارے خاندان میں ایک ہزار رکعت کا معمول رہا، بڑھاپے میں فرماتے ہیں کہ ابھی تکلیف اور مشقت تو اور چیزوں میں تو ہوتی ہے، مگر وہ اپنا معمول اللہ کا فضل ہے کہ ایک ہزار رکعات کا اب بھی پورا ہوتا ہے، کیسے کیسے

خاندان گذرے ہیں؟!

عجیب وغریب خاندان

ہمارے پیر ومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کا مدینہ طیبہ میں ۸۲ ء میں وصال ہوا، حضرت کے وصال کے بعد بعض اعزہ وغیرہ ہندوستان سے وہاں پہنچے، ہماری اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ یہ تو کوئی عجیب وغریب خاندان ہے، آدمی تصور نہیں کرسکتا ایسی چیزیں ان کے یہاں ملتی ہیں۔

ساری دنیا میں اس خاندان کا فیض جاری ہے، ہم دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کی کسی نہ کسی مسجد میں، کسی نہ کسی زبان میں تبلیغی نصاب کی، فضائل اعمال کی تعلیم اس وقت ہو رہی ہوگی، کوئی پڑھ رہا ہوگا، یہ قبولیت عند اللہ اس درجہ کی کہ لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں ساری دنیا کے کونے کونے میں، ہزاروں زبانوں میں ہے، ترجمہ کر کے لوگوں کو بتایا جاتا ہے، تو یہ کیسے فیض پھیلا؟ کہ اس خاندان میں احکامِ الٰہی کی پابندی، حق تعالیٰ شانہ کا خوف ڈر، اور عمل کا جذبہ، کس درجہ کا ہے؟

ایک طویل سجدہ

اہلیہ نے بتایا کہ حضرت کی ایک نواسی میرے ساتھ نماز پڑھ رہی تھیں، ہم نے تراویح، عشاء وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد، جب سب لوگ چلے گئے، تھوڑا سکون ہوگیا۔

ادھر میں نے اپنی صلوۃ التسبیح شروع کی اور حضرت کی ایک نواسی، کوئی بڑی عمر کی خاتون بھی نہیں، کہتے ہیں صرف اس کی عمر سترہ، اٹھارہ برس، سترہ برس کی وہ حضرت کی نواسی اپنی دعا میں مشغول ہوگئیں، دعا مانگ رہی ہیں، دعا مانگتے مانگتے اس نے سجدہ میں دعا شروع کردی، اب سجدہ میں دعا ہو رہی ہے، رو رہی ہیں، اب صلوۃ التسبیح میں خاصا وقت لگتا ہے، میری صلوۃ التسبیح ختم ہوگئی مگر اس کا ایک سجدہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا، وہ نوجوان لڑکی، آپ کی عمر کی، کتنا طبیعت میں تدیّن؟ کس درجہ عبادت کا اسے لطف حاصل ہے؟

شریعت کے احکام کی پابندی کس حد تک؟

اور ان کی نانی کا حال سنئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اہلیہ محترمہ کا حال سنئے، ہم لوگ نیچے والی منزل میں تھے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ۔ حضرت کا قیام مدرسہ علوم شرعیہ میں نیچے کمروں میں تھا، چار کمرے تھے، ان میں حضرت کا اور خدام کا قیام تھا، اور حضرت کے صاحبزادے اور ان کی اہلیہ اور حضرت کے گھر والے، حضرت مولانا طلحہ صاحب کی والدہ ماجدہ اوپر کے فلیٹ میں تھیں، جب حضرت کا وصال ہوا، انتقال ہوا، یکم شعبان کو ظہر، عصر کے درمیان، تین بج کر چالیس منٹ پر یا کریم، یا کریم، اوکریم کہتے ہوئے، تو جب اوپر حضرت مولانا طلحہ صاحب پہنچے روتے ہوئے کہ وہ تو اللہ کو پیارے ہو گئے، چلے گئے اور وہ یہ کہہ کر نیچے آ گئے۔

اماں جی

ہماری اہلیہ جو وہاں پر تھیں، وہ کہتی ہیں کہ اماں نے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے گھر والوں نے سب سے پہلا جو کام کیا، میرے سامنے، میں دیکھ رہی ہوں، کہ حضرت مولانا طلحہ صاحب نے آکر اطلاع دی، اب شریعت کے احکام کی پابندی کس درجہ کی، حالانکہ ایسے موقع پر انسان حواس کھو بیٹھتا ہے، عام لوگ، کسی کا بھائی، باپ انتقال کر جائے، تو اس کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے، اس خاتون کو معلوم کہ میرے شوہر کو، اللہ نے کیا درجہ عطا فرما رکھا تھا، یہ ان کے وصال کی خبر ہے۔

لیکن جیسے ہی حضرت مولانا طلحہ صاحب نے خبر دی اور اطلاع کر کے وہ مڑ گئے، کہ فوراً اماں جی نے اپنے کانوں میں سے زیورات نکالنے شروع کئے، ہاتھ میں سے کنگن نکالنے شروع کئے، جو کچھ گلے میں تھا وہ زیور نکالنے شروع کئے اور پھر اپنے آپ کو وہ دیکھتی ہیں اور پوچھتی بھی ہیں میری اہلیہ کو، کہ زینت کی قسم کی کوئی چیز میرے اوپر تو ابھی رہی نہیں ہے؟

ان کو اللہ تبارک و تعالی کے حکم کا کتنا خیال، کہ بیوگی کی عدت شروع ہوگئی، سوگ شروع

ہوگیا، سوگ میں کسی قسم کی زینت، زیور وغیرہ نہیں ہونا چاہئے، کتنا تیقظ! کتنا تیقظ! اللہ تبارک وتعالی، ہمیں بھی اپنا خوف نصیب کرے، ہمیں اپنا قرب نصیب فرمائے، جیسے اُنہیں نمازوں میں، سجدے میں لذت آتی تھی، وہ تین سو، پانچ سو سال کے سجدے کی تمنا کر رہے ہیں کہ میں پڑا رہوں سجدے میں، حضرت کی نواسی کا حال سنایا کہ ایک گھنٹہ اہلیہ نے دیکھا کہ سجدے میں رو رہی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اور ایک انصاری

اب تک آپ نے جتنا علم حاصل کیا، اللہ تبارک وتعالی اس کو شرفِ قبول سے نوازے اور مزید اس علم کو بڑھانے کی اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ یہی دو چیزیں بڑی اہم ہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں جو چیزیں ہم نمایاں دیکھتے ہیں ان میں سے ایک یہ علم کی طلب بھی ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوگیا تو میں نے ایک انصاری بھائی سے کہا کہ روز نئی نئی وحی، تازہ وحی، جبرئیل امین، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے تھے اور ہم اس سے فیضیاب ہوتے تھے، اب وہ بابِ وحی تو منقطع ہو گیا، وحی بند ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اب جو کچھ علم دوسرے صحابہ کے پاس ہے اور جو ہمارے پاس نہیں، چلو ہم اس کو اکھٹا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اب وہ انصاری بھائی کچھ عرصہ تو ان کا ساتھ دے سکے مگر جس طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سب کام چھوڑ کر اسی میں مشغول ہوگئے وہ صحابی ایسا نہ کر سکے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما تمام کاموں کو چھوڑ کر صرف اسی دھن میں ہر وقت رہے، اسی کی طلب رہتی، کہ کوئی صحابی مل جائے جن کے پاس احادیث ہوں جو میرے پاس نہیں تو ان سے میں معلوم کروں۔

فرماتے ہیں کہ میں کڑی دھوپ میں، دوپہر کے وقت میں، انصار کے دروازے پر پڑ جاتا۔لیکن ان کے اخلاق کتنے بلند، کتنے عالی کہ وہ دروازہ بجاتے نہیں تھے،نوک نہیں کرتے، استاذ کا یہ ادب ملحوظ رکھتے تھے۔

اساتذہ کا ادب

اپنے اساتذہ کے ادب کا ایک مستقل باب ہے، کہتے ہیں با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ جتنا انسان ادب میں آگے بڑھتا ہے، اللہ تبارک وتعالی اسے اسی قدر نوازتے ہیں۔ جتنا تعلق ہوتا ہے اپنے ظاہری علم کے استاذ، باطنی علم کے استاذ، روحانیت کے استاذ، فقہ اور حدیث کے استاذ، ان سے جتنا تعلق ہوتا ہے اسی قدر اللہ تبارک وتعالی نوازتے ہیں۔

یہ جو درسِ نظامی ہے، جو ملاّ نظام الدین کی طرف منسوب ہے۔ فِرنگی محل لکھنؤ میں ایک علاقہ کا نام ہے، وہاں کے ملاّ نظام الدین ہیں، ان کی طرف یہ ہمارا درسِ نظامی منسوب ہے، وہ کچھ بیمار ہوگئے، مگر یہ خبر پھیل گئی کہ ملاّ نظام الدین کا انتقال ہوگیا، ان کے ایک شاگرد جس کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں، انہیں جب اس کا پتہ چلا کہ ہمارے استاذ اللہ کو پیارے ہوگئے کہا اوہو! اچھا، یہ سنتے ہی آہ آہ کر کے اس صدمے میں اللہ کو پیارے ہوگئے اور اتفاق کہ بعد میں پتہ چلا کہ یہ خبر غلط تھی، انتقال نہیں ہوا تھا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو اتنا غم ہوا، کہ بیمار ہوئے، بیماری یہاں تک بڑھی کہ خون کے دست شروع ہوگئے۔ جتنا اپنے اساتذہ سے تعلق اور ادب ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالی نوازتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ہمیں ادب سکھایا، ہم تو کسی کے دروازے پر پہنچ گئے، تو تین دفعہ ہلکی آواز سے اپنے آنے کی اطلاع دینے پر بس نہیں کرتے، بجاتے رہیں گے، دروازہ توڑنے کی کوشش کریں گے۔لیکن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی

اللہ تعالی عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص، تہجد کے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خدمت گزار، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کی برکت سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد میں شرکت کا موقع ملتا تھا، ان سب کے باوجود وہ جاتے ہیں علمی مقصد کے لئے، سوال کے لئے، حدیث پوچھنے کے لئے، ان کا عمل کیا تھا؟

فرماتے ہیں کہ میں دروازہ نہیں بجاتا تھا، وہاں بیٹھ جاتا تھا کہ جب وہ دروازہ کھولیں گے، ملاقات ہوگی تو پوچھوں گا۔ کڑی دھوپ ہوتی تھی، اور ہوائیں چلتی تھیں اور ہوا کے ساتھ گرد وغبار میرے اوپر آتا رہتا تھا، میں مشکل سے اپنا چہرہ کپڑے سے، چادر سے بچائے بیٹھا رہتا تھا، جب وہ صاحبِ مکان دروازہ کھولتے اور مجھے بیٹھا ہوا دیکھتے تو پوچھتے اِنَّا لِلّٰہ! آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ نے کیوں نوک نہیں کیا؟ فرمایا نہیں، میں نے مناسب نہیں سمجھا، ادب کے خلاف سمجھا، تکلیف دینی مناسب نہیں سمجھی، فرمایا کب سے آپ بیٹھے ہیں؟ تب یہ بتاتے کہ اتنی دیر ہوگئی، انہیں مزید افسوس ہوتا کہ اتنی دیر سے آپ بیٹھے تھے۔

حکم الٰہی فارجعوا پر عمل کا شوق

اب یہ تو حدیث سننے کے لئے جا رہے تھے، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما، آگے ان کا اسلامی احکام پر عمل کا شوق دیکھئے۔ اس وقت ہم سب مل کر نیک عمل کر رہے ہیں کہ حدیث پڑھنے میں ہم سب شریک ہیں، آج بخاری شریف کا ختم ہو رہا ہے، یہ تو ایک اعزاز کی چیز ہے، اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو، کوئی دیکھے کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو وہ سمجھے گا کہ بڑے بزرگ ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں، یہ بھی ایک اعزاز ہے۔

کسی نیکی کا عمل کوئی کرتا ہوا دیکھے گا تو اسے اس میں دیکھنے والے کی طرف سے عزت ملے گی، چاہے یہ دکھاوا نہ چاہتا ہو اور اس کے دل میں اس کا وسوسہ بھی نہیں آنا چاہئے کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے، ورنہ ریاء ہو جائے گی جو شرکِ خفی ہے۔

لیکن بعض ایسے اسلامی احکام ہیں جن میں اعزاز نہیں، بظاہر ذلت انسان محسوس کرتا ہے، اس عمل کی رغبت اور شوق حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کہاں تک موجود ہے اس کو دیکھئے!۔

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا کہ نماز پڑھو، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھو، روزہ رکھتے ہیں، قرآن پڑھو، قرآن پڑھتے ہیں، حج کرو، عمرہ کرو، یہ سب اعمال ہم کر رہے ہیں، لیکن ایک اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ایسا ہے کہ اس پر اب تک بہت چاہنے کے باوجود عمل کی نوبت نہیں آئی، پوچھا شاگرد نے کہ ایسا کونسا عمل؟ انسان عمل کرنا چاہے تو فوراً اپنی طرف سے کرسکتا ہے، ایسی کیا رکاوٹ اور کیا مانع پیش آیا کہ آپ اب تک اس اسلامی حکم پر عمل نہ کر سکے۔

فرمایا کہ میں بارہا اس ارادے سے مدینہ منورہ میں صحابۂ کرام کے گھروں پر گیا، اور یہ جب حدیث سننے کے لئے جاتے تھے تو خود بتایا کہ دستک نہیں دیتے تھے بیٹھ جاتے تھے، فرمایا کہ میں بارہا گیا اور نوک کیا، دروازہ بجایا، کیوں؟ پھر دروازہ کھولا تو وجہ بتائی، ملاقات کرنی تھی آپ سے ملنا تھا، آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا اس لئے میں حاضر ہوا۔

لیکن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو میں ان سے بیان کرتا تھا وہ میرا مقصد نہیں ہوتا تھا، مقصد میں نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا، میں نے کسی سے کہا نہیں، وہ مقصد یہ تھا کہ میں جا کر ان کے دروازوں پر دستک اس لئے دیتا تھا۔

میں یہ چاہتا تھا کہ کسی دن مجھے اِرْجِعُوْا کا جواب مل جائے، اور میرا اس اسلامی حکم پر عمل ہو جائے، کہ قرآن کہتا ہے کہ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمْ ارْجِعُوْا، فَارْجِعُوْا، کہ صاحبِ مکان کہہ دیں کہ نہیں، ابھی نہیں، جاؤ، بعد میں آنا، کہتے ہیں میں ساری عمر کتنی دفعہ میں نے کوشش کی اور میں گیا کہ میرا اس حکم پر عمل ہو، کوئی مجھے یوں کہہ دیں کہ ابھی نہیں اِرْجِعُوْا، مجھے افسوس ہے کہ میں نے بہت کوشش کی اس حکم پر عمل کرنے کی مگر میں اس پر عمل نہیں کر سکا۔

اگر کسی کو کہا جائے کہ میں آپ سے ابھی ملنا نہیں چاہتا تم واپس چلے جاؤ، یہ ایک قسم کی ذلت ہے، گویا اس کو دھتکارا گیا مگر اس کو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کومپیر (compare) کر رہے ہیں کہ یہ ذلت نہیں ہے، یہ بہت بڑا میرے لئے اعزاز ہے اس لئے کہ میں اللہ کے ایک حکم فَارْجِعُوْا، پر عمل کر رہا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اللہ تبارک و تعالی کے احکام پر اس درجے میں عمل کا شوق نصیب فرمائے، یہی شوق تھا ان حضرات کا کہ جس کے نتیجہ میں سارا ذخیرہ آپ کے سامنے احادیث کا اتنا بڑا موجود ہے۔

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم کا شوقِ حدیث

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ، ان کا سفر مصر کا، شام کا۔ اساتذہ نے بیان کیا ہوگا قصہ ان کا، ایک حدیث کے لئے مصر تک گئے، ایک حدیث کے لئے شام تک گئے، صرف حدیث سنی پھر فوراً واپس ہو گئے۔

اور میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے متعلق مسجد میں عرض کیا تھا کہ امت پر کتنا بڑا ان کا احسان، کہ وہ سرکار کے بارے میں ہر وقت اس کی متجسّس رہتی تھیں کہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم ایسے احکام حاصل کریں کہ جس سے امت کو رخصت ملے، فائدہ پہنچے، بہت سے ایسے باب ہیں، یعنی وہ ہوتا تھا ایک مسئلہ، ایک حدیث، مگر اس کو انہوں نے باب بنا دئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس کے تین بچے اس حال میں بچپن میں فوت ہو جائیں **لم یبلغھم الحنث**، بچپن میں وہ بچے فوت ہو جائیں، تو اس کے لئے جنت واجب۔ اب جنت کے لئے تو ساری دنیا یہ جھک کر رہی ہے، یہ سب کچھ جو ہم کر رہے ہیں دنیا میں، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، اتنی ساری عمر جو مشقت انسان اٹھاتا ہے، جہاد میں، جو مجاہد اپنی جان دیتا ہے، اس کی بھی یہی طلب ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح عشرۂ مبشرہ کا نام لے کر فرما دیا کہ یہ جنتی ہیں، یہ جنتی ہیں، اسی طرح متعین فرما رہے

ہیں کہ جس کے تین بچے بچپن میں فوت ہوگئے اس کے لئے جنت لکھ دی گئی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دسیوں بچے بچپن میں فوت ہوگئے، حضرت فرماتے ہیں، اب حضرت تو حضرت تھے، حضرت کا مقام تسلیم اور رضا کا، مگر حضرت کی اہلیہ محترمہ، ماں تو آخر ماں ہوتی ہیں، اللہ اکبر! ماں کیسی ہوتی ہیں؟

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے تین معجزات

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے تین معجزات دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو ہم دیکھتے ہی رہتے تھے، مگر آپ کی امت اور آپ کے صحابہ کے ہاتھوں میں نے تین بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے معجزات دیکھے۔

میں نے دیکھا کہ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر پر ہیں، بحرین کے سفر پر، فوج ساتھ ہے، ریگستان، پانی کا کہیں قطرہ نہیں، سواریاں دم توڑ رہی ہیں، انسان پیاس کی وجہ سے عاجز آگئے ہیں، وہ سب اکھٹے ہوئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، الٰہی! ہم تو تیرے ہی رستہ میں ہیں۔ کہتے ہیں ابھی ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور بارش شروع ہوگئی اور اتنی بارش ہوئی، اتنی بارش ہوئی کہ ان کے جانوروں کو انہوں نے سیراب کیا، خود نہائے، پانی کا ذخیرہ کرلیا، فرماتے ہیں ایک یہ معجزہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کا دیکھا۔

دوسرا معجزہ یہ دیکھا کہ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں ہیں، سامنے دریا، رستہ عبور کرنے کے لئے کشتی نہیں، کوئی انتظام نہیں۔ اب کتنا ایمان پختہ، کیسا زبردست ایمان۔ جیسے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مصر کے گورنر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھتے ہیں کہ یہاں مصر میں یہاں والوں کی طرف سے ایک رسم ہمیں معلوم ہوئی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ دریائے نیل جب خشک ہوجاتا ہے اور پانی پیچھے سے آنا بند ہوجاتا ہے تو یہ دوبارہ پانی جاری نہیں ہوگا جب تک کہ ہم ایک جوان خوبصورت لڑکی کو قربان نہیں کریں گے، اور فلاں تاریخ کو ان کا وہ دن آرہا ہے جس میں اپنی نوجوان بیٹی کو یہ یہاں والے قربان کرتے

ہیں۔

خود حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ بھی فیصلہ کر سکتے تھے، ان کو روک سکتے تھے لیکن ہمیشہ ان حضرات میں ادب غالب رہا کہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ اتنے بڑے انسان کہ ان کا لقب ہی ہے **داهية العرب**، کہ پورے عرب کے عقلمند ترین انسان، یہ اُس زمانے میں جو دو گروپ ہوئے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی جماعت، تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا پلڑا بظاہر بھاری رہا، اس کی وجہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ صرف ایک وجہ کہ ان کے ساتھ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ تھے، **داهية العرب** عقلمند ترین انسان تھے۔

مگر انہوں نے خود فیصلہ نہیں کیا، مدینہ منورہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو چٹھی لکھی، سوال کیا کہ حضرت، یہاں یہ صورتِ حال ہے کہ جب دریائے نیل خشک ہو جاتا ہے اور اس کا بہاؤ بند ہو جاتا ہے تو اس کے لئے جوان لڑکی کو قربان کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر دریائے نیل کا پانی دوبارہ جاری ہو جاتا ہے، تو ہم کیا کریں؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ ان کو روک دو، ایسا نہ کریں اور ایک پرچی لکھی دریائے نیل کے نام کہ **مِنْ عمر ابن الخطاب امیر المؤمنین، الی بحر النیل**، حضرت عمر کے نام سے خط جا رہا ہے کس کے نام؟ دریائے نیل کے نام، اور مضمون کیا؟ فرماتے ہیں کہ او دریائے نیل! اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو دوبارہ تو جاری ہو جا، اور اگر اللہ کے علاوہ کسی کا حکم تیرے اوپر چلتا ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں۔

فرماتے ہیں کہ اس چٹھی کا دریائے نیل میں جہاں پانی رکا ہوا تھا اس میں ڈالنا تھا کہ پانی جاری ہو گیا، وہ دن اور آج کا دن، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے جلال کو دیکھئے۔ کہ صدیاں گزر گئیں وہ پانی اسی طرح جاری ہے۔

یہ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالی عنہ جب بحرین کے سفر پر تھے سامنے دریا، عبور کرنے

کے لئے کوئی کشتی نہیں، یہاں تھوڑی دیر انتظار کیا۔

اس کے بعد جوش آیا اور جوش میں فرماتے ہیں کہ یہ پانی بھی مخلوق، یہ دریا بھی مخلوق، اور ہم اسی ایک خالق کو مانتے ہیں جس خالق اور پیدا کرنے والے نے اس پانی کو پیدا کیا، یہی پانی اگر وہ خالق اور مالک چاہے گا تو ڈبو سکتا ہے اور وہ نہیں چاہے گا تو نہیں ڈبو سکتا، ہم اس کے خادم ہیں، اس کے کام کے لئے نکلے ہیں، ہم کیوں اپنا انتظار کریں اور وقت خراب کریں کسی کشتی کی انتظار میں، اور کسی چیز کے انتظار میں، فرمایا گھوڑے ڈال دو پانی میں، اور فرمایا کہ یہ پڑھتے ہوئے جاؤ، **یا حلیم، یا علیم، یا علی، یا عظیم،** اب یہ ورد شروع ہو گیا، **یا حلیم، یا علیم، یا علی، یا عظیم،** لکھا ہے کہ کسی گھوڑے کی سُم کو بھی پانی نہیں لگا، حالانکہ پانی میں سے گزرے، پوری فوج گزری، تمام جانور گزرے، مگر کسی کا سُم تک بھی بھیگا نہیں تھا، کسی کا پیر بھی بھیگا نہیں تھا، جیسے خشکی پر چل رہے ہیں۔

یہاں تک کہتے ہیں کہ بڑی فوج تھی، بڑا لشکر تھا، کسی کا لوٹا گر گیا، کنارہ پر پہنچے تو دیکھا پیچھے کسی کا پانی کے بیچ لوٹا پڑا ہوا ہے، اب کون جائے، وہ کیسے آئے گا؟ اب حکم دیا پانی کو، ہمارا لوٹا ادھر لاؤ، ایک موج آئی، اور لوٹا سامنے کر دیا، وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو دیکھے، آپ کے غلاموں کے بھی معجزات دیکھے۔

ماں تو ماں ہوتی ہیں

فرمایا کہ تیسرا معجزہ میں نے یہ دیکھا کہ ایک عورت مدینہ منورہ حاضر ہوئیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اپنے نوجوان بیٹے کے ساتھ، ماں اور بیٹا دونوں حاضرِ خدمت ہوئے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں آپ کی خدمت میں قبول کر لیجئے، ہم مشرف باسلام ہونا چاہتے ہیں۔ کلمہ پڑھا، ایمان لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھئی، ان کی ماں کو اندر مستورات کے پاس بھیج دو اور بیٹا ادھر اصحاب صفہ میں ہے، دونوں رہ رہے تھے، ماں اندر اور بیٹا باہر اصحاب صفہ میں۔ بیٹا

بیمار ہوا، بیمار ہوتے، ہوتے، زیادہ بیمار ہوگیا، یہاں تک کہ انتقال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ وہ ماں اور بیٹا دو مہمان جو تھے، تو بیٹے کا بیمار ہوکر انتقال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا کہ اس کی ماں کو اطلاع کر دو کہ تمہارا بیٹا اللہ کو پیارا ہوگیا، تو ماں آئی بیٹے کے پیر کے پاس بیٹھ گئی۔

میں بتا رہا تھا کہ ماں تو ماں ہوتی ہیں، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے تو میرا بیٹا چاہیئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنا تو ہر ایک کو ہے، ہر ایک کے لئے اجل تو لکھی ہوئی ہے، اور اس اجل کو پورا کر کے اس دنیا سے ہر ایک کو رخصت ہونا ہے، تو ماں کی امومیت اس پر غالب آگئی اور اس نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ مجھے تو میرا بیٹا چاہیئے اور اس نے فریاد شروع کی، الہی! یا اللہ! میں تو میرے بیٹے کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، تیرے دین کے خاطر میں نے وطن کو چھوڑا، میری قوم کو چھوڑا، اور میں اس دین میں داخل ہوئی، تو نے میرے بیٹے کو لے لیا؟

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ سب کھڑے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام موجود ہیں اور وہ فریاد کئے جا رہی ہیں، سب دیکھ رہے ہیں، کہتے ہیں تھوڑی دیر گزری کہ اس کی آہ وہاں تک پہنچ گئی، عرش تک، ہم نے دیکھا کہ بیٹے کے پیر ہل رہے ہیں، وہ دوبارہ زندہ ہوگیا، ایک مستقل کتاب لکھی ہے، من عاش بعد الموت، کہ جو مرنے کے بعد پھر دوبارہ جنہیں زندگی دی گئی تو ان میں سے یہ ماں اور بیٹا، یہ صحابیہ اور یہ نوجوان صحابی کا قصہ بھی لکھا ہے، ماں کی اس ممتا کی برکت سے وہ بیٹا دوبارہ زندہ ہوگیا۔

تجھے تین کی ضرورت، مجھے تین کی ضرورت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے آدھے درجن سے زیادہ بچے فوت ہوگئے، حضرت تو تسلیم اور رضا کے پہاڑ تھے مگر ماں، تو میں نے اس پر سنایا کہ ماں تو ماں ہوتی ہیں، تو ان کا برا حال کہ ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات۔ اتنے بچے ہمارے چلے گئے، ایک کے بعد ایک،

اللہ میاں دیتا ہے پھر لے لیتا، دیتا ہے پھر لے لیتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اہلیہ کی تسلی کے لئے حدیث سنائی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ثــلاثة، کہ جس کے تین بچے بچپن میں فوت ہو جائیں ان کے لئے جنت واجب، ان کی تسلی کے لئے حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا دیکھ، تجھے تین کی ضرورت، مجھے تین کی ضرورت، حالانکہ ایسا ہے نہیں، والدین دونوں ہی کے لئے تین بچے کافی ہیں، بلکہ ایک بھی دونوں کے لئے کافی، مگر حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ دیکھو حدیث میں آیا ہے کہ جس کے تین بچے فوت ہو جائیں، تو تجھے تین کی ضرورت، مجھے تین کی ضرورت تو فرمایا کہ اس کو تسلی ہوگئی۔

کتنا بڑا احسان ہماری امی جان کا

صحابہ کرام کے احسانات میں بتا رہا تھا کہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو سنائی، تو انہوں نے سننے پر قناعت نہیں کی، کتنا بڑا اس امت پر احسان کر گئیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا، کہ حدیث سن کر انہوں نے فوراً سوال قائم کیا، پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر کسی کے تین نہیں دو فوت ہو جائیں تو؟ فرمایا اس کے لئے بھی جنت واجب، اللہ اکبر! اس میں کامیاب ہوگئیں تو اور آگے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر کسی کے دو نہیں کسی کا ایک فوت ہو جائے تو؟ فرمایا اس کے لئے بھی جنت واجب، کتنا عظیم احسان؟

تصور نہیں کر سکتے ہم کہ یہ امت کے ملایئن، بلینز انسانوں پر کتنا بڑا احسان ہماری امی جان کا، کہ اللہ تبارک وتعالی کی رحمت کو کتنا وسیع کیا، کتنا وسیع؟! کہ کتنی ذکاوت، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر دیکھئے اور ان کا یہ امت کے لئے کارنامہ دیکھئے، صرف یہی کارنامہ کتنا بڑا، کتنے بلینوں انسانوں کو انہوں نے جنتی بنا دیا، ورنہ حکم وہیں تک، تین بچوں تک رہتا۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر کسی کے دو نہیں ایک ہی جائے تو؟ فرمایا اس کے لئے بھی

جنت واجب، ابھی بھی نہیں، کتنی پیاس، کتنی ذکاوت اور سمجھ، ایک روایت کے مطابق آگے اور بھی ہے کہ فرمایا کہ کسی کا پیدا ہونے سے پہلے بھی تو گر جاتا ہے، اسقاط ہوجاتا ہے، اگر پیدا ہونے سے پہلے کسی کا اسقاط ہوگیا تو؟ فرمایا اس کے لئے بھی جنت واجب۔ اللہ اکبر!

یہ سارا ذخیرہ جو ہمارے سامنے احادیث کا ہے یہ ان صحابۂ کرام کا احسان ہے، عبد اللہ بن انیس، حضرت جابر، جنہوں نے ایک ایک حدیث کے لئے ملکوں کا سفر کیا۔ شام کا، مصر کا، ایک حدیث سننے کے لئے، ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا احسان کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کے انہوں نے اسی کو مشغلہ بنایا کہ احادیث کو اکھٹا کریں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا احسان، کہ ہر وقت انہوں نے کوشش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس امت پر رخصت اور خدا کی رحمت لانے کی، اللہ تعالی ان حضرات کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان احادیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وجادلهم پر عمل سے نفرت کیوں؟

یہ اب تک جو آپ نے سنا تو اس میں کتنا مزہ آتا ہے، لطف آتا ہے، رونا آتا ہے خوشی کے مارے، ایک لذت فرحت محسوس ہوتی ہے، اور اب دوسرا پہلو بھی ہے، دوسرا پہلو اس طرح ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شروع میں، کتاب الایمان کے شروع میں سب سے پہلے حدیث **النیة** کو لائے، **انما الاعمال بالنیات** اور آخری باب لائے **کتاب الرد علی الجهمیة**، اب یہ جو زیادہ اپنے آپ کو دیندار سمجھ بیٹھتے ہیں وہ کہتے ہیں بھئی صرف اچھی اچھی باتیں کرو، صحابہ کرام کی، ان کے حالات، واقعات، اس کی کیا ضرورت کہ یہ غلط، وہ صحیح، اس کا رد کیا، اس کی تردید کی۔ ان جھگڑوں کی کیا ضرورت۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب ختم کر رہے ہیں اور کتاب کے ختم پر، اب آپ کو کتنی خوشی ہو رہی ہے، کسی کو رونا آرہا ہے خوشی میں، کسی کے والدین دعائیں کر رہے ہیں، سب خوشی منا رہے ہیں کہ آج یہ آخری مجلس ہے اور ہم نے دورۂ حدیث پورا کیا ہے۔

جنہوں نے سولہ برس تک جس کتاب کی تصنیف و ترتیب کے لئے محنت کی ہوگی، انہیں کتنی خوشی ہوئی ہوگی اور اس کتاب کو وہ ختم کر رہے ہیں، کتنی خوشی محسوس کر رہے ہوں گے؟

مگر اس خوشی کے موقع پر انہیں اور زیادہ جوش آتا ہے، کہ میں کس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح دین کو لے کر آئے ہیں، جو عقیدہ لے کر آئے ہیں، قیامت تک کے لئے اس کو کس طرح میں تحفظ دے دوں، اس کو کس طرح میں بچا لوں، اس کے لئے انہوں نے یہ جہمیہ کے خلاف، معتزلہ کے خلاف، جو فِرَقِ باطلہ تھے، جن کے ساتھ عقیدے کا جھگڑا تھا، ان کے خلاف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم کیا، شروع میں بھی عقیدہ کو لائے ہیں، کہ نیت کا تعلق اصل دل سے ہے، اس کو لائے شروع میں اور اخیر میں یہ جو میزان کا باب لائے کہ ترازو میزان قائم ہوگی، انسان مرتا ہے، قبر میں جاتا ہے، پھر وہاں اس کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اس میزان عدل کے منکرین کے رد میں یہ باب قائم کیا۔

ایک محدث مر کر پھر زندہ ہوگئے

عبد العزیز بن الماجشون ایک بہت بڑے محدث ہیں، ان کا اسماءِ رجال کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے [۱]، میں نے کہا انسان جب مر جاتا ہے، قبر میں جاتا ہے، پھر وہاں اس کو دوبارہ اسی جسم کے ساتھ فرشتے اٹھاتے ہیں، سوال کرتے ہیں، **من ربک؟** تیرا رب کون؟ **من ھذا الرجل؟** یہ کون؟ **ما دینک؟** تو وہاں اس کو زندہ کر کے پوچھا جاتا ہے، مگر جس طرح میں نے کہا کہ مستقل کتاب ہے **من عاش بعد الموت**۔

ابن الماجشون محدث بیمار ہوئے، انتقال ہوگیا، سب نے دیکھا کہ جسم ٹھنڈا ہوگیا، کہیں کوئی زندگی کے آثار نہیں، زندگی بالکل ختم، نہلانے کے لئے تختے پر لے گئے، پانی ڈالنا شروع کیا، نہلا رہے ہیں۔

کسی نے دیکھا کہ پیر کچھ ہل رہا ہے، پھر دیکھا، نبض کو ٹٹولا، تو نبض بھی حرکت کر رہی ہے،

---

[۱] سیر الصحابة

کل مفتی صاحب کھاتے ہوئے ادھر دبا رہے تھے (دل کو)، اللہ تعالی انہیں شفائے کاملہ عطا فرمائے، تو دل کو ٹٹولا تو وہ حرکت کر رہا ہے، پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو زندہ ہیں، سب نے دیکھا کہ واقعی زندہ ہیں، پھر تختہ پر سے واپس لے آئے تھوڑی دیر دیکھتے رہے، زندگی معلوم ہوتی ہے۔

پھر دیکھا کہ پھر بدن ٹھنڈا ہونا شروع ہوا، کہا کہ چلو کل تک انتظار کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو، کوئی کومے (coma) میں نہ ہوں، ہم ویسے ہی دفن کر دیں، اگلے دن دیکھا کہ اطمینان ہو گیا، ٹھنڈا ہونے کی حالت میں پوری رات گزر گئی۔

پھر نہلانے کے لئے دوسرے دن لے گئے، وہاں تختے پر لے جا کر دیکھتے ہیں، کہ پھر وہ کل والا قصہ ہے، کہ پھر زندگی معلوم ہوتی ہے، وہ بھی حیران، دیکھتے ہیں نبض چل رہی ہے، زندگی کے آثار ہیں، پھر واپس تختے پر سے لے آئے، اگلے دن تک پھر انتظار کیا، پھر دوبارہ دیکھا کہ بالکل مر چکے ہیں، وہ آثار ختم ہو گئے۔

تیسری مرتبہ پھر ان کو نہلانے کے لئے لائے، تین مرتبہ اس طرح ہوا، تین مرتبہ، تین دن تک ایسا ہوتا رہا، چوبیس گھنٹے انتظار کے بعد لاتے ہیں نہلانے کے لئے اور دیکھتے ہیں کہ 'پلس' جاری ہے ان کا، پھر واپس لے آئے، اب پریشان ہیں سب کہ کیا کریں، کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کیا کیا جائے۔

اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ زیادہ حرکت معلوم ہوئی، ہاتھ پیر ہلنا شروع ہوئے، اور ابن الماجشون نے کہا کہ مجھے بٹھا دو، بٹھا دیا، پھر کہا مجھے پانی میں ستّو گھول کر دو، مجھے بھوک لگی ہے، پیاس لگی ہے، وہ دیا گیا، پلایا اور اس کے بعد سب کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا آپ کے ساتھ؟ پھر ان کو پورا قصہ سنایا، انہوں نے کہا اچھا ایسا ہوا؟ انہوں نے کہا ہاں، تین دن پہلے آپ مر چکے تھے اور تین دفعہ ایسا ہوا کہ ہمیں زندگی کے آثار محسوس ہوئے اور آج تو آپ سچ مچ ٹھیک ٹھاک ہو گئے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا بالکل صحیح دیکھا، میرے پاس ملک الموت آئے تھے اور پہلے دن، تین دن پہلے، جب آپ نے دیکھا کہ میں مر چکا ہوں، میری روح جسم سے نکال لی، نکال کر اوپر لے گئے، پہلے آسمان پر، دروازہ پر، فرشتے نے اندر سے پوچھا کہ کس کی روح؟ کہا فلاں کی، نام بتایا گیا دروازہ کھول دیا گیا، دوسرا آسمان، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا۔

کہتے ہیں ساتویں آسمان پر جب میری روح کو لے کر فرشتہ پہنچا تو وہاں سے جب پوچھا گیا کہ کس کی روح کو لے کر آئے، تو ملک الموت نے بتایا کہ فلاں، میرا نام لیا، تو انہوں نے کہا کہ ان کو کیوں لائے، ان کے تو ابھی اتنے سال، اتنے مہینے، اتنے دن اور باقی ہیں۔

کہتے ہیں پھر وہ مجھے واپس لے کر نیچے اترے اور جب نیچے اترے ہیں تو آسمان اور زمین کے درمیان میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک تخت بچھا ہوا ہے، اور وہاں ایک مجلس ہے، جب ہم قریب پہنچے تو دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اس مجلس میں دائیں طرف، صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ، حاضر ہیں اور بالکل سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے کے ساتھ گھٹنے ملائے ہوئے بالکل قریب مل کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے مس ہو کر ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ دائیں بائیں تو شیخین ہیں، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق، یہ سامنے کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمر ابن عبد العزیز ہیں۔

میں نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ شیخین اتنا ان کا مرتبہ عالی، اتنا اونچا مرتبہ اور اتنا زیادہ قرب ان کو، عمر ابن عبد العزیز کو کیوں ملا، کہ بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے ان کو اپنے ساتھ بٹھایا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصل میں انہوں نے، شیخین نے عدل وانصاف کیا مگر ایسے زمانے میں جس میں وہ عدل وانصاف کر سکتے تھے، سارے کے سارے صحابۂ کرام ہی تھے، تابعین تھے، اور انہوں نے، عمر ابن عبد العزیز نے ایسے زمانے میں انصاف کیا جب ظلم وستم غالب تھا، اس لئے ان کو زیادہ قرب عطا کیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد دوبارہ وہ محدث ٹھیک ٹھاک رہے، جو عمر ان کو بتائی گئی تھی کہ اتنے برس، اتنے مہینے، اتنے سال وہ زندہ رہیں گے، اس کے بعد پھر ان کا انتقال ہوا۔

میزان عمل

وہاں قبر میں فرشتہ مردہ کو زندہ کر کے یہ سوال کرتا ہے، اور پھر اس کے بعد پھر یا جنتی ہے تو وہاں کی نعمتوں میں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے فرمائے، اور اگر معذّب ہے تو ہمیشہ کے لئے عذاب ہی عذاب۔

آگے پھر جب حق تعالیٰ شانہ کو منظور ہوگا، قیامت قائم ہوگی، صور پھونکا جائے گا، ساری دنیا فنا ہو جائے گی، ایک زمانہ گزرے گا، دنیا اسی طرح فنا ہونے کی حالت میں پڑی رہے گی، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور سب مردے اپنی قبروں سے کیا بلکہ تمام مخلوق زندہ کر کے کھڑی کر دی جائیں گی، انسان، جن، تمام مخلوق، چرند، پرند، جانور، سب کو زندہ کیا جائے گا، حشر کا میدان ہوگا، اس میں بہت سارے دھندے ہوں گے، ایک دھندا یہ بھی ہوگا میزان کا، کہ اعمال تولے جائیں گے۔

عقیدہ کے تحفظ کا اجر سب سے زیادہ

ہم اہلِ سنت کا تو یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح یہ تمام مراحل ہیں، ان سے گزرنا ہے، اور ان مراحل سے گزر کر کے وہاں میزانِ عمل پر بھی حاضر ہونا ہے، اللہ کرے کہ ہمارا بلا حساب اور کتاب جنت کا ہمارے لئے فیصلہ ہو۔ یہ عقیدے کے بارے میں پچھلی صدیوں میں مستقل ایک فرقہ گزرا ہے معتزلہ کا، جو اس کا منکر تھا، وہ اس کا انکار کرتے تھے کہ یہ میزان کچھ نہیں

سب ایسے ہی ڈھکوسلے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل ان کے رد کے لئے یہ باب قائم کیا، آخری بات تو کوئی رونے والی، رلانے والی ایسی کوئی کہہ کر جاتے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اور چیزوں میں اجر تو ہے، مگر عقیدہ کے تحفّظ میں جو اجر ہے، وہ سب سے سوا ہے، وہ اور عبادات میں نہیں، سب سے بڑا اجر جو انسان کو ملتا ہے وہ عقیدے کے تحفّظ کا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عقیدہ کا محافظ بنائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تردید کے لئے یہ باب قائم کیا اور پھر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چلو وہ معتزلہ کا زمانہ گزر گیا، معتزلہ صدیوں پہلے ہوں گے، اس زمانہ میں اب تو معتزلہ اور شیعہ اور خوارج نہیں ہے کہ وہ اس مسئلہ کو لے کر بیٹھے ہوں، ایسا سمجھنا بھول پن ہے۔

صدیوں پہلے معتزلہ تھے، نام کی تبدیلی کے ساتھ آج بھی ہیں اور یہ اتنے باریک ہوتے ہیں، اتنے گہرے ہوتے ہیں، ان کے روٹس اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ عام انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا اور اپنا ایمان انسان کھو بیٹھتا ہے، اسی لئے سب سے زیادہ اپنے ایمان کی، اپنے عقیدہ کی تحفّظ کی ضرورت ہے، اعمال میں کچھ کوتاہی ہوگئی وہ تو معاف ہوسکتے ہیں، لیکن اگر ایمان اور عقیدہ ڈانواڈول ہوگیا تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔

ہم عقل کے نہیں، نقل کے تابع ہیں

صدیوں پہلے معتزلہ گزرے ہیں مگر آج بھی دوسروں میں، غیروں میں نہیں خود ہمارے اندر یہی عقیدہ باقی ہے، جو اپنے آپ کو اہلِ سنت کا نام دیتے ہیں اور اہلِ سنت میں سے اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں، اور ایک گروہ ان کو مانتا بھی ہے۔

ایسی ہی فکر کے داعی تھے، انہوں نے بڑی کتابیں لکھیں، یہاں تو اتنا ان کا اثر ہم نے محسوس نہیں کیا لیکن امریکہ وغیرہ میں بہت ہے، انہوں نے معتزلہ کی یاد تازہ کی، کتاب لکھی ''روایت و درایت'' کہ جو چیز عقل میں آئے اسے قبول کرو، جو چیز ہماری عقل میں نہ آئے

اس کو رد کردو۔

اب معتزلہ نے سوچا کہ انسان کے لئے میزانِ عمل قائم ہوگا تو ایک ایک انسان ہر آن، ہر گھڑی جو عمل کرتا ہے، جو بولتا ہے، جو دیکھتا ہے، اپنے اعضاء اور جوارح سے جتنے اعمال وہ کرتا ہے وہ سارے کے سارے لکھے جاتے ہیں اور وہ سارے کے سارے اکھٹے کئے جائیں گے، تو ایک ایک انسان کے عمل کتنے ہوں گے پہاڑوں کے برابر، اور دنیا بھر کے انسانوں کے تمام کے تمام اعمال اکھٹے کئے جائیں، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ زمین اور آسمان اس کو سمانہیں سکتے، اتنے بلینوں انسانوں کے عمل کے دفاتر تو پھر اس کو تولنے کے لئے جو میزانِ عمل ہوگا وہ میزانِ عمل کتنا بڑا ہوگا، وہ اللہ تعالی نے کہاں رکھا ہے؟ اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، معتزلہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

بنیاد کیا تھی ان کی؟ کہ جو چیز عقل میں آئے اسے قبول کرو، جو تمہاری عقل میں نہ آئے اسے رد کردو، اپنی عقل کو انہوں نے، معتزلہ نے بنیاد بنایا اور ہم اپنی عقل کو بنیاد نہیں بناتے، ہم نقل کے تابع ہیں، جو قرآن کہتا ہے ہم نے مان لیا۔

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش پر بھی اشکال

قرآن کہتا ہے **یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا و نساء** ، کہ اے انسانوں تم اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

اور تمہیں کیسے پیدا کیا؟ **من نفس واحدۃ،** ایک نفسِ واحدہ سے، وہ کون؟ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام **و خلق منھا زوجھا،** اور ان سے ان کی بیوی کو پیدا کیا، تو یہ تو نص قطعی قرآن کہتا ہے، کہ آدم سے ان کی بیوی کو پیدا کیا، اب کیسے پیدا کیا؟

حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ و السلام کو اللہ نے جنت میں ٹھہرایا، پیدا کیا، پھر جنت میں ان کو بسایا، ایک دن سو رہے ہیں، اٹھے تو دیکھا کہ بغل میں کوئی ہیں، کون

ہیں؟ حضرت حوا علیہا السلام ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے اس کو پیدا کیا، یہ ہماری پسلیوں میں سے جو سب سے چھوٹی آخری پسلی ہے اس سے پیدا کیا۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو سمجھایا کہ دیکھو میاں بیوی کے جھگڑے تو ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ جھگڑے ہوتے رہیں اس کو اگنور (ignore) کرنا چاہئے، ایک فطری چیز ہے اور اس میں اس حد تک نہیں جانا چاہئے کہ یہ رشتہ زوجیت ٹوٹ جائے اور تسلی کے لئے ارشاد فرمایا کہ یہ جو حضرت حوا ہیں، ان کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا اور ٹیڑھی پسلی ہڈی، اس کو سیدھا کوئی نہیں کرسکتا وہ ٹوٹ جائے گی۔

فرمایا کہ جس طرح ہے، اللہ تبارک وتعالی نے تمہیں بیوی دی، جس طرح وہ رہے، اسی طرح گزارہ کرو، تم اس کی کوشش کرو گے کہ میں جس طرح چاہوں وہ اس طرح رہے، یہ مشکل ہے، اس کو سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو، **وان ذهبتَ** اگر تم اس کو سیدھا کرنے جاؤ گے تو **کسرته**، تو تم اس کو توڑ بیٹھو گے، رشتہ زوجیت ٹوٹ جائے گا وہ ہڈی ٹوٹ جائے گی مگر وہ سیدھی نہیں ہو سکے گی۔

اپنی ناقص عقل کو معیار بنالیا

اب یہاں تک تفصیل حدیث بیان کر رہی ہے، قرآن کہہ رہا ہے کہ وہاں سے پیدا کیا، مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ کب ہوسکتا ہے، کسی نے دیکھا کسی ہڈی سے انسان کو نکلتا ہوا کبھی؟ **لا حول ولا قوة الا بالله۔**

اپنی عقل کے پیچھے چلنا شروع کیا۔ عقل میں چونکہ نہیں آتا، اس لئے انہوں نے اس معنی کا بھی انکار کیا، اس آیت کا بھی اور ان احادیث کا بھی انکار کیا، اور صرف اس کا انکار نہیں کیا، ایک مستقل کتاب لکھی، اس کا نام رکھا ''روایت و درایت''، کہ جو روایتیں اور احادیث ہماری درایۃ اور عقل میں آئیں اسے قبول کرو اور جو عقل میں نہ آئیں اس کو ردی کے ٹوکرے

میں پھینک دو۔

اللہ اکبر! اپنی عقل کو معیار بنایا، ہم کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہم اس نقل کے تابع ہیں، ہم اسی پر چلیں گے۔

جس طرح انہوں نے حضرت حوا کے متعلق اس حدیث کا انکار کیا، اس آیت کا انکار کیا، اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ عنقریب دجال آئے گا، آگے ان کے الفاظ سنئے، ''کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ دجال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط تھا'' دیکھئے یعنی نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخمین اور ظن اور انداز سے بات فرما رہے ہیں کہ دجال آنے والا ہے، دجال آئے گا اور مودودی لکھتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط نکلا، چودہ سو برس گزر گئے وہ آیا بھی نہیں، وہ کب آئے گا؟

اس طرح اس نے ایک پورا ذخیرہ بنایا احادیث کا کہ اس کو ردی کے ٹوکرے میں پھینک دو، اس لئے کہ یہ احادیث غلط نکلیں، ہم تو انتظار میں ہیں، اللہ تعالی ہمیں وہ زمانہ نہ دکھلائے، دجال کے فتنے سے پہلے پہلے اللہ تعالی ہمیں ایمان کے ساتھ اس دنیا سے اٹھا لے، یقیناً وہ آئے گا۔

سر سید دنیوی علوم کے حصول کے بڑے داعی تھے، وہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کا وجود صرف فرضی ہے۔

مگر ہمارا تو عقیدہ ہے کہ فرشتے سارے نظام کو چلاتے ہیں، یہ بادلوں کو فرشتے چلا رہے ہیں، بارش فرشتوں کے ذریعہ برستی ہے، ہر کام پر فرشتے متعین ہیں۔

فرشتہ تحریر لے کر اتر آیا

ہمارے دار العلوم میں ابھی پانچ چھ مہینے پہلے ایک مہمان آئے نائجیریا

(Nigeria) سے، سب طلبہ اور اساتذہ نماز کے انتظار میں تھے۔ اس نے آ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ نائجیرین نے کہا مجھ کو پہچانتے ہو؟ اوہو، میں نے کہا کہ وہ جو تم تین بھائی تھے، تم ان میں سے ہو، اس نے کہا کہ ہاں!

یہاں دار العلوم میں کسی زمانہ میں انہوں نے پڑھا ہے، میں نے کہا وہ کون تھا جس نے فرشتے کو دیکھا تھا؟ اس پر وہ ہنس پڑا، میں نے کہا کہ ان طلبہ کو تم وہ قصہ خود سناؤ، کہ آج سے پچیس برس پہلے کا قصہ ہے، تو تازہ ہو جائے گا، آج سب سن لیں گے کہ یہ خود بھی موجود تھا اور سچا قصہ ہے۔

قصہ کیا ہوا کہ آپ لوگ شام کو مطالعہ کرتے ہیں، سبق یاد کرتے ہیں، تو سب اپنا مطالعہ کر رہے ہیں، کتابیں دیکھ رہے ہیں، کوئی اپنا سبق حفظ والے یاد کر رہے ہیں، تو اس زمانے میں، یہ سیکرٹری کا کام بھی میں ہی کرتا تھا، سوپر وائزر کا کام بھی میں ہی کرتا تھا، پرنسپل کا کام بھی میرے ہی ذمے تھا، آدمی کم تھے سٹاف نہیں تھا، اس وقت کتنے برس؟ بیس برس مطالعہ کی نگرانی میں نے کی ہوگی۔

میں اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہوں، وہ تین چار کا نائجیرین کا گروپ آیا، ایک بچہ زار و قطار رو رہا ہے، وہ روتے روتے کانپ رہا ہے، میں نے پوچھا اس کو کیا ہوا؟ اس کے ساتھی کہنے لگے، اس نے کچھ دیکھا ہے، میں نے پوچھا کہ اس نے کیا دیکھا؟ پھر میں نے کہا کہ اس کو بٹھاؤ، پانی لاؤ، کچھ لاؤ، بٹھایا، ذرا آرام ہو، کچھ تسلی ہو، ذرا کچھ سکون ہو پھر اس کے بعد اس کو پوچھتے ہیں کہ اس کو کیا ہوا۔ پھر پوچھا اس سے کہ کیا ہوا؟

اس نے کہا کہ میں تو نیچے دیکھ کر قرآن شریف پڑھ رہا تھا، اس بچے کی عمر دس برس رہی ہوگی، دس گیارہ برس، اس سے زیادہ نہیں ہوگی، اور چاروں طرف اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں، دس پندرہ نائجیرین سٹیوڈنٹ تھے، اور دو سو تین سو طلبہ بالکل ساتھ ساتھ لگے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں، سب کے بیچ میں، لائٹیں جل رہی ہیں، کوئی ایسا ماحول بھی نہیں جس

میں انسان ڈر سکے۔

وہ طالب علم کہتا ہے میں تو قرآن شریف پڑھ رہا تھا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ کسی نے کچھ اوراق میرے سامنے کئے، تو میں نے کہا وہ کیسے اوراق تھے؟ انہوں نے کہا کچھ لکھا ہوا تھا اور وہ اوراق میرے سامنے کئے، جب میں نے نگاہ اٹھائی تو اوراق لانے والے کے وینگ تھے، پَر تھے، پھر میں نے ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ پوچھنے کی کوشش کی، میں نے پوچھا کہ کیسے وینگ تھے، کہنے لگے بس جیسے ہی میں نے وینگ دیکھے تو میں نے آنکھیں بند کر لی، میں رونے لگا۔

میں نے کہا کہ تم جو تمہارے پاس پیغام لے کر آیا تھا، وہ لے لیتے آپ، آپ پڑھتے کہ کیا ہے، مگر وہ بچہ تھا، تو میں نے طلبہ سے کہا کہ دیکھو، یہ جو ذکر واذکار کی محفلیں ہوتی ہیں، قرآن کی تلاوت کی مجلس، مطالعہ کی مجلس، علمی مجلس اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، فرشتے کو جو اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اس کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

امہات العقائد کا انکار

ملائکہ کے منکر کہتے ہیں کہ کدھر ہیں وہ فرشتے اور یہ تو سب ڈھکوسلے ہیں، بعث بعد الموت کا انکار، حشرِ جسمانی کا انکار، میزان کا انکار، جنت کا انکار، کہ جنت جہنم ویسے جیسے کسی بچہ کو کہتے ہیں کہ ابھی ماروں گا تجھے، تو کہتے ہیں کہ باپ مارتا تھوڑے ہی ہے، وہ تو ویسے ڈرانے کے لئے کہہ رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے بھی لوگوں کو ڈرانے کے لئے کہہ دیا کہ جہنم اتنی بڑی ہے اور جس طرح بچے کو کہتے ہیں کہ تم ابھی چپ ہو جاؤ پھر تمہیں سویٹ دیں گے، بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ سویٹ نہیں دیتے صرف تسلی کے لئے کہتے ہیں، اس کا نام ہے طفل تسلی اردو والوں کے یہاں، کہ بچوں والی تسلی دے دی کہ تمہیں جنت ملے گی، **لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

انھوں نے دین کو کتنا بگاڑا دیکھئے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے امداد الفتاوی میں پورا چارٹ بنایا، سکستی فایو (۶۵) امہات العقائد کا انکار کیا اس شخص نے، پھر ایک نقشہ بنا کر حضرت نے اس پر رد کیا۔

یہ بیماری کہاں سے آئی؟ وہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے، جن کے لئے باب قائم کیا، معتزلہ سے آئی، کہ جو عقل میں آئے اس کو قبول کرو، جو عقل میں نہ آئے اس کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دو۔

اب ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے بطورِ عذاب کے **کونوا قردة خاسئین** ارشاد فرمایا کہ تمھیں ذلیل بندر بنا دیا گیا، انھوں نے سوچا کہ اب تک تو یہ انسان تھا اور دوسرے وہلہ میں ایک دم انسان سے بندر بن گیا، یہ کب ہوسکتا ہے؟

تحریف اور تبدیلی کیسے ہوتی ہے ہم ان فِرَقِ باطلہ کی دسیسہ کاریوں کو نہیں سمجھ پاتے، کیوں نہیں سمجھ پاتے کہ اس طرح وہ چالاکی سے کام کرتے ہیں کہ **کونوا قردة خاسئین**، کہ ذلیل بندر بن جاؤ، تو اس کو تبدیل کرنے کے لئے صرف ایک کلمہ بڑھا دیا، 'جیسے' بڑھا دیا کہ تم بندر جیسے ذلیل بن جاؤ، وہ کہتے ہیں کہ وہ تو وقتی طور پر جیسے کوئی استاذ کسی شاگرد پر ناراض ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم یہاں رکوع کی حالت میں، قرآن شریف یاد کرو، تو اس کو مرغا بناتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس طرح سے ان کو بندر جیسے ذلیل کہا، کہ حقیقت میں وہ انسان سے بندر نہیں بنے، تو یہ خود ہمارے یہاں تفاسیر میں جب یہ حال ہے، تو پھر یہ بیماری جہاں سے آئی، وہ روایت اور درایت ہے، اس کی لِم اور اس کی علت اور جو سب سے اہم ریزن اس کا ہے وہ یہ کہ انھوں نے اپنی عقل کو نقل کے تابع نہیں کیا بلکہ نقل کو اپنی عقل کے تابع کیا، کہ جو نقل ہماری عقل میں آئے، وہی ٹھیک ہے۔

مودودی نے باب قائم کیا ''روایت و درایت'' اور تمام روایات کو باقاعدہ گنوایا، کئی سو،

اللہ تبارک وتعالی ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، ہمیں اہلِ سنت کے عقیدے پر رکھے، اسی پر ہمیں زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے اس کے بعد میں حدیث پڑھ لوں گا پھر دعا کر لیتے ہیں ان شاء اللہ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِی اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلی الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلَی اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِی الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحمَةً، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّاب. رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُن وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْهُدی و التُّقٰی وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰی اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَ الْعِفَّةَ وَ الْاَمَانَةَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ رَسُوْلِكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نبيك سَيِّدُنَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جهَنَّم وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبرِ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہمارے سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، یا اللہ! بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما، یا اللہ ہمارے عقیدے اور ایمان کی حفاظت فرما، یا اللہ! اس باطل دور میں ہمارے ایمان اور عقیدے کی

حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے آئندہ آنے والی نسلوں کے دین وایمان کی حفاظت فرما، انہیں صحیح عقیدے اور ایمان پر قائم رکھ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو عقیدہ امت کو دے کر گئے اس پر ہماری نسلیں قیامت تک رہیں اس کا فیصلہ فرما، یا اللہ! باطل فرقوں سے ہماری اور امت کی حفاظت فرما، یا اللہ! باطل جس طرح زوروں پر ہے اس کے زور سے ہماری حفاظت فرما، یا اللہ! علمی فتنوں سے بھی ہماری حفاظت فرما، یا اللہ! دنیا میں ہر جگہ ظلم وستم عام ہے انسانیت پریشان ہے، انسانیت کو ان سے خلاصی نصیب فرما، امن، چین، سکون قائم فرما، یا اللہ! جہاں کہیں آسمانی مصیبتوں کی وجہ سے، سلطانی مصیبتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں ان کی مدد اور نصرت فرما، یا اللہ! جن کے پاس کھانے کو نہیں انہیں کھانا میسر فرما، جن کے پاس لباس نہیں انہیں لباس میسر فرما، یا اللہ! ہم تو کتنے عیش وآرام میں ہیں اور تمہاری مخلوق دنیا میں ملینوں کی تعداد میں کتنی پریشان ہیں، یا اللہ ان نعمتوں کی ہمیں قدر دانی نصیب فرما، یا اللہ! ہمارے بچوں کو نیک ہدایت نصیب فرما، ہماری نوجوان نسل کی خاص طور پر حفاظت فرما، یا اللہ! ہم میں سے جو بیمار ہیں انہیں شفا اور صحت نصیب فرما، یا اللہ جنہوں نے بھی دعاؤوں کے لئے کہا یا لکھا یا متوقع ہیں یا اللہ! ان کی جائز مرادیں پوری فرما، اس مدرسہ کے بانی حضرت مفتی شبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جنہوں نے اس کا تعاون کیا اور اب تک جو جا چکے ہیں تیری رحمت میں یا اللہ! انہیں بے حد جزاءِ خیر نصیب فرما، یا اللہ! اس ادارے کی قیامت تک حفاظت فرما، یا اللہ ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت فرما، اس کو ترقیات کی راہ پر گامزن فرما، یا اللہ! جو طلبہ اور طالبات فارغ ہو رہے ہیں یا اللہ ان کو قبول فرما، تیری محبت نصیب فرما، تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرما، یا اللہ! ان فارغ ہونے والیوں میں اور فارغ ہونے والوں میں خصوصی امتیاز تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت ہو، یا اللہ! تو نے ہمارے طبقے میں، ہمارے اکابر میں جو خصوصی امتیاز رکھا تھا عشق نبوی کا یہ دولت انہیں بھی نصیب فرما، ہمیں بھی نصیب فرما۔

اَلـلّٰھُـمَّ صَـلِّ عَـلٰـی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَـارِکْ وَ سَلِّم. سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ، وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْن، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

۳۳

امام الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی آسمانوں سے پھر اتریں گے

’’حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جو اس قدر تکالیف جھیلنا پڑی، کلمۂ حق کی وجہ سے پھر بھی ساری عمر اپنا فریضہ انجام دیتے رہے، اسی لئے انہوں نے اخیر میں باب قائم فرمایا کتاب الرد علی الجھمیة ۔ ردِ باطل، ساری عمر جوان کا فریضہ تھا کبھی نہیں چھوڑا، نہ بادشاہ کے دربار میں چھوڑا، اسی لئے خلقِ قرآن کے مسئلہ میں دشمن بڑھتے رہے، بڑھتے رہے یہاں تک کہ اسی کے نتیجہ میں حضرت امام کو یہ نوبت آئی کہ دعا کرنی پڑی کہ یا اللہ! اب تو دنیا اپنی وسعت کے باوجود میرے لئے تنگ ہوگئی فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْک، مجھے اپنے پاس بلالے۔‘‘

’’حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جب دار العلوم میں بخاری شریف ختم کرائی تھی، تو حضرت نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شروع میں حدیثِ نیت لائے اور اخیر میں یہ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ یہ حدیث لائے، جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما رہے ہیں کہ دنیا میں کرنے کے صرف دو کام ہیں، ایک کام یہ کہ اخلاص نیت ہو، دل میں اخلاص ہو اور زبان پر ذکر ہو۔‘‘

(صفحہ نمبر ۴۹۹، ۴۹۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

اما بعد: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. بابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِىْ اٰدَمَ وَ قَوْلَهُمْ يُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاهِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِيَة وَ يُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُو الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَهُو الْجَائِرُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ فُضَيْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ القَعقَاع عَنْ اَبِى زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

یہ حضرت امامِ بخاری رضی اللہ تعالی عنہ کا عظیم الشان کارنامہ ہے، اللہ عزوجل کے یہاں اُن سے لے کر رہتی دنیا تک کے لئے ایک عظیم خدمت ان کی طرف سے قبول ہوگی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اُن انبیاء

علیہم الصلوۃ والسلام کے طریقے پر چلنے والے متبعین اَشَدُّ بلاءً کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سب سے زیادہ بلا اور تکلیف کے ذریعہ اِن کو آزمایا گیا اوران کے بعد ثُمَّ الْاَمْثَل فَالْاَمْثَل، جو جتنا قریب اُتنا زیادہ آزمائش اور مصیبت اور تکلیف میں، اور اللہ کی شان کہ یہ جو آزمائے گئے کوئی حکومت کی طرف سے، کوئی افراد کی طرف سے آزمائے گئے۔

مکہ میں حکومت ہوتی تھی قریش کی، قریش اپنے آپ کو وہاں کے حاکم سے کم نہیں سمجھتے تھے، تو کوئی ایک عظیم سلطنت جتنی ایذاء اور تکلیف پہنچا سکتی ہے اس سے زیادہ قریش نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو پہنچائیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَشَدُّ بلاء الانبِیَاءُ اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو دیکھیں۔

حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، تو جو خدا انہیں نبی بنا کر بھیجتا ہے، جو حضرت عیسی کے ذریعہ نابینا کو بینا کرسکتا ہے، برص والے کو خوبصورتی دے سکتا ہے، جو جذامی کو ٹھیک کرسکتا ہے، جس بیماری کے علاج سے اطباء عاجز ہوں، انہیں ان کی ایک نظر سے شفا دے سکتا ہے، تو وہ خدا جب دشمن حملہ آور ہوا، اس وقت بھی انہیں تحفظ دے سکتا ہے۔

مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک طریقہ ہے، ایک سنت ہے، ایک رستہ اللہ عز وجل نے بنایا ہے اپنے دوستوں کے لئے جس سے انہیں گزرنا ہوتا ہے، لیکن جب آخری مرتبہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو اس آزمائش سے گزارا گیا تو جو انہیں تحفظ دیا گیا وہ تحفظ بھی بڑا نرالہ اللہ اکبر!

دیکھئے، آسمان کے دروازے کھل گئے، فرشتے آنکھوں کے سامنے اتر پڑے، اٹھا کر لے گئے اور جیسے آج ہی اٹھایا ہو، اسی طرح وہ آسمانوں پر وہ موجود ہیں، اور کسی وقت پھر فرشتے لے کر اتریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے بقیہ زندگی پوری کریں گے۔

لیکن یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تاریخ ہم پڑھیں تو اطمینان ہوتا ہے کہ جب اللہ کے دوستوں کے ساتھ اس کا یہی طریق ہے، حضرت یحییٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کو شہید کرنے کے لئے پیچھا کیا جاتا ہے، پیچھے پورا ایک لشکر، لاؤ لشکر پیچھے دوڑ رہا ہے، بھاگ رہے ہیں اللہ کے نبی، تو ان کو تحفظ کس نے دیا؟

دیکھتے ہیں، بھاگے جا رہے ہیں، نہ کوئی ناصر اور مددگار کہ جس سے کوئی امید رکھیں، سامنے صرف جمادات ہیں، نباتات ہیں، جنگل ہے، ویرانہ ہے، وہاں ایک درخت شق ہوتا ہے، سبحان اللہ! وہ درخت دو ٹکڑے ہو کر حضرت یحییٰ کو اپنے اندر لے لیتا ہے، اللہ اکبر!

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کس قدر تکالیف جھیلیں، کتنی تکالیف جھیلیں، صبر و تحمل کے پہاڑ اور صبر و تحمل کا سبق انسانیت کو دینے والے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخر مجبور ہو گئے، ایک دفعہ مکہ مکرمہ سے نکلے، طائف کا سفر فرمایا۔

جب وہاں بھی دشمنوں نے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، زخمی حالت میں، سارا جسم لہولہان، دعا کر رہے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ اِلَیْکَ ضعفَ قُوَّتِیْ و قِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھوانِیْ عَلٰی النَّاسِ، وَھوانِیْ عَلٰی النَّاسِ یَااَرْحَم الرَّاحِمِیْن، کہ اے اللہ میرا یہ جو حال ہے، تیرے سوا کون ہے جس سے میں شکایت کروں، تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں، یہی کلمات جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں طائف میں عرض کیے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب تنگ ہو جاتے ہیں دنیا سے اور دنیا والوں سے اور ان کے مظالم سے اور ظالموں سے، آخر انسان کب تک جھیلے گا، کب تک جھیلے گا۔

انہوں نے بھی آخر میں یہ دعا، یہیں سے شروع کی، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ کہ اے اللہ میں تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں ابھی، اور آخر میں انہوں نے اپنے لئے رستہ بھی تجویز کر دیا، کہ مجھے اس طرح تحفظ چاہئے، فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْک، ورنہ اور بھی زندگی اور تحفظ اللہ دیتا کہ اللہ

تعالی کی قدرت ہے، اللہ تعالی دیتے بھی ہیں، مگر وہ دعا قبول ہوگئی اور اللہ نے اپنے پاس بلا لیا، امام بخاری رحمۃ للہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب دیکھتے ہیں اپنے صحابۂ کرام کو، کہ کیا حال کرر کھا ہے دشمنوں نے، چنانچہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجبوری ہے، چلو یہاں سے، چھوڑو اس وطن کو۔ مدینہ پاک ایک کو بھیجا، دوسرے کو بھیجا، پھر اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تشریف لے جارہے ہیں اور وہاں کا، مکہ کا ایک ایک ذرہ رو رہا ہے۔

وہ پتھر جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوتا تھا سلام کیا کرتا تھا، وہ پتھر رو رہے ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی سرزمین سے معذرت خواں ہیں، معذرت چاہتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اے سرزمینِ مکہ! میں تو نہیں چاہتا تھا، تو تو میرا پیارا وطن ہے، میں تجھے کیسے چھوڑتا، لیکن تیرے رہنے والوں نے مجھے مجبور کیا۔

اور جب یہاں سے نکل گئے اس پر بھی دشمن پیچھا نہیں چھوڑتے، پھر بھی پیچھے پیچھے ہیں، وہاں جب غار ثور میں پہنچتے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ شکایت کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! یہ تو یہاں بھی آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا**، تو یہ دشمن سامنے ہیں، دشمن کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ دیکھ رہے ہیں تو کیسا تحفظ دیا گیا؟ کہ سامنے ہیں پھر بھی دشمن دیکھ نہیں سکا، یہ معجزہ، کہ دشمن سامنے ہے مگر دیکھ نہیں پا رہا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

اور جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات ہیں، وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آپ کے متبعین اور صلحاءِ امت کو کرامات کے نام سے دئے گئے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، اپنا پیارا وطن ہندوستان چھوڑ کر

بھاگ رہے ہیں، سفر ہو رہا ہے ہجرت ہو رہی ہے، مکہ کی طرف۔ یہاں بھی ہر جگہ مخبر اور سی آ ئی ڈی پیچھے پیچھے، کہ کدھر گئے؟ آج کہاں ہوں گے، کل کہاں ہوں گے، پوری رپورٹ دی جا رہی ہے، ایک جگہ قیام تھا حضرت کا، وہاں جنگل میں زمینیں ہوتی ہیں، کسی کی پانچ سو بیگہ، ہزار بیگہ۔

ہماری والدہ صاحبہ کے ماموں تھے ان کی دھرم پور کے آس پاس ایک ہزار بیگہ سے زائد زمینیں تھی، چھ سو بیگہ سے زیادہ کا ایک نمبر تھا، نمبر کہتے تھے اس کو، کہ ایک جگہ پر ایک ٹکڑا ہو۔ ایسی کسی کی بڑی جائداد تھی، وہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا، اطلاع دے دی گئی ہوگی۔ اگر چہ حضرت کی آمد کی کسی کو اطلاع نہ ہو، اس لئے میزبان نے سارا انتظام کر رکھا تھا کہ کسی طرح کسی کو پتہ نہ چلے، اچھے اچھے مکانات اور عمدہ خواب گاہوں کو چھوڑ کر کے انہوں نے جو اصطبل تھا، جہاں گھوڑے رکھے جاتے تھے، تو اس کے برابر میں، اصطبل کے برابر میں ایک کمرہ تھا کہ جس میں گھوڑوں سے متعلق چیزیں رہا کرتی تھیں، تو وہ کمرہ تجویز کیا کہ اگر دشمن اور دشمنوں کے معاون اور مددگار کسی طرح مطلع ہو جائیں کہ حضرت کا یہاں قیام ہے، تو بھی وہاں نہ پہنچ سکیں، اس خیال سے انہوں نے وہ اصطبل کے ساتھ والا کمرہ، جس میں گھوڑوں کی چیزیں رہتی تھیں وہاں حضرت کو ٹھہرایا۔

لیکن جیسا میں نے عرض کیا کہ اس کا بھی انہوں نے پتہ لگا لیا، سی آئی ڈی نے، مخبری کرنے والوں نے، کوئی ہندو سکھ اور عیسائی یہودی نہیں ہوتے تھے، مسلمان ہی ہوتے تھے، داڑھی والے، جبہ والے، انہوں نے اس کی بھی اطلاع کر دی کہ وہ گھوڑوں کے اصطبل کے برابر والے کمرہ میں ہیں، چنانچہ پوری ایک فوج پہنچی، حضرت کو گرفتار کرنے کے لئے اور پہنچتے ہی انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف، پتہ چلا تھا کہ آپ کے پاس اچھے اچھے گھوڑے ہیں، تو یہ دیکھنے کے لئے آئے ہیں، گھوڑوں کا بہانہ تھا، جو افسر تھا وہ کہتا ہے کہ گھوڑے دیکھنے کے لئے آئے، اور چکر لگاتے ہوئے یہ گھوڑا دیکھا، وہ گھوڑا دیکھا اور اس کے بعد اصطبل کے برابر

کا کمرہ بند تھا، جس کی باہر سے کنڈی لگی ہوئی ہے، اندر حضرت ہیں اور اس کی کنڈی باہر سے لگا رکھی تھی۔

یہ کیا ہے؟ یہ کہہ کر خود ہی وہ افسر کنڈی کھولتا ہے، اس کو تو سو فیصد یقین ہے کہ میرے مخبر غلط نہیں ہوسکتے، اتنے وفادار ہیں، تو یہ کہہ کر اس نے کنڈی کھولی اور کنڈی کھول کر کے دروازہ کو دھکا دیا، دروازہ کھل گیا، وہ میزبان تو دل پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں، کہ اب سانس بند ہو، تب بند ہو کہ میرے پیر و مرشد، میرے حضرت میرے یہاں سے گرفتار ہوں گے!

لیکن وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی شان، جب افسر نے دروازہ کھولا تو حضرت وہاں نہیں ہیں، جانماز مصلی بھی ہے، تھے وہیں پر لیکن حضرت کی کرامت، اب وہ کہتا ہے کہ یہ تو آپ کہہ رہے ہیں کہ گھوڑوں کا سامان یہاں رکھا جاتا ہے، پوچھتا ہے کہ یہ مصلی کیسا؟ حضرت کے میزبان نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہیں، کسی وقت بھی نماز کا وقت ہوجاتا ہے، اس لئے مصلی یہاں رکھ دیا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

غرض حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں تک ستایا گیا کہ انہوں نے بالآخر اپنے لئے مرنے کی دعا کی۔ آج کل بھی حالات بہت تنگ ہوتے چلے جارہے ہیں دنیا بھر کے اور دنیا بھر میں دینی درس گاہوں کے اور دینی اداروں کے اور وہاں کام کرنے والوں کے اور بالخصوص حرمین شریفین کے۔ اللہ تبارک وتعالی حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے، شیعوں کے قبضے میں جانے سے اس کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو، امتِ مسلمہ کو اللہ تعالی عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جو اس قدر تکالیف جھیلنا پڑی، کلمۂ حق کی وجہ سے، پھر بھی ساری عمر اپنا یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔

اسی لئے انہوں نے اخیر میں باب قائم فرمایا کتاب الرد علی الجہمیۃ۔ ردِ باطل، ساری عمر جو ان کا فریضہ تھا کبھی نہیں چھوڑا، نہ بادشاہ کے دربار میں چھوڑا، اسی لئے خلقِ قرآن کے مسئلہ

میں دشمن بڑھتے رہے، بڑھتے رہے یہاں تک کہ اسی کے نتیجہ میں حضرت امام کو یہ نوبت آئی کہ دعا کرنی پڑی کہ یا اللہ! اب تو دنیا اپنی وسعت کے باوجود میرے لئے تنگ ہوگئی **فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْک**، مجھے اپنے پاس بلالے۔

اللہ تبارک وتعالی نے جس طرح حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو تحفظ دیا، جس طرح درخت نے حضرت یحییٰ کو دیا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غار نے دیا، مکڑی نے دیا، عنکبوت نے دیا، اللہ تبارک وتعالی ان ہماری مساجد کو بھی اس طرح تحفظ عطا فرمائے، دینی کاموں کو بھی تحفظ عطا فرمائے، دینی کام کرنے والوں کو بھی تحفظ عطا فرمائے۔

یہ زندگی تو چند روزہ ہے، یہ تو گزر جانی ہے، تکلیفوں سے گزری تو زیادہ وہاں اجر پائیں گے لیکن ہم تو بہت کمزور ہیں ناتواں ہیں، ضعیف ہیں۔ ہم میں اس کی برداشت اور اس کا تحمل نہیں ہے کہ ہم اس کو برداشت کرسکیں، اس لئے ہمیں تو اللہ تبارک وتعالی سے ہر حال میں اس سے عافیت ہی مانگنی چاہئے۔

اسی لئے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اخیر میں ایک نسخہ بتایا کہ انسان ہر وقت اپنے آپ کو، اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھے۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم**۔

دنیا میں کرنے کے صرف دو کام ہیں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جب دار العلوم میں بخاری شریف ختم کرائی تھی، تو حضرت نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شروع میں حدیثِ نیت لائے اور اخیر میں یہ **کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ** یہ حدیث لائے جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ دنیا میں کرنے کے صرف دو کام ہیں، ایک کام یہ کہ اخلاص نیت ہو، دل میں اخلاص ہو اور زبان پر ذکر ہو۔

ایک لمبا قصہ ہے کہ جس میں احرار ایک بڑے رئیس اور لیڈر، انہوں نے حضرت شیخ نور

اللہ مرقدہ سے پوچھا کہ میں جارہا ہوں رائے پور، تین دن کے بعد آؤں گا ایک سوال دے کر جاتا ہوں، وہ یہ کہ یہ تصوف جسے کہتے ہیں کیا چیز ہے؟ تو تین دن کے بعد میں آکر اس کا جواب لوں گا، تو حضرت نے فرمایا کہ نہیں ابھی لے کر جایئے، تصوف تو صرف اخلاصِ نیت کا نام ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شروع میں حدیثِ نیت ذکر فرمائی، یہ بتایا کہ دنیا میں کرنے کے صرف دو کام ہیں، ایک یہ کہ دل میں اخلاص ہو اور اخیر میں یہ حدیث لائے کَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ اس سے ہمیں یہ بتایا کہ دل کے اندر تو اخلاص ہو ہر وقت، ہر حال میں انسان اپنوں کے ساتھ بھی مخلص ہو، غیروں کے ساتھ بھی مخلص ہو، جیسے اپنی اولاد، باپ بیٹے، والدین کے ساتھ جتنا مخلص ہوتا ہے اجنبی اور پڑوسی اور محلّہ والوں اور اجنبیوں کے ساتھ بھی اسی طرح مخلص رہے۔

اور دوسرا کام یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سَبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم، ہر وقت زبان اللہ کی یاد میں مشغول رہے۔ اگر یہ دو کام کرنے ہمیں آجائیں کہ دل کو ہم ٹٹولتے رہیں اور ہماری زبان کی حفاظت کرتے رہیں، تو پھر دنیا اور آخرت دونوں میں ہمارے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

یہی دو چیزیں، جیسا میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا، کہ یہ جو بہت بڑی نعمت اللہ نے ہمیں دی ہے کہ ہمارا دماغ ہر وقت چلتا رہتا ہے، دل اور دماغ ہر وقت سوچتے رہتے ہیں، یہ تصورات کی دنیا اس پر ہمیں قابو نصیب ہوجائے اور قدرت میسر آجائے کہ ہم جس طرح چاہیں اللہ کی یاد میں اسے مشغول رکھیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ہر وقت دل میں بسی رہے۔

اور دوسرے یہ زبان جسے ہر وقت ہم دوسروں کی غیبت، برائی، بہتان گناہوں میں اس کو آلودہ رکھتے ہیں اس کے بجائے اس کی حفاظت رہے کہ اللہ کی یاد میں مشغول رہے۔ حضرت

شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا میں کرنے کے دو کام، ایک یہ کہ دل میں اخلاص اور زبان پر اللہ کی یاد ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، میں حدیث پڑھ لیتا ہوں اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں۔

قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰن، خَفِیْفَتَانِ عَلٰی اللِّسَان، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَ فِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّاب، رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہاتھوں کے گناہوں کو بھی معاف فرما، پیروں کے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہماری نظر کے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارا دل جو ہر وقت غلط سوچتا رہتا ہے، جس میں حسد، کینہ، بغض، عداوت، کیا کیا بھرا ہوا ہے یا اللہ! ان تمام گناہوں سے ہمیں نجات دے، جو ہو چکے انہیں معاف فرما، آئندہ ہمیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں نفس کے شکنجے سے بچا لے، یا اللہ! ہمیں شیطان کے پھندے سے بچا لے، یا اللہ! نفس اور شیطان نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے وہ جس طرف چاہتے ہیں ہمیں لے جاتے ہیں، یا اللہ! نفس کی غلامی اور شیطان کی شرارتوں سے ہماری حفاظت فرما، یا اللہ! ہمیں خیر کی طرف چلنے کی توفیق عطا فرما، خیر کی طرف ہاتھ بڑھانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! خیر ہی کو دیکھنے کی توفیق عطا فرما، برائی سے ہمیں نظر کو ہٹانے اور بچانے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! یہ جو بچیاں فارغ ہو رہی ہیں انہیں بے حد قبول فرما، یا اللہ! ان سے اوران کی آئندہ نسلوں سے تیرے دین کی خدمت لے، یا اللہ! جو کچھ پڑھا اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزاروں احادیث ہم نے پڑھی ہمارا اس پر عمل بالکل نہیں، یا اللہ! ہمارے اس جرمِ عظیم کو معاف فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع نصیب فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت نصیب فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنے دل میں بسانے، یاد کرنے کی توفیق عطا فرما، تیری، تیرا ذکر ہماری زبان پر ہو، تیری یاد ہمارے دل میں بسی ہوئی ہو اس کی توفیق ہمیں عطا فرما، جس طرح زندگی تیرے انبیاء نے گزاری، صلحاء نے گزاری ان زندگیوں کا اتباع ہمیں نصیب فرما، یا اللہ! ہمارے دلوں کو برائیوں سے پاک اور صاف فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت سے ان کو بھر دے۔

یا اللہ! ہم میں جو بیمار ہیں انہیں شفا نصیب فرما، جو مقروض ہیں انہیں قرض سے خلاصی نصیب فرما، یا اللہ! جو نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں بہترین جوڑے نصیب فرما، بہترین رشتے مقدر فرما، یا اللہ! جن گھروں میں آپس میں تعلقات خراب ہیں انہیں الفت اور محبت سے بدل دے، یا اللہ! ہم میں سے جو جس پریشانی میں مبتلا ہے ان کی تمام پریشانیوں کو ختم فرما، ہم میں سے جس کسی کو کسی نے دعا کے لئے کہا ہو یا لکھا ہو یا وہ متوقع ہو، ان کی تمام جائز حاجات کو پورا فرما۔ آمین۔

۳۴

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت پر ابولہب کو بھی نفع ہوا

گھٹائیں رحمتوں کی چھا گئیں ابرِ کرم برسے
یہ عالم ہے کہ خارِ طیبہ خوشتر ہیں گلِ تر سے

یہ کس نے سازِ دل پر نغمۂ نعتِ نبی چھیڑا
صدائیں مرحبا کی آرہی ہیں ہفتِ کشور سے

زمین پاک مرقد کی بلندی کوئی کیا جانے
کہ جس کی رفعتوں کے واسطے عرشِ بریں ترسے

خوشا صدق وجلال وحکم وتقویٰ شاہِ والاکا
کوئی پوچھے ابوبکر و عمر عثمان و حیدر سے

یہ ناممکن ہے مرجھائی ہوئی کلیاں نہ کھل جائیں
گھٹا رحمت کی دیکھو وہ اٹھی اللہ کے گھر سے

ہلال و بدر میں آئی کہاں سے اتنی تابانی
کلس سے کچھ اڑائی ہے تو کچھ روئے پیمبر سے

غسالہ سیدکونین کا میری نگاہوں میں
ہزاروں درجہ بہتر فطرۂ تسنیم و کوثر سے

یہ کس نے زندگی کا صور پھونکا کوہِ فاراں پر
زمیں کیا آسماں تک گونج اٹھا اللہ اکبر سے

وہ کیوں کر قصر جنت کی طرف ہو ملتفت عارفؔ
جگہ مرقد کی طیبہ میں ملے جس کو مقدر سے

(مولانا ابوالوفاء عارفؔ شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْد

دوستو! یہ ایک اہم فریضہ کی ادائیگی، نکاح کے سلسلہ کی یہ تقریب ہے۔ یہ بھی انسان کی ضرورتوں میں سے ایک اہم ترین ضرورت ہے، اور جسے انسانی حالات کے اعتبار سے اہم ترین فرض قرار دیا گیا ہے۔

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے داڑھی کے سلسلہ میں ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ تو حضرت نے اس کا نام تجویز فرمایا عربی میں وجوب اعفاء اللحیۃ کہ داڑھی رکھنا واجب ہے تا کہ یہ جو زبانوں پر عام ہے کہ داڑھی کی سنت، داڑھی کی سنت، اس سے ذہن کو ہٹانا مقصود تھا۔ اسی طرح نکاح بھی ایک اہم ترین انسانی ضرورت ہے، جیسے ہمارا کھانا پینا ضروری ہے۔

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مخصوص حالات میں کسی کو اجازت دی جاسکتی ہے کہ اگر وہ بیمار ہے، یا محتاج ہے، یا فقیر ہے، مہر کی ادائیگی نہیں کرسکتا، بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام نہیں کرسکتا، اس لئے میں نے یہ لفظ استعمال کیا کہ اہم ترین فرض کی ادائیگی کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی نکاح کی تقریب کو بابرکت فرمائے، زوجین میں محبت کا ذریعہ بنائے، دونوں خاندانوں میں محبت کا ذریعہ بنائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کا ذریعہ بنائے۔

احادیث کے لئے شانِ ورود

ابھی نکاح کے خطبے میں آپ حدیث سنیں گے **النکاح من سنتی** جو ہمیشہ سنتے رہتے ہیں، یہ ایک لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں آیات کے سلسلہ میں، سورتوں کے سلسلہ میں، جو قصہ اُس آیت سے تعلق رکھتا ہے، یا اس سورت کے متعلق ہے، اسے کہا جاتا ہے کہ اس سورت کا سببِ نزول یہ ہے۔

اسی لئے اسبابِ نزول سُوَر، اسبابِ نزول آیات پر بہت سے مفسرین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ کہ یہ آیت کیوں اتری؟ اس کا پس منظر کیا ہے؟ اسی طرح بہت سی احادیث کے لئے بھی شانِ ورود ہوا کرتے ہیں کہ کسی موقع پر، یا کسی سبب سے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات ارشاد فرمائی ہو۔

سورۂ لہب کا شانِ نزول

جیسے سورہ **تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَب وَّ تَب** یہ سورت آپ تفسیر کی کتابیں کھول کر دیکھیں گے تو وہاں لکھا ہوگا کہ کاہے پر یہ سورت نازل ہوئی، کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان کی دعوت اور توحید کی دعوت کے سلسلہ کی کفار کے مجمع میں سب سے پہلی تقریر، اور برملا دعوت کا سب سے پہلا اجتماع۔ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی دعوت نہیں دی تھی، کوہِ صفا پر یہ سب سے پہلا اجتماع تھا اور سب سے پہلی تقریر تھی۔

ابھی سرکار کی زبانِ مبارک سے چند جملے ادا ہوئے تھے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر ایک ذات وحدہ لاشریک کی توحید پر آجاؤ، ایک اللہ کو مان لو، اتنا سنتے ہی ابولہب کھڑا ہوگیا اور کہا **تبا لک الھٰذا جمعتنا؟** کہ آپ نے ہمیں اس کے لئے جمع کیا تھا؟ صرف اس نے اُس اجتماع کو ناکام نہیں بنایا کہ لوگوں سے کہا کہ تم جاؤ، اور وہ منتشر ہو کر چلے گئے، بلکہ اس سلسلہ کو اس نے آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تفصیل معلوم کرتا، پوچھتا، اس کے بجائے ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ آج سے تمہاری نسبت جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کے ساتھ طے ہوئی تھی، ابھی نکاح نہیں ہوا تھا، صرف نسبت طے ہوئی اور نسبت بھی دو جہان کے سردار، انبیاء اور رسل کے سردار، آقائے نامدار، تاجدارِ مدینہ، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے ساتھ، اس کو توڑنے کا حکم دیا۔ اور بعض روایات میں نکاح کی تصریح بھی ہے کہ نکاح ہو گیا تھا، تو طلاق دینے کو کہا۔

طلاق ابغض المباحات ہے

ویسے بھی طلاق تو ابغض المباحات ہے سب سے زیادہ گندی، ناپسندیدہ چیز شریعت میں طلاق دینا ہے۔ اسی طرح رشتہ توڑنے کو بھی، اگرچہ طلاق کی حد تک نہیں تب بھی اس کو بہت برا مانا گیا۔

اسی لئے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نکاح میں تھیں۔ عرب میں عام دستور تھا تعدد نکاح کا، ایک سے زیادہ نکاح کا، تو ابھی صرف انہوں نے سوچا اور صرف یہ تذکرہ کیا ہوگا، کہ کیا میں اتنا کر سکتا ہوں کہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر لوں؟

ابھی منگنی نہیں ہوئی، نسبت نہیں ہوئی، کچھ نہیں ہوا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ نہیں، اللہ کے نبی کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک گھر میں جمع

نہیں ہوسکتیں۔ رشتہ طے ہونے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔
یہاں نسبت ہوچکی تھی یا نکاح ہو چکا تھا، ابولہب نے دونوں بیٹوں کو حکم دیا اور رشتہ توڑ دیا، پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید ستانے کا سلسلہ چلا۔

جو لفظ کوہِ صفا پر اس نے استعمال کیا تھا، تبا لک، اللہ تبارک وتعالی نے اسی سے شروع کیا ﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَب وَّ تَب﴾ ﴿مَا اَغْنیٰ عَنْهُ مَالُهُ وَ مَا كَسَب﴾ چنانچہ پورا خاندان تباہ ہوا، ورنہ بڑے بڑے دشمن حضرت عمر جیسے بچ گئے، ابولہب تو قتل کرنے نہیں جا رہا تھا، اس کی بیوی تو قتل کرنے نہیں گئی تھی، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ تو تلوار لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے نکلے تھے، مگر انہیں حق تعالی شانہ نے ہدایت دی، اُنہیں ایمان دیا، اِن کو نہیں دیا، نہ ابولہب کو ملا، نہ اس کے خاندان کو ملا۔

ابولہب کو اگر ملی تو صرف ایک نعمت۔ دوستو! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً جو روایت نقل کی ہے، بڑی سبق آموز، اور ہم لوگوں کے لئے تو اتنی بڑی نعمت میسر آنے کے باوجود ہمارے دل اور ذہن اس نعمت کی عظمت کے تصور سے خالی ہیں۔ہم بے شک نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، تمام عبادتیں کرتے ہیں، لیکن ایک اہم ترین فرض اور اُس کی ادائیگی سے ہم غافل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من ولده والده والناس اجمعين** کہ جب تک میں تمہاری اولاد، تمہارے باپ دادا، تمہارے اصول اور فروع اور خاندان اور دنیا بھر کی تمام مخلوق سے زیادہ تمہارے نزدیک محبوب نہ بن جاؤں، وہاں تک تم مؤمن کہلانے کے لائق نہیں؛ مؤمن نہیں ہو سکتے۔

یہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ ایمان کو اس کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا، چاہے ہم کمزوروں کے ایمان بچانے کے لئے جتنی تاویلیں کر لی گئی ہوں، عشقی اور مجازی اور عقلی، لیکن جو نص ہے بالکل صاف صاف ہے **لا يؤمن احدكم** کہ تم میں سے کوئی مؤمن ہو ہی نہیں سکتا جب تک

تمام انسان سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو، اب ہم اپنے دلوں کو ٹٹول کر دیکھیں۔

محبت رسول کے ناپنے کا ایک آسان طریقہ

اور اس کے جانچنے کا میں آسان طریقہ بتایا کرتا ہوں کہ پچھلے چوبیس گھنٹے میں، بہت سے کام کر کے ہم بھول جاتے ہیں، گناہ کر کے ہم بھول جاتے ہیں، لیکن قریب کے تو یاد رہتے ہیں، نیکیاں بھی گناہ بھی، ابھی چوبیس گھنٹے ہمارے گزرے، ان چوبیس گھنٹوں میں ہم نے پچاسوں دفعہ بیٹے کو پکارا ہوگا، بیوی کو پکارا ہوگا، والدین، کہ بیٹا بیمار ہے، نماز میں بھی اس کا خیال ستاتا ہوگا کہ بچہ بیمار ہے، ماں بیمار ہے، فلاں بیمار ہے۔ لیکن جب نماز میں بھی ہم نے پڑھا تھا **السلام علیک ایھا النبی، اللّٰھم صل علی محمد و علی اٰل محمد** تو ہر چیز کا تصور آیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا البتہ تصور نہیں آیا جن کے لئے دعا ہو رہی ہے، درود پڑھا جا رہا ہے۔

محبت کسے کہتے ہیں؟

محبت کہتے کس کو ہے؟ محبت؛ کہ ہر چیز کو بھلا دے، اسی محبوب کو دل میں بسا دے۔ تو ان چوبیس گھنٹوں میں اگر ہم سوچیں، اور انصاف تو کہتا ہے کہ ہمیں خود اپنے متعلق معلوم ہو کہ ہمارے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے؟ ہے تو کتنی ہے؟ معیار کیا؟

جو معیار بتایا گیا کہ **من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین**، کہ دنیا بھر کے تمام انسانوں، اور جو تمہارے سب سے قریبی اصول اور فروع۔ قرآن پاک نے اس کو ان الفاظ میں سمجھایا ﴿**قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ**﴾ سب چیزیں گنوائی کہ جن سے انسان محبت کرتا ہے کہ تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے اور دوسرے رشتہ دار، آگے پھر اور چیزوں کو گنوایا قرآن نے ﴿**وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا**﴾ کہ تمہیں مال سے محبت ہوتی ہے تو جو تم نے مال کمایا اور اس مال کو کمانے کے طریقے کا سب سے بہترین ذریعہ تجارت

ہے،تو تمہیں مال سے محبت، تجارت سے محبت ﴿وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ﴾ فرمایا گیا کہ مال تم نے کمایا، تجارت کی، دولت آ گئی تو بڑے بڑے کوٹھی قسم کے جو مکانات بناتے ہو، تو ان سب کو گنوایا قرآن پاک نے، کہ ان کو ناپا کرو، تولا کرو، کہ یہ چیزیں زیادہ محبوب ہیں یا میرا رسول زیادہ محبوب ہے؟

شرط ایمان سے ہماری غفلت

لیکن ہم اس فرض اور اس شرطِ ایمان سے کتنے غافل کہ کبھی ہم نے تولا نہیں، کبھی نہیں، اور دیکھئے اگر ہم تولتے، تو نہ معلوم کہاں سے کہاں ہم پہنچ جاتے؟

کہتے ہیں کہ ابولہب ان تمام گستاخیوں کے باوجود، جس کو قرآن میں بھی سخت ترین الفاظ سے یاد کیا گیا، کسی اور دشمن کے لئے استعمال نہیں کئے گئے، وہ کلمات ابولہب کے لئے استعمال کئے گئے، تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَب وَّ تَب، کہ وہ ہلاک ہو، خدا جس کو ہلاک کہے۔

مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی تعلیقاً کہ ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا۔ خواب میں دیکھ کر ابولہب سے پوچھا گیا کہ تجھ پر کیا گزری؟ ابولہب کہتا ہے کہ میں سراپا آگ ہوں، آگ میں جل رہا ہوں لیکن اس نے اشارہ کیا **انی سقیت بھذہ**۔

انی سقیت بھذہ

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور ابولہب کی باندی ثویبہ، جس نے بعد میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہے۔ تو ثویبہ، اس نے آ کر اطلاع دی ابولہب کو کہ اللہ نے تمہیں بھتیجا دیا اور تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر بیٹا آیا۔

ابولہب کو اس قدر خوشی ہوئی، اپنے مرحوم بھائی کے گھر بیٹے کے آنے کی، کہ اس نے انگلی سے اشارہ کیا کہ جاؤ تم آزاد، اس طرح کہ جاؤ تم آزاد۔ خواب میں ابولہب کہتا ہے کہ وہ جو میں نے ثوبیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں آزاد کیا تھا ایک انگلی کے اشارے

سے، کہ جاؤ تم آزاد، تو میں اگر چہ آگ میں ہوں، لیکن ہر وقت مجھے اس (ابولہب نے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان چمڑی کی طرف اشارہ کیا) سے پینے کے لئے شہد اور پانی میسر آتا ہے **انی سقیت بھذہ۔**

میں نے عرض کیا کہ اس کو ہم ہر روز کم از کم سوچتے رہیں کہ کتنی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا۔ جب ابولہب کو، اللہ کے اتنے بڑے دشمن کو فائدہ پہنچ سکتا ہے، تو اگر ہم تھوڑا سا دل اس طرف لگائیں تو یہ محبت ہمیں کس قدر کام آئے گی۔

النکاح من سنتی

میں عرض کر رہا تھا کہ پوری حدیث مفصل یہ ہے کہ بعض صحابۂ کرام ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے آکر سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس ہوتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کیا ہوتے ہیں؟

جب بتایا کہ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں اور نماز کے اوقات میں نماز میں مشغول رہتے ہیں، اس کے بعد ان صحابۂ کرام نے خود ہی اپنے متعلق طے کیا۔

ایک نے کہا کہ میں کبھی بستر پر سوؤں گا نہیں، اور ایک نے کہا کہ میں کبھی نکاح نہیں کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو مسجد میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **انا اصلی و انام، اصوم و افطر، و اتزوج،** میں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، نہ بھی رکھتا ہوں اور میں نکاح بھی کرتا ہوں، اور آگے فرمایا النکاح من سنتی یہ اس کا شان ورود ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۳۵

باعث تخلیق کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم پر
نباتات، جمادات، حیوانات
سب فدا

فأسبل ربُّ الارض بعد نبیه

فتوحا تواری مالها من مناکب

پس زمین کے مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فتوحات کی

ایسی بارش برسائی اور ایسا سیلاب جاری کیا

جس نے زمین کے اطراف واکناف کو ڈھانک لیا

وکلّمه الأحجار والعجم والحصی

وتکلیم هذا النوع لیس براتب

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پتھروں نے، بے زبان جانوروں نے اور

کنکریوں نے باتیں کیں،

اور ایسی چیزوں کا باتیں کرنا عادت کے موافق نہیں، بلکہ خرق عادت معجزہ ہے

وحنّ له الجذع القدیم تحزُّناً

فان فراق الحب أدهی المصائب

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں کھجور کا پرانا تنہ غم کی وجہ سے رویا،

کیوں کہ بلاشبہ محبوب کا فراق سب سے بڑی مصیبت ہے

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم. ﴿اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَر﴾ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ ﴿اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَر﴾

دوستو! مولانا حنیف صاحب نے جو کچھ میرے متعلق ابھی کہا یہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے، جس شخص کے اپنے ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہوں، اس کو اتنے اونچے تمغے دیے جائیں، سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔ اللہ تعالی میرے اور آپ کے، سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق سے تو ہم کوسوں دور ہیں، کوسوں دور ہیں، اس لئے کہ یہ تو اس پر مبنی ہے کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو جانتے ہوں، پہچانتے ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت انہیں حاصل ہو، تو

پھر وہ اس لائن پر، محبت کی راہ پر چل سکتے ہیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو اب تک نہیں پہچانا۔

کھجور کا تنہ

ہم تو اُس سوکھے درخت کی لکڑی سے بھی گئے گزرے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کا آپ نے قصہ سنا ہوگا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنہ سے سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے، صحابۂ کرام نے جب منبر شریف بنوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ افروز ہوئے، مسجد نبوی مصلیوں سے بھری ہوئی ہے اور سب کے سب سن رہے ہیں کہ وہ کھجور کا خشک تنہ، جو برسوں پہلے کسی وقت اس میں تروتازگی رہی ہوگی، جس کو کاٹ دیا گیا، برسوں گزر گئے، سوکھ گیا، اس میں سے رونے کی آواز آرہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سن رہے ہیں، صحابۂ کرام حیران ہیں، کہ اس لکڑی میں سے کیسی آواز؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے، اس کھجور کے تنہ پر دستِ شفقت رکھا، کہ بعض صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ پہلے تو اس کی رونے کی آواز تھی، پھر جب اپنے رونے کو کوئی کنٹرول کرنا چاہتا ہے، بند کرنا چاہتا ہے، تب تھوڑی دیر سسکیوں کی سی آواز جاری رہتی ہے، تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ وہ ہم نے سنی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کا رونا سنا مگر اس کی جو مجھ سے گفتگو ہوئی وہ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں، کہ اس نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے مجھے فراق کا غم ہمیشہ کے لئے عطا کر دیا؟ آپ سے جدائی گوارا نہیں ہے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس شکوہ پر اسے وعدہ فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک وعدہ کیا کہ جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور حساب اور کتاب کے بعد جنتی جنت میں، جہنمی جہنم میں پہنچ جائیں گے، تو ہمیشہ کے لئے جب

میں جنت میں جاؤں گا، تو جو میرے ساتھ میری امت جائے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمائے، اور انسان جائیں گے، تو میں نے اس سے وعدہ کیا کہ وہاں جنت میں بھی میری رفاقت تجھے نصیب ہوگی۔

ریاض الجنۃ کا شکوہ

ریاض الجنۃ جسے ہم کہتے ہیں، تو زمین کے اس ٹکڑے نے شکوہ کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ شریفہ سے مصلی پر تشریف لے آتے تھے تو سب سے زیادہ زمین کے اس ٹکڑے کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنے کا شرف حاصل ہوا تو یہ جگہ، حجرۂ شریفہ کے دروازہ سے لے کر مصلی تک ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمین کا یہ ٹکڑا ابھی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

کنکریوں اور پتھروں کا عشق رسول

ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ زمین، یہ پتھر، یہ کنکر یہ سب بے جان ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے گواہی طلب کی، کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اس کے گواہ کون؟ اگر اللہ نے آپ کو نبی بنایا، آپ کو رسول بنایا، رسالت عطا فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں کنکر تھے، تو ان کنکریوں نے **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـه اِلَّا اللّٰـه وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدا رَّسُوْلُ اللّٰه** پڑھنا شروع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں اب تک اس پتھر کو جانتا ہوں، پہچانتا ہوں، کہ نبوت سے پہلے بھی جب میں اس کے پاس سے گزرتا تھا تو مجھے **السلام علیک یا رسول اللہ** ! کہہ کر سلام کیا کرتا تھا۔

زمین کی قیامت کے دن گواہی

اور چونکہ ہم اپنے دھندوں سے فارغ نہیں، دنیا نے ہمیں فرصت نہیں دی کہ ہم ان نصوص

قطعیہ کو سوچیں اور سمجھیں، یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا۔ یہ زمین اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ویسی نہیں، زمین کے جس حصہ پر آپ چلتے ہیں، زمین کے وہ ٹکڑے آپ کے حق میں یا آپ کے خلاف گواہ بنیں گے۔ جس زمین کے ٹکڑے پر آپ نے سجدہ کیا ہوگا، نماز آپ کی مقبول ہوئی وہ زمین کا ٹکڑا آپ کے سجدہ کا گواہ ہوگا، اور جس قطعۂ زمین پر، زمین کے جس حصہ پر گناہ کیا گیا ہے وہ گناہ کی شہادت دے گی۔

جانوروں کا حساب کتاب

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ صرف جانوروں نے گواہی دی، جانوروں کے متعلق تو دنیا جانتی ہے کہ ان میں کچھ نہ کچھ شعور ہوتا ہے، اور اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے انسانوں کا حساب اور کتاب ہوگا ان کا بھی حساب کتاب ہوگا۔ جس طرح قبروں سے انسان اٹھیں گے، تو یہ تمام جانور بھی زندہ کر کے پیش کئے جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کسی سینگ والی بکری نے بے سینگ، بغیر سینگ کی بکری کو مارا ہے تو ان کا بھی وہاں قصاص ہوگا، بدلہ چکا کر کے پھر ان کو کہہ دیا جائے گا کُوْنُوْا تُرَابًا کہ تم اب مٹی ہو جاؤ، ہمیشہ کے لئے ان کے لئے فنا کا فیصلہ کر دیا جائے گا، تو ان کو بھی اپنے اس انجام کا پتہ ہے، وہ ہر چیز جانتے اور پہچانتے اور سمجھتے ہیں۔

کتے کی سمجھ

مجھے اس پر برسوں پہلے کا ایک واقعہ یاد آیا کہ بولٹن میں ڈربی اسٹریٹ پر ایک گروسری کی دکان ہوا کرتی تھی مولانا یعقوب صاحب کی، اور آپ کے مانچسٹر سے بھی لوگ وہاں گوشت وغیرہ خریدنے جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ دو ساتھی، محمد بھائی اچھا اور ان کے ساتھی ان کو لے کر آئے، زار و قطار رو رہے ہیں، کہ میری بچی فلاں وقت گھر سے نکلی تھی اور اس کے بعد سے غائب ہے، اور آپ کوئی

رستہ بتائیں، کچھ پڑھنے کے لئے دیں، کوئی تعویذ دیں، اور اللہ میری بچی کو زندہ واپس لائے، وہ روتے رہے، خیر، ان کی تسلی کے لئے تعویذ لکھ کر دے دیا۔

دوسرے دن محمد بھائی اچھا نے فون کیا کہ وہ بچی تو نہیں آئی مگر بچی کی لاش آئی، پھر بعد میں انہوں نے تفصیل بتائی کہ آئل آف مین میں، جو جزیرہ ہے، وہاں کنارہ پر ایک شخص علی الصباح، سیر کے لئے نکلا تھا، کتا اس کے ساتھ تھا، اور سیر کرتے ہوئے اس نے دیکھا کنارے پر سے، کنارہ کافی بلند، اونچا تھا، اور پانی کافی نیچے بیس تیس فٹ نیچے، کہ کوئی شخص کنارے سے وہاں اتر نہیں سکتا۔

وہ شخص دیکھتا ہے کہ کسی انسان کی لاش کنارے پر سمندر نے پھینکی ہے، اس وقت وہاں پانی نہیں تھا، مدوجزر سمندر میں رہتا ہے، وہ پانی کی بھرتی کا وقت نہیں تھا، پانی دور تھا، اس شخص نے بڑی عقلمندی کی، چونکہ ہمیشہ اس کا آنا جانا تھا سمندر کے کنارے، اس کو پتہ تھا کہ یہاں تک، کنارے تک پانی آنے کا وقت کونسا ہے، بھرتی کا وقت کونسا ہے، کنارے کے لوگ یہ جانتے ہیں۔

اس نے جلدی سے سوچا کہ میں جب تک خود جا کر، واپس جا کر، پولیس کو بتاؤں گا اتنے میں پانی آجائے گا، اور پھر دوبارہ اس نعش کو بہا کر لے جائے گا، اس لئے اس نے کتے کے گلے میں ایک چٹھی لٹکائی، اس میں پیغام لکھا ہوا تھا کہ یہاں یہ قصہ ہے یہاں اور کتے سے کہا کہ پولیس کے دفتر جلدی سے بھاگ کر چلے جاؤ، آناً فاناً کتے کا پہنچنا تھا، کتا وہاں گیا اور انہوں نے وہ چٹھی پڑھی، پولیس پہنچی، پانی کے آنے سے پہلے وہ لاش نکال لی، پتہ نہیں قاتل اب تک پکڑے گئے یا نہیں؟ اللہ جانے، اب یہ جانور سب کچھ سمجھتے ہیں۔

کتے کا ایک اور واقعہ

ایک قصہ اور بھی ہے کہ بوڑھوں کے لئے جو ہوم ہوتے ہیں، اس میں کسی کے ساتھ کوئی کتا بھی تھا، بیچارہ بوڑھا آدمی، کتا اس کے پاس بیٹھا رہتا، وہ جب مر گیا، اس کے بعد کتا

وہاں سے نہیں گیا، کسی دوسرے کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اس کتے کے مالک کے بعد سب سے پہلا مرنے والا یہی آدمی تھا جس کو کتے نے دوست بنایا تھا۔ اس کے بعد کسی تیسرے کے پاس بیٹھنا شروع کیا۔

کہتے ہیں وہ مالک کے مرنے کے بعد تیسرا کتے کا دوست تھا، کہتے ہیں اس طرح سترہ آدمی انہوں نے نوٹ کئے کہ جو سب سے پہلا پورے ہوم میں مرنے والا ہوتا اس کے پاس جا کر کتا دوستی کرتا، اسی کے پاس بیٹھ جاتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان جانوروں کو کتنا علم دیا ہے، یہ کوئی فرضی واقعہ نہیں، یہیں کا قصہ ہے۔

جانوروں کی شہادت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دینے والے اونٹ بھی ملتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے، شور مچا ہوا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہیں، پوچھا کیا ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ اونٹ پاگل ہو گیا ہے، جب اونٹ پاگل ہو جاتا ہے تو کتے کی طرح سے کسی کو پھاڑ لیتا ہے مار ڈالتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کھول کر جب جانا چاہا تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ بالکل پاگل ہے، ہمیں خطرہ ہے، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک میں اس نے اپنا سر رکھ دیا۔ جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک کو چومتے تھے۔

ایک اونٹ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے فرمایا کہ تمہارا اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اس کے دانہ پانی کا ٹھیک سے خیال نہیں کرتے۔ اس طرح کا گوہ کا قصہ ہے، جنگل میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چرواہے کو دعوت دی، تو وہ کہتا ہے کہ کون گواہ کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہاں گوہ ہے۔سانپ کی شکل کی چھوٹی ہوتی ہے، موٹی سی۔تو فوراً گوہ نے **اشهدان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله** کلمہ پڑھا۔

زہر آلود گوشت

یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں جان ہے، روح ہے، لیکن جیسا میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں کنکر ہیں، ان کو بظاہر بے جان سمجھا جاتا ہے، پتھر ہے مکہ مکرمہ میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتا ہے، پہچانتا ہے، اور سلام بھی کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں دسترخوان پر تشریف فرما ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوشت پیش کیا گیا، بوٹی توڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دہن مبارک میں رکھی، ابھی چبانے جارہے تھے کہ اس نے بولنا شروع کیا **لا تأكلني يا رسول الله!**

اللہ کے پیغمبر کو بھونا ہوا گوشت بھی پہچانتا ہے، بکری مرچکی، ذبح ہوچکی، کٹ چکی، اس کی بوٹیاں ہوچکی، اور اس کو بھونا گیا اور اب وہ کھانے کی چیز کی شکل میں ہے، گوشت، اپنی اصل حالت پر بھی نہیں، جانور بھی اپنی اصلی حالت پر نہیں، صرف وہ ایک بھونا ہوا گوشت ہے، وہ بوٹی ہے۔اور جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ میں رکھا، اس نے عرض کیا کہ **لا تأكلني يا رسول الله!فانى مسموم** ۔وہ بوٹی کہتی ہے کہ یارسول اللہ! آپ مجھے نہ کھائیں، میرے اندر زہر ملایا گیا ہے، اور جن صحابۂ کرام نے اس دسترخوان پر کھالیا تھا، ان کا انتقال ہوگیا، اُسی کے قصاص میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو، صحابی کے قتل کے جرم میں قتل کروایا تھا۔

ساری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی ہے

دوستو! یہ ساری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی ہے اور جانتی ہے اور جس طرح میں نے عرض کیا کہ ہم زمین پر نیکی کرتے ہیں، اس کو بھی وہ یاد رکھتی ہے، اور کل قیامت کے دن

اس کی گواہی دے گی، جس پر گناہ کرتے ہیں زمین کے وہ ٹکڑے بھی اللہ کے یہاں اللہ نہ کرے ہمارے خلاف گواہ ہوں گے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ ثبیر پر ہیں، احد پہاڑ پر ہیں، کئی پہاڑوں کا قصہ ہے ایک کا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلفاء کرام بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے دیکھا کہ اس میں جنبش شروع ہوگئی، جس طرح زلزلہ آتا ہے اور چیزیں ہلنے لگتی ہیں، اس میں جنبش ہورہی ہے، وہ ہل رہا ہے، اس کا ہلنا بطورِ ناز اور خوشی کے تھا، رقص ہے، رقص کررہا ہے کہ اوہو! میرے لئے آج کتنا خوشی اور مسرت کا دن ہے کہ دونوں جہاں کے سردار میرے مہمان۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے دلوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانی کا شرف عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دلوں میں ہم بسا لیں، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے خطاب فرماتے ہیں، **اسکن یا ثبیر! اسکن یا احد! فانما علیک نبی او صدیق او شهید** ۔ ارے، تو تو اپنی ناز میں رقص کررہا ہے خوشی کے مارے، تجھے پتہ نہیں کہ ہمیں چکر آجائیں گے، تیرے اوپر اللہ کا نبی کھڑا ہے، صدیق کھڑا ہے، اور شہید کھڑا ہے۔

تین کلمات میں کتنی لمبی تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی، اس کو کہتے ہیں جوامع الکلم، کہ تین کلموں میں ایک دنیا کی لمبی تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی۔ تو یہاں بھی ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ صرف پتھر اور پہاڑ ہیں۔ کتنی لمبی سیرت تین کلموں میں کہ ایک نبی کھڑا ہے اور صدیق اور سب شہداء ہیں۔ تین خلفاء کرام تو شہداء بالسیف تلوار کے شہید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق آپ زہر دے کر شہید کئے گئے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لاتے تھے تو اشارہ فرماتے تھے، جس طرح مکہ کے اس پتھر کے متعلق فرمایا کہ مجھے وہ پتھر سلام کرتا ہے، تو احد کے متعلق فرمایا کہ **احد جبل یحبنا و نحبه** کہ ہم سے محبت کا اظہار کررہا ہے کہ یا رسول اللہ! مجھے آپ

سے بڑی محبت ہے۔

ہمارے دل تو اس طرف سے بند ہیں، ہمیں محبت اور عشق کی لائن سے کیا تعلق، جیسا میں نے عرض کیا کہ میرے تو اپنے ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالی اس ایمان کی دولت کو مرتے دم تک محفوظ رکھنے کی طاقت اور ہمت اور قوت عطا فرمائے، ہم تو ان جانوروں سے بھی بہت گئے گذرے، کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہیں جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت ان کے دل میں ہے۔

حضرت ضِرار ابن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

ایک جنگ ہو رہی تھی جو جنگِ اجنادین کے نام سے معروف ہے۔اس جنگ میں سب سے زیادہ جن صحابۂ کرام نے کارنامے انجام دئے ان میں نمایاں نام،سب سے ممتاز حضرت ضرار ابن ازور رضی اللہ تعالی عنہ، ان کے زبردست کارنامے ہیں۔لمبا قصہ ہے، میں مختصر کرتا ہوں کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے ان کو اپنی مہم پر بھیجا گیا اور جس سپہ سالار سے مقابلہ تھا اس کا نام تھا ڈروان یا ڈارون ہوگا۔

وہ ڈروان سپہ سالار مقابل فوج کا تھا اور حضرت ضرار رضی اللہ تعالی عنہ جب پہنچے، اس سے پہلے ایک قصہ ہو چکا تھا کہ کسی اور مقام پر حضرت ضرار نے اس ڈروان کے بھائی کو قتل کیا تھا، جب اسے پتہ چلا کہ ضرار اپنے دستہ کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو رہا ہے جس نے میرے بھائی کو قتل کیا۔

اس نے فوج کو خطاب کر کے کہا کہ کون بہادر ہے جو میرے بھائی کا بدلہ لینے کے لئے اس کا مقابلہ کرتا ہے،تو ایک آیا، دوسرا آیا، بالآخر، اخیر میں ستیفن یا ستفان اس کا نام لکھا ہے، وہ حضرت ضرار رضی اللہ تعالی عنہ کے مقابلے پر آیا اور اس کے ساتھ جو مقابلہ شروع ہوا۔

مقابلہ شروع دن سے چلا تھا،اور دوپہر ہوگئی، اور یہ اپنے گھوڑے پر سوار، وہ اپنے گھوڑے

پر سوار، اور مقابلہ ہو رہا ہے طرفین میں، اور کڑا کے کی دھوپ شروع ہوگئی، کھانا، پینا، پانی، کئی روز سے نہ ملنے کی وجہ سے گھوڑے کا حال بھی خراب، اور خاص طور پر گرمی کی وجہ سے جانور بھی پریشان ہوجاتے ہیں۔

گھوڑے سے خطاب

حضرت ضرار رضی اللہ تعالی عنہ نے محسوس کیا کہ اب گھوڑے کی طاقت جواب دے رہی ہے، اور جو آپ کا مدِ مقابل تھا اس کا بھی تقریباً یہی حال تھا، تو ستیفن نے کمک منگوائی اور کوشش کی کہ اتنا موقع مل جائے کہ وہ گھوڑے پر سے کود جائے، اور دوسرے تازہ دم گھوڑے پر سوار ہوکر ان کا مقابلہ کرے۔

حضرت ضرار رضی اللہ تعالی عنہ نے جب دیکھا کہ اب یہ نازک گھڑی ہے اور گھوڑے کی طاقت جواب دے چکی ہے، تو وہ کلمات جو گھوڑے کو خطاب کر کے حضرت ضرار رضی اللہ تعالی عنہ نے کہے وہ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ اس نازک موقعہ پر حضرت ضرار رضی اللہ تعالی عنہ نے گھوڑے کو خطاب کیا، اور گھوڑے کو مخاطب ہوکر حضرت ضرار فرماتے ہیں کہ دیکھ! اگر تو نے اس وقت میرا ساتھ نہ دیا اور تو اگر ہمت ہار بیٹھا، تو میں اگر زندہ یہاں سے واپس گیا تو سیدھا مدینہ منورہ حاضر ہوں گا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر میں تیری شکایت کروں گا۔

اب ان کے اس قول سے کتنے سارے مسائل حل ہوجاتے ہیں، اس دن میں نے وہاں پریسٹن میں بیان میں کہا تھا کہ یہ ایرے غیرے کی لکھی ہوئی کہانیاں نہیں ہیں، یہ بہت بڑے حافظ حدیث، علامہ واقدی جو امام مالک اور سفیان ثوری اور لیث بن سعد کے شاگرد، اور ان سے بھی اوپر معمر راشد حدیث میں اول مصنفین میں جن کا شمار ہے، جنہوں نے حدیث میں تصنیف کی ابتدا کی تھی، ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔

وہ یہ قصہ لکھتے ہیں کہ حضرت ضرار ابن ازور رضی اللہ تعالی عنہ گھوڑے کو دھمکی دیتے ہیں،

کہ اگر تو نے آج اگر پس وپیش کی اور ساتھ نہ دیا اور میں زندہ سلامت یہاں سے پہنچ گیا تو میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر تیری شکایت کروں گا۔

آگ میں بھی اللہ نے سمجھ رکھی ہے

جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے آگ بردا وسلاما بنی، آگ تو درمیانی کیفیت کا نام ہے، وہ پہلے لکڑی ہوتی ہے، پھر اخیر میں راکھ ہوتی ہے، درمیان میں جب اس کو جلایا جاتا ہے تو کبھی اس میں سے شعلے بلند ہوتے ہیں، پھر وہ انگارہ بن جاتا ہے، اس کے بعد راکھ بنتی ہے، تو اس کی جو ایک خاص کیفیت ہے اس کے اندر بھی اللہ نے سمجھ رکھی ہے، وہ بھی سنتی ہے اور سمجھتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس طرح کہ یہاں بھی کہتے ہیں کہ چیلی میں لاوا پھٹا، وہاں سے پہاڑ میں سے آگ نکلی، ریونین میں نکلتی رہتی ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت، حرہ شرقیہ میں سے، زمین میں سے، پتھروں میں سے آگ نکلنا شروع ہوگئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لے گئے، اور جس طرح کہیں مجمع کو دوہاتھوں سے ایک طرف کیا جاتا ہے، قابو کیا جاتا ہے، جیسے حرم شریف میں مردوں عورتوں کو الگ کرنے کے لئے وہاں گارڈ کھڑے ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے مردوں سے کہتے ہیں کہ ابھی ذرا عورتوں کی باری ہے، ادھر سے ہٹو، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس آگ کو خطاب کر کے فرمارہے ہیں اور دھکیل رہے ہیں، اور وہ سمجھ بھی رہی ہے، اپنی جگہ پر واپس چلی گئی۔

آتشِ نمرود

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے حق تعالی شانہ کا ارشاد ہوتا ہے۔

جب ہم جامعہ حسینیہ میں پہلے سال میں فارسی اول میں تھے، تو مولانا رمضان صاحب ہمارے امتحان کے لئے تشریف لائے، انہوں نے اردو کا ہمارا امتحان لیا، فرمایا لکھو:

آتش نمرود جسدِ خلیلی کو آزار دینے سے عاجز رہی،

اور ملائکہ پکار اٹھے کہ تیرا خلیل، اور وہ ہووے اس طرح ذلیل؟

اللہ تبارک وتعالی نے آگ سے فرمایا کہ **یا نار کونی بردا و سلاما**، آگ ٹھنڈی ہوگئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے، تو یہ تمام چیزیں اللہ تبارک وتعالی نے ان میں سمجھ بھی رکھی ہے اور آگ بھی سمجھتی ہے پتھر بھی سمجھتے ہیں، کنکر بھی سمجھتے ہیں، پہاڑ بھی سمجھتے ہیں، زمین بھی سمجھتی ہے۔

دل سے نکلا ہوا ایک شعر

ہمارے یہاں ایک استاذ تھے مرزا صاحب، وہ دارالعلوم میں اسکول کے ٹیچر تھے، دوپہر کو اساتذہ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، کھاتے ہوئے ان کا معمول تھا، چونکہ وہ بڑے اچھے شاعر تھے تو اگر کبھی کوئی اچھا شعر کسی کا ہوتا، تو اس کی طرف منسوب کر کے سناتے، یہ فلاں کا شعر مجھے یاد آیا، ایک روز وہ کہنے لگے کہ ابھی آج میرا تازہ کلام سنئے، انہوں نے ہمارے دارالعلوم کے تمام اساتذہ جو اس روز دسترخوان پر جمع تھے ان کو وہ اپنا تازہ کلام، تازہ بنائے ہوئے اپنے اشعار سنائے، انہوں نے جو اشعار سنائے ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

اے خاک زمین، لازم ہے تجھ پر میرا احترام
کہ میں ہوں محمد عربی کا غلام

کہ اے خاکِ زمین، زمین کو خطاب کرتے ہیں۔

اے خاک زمین، لازم ہے تجھ پر میرا احترام
اے خاک زمین، لازم ہے تجھ پر میرا احترام
کہ میں ہوں محمد عربی کا غلام

بات آئی گئی ہوگئی، اساتذہ نے سمجھا کہ شعراء شعر بناتے رہتے ہیں اور مرزا صاحب روز کچھ نہ کچھ سناتے ہیں، تو آج بھی سنا دیا کہ:

اے خاک زمین، لازم ہے تجھ پر میرا احترام

کہ میں ہوں محمد عربی کا غلام

دو تین دن نہیں گزرے کہ ان کا انتقال ہوگیا اور ہم نے ایک بس دار العلوم کے طلبہ کو قبرستان لے جانے کے لئے بک کرائی اور اس زمانے میں یہ رسیور سیسٹم وغیرہ نہیں تھا کہ جلدی کسی کو اطلاع کی جائے، صرف دار العلوم کے طلبہ تھے، اور کوئی باہر کا نہیں تھا،طلبہ اور اساتذہ کی دو چار گاڑیاں ہوں گی اور ایک کوچ ہوگی۔

لیکن جب ہم بولٹن میں دار العلوم کے جس راستہ سے داخل ہوئے، پھر واپسی میں جب اس جگہ پر ہم پہنچے، تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو میں نے ابھی گھڑی دیکھی ہمیں یہاں سے لے کر قبرستان پہنچنے اور ان کو دفن کرنے میں آدھ گھنٹے سے زیادہ نہیں لگا، یہاں سے قبرستان کے لئے دس منٹ سے زیادہ لگتے ہیں، تو صرف دس منٹ میں ان کی تدفین ہوگئی اور یہاں جو مٹی کو ہٹانا اور دفن کرنا جانتے ہیں وہ بھی اتنے جلدی نہیں کرسکتے کہ یہاں بارش ہوتی ہے، کیچڑ بن جاتا ہے، مٹی ہٹانا بڑا مشکل ہوجاتا ہے، اور خاص طور پر بولٹن میں تو کیچڑ والی مٹی ہوتی ہے۔

اس وقت میں نے ان سے کہا کہ دیکھو، وہ جو زمین کو خطاب کر کے انہوں نے کہا تھا کہ

اے خاک زمین، لازم ہے تجھ پے میرا احترام

تو زمین نے احتراماً، اپنے آپ مرزا صاحب کو خود پیار سے کھینچ کر لے لیا، نہ آپ کو مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئی، خود ہی قبر برابر ہوتی چلی گئی، اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں موازنہ کرنے کی توفیق دے کہ ہمیں اپنے کنگال ہونے کا احساس ہو۔

کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی قیمت

قرآن میں کہا گیا ہے کہ کفر کی حالت میں جن کو موت آئے گی، اگر وہ قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لئے پوری روئے زمین سونے سے بھری ہوئی ہو اور اس کا اگر وہ مالک

ہو، وہ بھی اس عذاب سے بچنے کے لئے وہ دے دے گا، صرف اس عذاب سے بچنے کے لئے اتنی ساری دولت دینے کے لئے وہ تیار ہو جائے گا، یہ موازنہ کیا گیا کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کہ یہ کتنا قیمتی کلمہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی شجاعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فلسطین میں ہیں، حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فلسطین میں تشریف فرما ہیں، ایک صحابی عامر رضی اللہ تعالی عنہ جو شام کا سفر کیا کرتے تھے، وہاں ان کے بعض قبیلہ کے لوگ شام میں تھے، ان سے ملاقات کے لئے جاتے آتے تھے، جب وہ شام سے واپس آئے تو واپسی میں اپنا راستہ بدل کر سیدھے یہاں فلسطین حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس پہنچے، اور مجمع تھا، سب کے سامنے جو ایک راز کی بات تھی وہ انہوں نے مجمع میں علانیہ کہہ دی۔

انہوں نے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ میں شام سے آرہا ہوں، اور میں جہاں کہیں سے گزرا ہوں، میں نے دیکھا کہ ہر طرف ہرقل کی فوج ہی فوج ہے، اور میں نے ایک جگہ پہاڑ کے اوپر چڑھ کر دیکھا کہ ان کی تعداد کتنی ہوگی؟ اسلحہ کتنا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، اور ان کے جو جو اسلحے ان کے پاس ہیں جو میں نے دیکھے ہیں، اس کی تفصیل تو میں اس مجمع کے سامنے بیان بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو ڈانٹا، اور ان سے کہا کہ ابھی آپ کہہ رہے ہو کہ میں ان کی اسلحہ کی تفصیل اس مجمع کے سامنے نہیں بتا سکتا، آپ نے تو سب کچھ ان کے سامنے ہمیں بتا دیا، اور آپ نے ان کو بزدل بنا دیا، یہ ہمت ہار جائیں گے۔

اس کے بعد مشورہ شروع ہوا کہ اتنی بڑی فوج ہے، اب کیا کریں؟ ہر ایک نے اپنی رائے دی، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں مشورہ کیا تھا، حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے مشورہ معلوم کیا تو سب نے اپنی الگ الگ رائے دی، کسی نے کیا، کسی نے

کیا، ایک رائے یہ بھی آئی کہ ہم اس وقت جو آبادی میں ہیں، ہمیں ایسا کرنا چاہیئے کہ آبادی سے ہٹ کر تھوڑا دور جنگل میں نکل جانا چاہیئے، اس لئے کہ اب وہ آبادی میں ہماری طرف آرہے ہیں، تو وہاں جنگل میں ہم پہنچیں گے اتنے میں ہم اپنے آپ کو ٹھیک بھی کرلیں گے، ان کو بھی حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ بھاگنا تو بزدلوں کا کام ہے، تم ان کو بزدل بنانا چاہتے ہو؟ یہاں سے بھگانا چاہتے ہو، کہ یہاں سے بھاگو؟

یہ سب سن کر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کھڑے ہوگئے، جلدی جلدی انہوں نے زرہ پہن لی، تلوار لٹکا دی اور اعلان کیا کہ بھئی، دیکھو میں تو تنِ تنہا ابھی جا رہا ہوں اور جس کو اپنی جان بچانی ہو وہ یہاں رہے، اتنا کہہ کر بھاگے۔

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ ہاں، یہ جو عبداللہ ابن عمر کی رائے ہے، ان کے ابّا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمتوں کی صلہ میں اللہ تبارک وتعالی نے ان کو یہ شجاعت عطا فرمائی ہے، اس کی میں داد دیتا ہوں اور ہم اسی پر عمل کریں گے۔

اس کے بعد انہوں نے پھر ترتیب شروع کی اور فرمایا کہ اچھا ایک دستہ ہم بھیجتے ہیں، کہ جن کا یہ کام ہوگا کہ جا کر یہ معلوم کرے کہ دشمن کس رخ پر جا رہے ہیں، کتنی تعداد ہے، کتنا اسلحہ ہے، ان کے کیا منصوبے ہیں۔

ایک ہزار کی فوج ان کے ساتھ کی اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو کمانڈر بنا کر انہوں نے بھیج دیا، چوبیس گھنٹے کی مسافت طے کر کے پہنچے تو ان کو آثار معلوم ہوئے کہ سامنے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کی فوج اس طرف ہے۔

جب انہوں نے رومیوں کو دیکھا، تو پھر ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اچھا، آپ لوگ یہاں رہیں اور میں دوسری طرف سے پیچھے سے جا کر حملہ کرتا ہوں، جنگ شروع ہوگئی، اور یہ بھی مسلمانوں کی طرف سے ہراول دستہ تھا اور وہ بھی ہرقل کی

طرف سے ہراول دستہ کے طور پر دس ہزار کی فوج بھیجی گئی تھی، اور یہ صرف ایک ہزار تھے، مگر اللہ تعالی نے ان کو نصرت عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تلاش

جب جنگ ختم ہوئی تو اس کے بعد اب یہ ساتھی جو ایک ہزار تھے، سارے کے سارے تلاش کر رہے ہیں کہ ہمارے کمانڈر کدھر ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کہاں ہیں؟ وقت گزرتا رہا، ایک گھنٹہ، دو گھنٹے، کئی گھنٹے گزر گئے، کئی نمازیں انہوں نے پڑھ لی، دیکھا کہ وہ ہمارے کمانڈر تو واپس نہیں آئے، کسی نے کہا کہ وہ شہید ہو گئے ہوں گے، کسی نے سوچا کہ وہ گرفتار ہوئے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیار

کسی نے کہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت پیار تھا۔

اتنا پیار تھا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے، کہ کسی سفر سے واپسی ہو رہی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک سواری دی ہوئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جب ان کو دیکھتے ہیں وہ نوجوان تھے، اس وقت ان کی عمر بیس سال سے بھی کم رہی ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھتے ہیں کہ ہر تھوڑی دیر کے بعد وہ قافلے سے آگے پہنچ جاتے ہیں، انہوں نے اس کو ادب کے خلاف سمجھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے پیچھے رہنا چاہئے، آگے نہیں جانا چاہئے، ایک مرتبہ ٹوکا، دوسری مرتبہ ٹوکا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ملاحظہ فرماتے رہے، کہ یہ باپ بیٹے کے درمیان کیا ہو رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان کو ٹوک رہے ہیں، اور وہ نوجوان تھے، تو پھر وہ چلے

جاتے ہیں، آگے نکل جاتے ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان کو ڈانٹتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو کہ ادھر آؤ، اچھا یہ جو عبد اللہ جس سواری پر سوار ہے وہ میں خریدنا چاہتا ہوں، آپ مجھے بیچ دیں، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ **ھو لک یا رسول اللہ**!، یا رسول اللہ! آپ کو ہدیہ ہے میری طرف سے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، آپ کو بیچنا ہوگا اور قیمت بتائیں۔

جیسے جس جگہ مسجد نبوی ہے اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد ابن زرارہ رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ ہم اس کو مسجد کے لئے خریدنا چاہتے ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ **نھبہ لک یا رسول اللہ**، ہم آپ کو ہدیۃً پیش کرتے ہیں یا رسول اللہ، فرمایا نہیں، جب قیمت دینے کی باری آئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں ادا کروں، فرمایا نہیں، قیمت ان کے ذریعہ سے دلوائی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حساب میں۔

اسی طرح یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں آپ ہمیں بیچو گے، قیمت بتائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید لیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو ان ابواب میں ذکر کرتے ہیں، اس کے استدلال کے طور پر کہ کسی چیز کی خرید وفروخت میں، قبضہ کرنا، اور اپنے ہاتھ میں لینا ضروری ہے یا نہیں؟

کیوں کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سواری ان سے خریدی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تحویل میں اس کو نہیں لیا، بلکہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو فرمایا کہ جاؤ، یہ سواری ہم نے آپ کو دے دی۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے ایک بال کی قیمت

صحابۂ کرام جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت پیار ہے، اس لئے کچھ

حضرات کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت تعلق تھا، تو اللہ تعالی نے ان کے ساتھ جو بھی کیا ہوگا وہ اچھا ہی کیا ہوگا، اگر شہید ہوئے ہوں گے تو بھی، اور اگر گرفتار ہوئے ہوں گے تو بھی، زخمی ہوئے ہوں گے تو بھی۔

اتنے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جو پہاڑ کے پیچھے تھے اور ان کی گفتگو بھی وہ سن رہے تھے، ادھر ان کو پتہ نہیں تھا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما یہاں پہنچ چکے ہیں، تو آخری کلمہ جو اس مجلس میں کسی کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا، جب کچھ پتہ نہیں چل سکا ان کو کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما شہید ہو چکے یا زندہ ہیں اور ہماری ان سے ملاقات ہوگی یا نہ ہوگی۔

کسی نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو اگر ہم نے سارا روم بھی فتح کرلیا، رومن ایمپائر کتنی بڑی سلطنت اور دنیا کی سب سے دولت مند سلطنت تو اس کے ساتھ موازنہ کر رہے ہیں، حساب لگا رہے ہیں اور وہ صحابی فرماتے ہیں کہ دیکھو، اگر ہم نے سارا روم بھی فتح کرلیا اور اگر ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ان کے ہاتھوں شہید ہوگئے، یا وہ گرفتار ہوگئے، تو ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے ایک بال کی قیمت بھی پوری رومن ایمپائر نہیں بن سکتا، ابن عمر تو بہت قیمتی ہیں مگر ان کے ایک بال کی قیمت پورا رومن ایمپائر نہیں۔[۱]

اس طرح ہمیں اللہ تبارک و تعالی موازنہ کرنے کی اور قدر و قیمت معلوم کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ کس طرح ہم اپنے آپ کو ضائع کر رہے ہیں اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت نہیں پہچانی، وہ زمین کا ٹکڑا، اس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت کی رفاقت منوالی، اس نے اتنی طلب کی ہوگی حق تعالی شانہ سے، اس نے منوالیا، کہ وہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہوگا، وہ کھجور کا خشک تنہ اس نے منوالیا اللہ تعالی سے کہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اس کو میسر ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالی ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ سچا تعلق قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ

---

[۱] فتوح الشام

وسلم کی عشق ومحبت کو اپنے دل میں بسانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

۳۶

صاحب مسجد و منبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت فی الجنۃ کی تمنا فرش و منبر نے بھی کی

ہر دم مری آنکھوں میں جلوہ ہے مدینے کا
ہروقت مرے سر میں سودا ہے مدینے کا

کانٹے بھی مدینے کے ہیں گل کی طرح خنداں
گلشن کی طرح دلکش، صحرا ہے مدینے کا

قصے ہیں مدینے کے باتیں ہیں مدینے کی
ہر وقت جہاں دیکھو چرچا ہے مدینے کا

ہر چیز منور ہے ہر چیز درخشاں ہے
سورج کی طرح روشن ذرہ ہے مدینے کا

وہ حجرۂ انور بھی اک عرش کا حصہ ہے
جس حجرۂ انور میں آقا ہے مدینے کا

اک روز تصور میں ہم خلدِ بریں پہونچے
فردوس کو جب دیکھا نقشہ ہے مدینے کا

دنیا کی ہر اک زینت، ہے ہیچ نگاہوں میں
جب سے مری آنکھوں میں سرمہ ہے مدینے کا

ہر سمت ہے فیض اس کا مشرق ہو کہ مغرب ہو
سیراب جو کرتا ہے دریا ہے مدینے کا

اے کاش مدینے میں ہو موت و حیات اپنی
مرنا ہے مدینے کا جینا ہے مدینے کا

میں چھوڑ کے ہر منزل جاتا ہوں مدینے کو
بس میری نگاہوں میں رستہ ہے مدینے کا

عثمآن سے ملنا ہو تو اس کا پتہ یہ ہے
وہ ہند میں رہتا ہے شیدا ہے مدینے کا

(عثمآن احمد قاسمی جونپوری)

نَحمَدُہ وَ نُصَلّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعُد

دوستو، آج مولانا آدم صاحب کے صاحبزادے مفتی محمد صاحب کا نکاح ہے، اللہ تبارک وتعالی اس کو مبارک فرمائے، جو ابھی مسلمانوں میں سے بے نکاح ہیں، اللہ تبارک وتعالی انہیں بہترین جوڑے نصیب فرمائے۔

نکاح کس جگہ اور کس وقت میں افضل

حدیثِ پاک میں اس کی ترغیب ہے کہ نکاح جمعہ کے دن ہو، فقہاء لکھتے ہیں کہ نکاح معظم دن میں، معظم وقت میں، قابل تعظیم گھڑی میں، اور قابل تعظیم، معظم جگہ میں ہونا چاہئے۔

اسی لئے فقہاء نے تصریح کی کہ جمعہ کے دن، جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے، حدیثِ پاک میں کہا گیا ہے سید الایام ہے، اور دن کی تمام گھڑیوں میں عصر سے مغرب تک کا وقت نہایت قابلِ تعظیم، خصوصاً جمعہ کے دن کی یہ گھڑیاں نہایت معظم ہیں۔

جمعہ کے دن کے بارے میں حدیثِ پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس وقت حق تعالی شانہ سے جو دعا بھی کی جائے، جو کچھ مانگا جائے حق تعالی شانہ وہ عطا فرماتے ہیں اور وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ زیادہ رجحان یہ

ہے کہ جمعہ کے دن میں وہ گھڑی عصر سے لے کر مغرب تک کے درمیان ہے، سورج کے ڈوبنے تک کے درمیان ہے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ نکاح جمعہ کے دن عصر کے بعد ہو اور معظم جگہ مسجد ہے، تو مسجد میں ہو اور مسجد میں بھی مسجد کے پچھلے حصہ کی بہ نسبت مقدمِ مسجد، مسجد کے آگے والے حصہ کو زیادہ قابلِ تعظیم قرار دیا گیا، اور اس میں بھی صفِ اول کی زیادہ فضیلت ہے اور صف اول میں بھی امام کی دائیں طرف کا جو صف کا جو حصہ ہے، وہ زیادہ قابلِ تعظیم ہے اور اس میں بھی جتنا امام کے زیادہ قریب ہوگا، جہاں پر منبر رکھا جاتا ہے وہ جگہ زیادہ قابلِ عظمت ہے، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ نکاح مسجد میں ہونا چاہئے اور مسجد میں منبر کے قریب ہونا چاہئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جب کبھی کوئی قصہ پیش آتا تھا اور کسی سے حلف لیا جاتا تھا، کسی سے قسم لی جاتی تھی اس کے لئے مسجدِ نبوی اور منبر شریف کے نزدیک وہ جگہ متعین ہوتی تھی کہ یہاں حلف لیا جائے، یہاں قسم لی جائے۔

منبر شریف

منبر شریف، یہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہیت، عشق و محبت کا ایک نتیجہ ہے۔ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت میں ایسی ایسی چیزیں ایجاد کیں کہ جہاں تک انسان، عام انسانوں کا دماغ نہیں پہنچ سکتا۔

ہم بے شک اور چیزوں کے متعلق خوب زور دے کر بیان بھی کریں گے۔ کوئی مقرر ہوگا، تو کوئی کہے گا کہ مولانا آپ والدین کی عظمت، ان کا احترام اور ان کی اطاعت، ان کی فرمانبرداری، اس موضوع پر بیان کریں، کہ نوجوانوں میں، لڑکوں میں، لڑکیوں میں بے راہ روی، والدین سے بغاوت عام ہو رہی ہے، اس پر بیان ہو۔

باپ کے حقوق بیان کریں، ماں کے حقوق بیان کریں۔ نماز کے متعلق بھی ضرور زور دیا

جاتا ہے اور دینا بھی چاہئے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھو، جماعت سے پڑھو، مسجد میں پڑھو گے تو یہ ثواب ہے، نہ پڑھنے پر یہ گناہ ہے، یہ سزا ہے۔ چندہ والے سب سے زیادہ زور اپنے کام پر لگاتے ہیں کہ پیسے نکالو، صدقہ کرو، خیرات کرو، زکوۃ دو، چندہ دو۔ بے شک یہ تمام دین کے ارکان بڑے ضروری اور فرض ہیں۔

اہم ترین فرض

مگر جو اہم ترین فرض ہے وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے تعلق ہے، یہ دین کا اہم ترین جزء اور ایمان کا اہم ترین حصہ ہے، اس کی طرف سے اس قدر غفلت ہے کہ ہمیں یقیناً ہر چیز کا اہتمام ہوگا، پانچ وقت کی نماز بھی بڑے اہتمام سے پڑھیں گے، زکوۃ، خیرات بھی خوب کریں گے۔

لیکن میں کہا کرتا ہوں کہ ہم پچھلے چوبیس گھنٹے اپنے، گزشتہ کل جمعرات دوپہر سے لے کر آج دوپہر تک کا اگر ہم حساب کریں کہ پورے دن میں ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو کتنی دفعہ یاد کیا اور کتنی دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی پر درود شریف کی ہمیں توفیق ملی، اگر کبھی کسی کے معمولات میں بھی یہ چیز داخل ہے تو بھی سرسری طور پر، نہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درود شریف کی تسبیح کے دوران کوئی خیال آئے گا، نہ اس سے آپ کی محبت میں کوئی اضافہ ہوا ہوگا، ایک روٹین اور معمول کے مطابق زبان نے وہ کلمات ادا کر دئے۔

حالانکہ اس درود شریف کا سبب اور اس کے پیچھے اس کا سب سے بڑا مقصد تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہمیں تعلق پیدا ہو، سچی محبت ہمارے دل میں پیدا ہو، ایسی محبت پیدا ہو کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتے ہی ہمارے دل تڑپ جائیں، ہمیں ایک قسم کی بے چینی محسوس ہو کہ معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خوش ہیں یا ناراض ہیں۔

یہ میں اس پر عرض کر رہا تھا کہ یہ منبر شریف صحابہ کرام کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے والہانہ تعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا نتیجہ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے درمیان ہوتے ہیں تو سامنے، قریب میں جو حضرات ہیں وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر پاتے ہیں اور پیچھے، جو دور ہوتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کما حقہ زیارت نہیں کر سکتے، انہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان اور خطبہ کے لئے اور جمعہ کی نماز کے لئے جو مسجد نبوی کے ستون تھے، ایک ستون تجویز کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف رکھا کریں۔

ریاض الجنۃ کے ستون

قدر کرنے والوں نے کس قدر ایک ایک چیز کی قدر پہچانی اور قدر کی۔ آپ دیکھیں گے وہاں مسجدِ نبوی میں جو ریاض الجنۃ والا حصہ ہے تو پیچھے کی طرف کھڑے ہو کر آپ کبھی ستونوں کو دیکھیں، تو دو تین ستونوں کی لائن ایسی ہے جو ٹیڑھی ہے، ستون تو عام طور پر جب تعمیر کی جاتی ہے ایک لائن میں ہونے چاہئیں، اور ترکوں نے اتنی بڑی مسجد تعمیر کی، تو اس میں جہاں انہوں نے پتھر کے ستون لا کر نصب کئے، اس زمانہ میں کرین (crane) بھی نہیں تھے، کس طرح وہ پتھر وہاں پہنچائے ہوں گے، اور کس طرح اس کو کھڑا کیا ہوگا، نصب کیا ہوگا، تو ان سے یہ غلطی تو نہیں ہوسکتی کہ ایک ستون تھوڑا سا ایک طرف باہر، آدھا فٹ باہر ستون کی لائن سے نکلا ہوا ہے۔

شراح کہتے ہیں کہ جس جگہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی تعمیر فرمائی، تو اس میں جو باغ تھا کھجوروں کا، تو کھجوروں کو اوپر سے کاٹ دیا گیا اور کھجور کے باغ میں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ ایک لائن میں کھجور کے درخت ہوتے ہیں، صحابۂ کرام نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجور کے درختوں کو ستون کے طور پر استعمال کیا، تو اس میں کبھی کوئی ایک درخت تھوڑا سا لائن سے ہٹا ہوا ہے تو وہ بھی اسی طرح استعمال ہوا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ نبوی کی نئی تعمیر فرمائی اور دور دراز سے آپ نے قیمتی لکڑی، ساگوان کی لکڑی اور قیمتی پتھر منگوائے اور اتنا زیادہ خرچہ کیا کہ لوگوں نے اشکال کرنا شروع کر دیا کہ آپ اس قدر مسجد پر خرچ کر رہے ہیں؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہاں میں تو اپنے پاس سے مسجد پر خرچ کر رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو بہترین خوبصورت مسجد بناؤں، پہلی تعمیر میں جو کھجور کے درخت تھے، وہ ستون بنائے گئے تھے، ان کو جب ہٹایا گیا اور لکڑی کے ستون اور پتھر کے ستون اس جگہ لگائے گئے، جس جگہ جو کھجور کا درخت تھا تھوڑا سا لائن سے ٹیڑھا، وہیں پر پتھر کا ستون رکھا گیا۔

اور اس کے بعد جب ترکوں نے اس کو بنایا، تب انہوں نے بھی اس کا اہتمام کیا کہ چاہے عمارت میں ستون ٹیڑھے نظر آئیں، مگر اس کی نقل باقی رہنی چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یادگار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اس طرح تھی، اور ستون اس طرح تھوڑے سے لائن سے ہٹے ہوئے بھی تھے۔

مٹی گارے اور لکڑی کا منبر شریف

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک کھجور کا درخت، کھجور کے درخت کا تنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے کے لئے، بیان کے لئے، خطبہ کے لئے تجویز کیا، مگر ان کا جی نہیں بھرا، انہوں نے دیکھا کہ نہیں، ابھی تو یہ پیچھے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے طور پر نہیں دیکھ سکتے تو انہوں نے پھر منبر بنایا۔

ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مٹی اور گارے کا منبر بنایا گیا، کچھ عرصہ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے محسوس کیا کہ نہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر ہم ذرا اور اس کو اونچا کر لیں تا کہ مشتاقانِ زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دور سے، مسجد کے پچھلے حصہ سے بھی زیارت کر سکیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، اگر آپ کی رائے ہو تو ایک صحابیہ کے غلام ہیں، لکڑی کا کام بہت اچھا جانتے ہیں، اگر آپ کی رائے ہو تو ہم اس سے ایک لکڑی کا منبر بنواتے ہیں۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ یہ جو پہلا منبر ہے، ذرا چھوٹا ہے، نیچا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں ہمیں سیری نہیں ہوتی۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر ہوتے تھے تو کسی کی نگاہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے اِدھر اُدھر دوسری طرف ہٹتی نہیں تھی، مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی اجازت عطا فرمادی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین سیڑھیوں والا لکڑی کا ایک منبر بنایا جس کے لئے مدینہ منورہ کے باہر غابہ؛ ابھی بھی اسی نام سے وہ جگہ ہے؛ غابہ، غابہ نامی جگہ سے درخت کاٹ کر لکڑی لائی گئی اور اس سے وہ منبر بنایا گیا۔ تو یہ میں نے منبر کے متعلق عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمہ وقت ساتھ رہنے کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سیری نہیں ہوتی تھی، اس لئے پہلے تنہ کو منبر کے طور پر استعمال کیا گیا، پھر مٹی گارے کا منبر بنا، پھر تین سیڑھیوں والا لکڑی کا بنایا گیا۔

جنت میں کیا ہوگا

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، دنیا میں تو آپ کے ساتھ رہتے ہیں، آپ کی زیارت ہوتی رہتی ہے، مرنے کے بعد آپ تو اعلیٰ علیین میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درجات میں ہوں گے اور ہم کہیں نیچے ہوں گے، اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح یہاں دنیا میں زیارت ہوتی ہے، اس طرح ہم زیارت نہیں کرسکیں گے، اس سے محروم رہیں گے۔

ان حضرات کے دل میں ہر وقت اس کی تڑپ رہتی تھی، تو یہ تڑپ درود شریف پڑھتے

ہوئے بھی اور درود شریف پڑھے بغیر ویسے عام حالات میں صرف تصور سے بھی قائم رہے یہ مطلوب ہے، نہ صرف تنہا درود شریف زبان سے ادا کرنا کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خیال تک نہ آئے، یہ مطلوب نہیں، بلکہ مطلوب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا دل ہمہ وقت لگا رہے، دل ہمارا اس پریشانی میں رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں مجھ سے خوش ہوں گے یا ناراض ہوں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ایک ملفوظ

اخیر میں، میں ایک ملفوظ جو میں بارہا سنایا کرتا ہوں، ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا وہ سنا کر بات کو ختم کروں گا، اس سے کسی دوست پر طنز یا اس کو شرمندہ کرنا مقصود نہیں، حضرت کا ملفوظ ہے، اللہ تبارک وتعالی اس کو کسی کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے اس نیت سے میں کہا کرتا ہوں، کہ بہت سے ہمارے دوستوں کو یاد بھی ہوگا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی دار العلوم تشریف آوری کے موقع پر ایک مرتبہ مغرب کے بعد کی مجلس میں حضرت نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ میرے پیارو، میرے دوستو، ایک بات سنو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں، مسجدِ نبوی میں دو ایرانی پہنچے، لمبا قصہ ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد تمام ملوک اور سلاطین اور بادشاہوں کو خطوط تحریر فرمائے، ایران اور کسری کے بادشاہ کو بھی خط لکھا، مِنْ مُحَمَّد رسول اللّٰهِ اِلٰی کِسْریٰ، تو اس نے کہا کہ یہ میرے نام سے پہلے کس نے اپنا نام لکھا، گرامی نامہ کو پھاڑ دیا، گستاخی کی اور اس نے یمن میں اس کا گورنر تھا، یمن پرشن ایمپائر کے تابع تھا، تو اس نے یمن میں اپنے گورنر کو لکھا کہ مدینہ منورہ میں اس نام کے آدمی ہیں انہوں نے ہماری گستاخی کی ہے، ان کو پکڑ کر فوراً ہمارے پاس بھیجو۔

یہ دو ایرانی پہنچے، فوج کسی حصہ میں باہر رہی ہوگی اور وہ دونوں مسجد نبوی میں پہنچے، مگر وہ کیا گرفتار کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ایک نگاہ پڑتے ہی ان کا حال، اوسان خراب ہونے لگے، کانپنے لگے، قدم آگے نہیں بڑھ سکتے، کھڑے ہوئے اپنی جگہ کانپ رہے

ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شکلیں دیکھیں کہ لمبے تڑنگے ،موٹے تازے داڑھی ان کی مونڈی ہوئی، مونچھیں بڑھی ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی نگاہ ان پر پڑی اس طرف سے چہرۂ انور پھیر لیا، قلبِ مبارک اتنا نازک تھا کہ یہ شکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ نہیں سکے اور چہرۂ انور پھیر لیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں یہ صورت اور شکل بنانے کا حکم کس نے دیا؟

وہ کہنے لگے کہ ہمیں ہمارے رب یعنی کسری نے اس کا حکم دیا کہ ہم داڑھی مونڈائیں اور مونچھ بڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھ کٹاؤں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اس کے بعد فرمایا کہ میرے پیارو، میرے دوستو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں جب ایک مشرک کی یہ شکل دیکھ نہ پائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ انور دوسری طرف پھیر لیا، تو قبر میں سب سے پہلے سامنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا، وہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری یہ شکل دیکھ کر کے اگر چہرۂ انور پھیر لیا تو ہمارا کیا حال ہوگا، اللہ تبارک وتعالی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

۳۷

مدینہ کے والی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے اُحُد بیتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے لئے جمادات روتے ہیں

کہو عشاقِ احمد سے کہ آئیں اس کے سننے کو
قصیدہ اک نیا پڑھتا ہوں میں نعت محمد کا

فلک پر ہوں نہ کیونکر دیدۂ شمس وقمر روشن
لگایا کرتے ہیں آنکھوں میں سرمہ خاکِ مرقد کا

فلک طاؤس کی صورت جو اب تک رقص کرتا ہے
کبھی دیکھا تھا جلوہ ابرو و گیسوئے احمد کا

ظہور آخر ہے اول انبیاء سے نور احمد کا
بجا ہے گر لقب ہو اول و آخر محمد کا

الٰہی! آئے وہ جھونکا ہوائے شوق بے حد کا
اڑا لے جائے دکھلانے مجھے روضہ محمد کا

شب معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا
خدا مشتاق، شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

رکابوں سے ملیں آنکھیں جھکایا سر کو قدموں پر
ملا جبریل کو رستے میں کیا موقع خوشامد کا

کئے آٹھوں فلک طے دم میں جس نے عرشِ اعلیٰ پر
قدم آگے بڑھا اس وقفِ اسرار سرمد کا

نہ دولت کی تمنا ہے نہ حشمت کی ہوس مجھ کو
الٰہی! عشق احمد کا، الٰہی! عشق احمد کا

زیارت کو چلوں یا رب، پڑے یہ غل مدینے میں
غلام آیا محمد کا، غلام آیا محمد کا

(امیرؔ مینائی)

الحمدُ لِلّٰہِ الحمدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصطَفٰی
اَمَّا بَعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْم اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْض وَ الْجِبَال فَابَیْنَ اَنْ یَحْمِلْنَہَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْہَا وَ حَمَلَہَا الْاِنْسَان اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا .

اللہ تبارک وتعالی زمین، آسمان، چاند، سورج، تمام کائنات کا خالق ہے۔ اللہ تبارک و تعالی نے کائنات کی چھوٹی، بڑی، ہر چیز پیدا فرمائی۔ تمام کائنات میں افضل ترین مخلوق انسان کو بنایا اور اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک امانت تھی، ہم نے انسان سے پہلے اس امانت کو زمین پر پیش کیا، آسمان پر پیش کیا، پہاڑوں پر پیش کیا، **اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْض وَ الْجِبَال فَابَیْنَ اَنْ یَحْمِلْنَہَا**، ہم نے انہیں اختیار دیا کہ اس امانت کو تم قبول کرلو تو تمہارے لئے یہ اجر وثواب، یہ فائدے، اور امانت کو پورا نہ کرسکو تو یہ سزا اور یہ جزاء، حکم نہیں تھا کہ تمہیں کرنا ہی ہوگا، بلکہ اختیار دیا گیا، **فَابَیْنَ اَنْ یَحْمِلْنَہَا** تو انھوں نے انکار کردیا۔

الٰہی اگر آپ کی طرف سے اجازت ہے اور اختیار ہے کہ ہم اسے قبول کریں یا نہ کریں، تو

ہمیں یہ امانت نہیں چاہئے، ہم اس کا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ہم بولتے ہیں، سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں، جواب دیتے ہیں، تو یہ زمین بھی بولتی ہے، ہماری طرح زمین بھی سمجھتی ہے، اسی لئے زمین نے بھی جواب دیا، آسمان بھی بولتا اور سمجھتا ہے۔

پہاڑوں کا پیار

والجبال، یہ پہاڑ بھی، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تو جماد ہیں، ایک ہی حالت پر ہیں، مگر ایسا نہیں، یہ بھی ہماری طرح سے بولتے ہیں، سنتے ہیں، سمجھتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلِ احد کے بارے میں فرمایا کہ **هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ**، کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اسی لئے جبلِ احد پر، جبلِ نور پر، غارِ ثور پر، مختلف پہاڑوں کے قصے اور نام حدیث میں آئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر تشریف لے گئے، تو اسے اتنی خوشی ہوئی کہ خوشی میں پہاڑ جھوم اٹھا، تو اسے بھی اس نعمت کی قدر ہوئی کہ او ہو! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک چومنے کا اللہ نے آج مجھے موقع دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اُسْكُنْ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَ صِدِّيْقٌ وَ شَهِيْدٌ** کہ تجھ پر نبی کھڑا ہے، صدیق کھڑے ہیں، شہید کھڑے ہیں۔

ہر چیز گواہی دے گی

قرآن کہتا ہے **يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا** کہ یہ زمین، اِس زمین کے ٹکڑے پر ہم روز سجدہ کرتے ہیں یہ کل قیامت میں ہمارے لئے گواہی دے گی، بولے گی زمین کہ فلاں فلاں نے مجھ پر سجدہ کیا۔

جب کوئی شخص کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہے کہ جس سے وہ اپنے بارے میں خطرہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی دیکھ لے گا تو رسوائی ہوگی، پتہ چل جائے گا، دوسروں کو علم ہو جائے گا، تو وہ سنسان جگہ کی تلاش کرتا ہے۔ چور بھی چوری کے لئے دیکھتا ہے کہ بالکل علاقہ خالی ہے، سنسان

ہے، گھر میں کوئی نہیں، تو وہ داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے، مگر اس اللہ کے بندے کو معلوم نہیں کہ ہر چیز بولتی ہے اور سنتی ہے۔ ہر چیز محفوظ رکھتی ہے، ٹیپ کر رہی ہے اپنے اندر، یہ دیوار، یہ زمین، یہ چھت، ہر چیز بولے گی۔

اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا تو ایسی سنسان جگہ میں جا کر انسان جو حرکتیں کرتا ہے، جہاں سمجھتا ہے کہ مجھے کسی نے دیکھا نہیں، مگر وہ اطراف کے تمام شجر، حجر، تمام درخت، پتھر، زمین کل قیامت میں اس کے لئے گواہی دیں گی کہ اس نے فلاں جگہ یہ حرکت کی تھی، اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اب تک مکہ مکرمہ میں وہ پتھر معلوم ہے، کہ جب میں اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کیا کرتا تھا، تو اب بھی مجھے وہ پتھر یاد ہے، یہ زمین، آسمان، پہاڑ، ہر چیز سنتی اور سمجھتی ہے۔

پہاڑ روتے ہیں

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جب انتقال ہوا، تو ہمارے ایک دوست نے بتایا کہ میں نے آج خواب میں دیکھا کہ آسمان رو رہا ہے، زمین رو رہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں پہاڑوں کو دیکھ رہا ہوں کہ پہاڑ رو رہے ہیں، ہم نے چونکہ اس کا رونا سنا نہیں، ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ اس نے پہاڑوں کو روتے ہوئے کیسے دیکھا ہوگا۔

مگر خواب میں انہوں نے دیکھا کہ پہاڑ بھی رو رہے ہیں، کہ اللہ کا یہ بندہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا، اس ایک اللہ کے بندے کی وجہ سے زمین، آسمان، چاند، سورج، پہاڑ، کائنات کا ہر ذرہ اللہ کی رحمت سے مستفید ہوتا تھا، روز رحمت برستی تھی اس اللہ کے بندے کی وجہ سے، تو وہ پہاڑ روتے ہیں، زمین روتی ہے کہ ہم آج اس رحمت سے محروم ہوگئے۔

جامعہ حسینیہ میں ہمارے ایک ساتھی تھے، مولانا عبداللہ آچھودی، فارغ ہونے کے بعد سورت کے قریب، ماندوی کے پاس شروع سے لے کر اب تک بھی وہیں پر وہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

جب تبلیغی جماعت کے امیر حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال ہوا تو انہوں نے بھی دیکھا تھا، انہوں نے صبح مجھے بتایا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا، کہ حضرت جی کا انتقال ہوگیا، اور ہر چیز رو رہی ہے، میں دیکھتا ہوں کہ پہاڑ بھی رو رہے ہیں۔ اللہ تعالی ہم سے بھی ایسے اعمال سرزد کروائیں، کاش کہ ہم سے بھی ایسے اعمال سرزد ہوں کہ جس سے یہ زمین، یہ آسمان، یہ ہمارا گھر، یہ ہماری دیواریں، ہمارے لئے روئیں۔ ان کا رونا اُس رحمت کی محرومی کی وجہ سے کہ یہ حضرت جی کا انتقال ہوگیا، ان کے وجود سے رحمتیں برستی تھیں۔

انسان سے علم و عدالت مطلوب

فَأَبَيْن ان تمام نے انکار کر دیا کہ الٰہی! اس امانت کو ہم ادا نہیں کر سکتے، اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ **وَحَمَلَهَا الْإِنْسَان**، اس امانت کو انسان نے اٹھا لیا، **اِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا**، آگے دلیل بڑی عجیب وغریب، اللہ تعالی نے فرمایا کہ انسان نے کیوں اٹھایا؟ اس لئے کہ وہ انتہائی درجہ کا ظالم، انتہائی درجہ کا جاہل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ وجہ کیوں بیان کی گئی؟ اس کی جہالت، اس کا ظلم؛ تو اگر کوئی شخص اپنی کسی سواری کو، بیل کو گالی دیتے ہوئے، گدھے کو گالی دیتے ہوئے اس سے کہے کہ جاہل ہے، تو ظالم ہے، تو لوگ ہنسیں گے کہ یہ بیوقوف ہے، بیل اور گھوڑا اور گدھا، اس کو ظالم اور جاہل نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ وہ تو جانور ہے، اِس کے خلاف کی اُس سے توقع نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ **ظَلُومًا جَهُوْلًا**، اس لئے کہ انسان سے مطلوب عدالت ہے، عدل، انصاف، مگر ان کی اکثریت ظالم اور جاہل ہے۔ ان سے مطلوب علم ہے، مامور وہ اس کے ہیں کہ علم حاصل کر کے اپنے اللہ کو، اپنے مالک کو پہچانیں، مگر وہ اپنی طرف سے خود انتہائی درجہ کے ظالم اور جاہل بنے ہوئے ہیں۔ **وَحَمَلَهَا الْإِنْسَان** انسان نے اس کو اٹھا لیا۔

اب کیا امانت تھی؟ جو پیش کی گئی تھی آسمانوں اور زمین، پہاڑ پر اور انہوں نے اس کو

اٹھانے سے انکار کیا، وہ یہ شریعت ہے۔

اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے تکلیف، جن چیزوں کا انسان کو مکلّف بنایا گیا، کہ اب ہم نے تمہیں پیدا کیا، ہم نے تمہیں یہ خوبصورت جسم دیا، اب اس جسم کی حفاظت تمہارے ذمہ ضروری ہے، سب سے بڑا فرض یہ بھی ہے انسان اپنے جسم کی حفاظت کرے، اگر کوئی شخص کسی مجبوری کو ظاہر کر کے زہر کھالے، خودکشی کر لے تو اسے معاف نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ یہ جسم امانت ہے، اس کی ہر حال میں حفاظت ضروری ہے اور خودکشی حرام کردی گئی۔

خودکشی حرام ہے

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ میں ہیں، جنگ ہورہی ہے کفار سے، صحابۂ کرام دیکھتے ہیں ایک شخص کو کہ جدھر وہ نکل جاتا ہے تو پانسہ پلٹ دیتا ہے، کفار کی صفیں اُلٹ کر کے رکھ دیتا ہے، وہ آپس میں کہنے لگے کہ **مَـا اَجْـلَدَهُ**، یہ کتنا زبردست بہادر انسان ہیں، اس نے آج کتنے زبردست کارنامے انجام دئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ان کے کلمات سنے، تو فرمایا، **اَمَـااِنَّـهُ مِنْ اَهْلِ النَّار**، فرمایا کہ تم تو اس کی تعریف کررہے ہو کہ بڑا بہادر انسان ہے، مگر **اِنَّـهُ مِـنْ اَهْلِ النَّار**، تو سننے والے صحابی کو بڑا تعجب ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی، صحابی، مجاہد اور اتنے کارنامے انجام دینے کے بعد اس کے متعلق یہ ارشاد، **مِنْ اَهْلِ النَّار**۔

وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے پیچھے پیچھے رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کلمہ سچا، ہر بات سچی۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنا کام جہاد چھوڑ کر کے اس کی ٹوہ میں رہا، اس کے پیچھے پیچھے، جدھر وہ نکلتا میں اس کے پیچھے رہتا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے، یہ کیوں فرمایا۔

اخیر میں، میں نے دیکھا کہ ایک جگہ وہ خود زخمی ہوگیا، زخمی ہوکر وہ گرا، زخم زیادہ تھے،

زخموں کی تکلیف ان سے برداشت نہ ہوسکی، تھوڑی دیر دیکھا کہ یہ تکلیف بہت زیادہ ہے، پھر خودکشی کرلی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑے ہوئے پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ نے سچ فرمایا، فرمایا کیا؟ کونسی بات؟ انہوں نے واقعہ دہرایا، تو یہ کُل جسم، اس کے بھی ہم مالک نہیں، نہ اس کے ایک جزء کے مالک ہیں۔

خودکشی بھی حرام اور کسی اور جزء کو نقصان پہنچانا بھی حرام۔ غصہ میں کوئی شخص، لڑتے ہوئے ابھی غصہ آجائے اور اپنے آپ کو زخمی کرلے، تو جتنا اس نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اتنا وہ گنہگار، خودکشی کرنے والا، اپنے آپ کو جان سے مار دینے والا بڑا گنہگار اور یہ اس سے چھوٹے گناہ کا مرتکب۔

ایک اور واقعہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اور دوسرے صحابی جہاد میں شریک تھے، جیسے اِنہوں نے خودکشی کرلی، زخم برداشت نہیں ہوسکے تو وہ فرمایا اِنَّـہٗ مِنْ اَھْلِ النَّار ، تو اسی طرح اِن دوسرے صحابی کے ہاتھ پر کوئی زخم لگا اور دیکھا کہ اس میں تکلیف زیادہ ہے تو اگر اس کو پہونچے سے کاٹ دیا جائے اور ذرا نیچے سے تو وہاں شاید تکلیف کم ہو، تو انہوں نے اتنا حصہ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا، اپنے آپ کو مار دینے کی، خودکشی کی کوشش نہیں کی، صرف اس عضو کو کاٹا۔

جب اُن کا انتقال ہوا، تو دوسرے ایک صحابی خواب میں دیکھتے ہیں، دیکھا شاندار جنت ہے، محل ہے، نعمتیں ہیں، سب کچھ ہے، لیکن دیکھا کہ زندگی میں تو یہ صحیح اور سالم تھے، ان کے تمام اعضاء سلامت تھے مگر دیکھا کہ ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے، پوچھا یہ کیوں؟

فرمایا کہ بس، اس کو نہ پوچھئے، کہ اللہ تبارک وتعالی کے سامنے مجھے پیش کیا گیا اور میرے متعلق حکم ہوا کہ انہیں جنت دی جائے، مگر ہاتھ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اِنَّـا لَا نُـصْلِح

مَـا اَفْسَـدْتَـهُ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ جسے تو نے اپنے آپ، اپنے ہاتھوں خراب کیا، اسے ہم ٹھیک نہیں کریں گے۔

ہم اس کے بھی مکلّف کہ ہم اس جسم کی سلامتی کا خیال رکھیں، ہر طرح سے اِس کو کوئی نقصان نہ پہنچے، یہ بھی ہمارے لئے اہم ترین فرض اور یہ جو شریعت ہمیں دی گئی، جس کا ہمیں مکلّف بنایا گیا، تو فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی کہ ہم اس جسم کو پاک صاف رکھیں، طہارت کا خیال رکھیں، اگر نجاست کہیں جسم سے لگ گئی کہیں تو فورًا ہم اس کے مأمور ہیں کہ اس کو جلدی سے دھولیں۔ کسی شخص کو جزوی طور پر، کسی جسم کے کسی ایک حصہ پر کوئی نجاست لگی اسے دھونا ضروری، اگر جنابت کی حالت ہوگئی، غسل کی حاجت ہوگئی، نا پاک ہوگیا، تو غسل بھی فرض، پاک کرنا ضروری۔

۳۸

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور پردہ فرما کر بھی امت کی
خبر گیری
اور رجال کار کا انتخاب

” یہ آخری حدیث آپ پڑھ رہے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب کے اختتام کے لئے پسند فرمایا، کیوں پسند فرمایا؟ کیسے؟ یہ دیکھئے یہاں کھولئے صفحہ نوسواٹھاسی، ہاں ترجمہ کرنا پڑے گا اردو عدد کا نوسواٹھاسی (۹۸۸)، جی، اس میں آپ دیکھ رہے ہیں، یہ باب چل رہا ہے اَیمان کا، الایمان و النذور کا۔ اس میں اربع کلمات بھی ہے، کلمتان بھی ہے اور کلمه بھی ہے کہ ایک کلمہ انسان کی نجات کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور یہ ایک کلمہ انسان کے پکڑے جانے کے لئے اسی طرح کافی ہو جاتا ہے، جیسے وہاں کبُرت کلمة تخرج من افواههم و ما تُخفی صدورهم اکبر۔

تو یہ اربع کلمات اور کلمتان اور کلمة امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو چار وہاں ذکر کئے تھے سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله و الله اکبر۔ تو ایک کلمہ جو ابو طالب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا تھا لا اله الا الله اس کی حدیث بھی لا سکتے تھے۔

مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سبحان الله و بحمده، سبحان الله العظیم، ان چاروں میں سے اس کو اس لئے منتخب فرمایا کہ اشارہ فرمایا کہ میں اتباع کر رہا ہوں اذا جاء نصر الله کا، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت کی اس سورت میں خبر دی گئی، اور اس میں کیا ارشاد فرمایا فسبح بحمد ربک۔

اسی لئے ان چاروں میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یہاں ذکر فرمایا۔“

(صفحہ نمبر ۵۶۰،۵۵۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سارے سال حضرت مولانا ایوب صاحب نے پڑھایا، انہیں کا حق تھا جیسے مسجد میں جو امام متعین ہوتے ہیں، انہیں کا حق نماز کا ہوتا ہے۔تو جس طرح اور سارا سال انہوں نے درس دیا تو یہ درس بھی انہیں کا حق تھا، اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے، فارغ ہونے والے طلبہ کو قبول فرمائے، ان کے اساتذہ کو، مدرسہ اور مدرسہ کے منتظمین کو قبول فرمائے اور اس آخری مجلس میں ہم سب حاضر ہونے والوں کے لئے اس حاضری کو باعث نجات فرمائے۔

پکڑ کے لئے اور چھوٹنے کے لئے ایک چیز کافی ہوجاتی ہے

وہاں تو نہ الگ الگ ایک ایک عمل دیکھا جاتا ہے،نہ اعمال سارے نجات کے لئے گنے جاتے ہیں، پکڑ کے لئے بھی ایک چیز کافی ہوجاتی ہےاور چھوٹنے کے لئے بھی ایک چیز۔

بارہا سنا ہوگا کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مرنے کے بعد کسی نے پوچھا کیا گزری؟تو فرمایا کہ بس نجات ہوگئی، کاہے پر؟،تو فرمایا کہ فلاں دن تم نے روشنائی میں قلم

ڈبویا تھا، اس پر لکھنے سے پہلے مکھی آکر بیٹھ گئی، تو آپ نے دل میں یہ سوچا کہ اگر میں لکھنا شروع کروں گا، ہاتھ کو حرکت دوں گا تو یہ مکھی پیاسی ہوگی، یہ اڑ جائے گی، اسے تکلیف ہوگی، تو میری ایک ادنی مخلوق پر، مکھی پر تم نے ترس کھایا، رحم کیا، تو اس کے بدلے میں آپ کی مغفرت کی جائے گی۔ حالانکہ ساری عمر کے کتنے بڑے اونچے کارنامے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

ایک بزرگ کو اسی طرح دیکھا گیا، پوچھا کیا گزری؟ اپنے زمانے کے بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے، فرمایا کہ بس نہ پوچھو کیا حال ہونے لگا تھا، وہ کھچڑی کا ذکر آیا، کیا کھچڑی کا ذکر آیا؟ کہ تم نے فلاں دن پیٹ کے درد کی شکایت کی تھی اور تم نے یہ کہا تھا کہ آج کھچڑی کھالی، اس کی وجہ سے آج تھوڑا پیٹ میں درد ہے، گرانی ہے، تو ہم کدھر گئے؟ کھچڑی درد دیتی ہے؟ بیماری دیتی ہے؟ **واذا مرضت فھو یشفین** . بیماری دینے والا بھی میں، شفا دینے والا بھی میں، اب کھچڑی پر ان کی پکڑ ہوگئی، اس لئے ہروقت ڈرتے رہنا چاہئے، اللہ عز وجل ہماری اس حاضری کو قبول فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالی مناقشے اور ایک ایک چیز کی پکڑ دھکڑ سے وہاں ہماری حفاظت فرمائے، اور اللہ تبارک وتعالی اپنے خاص بندوں میں سے ہمیں بنائے، ہماری نسلوں کو بنائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہرسال آپ سنتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، پنکھا جھل رہے ہیں کہ مکھیاں پریشان نہ کریں، تو معبر نے تعبیر دی کہ تم سے کام لیا جائے گا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں قیام کی نیت کرلیتے ہیں، کہ اب یہاں سے واپس جانا نہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ جاؤ ہندوستان تم سے کام لیا جائے گا۔

صبح جب اپنے بزرگوں سے خواب بیان کیا، تو فرمایا جلدی جاؤ، جلدی تیاری کرو، حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرح سے حضرت کو بھی **و لا ینطلق لسانی** حضرت نہ کوئی مقرر تھے، نہ لمبے بیانات کر سکتے تھے، حضرت کی زبان میں تھوڑی سی ایک طرح کی لکنت تو نہیں تھی، البتہ روانی نہیں تھی، تو فرمایا کہ میں کیا کام کرسکتا ہوں؟ فرمایا، تھوڑا یہ فرمایا کہ کام کرو، بلکہ تم سے کام لیا جائے گا، لینے والا لے گا، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالی نے کیسے ان سے کام لیا۔

طلب موعود

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مدینہ طیبہ میں تھے، جوانی میں وہاں اوٗ جز کی تصنیف شروع فرمائی، حضرت فرماتے ہیں کہ دو تین مہینے میں ڈیڑھ جلدیں ہوگئیں، تو میں نے سوچا کہ یہ تو یہاں کی برکت سے بہت جلدی نمٹ جائے گی، یہیں قیام کر لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، ارشاد فرماتے ہیں **اذهب الى الهند، اذا جاء وقتک نطلبک** ۔کہ اِس وقت ہندوستان چلے جاؤ، جب تمہارا وقت موعود آئے گا تو ہم آپ کو بلائیں گے۔

اب ہر حاضری پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ یہی سوچتے تھے اپنے بارے میں کہ یہ میری یہاں کی آخری حاضری ہے، اور یہاں سے اب مدینہ منورہ سے مجھے واپس نہیں جانا، اب یہاں کی مٹی مجھے قبول کرلے گی، تو اس کی خاص اصطلاح تھی حضرت کے یہاں ''طلبِ موعود''۔

حضرت فرمایا کرتے تھے میرے لئے یہ سفر طلب موعود ہے یا نہیں؟ اسی لئے جب وہاں سے، مدینہ منورہ سے ہندوستان کا سفر ہوتا تھا یا اور کسی جگہ کا، تو کئی دن پہلے حضرت کی حالت دگرگوں ہوجایا کرتی تھی، لیکن پھر بھی اس ارشاد پر یقین پختہ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براہِ

راست خود ہی ارشاد فرمایا تھا، **اذھب الی الھند، اذا جاء وقتک نطلبک۔**

اس لئے یہاں جب حضرت دوسرے سفر میں بیمار ہوئے، ہسپتال میں تین دن کے لئے داخل کیا گیا، واپسی پر حضرت کو بتایا گیا کہ مایوسی کی سی کیفیت ہوگئی تھی اور ہم نے حضرت کا یہاں اگر انتقال ہوجائے، تو جنازہ لے جانے کے لئے جہاز کرائے پر لینے کا انتظام بھی کرلیا تھا، تو حضرت مسکرائے اور فرمانے لگے کہ وہ تجھے یاد نہیں، **اذا جاء وقتک نطلبک**، میرا فکر نہ کرو، میں یہاں کہیں مرتا ورتا نہیں، میرے ساتھ تو وعدہ ہے، اللہ اکبر!

یہ جوانی کا دیکھا ہوا خواب تھا اور پچاس برس کے بعد بالکل بڑھاپے میں، اور جب ہر طرح سے معذور ہو چکے ہیں اور ایسی شدید بیماری سفر میں، پھر بھی کوئی خوف نہیں، بس وعدہ ہے میرے ساتھ، تو جیسے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا گیا کہ وہاں جاؤ، حضرت شیخ کو بھیجا گیا تو اللہ نے ساری عمر کیسے زبردست کام لئے، کیا علمی، کیا روحانی، کیا دعوتی، ہر نوع میں، ہر میدان میں اللہ نے حضرت سے کام لیا۔

دنیا کی زبان پر امامِ اعظم کیوں؟

اسی طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب کیا گیا، کہ ابھی تو صرف طالب علم ہیں، پڑھ رہے ہیں، کوئی ذہن میں پروگرام بھی نہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے تو پنکھا جھل رہے ہیں، تو معبر نے تعبیر دی کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے صحیح اور سقیم کو الگ کرنے کا کارنامہ انجام دو گے، یہ کام تم سے لیا جائے گا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاساتذہ، ان کے اساتذہ کے استاذ، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، دنیا کی زبان پر امام اعظم، کیوں؟ کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے، نہ حدیث کی طرف کوئی ذہن تھا، نہ پڑھنے کی طرف، نہ پڑھانے کی طرف۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

قبر مبارک میں عظامِ مبارکہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمِ اطہر کی ہڈیوں کو جوڑ رہے ہیں، اوہو! قیامت تک کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو از سر تا پا، جس میں انسانیت کے لئے جتنے مسائل پیش آسکتے ہیں، قیامت تک کے لئے وہ سارے منضبط کر کے چلے گئے اس دنیا سے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کے استاذ، جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری بنے۔

اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام تو یہ تھا کہ جب روضہ اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہوئے، عرض کیا **الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ** تو وہاں سے جواب ملا **وعلیک السلام یا امام المسلمین**۔ تو اب کتنا ہی ان سے حسد کیا جائے، کتنی ہی کوشش کی جائے اس مذہب کے خلاف، اس مذہب کے ماننے والوں کے خلاف، جن کو وہاں سے امامت دی گئی، حاسدین کی جماعتیں، حکومتیں، دنیا بھر کے حُسّاد مل کر کوشش کرتے رہے، مگر صدیاں گزر گئیں، اور نام اسی طرح زندہ، بلکہ اس سے زیادہ بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔

محدث حسین الجعفی کا حال

وہاں بارگاہ نبوی سے منتخب کیا جاتا ہے، عنایتِ الٰہیہ جس کی طرف متوجہ ہو، بارگاہ نبوی سے جس خوش نصیب کے نام کا پروانہ نکل آئے، ایک بہت بڑے محدث ہیں حسین الجعفی، جابر جعفی کو تو خوب آپ نے سنا ہوگا، جگہ جگہ ترمذی میں، یہ ہیں حسین جعفی، ساری عمر زبردست علمی کارنامے انجام دئے، سب سے بڑے مفسر اور ان کا لقب ہی امام القراء، قراءت اور تجوید اور ادب اور لغت اور تفسیر میں ان کا اپنے زمانے میں ثانی نہیں تھا۔

وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں، بہت بڑے بزرگ بھی تھے، اتنا اونچا علمی مقام، پھر بھی ساٹھ سال تک فرماتے ہیں کہ اپنی مسجد میں خود انہوں نے اذان دی، ساٹھ سال تک، تو اب ساٹھ سال تک جب پابندی سے اذان دی ہوگی، تو جماعت کے اہتمام کا اور پنج وقتہ

نمازوں کے اہتمام کا کیا حال رہا ہوگا؟

وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جنت کے دروازے پر لاکھوں کا ہجوم جمع ہے، وہاں سے اعلان ہوا، علماء حضرات تشریف لائیں، تو یہ اعلان سنتے ہی علماء جنت میں داخل ہونے لگے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اٹھا، جب دروازے پر پہنچا تو مجھے روک دیا گیا۔ اتنا بڑا اپنے زمانے کا امام، فرماتے ہیں مجھے روک دیا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ تم ان میں شامل نہیں ہو، وہاں سے اعلان کیا تھا علماء داخل ہوں، اور ان کے عالم ہونے میں کس چیز کی کمی تھی؟

اتنے بڑے مفسر اور اتنے بڑے امام القراء، ادب اور لغت کے امام، فرماتے ہیں کہ آپ نہیں جا سکتے اور وجہ بتائی اس لئے کہ یہ تمہارے سارے علمی کام، علمی کاوشیں یہ تو ٹھیک ہیں، لیکن روایتِ حدیث تم نہیں کرتے، روایتِ حدیث کا تمہارا شغل نہیں ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی وہ بیدار ہوئے، اس کے بعد اپنے اور کاموں کو چھوڑ کر کے انہوں نے پھر روایتِ حدیث شروع فرمائی، بہت بڑے محدثین میں بھی ان کا شمار ہونے لگا، حسین الجعفی لیکن کسی سلفی کو اور سلفی ذہن والوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ صرف محدثین اور محدثین کو ماننے والے اور سلفی ہی اور روایت حدیث کا شغل رکھنے والے ہی صحیح ہیں اور دوسرے گمراہ، جیسا میں نے عرض کیا کہ وہاں تو ایک مکھی پر ترس کھانا کام آیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے، ان کی ساری روایتِ حدیث ایک طرف رہی۔

داؤد ابن دینار

ایک دوسرے بزرگ ہیں داؤد ابن دینار، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ اپنے زمانے کے کبارِ محدثین میں سے وکیع اور شعبہ جیسے ان کے شاگرد، امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ، اب حدیث پاک کی کس قدر خدمت انجام دی ہوں گی کہ اتنے بڑے بڑے لوگ ان کے شاگردوں میں۔

وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ طاعون پھیلا اور طاعون میں میں بھی گرفتار ہوگیا، پلنگ چل رہا تھا تو اسی میں ایک دفعہ بے ہوشی طاری ہوگئی، اور بے ہوشی کے عالم میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی میرے سر کی طرف اور ایک پیر کی طرف آکر بیٹھ گیا، اور جو صاحب پیر کی طرف بیٹھے تھے انہوں نے میرے تلوے کوٹٹولنا شروع کیا اور جو میرے سر کی طرف تھے انہوں نے میرا منھ کھولا، میری زبان کھینچی اور زبان کی جڑ پر انگلی پھیر رہے ہیں۔

جو پیر کی طرف تھے تو وہ بولے، کہنے لگے کہ ہاں **مشی الی المساجد**، یہ بھی جو ہم مسجد میں چل کر آتے ہیں، یہ خطوات اور ایک ایک قدم لکھا جاتا ہے، ایک ایک قدم ہمارے لئے مکفر بنتا ہے، آج تو ہمیں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ وہ میرے تلوے کو دیکھ کر کہنے لگا کہ مشی الی المساجد تو ہے، جو سر کی طرف تھے وہ کہنے لگے کہ ہاں تسبیح تحمید بھی ہے، لیکن قرآن پاک بہت کم ہے، **وشيءٌ من القرآن**، تھوڑا سا قرآن بھی ہے، تو اتنا بڑا محدث اپنے زمانے کا، بڑے بڑے لوگ شاگرد، حدیث پاک کی خدمت میں مشغول، مگر ان میں جس چیز کی کمی تھی اس پر انہیں متنبہ کیا گیا۔

چنانچہ جب بیدار ہوئے، تو کہتے ہیں کہ مجھے تنبہ ہوا اور اس کے بعد قرآن پاک کی خدمت میں، تجوید اور قراءت اور تفسیر کی خدمت میں وہ لگ گئے اس لئے کسی ایک کام کے متعلق، نہ روایت حدیث کے متعلق، نہ تدریس حدیث کے متعلق، نہ تبلیغ کے متعلق، نہ جہاد کے متعلق، کسی کام کے بھی متعلق اطمینان نہیں ہوسکتا، اللہ تبارک وتعالی تو ان تمام کاموں سے بے نیاز ہیں، ہمارے کسی کام کی انہیں کوئی ضرورت نہیں، وہ بالکل بے نیاز، اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس زندگی کی قدر عطا فرمائے۔

ہر عضو ہمارے اعمال کا گواہ

یہ ہمارے ہاتھ اور پیر اور آنکھ اور زبان اور کان سے صادر ہونے والے اعمال، ایسے اعمال ہم سے صادر ہوں کہ جو ہمارے لئے باعث نجات بنیں، ہمارے لئے پکڑ کا باعث نہ

بنیں، جس طرح کہ انہوں نے دیکھ کر بتایا، کہ تلوے پر لکھا ہوگا کہ اتنی دفعہ یہ مسجد کی طرف گئے، زبان پر لکھا ہوگا، جس طرح یہ تسبیح اور تحمید لکھی ہوئی اور قرآن کتنا پڑھا، اس کا اثر زبان پر انہوں نے محسوس کیا، تو اسی طرح یہ جو ہر وقت ہماری زبان چلتی رہتی ہے گناہوں میں، وہ بھی سب لکھے جاتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ تو زیادہ پکڑ دھکڑ کیا نہیں کرتے تھے آنے جانے والوں کی، مگر آپ نے بھی کسی وقت، مجلس میں تشریف فرما ہیں، حاضرین آرہے ہیں، کوئی صاحب آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ نیک مجالس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہوتا ہے؟

یہ ہمارے تمام اعضاء **یوم تشهد عليهم** یہ جو اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا قرآن کریم میں، تو ایک ایک عضو گواہی دے گا، ہر عضو میں رجسٹر بن رہا ہے، ہاتھ سے کتنی نیکیاں ہوئیں، کتنے گناہ ہوئے، پیر سے کتنے گناہ ہوئے، کتنی نیکیاں ہوئیں، آنکھوں سے کتنی نیکیاں کتنے گناہ، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حسنات کی توفیق عطا فرمائے، سیئات سے ہماری حفاظت فرمائے۔

خلقِ قرآن کا مسئلہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو جامع مرتب فرمائی، بہت بڑا کارنامہ اللہ تبارک وتعالی نے ان کے ہاتھوں کروایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے سے منتخب کیا جا چکا تھا، مگر جتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کی طرف نگاہیں بھی، جس طرح چاہنے والوں کی نگاہیں اٹھتی ہیں، تو دوسری طرح کی نگاہیں بھی اٹھتی ہیں، حاسدین کی نگاہ بھی اٹھتی ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ قبولیت اور ان کی طرف مرجعیت بہت سوں کے لئے نا قابل برداشت ہوگئی، یہ مخالفین بھی سمجھتے تھے کہ یہ جس مسئلہ پر ہیں خلق قرآن کے مسئلے میں، یہ صحیح مسئلہ ہے مگر حکومتوں کے پاس جا کر غلط اپنی طرف سے رپورٹنگ دیا کرتے تھے،

ان کی شکایتیں کیا کرتے تھے، اوراس طرح سے ان کو بہت پریشان کیا گیا۔

اسی لئے جب نیشاپور تشریف لے گئے تو وہاں خاص طور پر جو میزبان تھے، انہوں نے ہدایات جاری کیں کہ خبردار کسی نے یہ مسئلہ امام صاحب سے پوچھا،اس لئے کہ جہاں کہیں کوئی پوچھتا تھا امام صاحب سے، تو بلاخوف وخطر دوٹوک جواب ملتا تھا اوراس لائن والے سب کا ایک ہی طرح کا یکساں حال تھا، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے، یہ ثباتِ قدم انہوں نے سیکھا تھا۔

روزی دینے والا تو اوپر ہے

ایک محدث عفان ابن مسلم ان کواسی مسئلہ میں بلایا گیا، مأمون کا دور تھا، مأمون کے دور میں اس مسئلہ کی وجہ سے بہت زیادہ مظالم ہوئے، تو مأمون رشید کا ایک گورنر تھا اسحاق، بڑا ظالم قسم کا آدمی، اس نے حضرت عفان ابن مسلم محدث کو بلایا اوران سے پوچھا کہ **ما تقول فی هذه المسئلة؟** تمہاری کیا رائے؟ مارأیک؟

انہوں نے مسئلہ بتا دیا، انہوں نے کہا کہ نہیں حکومت جس مسئلے کو صحیح سمجھتی ہے، اگرآپ نے حکومت کا ساتھ نہ دیا تو تمہیں پابندِ سلاسل کیا جائے گا، جیل میں ڈال دیا جائے گا، یہ کیا جائے گا، کہا کرو جو چاہو تم کرسکتے ہو لیکن ہم حق کو نہیں چھوڑ سکتے، اس نے کہہ دیا جاؤ ان کا نام آج سے رجسٹر سے خارج کردو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے سے جو وظیفے علماء کے لئے متعین تھے، اس کی دھمکی دی، اوران کے سامنے آرڈر کردیا کہ ان کا نام اس سے خارج کیا جائے اوران کا گھرانہ ماشاءاللہ چالیس افراد پر مشتمل تھا اور ہر مہینہ ایک ہزار درہم ملا کرتے تھے۔

اسی لئے دو ہفتے پہلے وہاں بیان کیا تھا حضرت امام مالک اور ربیعہ کا ایک قصہ جو غلط بیان کیا جاتا ہے، کہ علامہ ذہبی نے اس کو جو غلط قرار دیا،اس کی وجہ جہاں پرایک یہ بیان کی کہ اس طرف تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، جن کو بتایا جاتا ہے کہ ان کے آنے سے یہ سب جھگڑا ختم

ہوا تو وہ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

دوسرے یہ کہ اس میں ستائیس ہزار دینار کا ذکر ہے اور وہاں تو ایک سال کے لئے ایک ہزار درہم سے کم میں بڑے سے بڑا گھرانہ گزر کر سکتا تھا، تو اس پر دلیل علامہ ذہبی کی یہی تھی کہ ان کا گھرانہ چالیس افراد پر مشتمل تھا اور مہینے کے ان کو ایک ہزار درہم ملا کرتے تھے۔

جیسے ہی مامون کا گورنر کہتا ہے کہ ان کا نام رجسٹر سے خارج کیا جائے تو حضرت عفان نے آسمان کی طرف دیکھا، کتنے جری ہوتے تھے، نڈر، بے خوف، آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ **وفی السماء رزقکم وما توعدون،** تم ہو روزی دینے والے؟ روزی دینے والا تو اوپر ہے۔ جب گھر واپس پہنچے اور سب کو پتہ چل گیا، سب متفکر ہوئے، تذکرہ ہونے لگا کہ پتہ نہیں اب حکومت کا تیور بدلا ہے، ان کے ساتھ کیا ہوگا، نام تو خارج کر دیا گیا۔

ابھی شام نہیں ہوئی کہ دیکھتے ہیں دروازے پر نوک ہوا، دروازہ کھولا تو دیکھا، آپ نے نام سنا ہوگا، الانسان البحری، تو وہ تو سمندر میں ہوگا الانسان البحری، مگر ان کے دروازے پر نوک کرنے والا اس کی شباہت الانسان البحری کی ہے۔

کہتے ہیں کچھ مچھلی کی سی اس کی شکل ہے، کچھ انسان جیسی بولی اور زبان ہے، اور اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا ہے اور کہا کہ یہ اس مہینہ کے لئے ہے اور ہر مہینہ جب تک آپ زندہ ہیں، آپ کو یہ تھیلا اسی طرح ملتا رہے گا۔ مچھلی کی شکل میں کوئی رجل غیبی آیا۔

شدت کی گھڑی وہ جب مالک ناراض ہو

جیسا ابن عربی سفر فرما رہے ہیں، پہلے بھی شاید آپ کے یہاں بیان کیا ہوگا، کشتی پر سوار ہیں تو سمندر میں طوفان آیا، کشتی ڈانواں ڈول، اب ڈوبی، تب ڈوبی، ساری مخلوق پریشان۔

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک سفر میں تھے، کشتی طوفان میں پھنس چکی اور ساری کشتی والے پریشان کوئی رو رہا ہے، کوئی چلا رہا ہے، اور یہ اپنی چادر تان کر پڑے ہوئے ہیں، تو سب نے آکر جگایا کہ ارے دیکھو، یہ کیا حال ہو رہا ہے، تم تو پڑے ابھی سو رہے ہو۔

کہنے لگے کیا ہوا؟ کہا پوچھ رہے ہو کیا ہوا؟ یہ بڑی شدت کا عالم ہے، شدت کا عالم؟ فرمایا میرے نزدیک تو شدت، سختی اور مصیبت اور بلا یہ ہوتی ہے کہ انسان خدا سے باغی ہو اور گناہ میں مبتلا ہو، جس گھڑی جس ساعت میں انسان اپنے مالک کو ناراض کر رہا ہوتا ہے، گناہ میں مبتلا ہوتا ہے وہ گھڑی اس کے لئے شدت کی اور بلا اور مصیبت کی ہوتی ہے۔ یہ تو اس کا کام ہے، مالک ہے، سمندر اس کی مِلک ہے، ہم اس کی مِلک ہیں، یہ تمام سواریاں جو اس میں سوار ہیں، ہم سب اس کی مملوک ہیں وہ جو چاہے کرے۔

تب لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ یہ تو کوئی اللہ والے ہیں، انہوں نے کہا کہ آپ کم از کم دعا تو کریں، تو انہوں نے دعا شروع کی:

يَا حَيّ، حِيْنَ لَا حَيّ، يَا حَيّ قَبْلَ كُلِّ شَيْئٍ، يَا حَيّ بَعْدَ كُلِّ شَيْئٍ

بس یہ چند کلمات کہنے تھے، وہ ان کی زبان سے نکلے اور سارا طوفان ختم۔

اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اخیر میں کلمتانِ، بس جس طرح میں نے کہا کہ بڑی کاوش کی ضرورت نہیں ہوتی، کوئی ایک کلمہ پسند آجائے ہمارا اللہ تبارک وتعالی کے یہاں، کہا کہ دو کلمے بس انسان کے لئے یہی کافی ہیں، ابن ادہم کے اتنے کلمات کہنے تھے اور فوراً سارا طوفان ختم۔

ابن عربی سوار ہیں اور کشتی ڈانواں ڈول ہو رہی ہے، ابن عربی کو جلال آ گیا اور کشتی سے پیر باہر نکالا، سمندر کے پانی پر زور سے پیر مارا یہ فرماتے ہوئے کہ **اُسْكُنْ اَيُّهَا الْبَحْر! فَاِنَّ عَلَيْكَ لَبَحْرًا مِنَ الْعِلْمِ!** کہ سمندر تجھے معلوم ہے، تیرے اوپر علم کا ایک سمندر سوار ہے؟ اس طرح تو شرارت کرتا ہے! اب سمندر ساکن، فوراً ختم، جس طرح ان بزرگ نے یہ کلمات کہے اور طوفان ختم۔

مگر اللہ تبارک وتعالی کو ان کے یہ کلمات پسند نہیں آئے **فَاِنَّ عَلَيْكَ لَبَحْرًا مِنَ الْعِلْمِ** کہ میں بحرِ علم تیرے اوپر سوار ہوں، طغیانی اور سرکشی کرتا ہے، فوراً سمندر میں سے ایک مچھلی

نمودار ہوئی، سر پانی سے اوپر نکالا اور سوال کیا کہ یا بحر العلم! اپنے لئے جو لقب انہوں نے منتخب کیا اسی سے پکارا، یا بحر العلم ایک مسئلہ بتائیں گے؟

فرمایا بتاؤ کیا پوچھنا ہے۔ اس مچھلی نے پوچھا کہ اگر کسی عورت کو شوہر طلاق دے دے اس کی عدت معلوم، مر جائے، اس کی عدت معلوم، لیکن اگر کسی عورت کا شوہر ممسوخ ہو جائے، وہ تھا انسان، کتا بن گیا، بِلّا بن گیا، مچھلی بن گیا کوئی اور جانور بن گیا تو اب ظاہر ہے کہ وہ عورت انسان ہوتے ہوئے اس جانور کے ساتھ کیسے رہے گی؟ تو اس عورت کے لئے کیا تفریق؟ کیا عدت؟ کونسی عدت گزارے؟ طلاق والی گزارے، موت والی گزارے، اب بحر علم چپ، جواب نہیں دے سکے۔

وہ بار بار پھر سوال دہراتی کہ آپ تو فرما رہے تھے کہ میں بحر علم ہوں، جواب کیوں نہیں دیتے؟ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے بطور عتاب کے یہ سوال ہوا۔ جب میں نے ایک دفعہ کئی سال ہوئے دورہ کی جماعت کے سامنے یہ قصہ بیان کیا تو میں نے جب کہا کہ اچھا پڑھیے، تو ایک طالب علم پوچھنے لگا۔

ہمارے بھائی طارق صاحب کی طرح سے، یہ موگرا وغیرہ بھی اس جماعت میں تھے، ڈیوزبری کے ہمارے بھائی طارق صاحب، اس زمانے میں میری عادت تھی کہ جیب میں عطر ہوا تو عطر لگا دیتا، تو پھر میں نے پوچھا بھائی طارق صاحب کیسا رہا؟ عطر کیسا ہے؟ بھائی طارق صاحب کیا فرماتے ہیں جو سچ پوچھو، تو اس کی خوشبو تو اچار جیسی ہے۔

اسی طرح کے ایک طالب علم نے فوراً پوچھا مجھ سے کہ اب آپ بتایئے کہ عدت کونسی گزارے؟ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آئے، تو وہ طالب علم پوچھنے لگا کہ وہ کونسی عدت؟ تو میں نے کہا کہ جس کا جواب بحر علم نہیں دے سکے، میں کب دے سکتا ہوں۔ جب سے یہ قصہ میں نے سنا تو میں نے ادب یہی سمجھا کہ میں اس مسئلہ کے تتبع اور تلاش میں نہ پڑوں، ادب اس کے لئے مانع ہے کہ ہم یہ کہیں یہ کہنے لگیں کہ جو مسئلہ ابن عربی کو معلوم نہیں تھا وہ ہمیں معلوم

ہے۔ بڑی جسارت کی بات ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ادب نصیب فرمائے۔

یہ حضرت عفان ابن مسلم بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے خلق قرآن کے مسئلہ میں آزمائے گئے، صدیوں تک یہ مسئلہ چلا، کئی پشتوں تک یہ مسئلہ چلا، مگر ہمارے ائمہ نے ڈٹ کر اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔

بخاری شریف کی آخری حدیث

یہ آخری حدیث آپ پڑھ رہے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب کے اختتام کے لئے پسند فرمایا، کیوں پسند فرمایا؟ کیسے؟ یہ دیکھئے یہاں کھولئے صفحہ نوسو اٹھاسی، ہاں ترجمہ کرنا پڑے گا اردو عدد کا نوسو اٹھاسی (۹۸۸) جی، تو یہ اس میں آپ دیکھ رہے ہیں، یہ باب چل رہا ہے ایمان کا، **الاَیمان و النذور** کا، تو اس میں بالکل بیچ سطر میں دیکھئے **باب اذا قال واللہ لا اتکلم الیوم فصلی اوقرأ او سبح او حمد او هلل فهو علی نیته** اوراس میں آگے فرمایا **وقال النبی صلی الله علیه وسلم افضل الکلام اربع سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله و الله اکبر** ۔ اوراسی کے بعد آگے فرمایا **تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم و قال مجاهد کلمة التقوی لااله الا الله** پھراس کے بعد حدیث لائے ابوطالب کے انتقال کی، کہ ابوطالب کا آخری وقت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے کہ چچا جان کا بڑا احسان تھا ساری عمر، ابوجہل کو پتہ چلا وہ بھی پہنچ گیا ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہے اور فرمارہے ہیں **فقال قل لا اله الا الله** کہ چچا جان **لا اله الا الله** کہہ دو **کلمة** صرف ایک کلمہ تو کہہ دو **احاج لک بها عند الله**، کہ میرے خاطر ایک دفعہ ایک کلمہ کہہ دو۔

اس کے نیچے یہ روایت دیکھئے جس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کو ختم فرمایا وہ حدیث لائے ہیں، **کلمتان خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان**، اس میں **اربع کلمات** بھی ہے، **کلمتان** بھی ہے اور **کلمه** بھی ہے کہ ایک کلمہ انسان کی نجات

کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور یہ ایک کلمہ انسان کے پکڑے جانے کے لئے اسی طرح کافی ہوجاتا ہے، جیسے وہاں **کبُرت کلمة تخرج من افواههم و ما تُخفی صدورهم اکبر** ۔تو یہ **اربع کلمات** اور **کلمتان** اور **کلمة** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو چار وہاں ذکر کئے تھے **سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله و الله اکبر** ۔تو ایک کلمہ جو ابو طالب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا تھا **لا اله الا الله** اس کی حدیث بھی لا سکتے تھے۔

مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں **سبحان الله و بحمده، سبحان الله العظیم**، ان چاروں میں سے اس کو اس لئے منتخب فرمایا کہ اشارہ فرمایا کہ میں اتباع کر رہا ہوں **اذا جاء نصر الله** کا، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت کی اس سورت میں خبر دی گئی، اور اس میں کیا ارشاد فرمایا **فسبح بحمد ربک**۔

اسی لئے ان چاروں میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یہاں ذکر فرمایا، اللہ تبارک وتعالی ہماری زبانوں کو ایسے ایک ایک کلمہ سے ہماری حفاظت فرمائے جو اللہ کے یہاں ہمارے لئے پکڑ کا باعث ہو جائے اور ہر وقت ہم سے ایسے اعمال صادر ہوں جو ہماری نجات کا باعث ہوں، اور اس کے لئے کسی علمی استعداد کی، علمی قابلیت کی، بڑے کارناموں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

امی ہونے کے باوجود کام لیا گیا

خود یہ جو محدثین جنہوں نے کتابیں لکھی ہیں، جن کی کتابیں مشہور ہیں، ان میں ایک بہت بڑے محدث ہیں ابوعوانہ، بہت کم لوگ شاید ان کے بارے میں جانتے ہوں گے کہ ابوعوانہ بالکل امی تھے، بالکل امی دوسروں سے لکھواتے، دوسروں سے سنتے، دوسروں سے پڑھواتے تھے، پھر اپنی زبان سے ادا کر کے عبارت کوئی اور پڑھتا، وہ پڑھ رہا ہے، پھر یہ پڑھ رہے ہیں اور طلبہ ان سے سن رہے ہیں، پھر بھی اللہ تبارک و تعالی نے امی ہونے کے باوجود ان

سے کام لیا، کہ یہ آج تک مانے ہوئے معتبر محدثین میں سے ہیں ابوعوانہ، قبولیت کے لئے کسی زبردست علمی استعداد کی، اونچی علمی استعداد کی بھی ضرورت نہیں۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین فن عشق کے موجد

میں آخری حدیث پڑھ لیتا ہوں اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی جو کچھ پڑھا اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہمیں سرخرو فرمائے، وہاں محشر کی رسوائیوں سے ہماری اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ایک ایک چیز کے موجد ہیں، انہوں نے کسی کتاب میں پڑھا نہیں تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب لعاب مبارک آپ کو میسر آجائے تو جلدی سے اس کو چاٹ لو اور اپنے ہاتھ پر لے لو، ہتھیلی پر لے لو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جب آپ بال تراشے یا حجامت بن رہی ہو تو بال مبارک کو تبرک کے طور پر رکھ لو، ناخن مبارک لے لو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا وصال ہوا تو وصیت فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بال مبارک ہیں، ناخن مبارک ہیں، وہ میرے منہ میں، میری آنکھوں میں میرے مرنے کے بعد رکھ دئے جائیں۔ یہ انہوں نے کسی کتاب میں پڑھا نہیں تھا یہ اس فن کے موجد تھے، عشق اور محبت کے باب ان کی ایجاد ہیں۔

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالی عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفہ کے مدرسہ کے مہتمم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنایا تھا۔ کل ہی یہ روایت آئی عرنیین کی۔

گزشتہ حاضری پر بھی وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ کسی اختلافی مسئلہ کو کہیں ذکر کیا جائے تو کچھ لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ نہیں نہیں، یہ اختلافی بات نہ کریں، اچھی باتیں کرنی چاہیئے جس سے کسی ایک طبقے کو، کسی جماعت کو تکلیف پہنچتی ہو، حالانکہ اگر فرق باطلہ میں سے

ہے تو اس کی تردید فرض ہے علماء پر، انہیں یہ چیز اچھی نہیں لگتی کہ نہیں، اچھی باتیں ہونی چاہئیں کہ جن سے لوگوں میں دین ہی دین پھیلے۔

نہیں، یہ دین کی حفاظت ہے یہ بھی بہت ضروری ہے، ورنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور یہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور یہ عفان ابن مسلم، اتنی تکالیف خلق قرآن کے مسئلہ میں کیوں اٹھاتے؟ چپ چاپ اپنے گھروں میں بند ہوکر وہ بیٹھ جاتے مگر انہوں نے اخیر وقت تک ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔

یہ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صفہ مدرسہ کے مہتمم تھے، تو صفہ کے طلبہ میں سے کچھ طلبہ آئے، وہاں داخل ہوئے، صفہ پر رہنے لگے، تعلیم حاصل کرنے لگے۔ یہ جو عرنیین تھے قبیلہ عکل اور عرینہ کے تو وہ کوئی رستہ چلتے ڈاکو بن کر اونٹ چرا کر نہیں لے گئے، وہ با قاعدہ صفہ پر پڑھنے والے طلبہ تھے، پہلے اسلام لائے، پھر علم سیکھنا شروع کیا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو قیامت تک کے لئے اپنی دین کی تنفیذ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کرانی تھی، اس لئے ایسے تمام واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بنفس نفیس صادر کرائے۔

اب اس قصے کو آج سنیں گے تو بہت سے لوگوں کو اشکال ہوگا کہ بھئی، ایسا ہوا بھی ہوگا، کہ ہم تو ہر جگہ پڑھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں یہودی کو معاف کر دیا، فلاں درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں، تلوار لے کر ایک شخص کھڑا ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ تلوار سونتے ہوئے، وہ پوچھتا ہے کہ **من یمنعک منی یا محمد**؟ کہ مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ! اس کی تلوار لرزتے ہاتھوں سے گر جاتی ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں جس نے قتل کا ارادہ کیا اس کو معاف فرما دیتے ہیں، کچھ نہیں چھوڑ دو اس کو، جاؤ، تو ایسی رحمۃ للعالمین ذات۔

مگر یہ عرنیین مسلمان ہوئے، طالب علم بنے، صفہ پر پڑھ رہے تھے اور پھر اس کے بعد حالت ان کی بدلی، ایک دفعہ یہاں سے نکلے اور جا کر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صدقات کے اونٹ رہا کرتے تھے وہاں گئے، اونٹ چرانے والے جو چرواہے تھے تو ان کی نہ صرف مار پیٹ کی، بلکہ ان کو شہید کیا، اور شہید کیسے کیا؟

آپ حضرات جانتے ہیں کہ پہلے ان کے اعضاء کاٹے زندہ ہونے کی حالت میں، ہاتھ کاٹا، پیر کاٹا، زندہ ہونے کی حالت میں، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں، اور ان کو جتنی تکلیف پہنچا سکتے تھے وہ ساری تکلیف پہنچا کر قتل کر کے بھاگ گئے۔

مدینہ طیبہ میں اطلاع ہوئی، صحابۂ کرام ان کو پکڑ کر لائے تو جزاء بالمثل، قصاص بالمثل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے میرے صحابہ کو انہوں نے شہید کیا ہے اسی طرح ان کو قتل جائے، اسی بخاری کی روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلائی کو آگ میں گرم کرو، سلائی آگ میں گرم کی گئی، ان کی آنکھوں پر پھیری گئی، آنکھیں پھوڑی گئیں، انہوں نے آنکھیں پھوڑی تھی چرواہوں کی، ان کی آنکھیں پھوڑی گئیں، ان کے ہاتھ پیر کاٹو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پیر کاٹو کہ انہوں نے ان صحابۂ کرام کے ہاتھ پیر کاٹے تھے، پھر اس کے بعد اللہ اکبر!

راوی نے ایک ایک جزء اس قصہ کا نقل کر دیا، کہتے ہیں ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد دستور یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی چور نے چوری کی اس کا ہاتھ کاٹا جائے، تو اس کے بعد آگے زخم سرایت نہ کرے، اس کے لئے اس زمانے میں کوئی دوا وغیرہ تو ہوتی نہیں تھی، اس زمانے میں یہ علاج تھا کہ اتنے حصہ کو جلا دیا جائے، اتنے حصے کو داغ دیا جاتا تھا جس سے زخم ٹھیک ہو جاتا تھا، فرمایا کہ نہیں ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد بھی زخم کو اسی طرح رہنے دو، اور سورج کی تپش اور گرمی برداشت کرکے جس طرح میرے صحابہ کی جانیں نکلی تھیں، ان کی بالکل اسی طرح تکلیف کے ساتھ جان نکلنی چاہئے۔

ایک ایک جو حرکت انہوں نے مقتول صحابۂ کرام کے ساتھ کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شریعت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، تو اس میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے اس طرح قصاص بالمثل حکم فرما کر عملی جامہ اس کو نہ پہناتے، تو قیامت تک کے لئے یہ باب تشنہ رہ جاتا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملی طور پر مکمل فرمایا۔

حالانکہ ایک طرف ہم پڑھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، کتنے دشمنوں کو معاف فرمایا، منافقین کو، سینکڑوں کی تعداد میں ساری عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت فرمایا۔

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالی عنہ جو صفہ کے مہتمم تھے، ان کے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ عام طور پر تو روایت میں ہم پڑھتے ہیں کہ **عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنـه قـال قال النبی صلی الله علیه و سلم**، مگر حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالی عنہ نے وہاں شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو ایک حدیث بیان فرمائی، جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ وہاں کے حالات کی وجہ سے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ کے شاکی بنے تھے، انہیں شکایت ہوئی ان کے متعلق، حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو لکھا کہ یہ ہمارے بزرگ ہیں ان کو وہاں مدینہ طیبہ اپنے پاس واپس بلا لیں، تو یہی شکایت حضرت عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے بھی ہوئی اور ان کے متعلق بھی اسی طرح کا خط لکھا۔

چنانچہ مدینہ منورہ ان کو واپس بلا لیا گیا، وہ جب حدیث بیان کرنے لگے تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے پوچھا کہ عبادہ **هل انت سمعت من رسول الله صلی الله علیه و سلم**، کسی اور صحابی سے تم نے سنا، یا تم نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا؟

وہ فرماتے ہیں کہ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فیہ الی فیّ کہتے ہیں کہ اور کوئی تیسرا آدمی ہم میں نہیں تھا، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں تھا، اور میں اتنا قریب تھا کہ عام طور پر تو سننا تو کان کا کام ہے، مگر وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا پیارتھا کہ میں لب مبارک کو کس طرح ہل رہے ہیں، بالکل دیکھ رہا تھا، سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فیہ الی فیّ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰن، خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَان، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّار. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّار. رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا. رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَحِیْمٌ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ رَسُوْلِکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّکَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَ التُقٰی وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰی، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الصِّحَةَ وَ الْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہمارے سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے ہاتھ اور پیر اور تمام اعضاء کے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہر وقت ہمارے دل اور دماغ گناہوں کے تصورات میں مبتلا رہتے ہیں، یا اللہ! اس گندگی سے ہمیں نجات دے، یا اللہ! ہمیں پاکیزہ تصورات نصیب فرما، ہر وقت تیری ذات عالی میں گم رہنے کی توفیق نصیب فرما،

ہر وقت تجھے یاد رکھنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور محبت دل میں بسانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے ہمارے دلوں کو رنگین بنا دے، یا اللہ! صحابہ کرام سے محبت دے، یا اللہ! تیرے دین کو جنھوں ہم تک پہنچایا ان کی محبت دے، ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ان حضرات کو ہماری طرف سے بے حد جزاءِ خیر عطا فرما، ساری امت کی طرف سے بے حد جزاءِ خیر عطا فرما، **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم،** یا اللہ! ہم میں سے جو بیمار ہیں انہیں شفا دے، یا اللہ! جو مقروض ہیں انہیں قرض سے خلاصی دے، یا اللہ! جو پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان کی پریشانیاں ختم فرما، یا اللہ! جو نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں انہیں بہترین رشتہ عطا فرما، یا اللہ! بہترین جوڑے عطا فرما، یا اللہ! جن میں آپس میں ناچاقیاں ہیں، آپس میں گھروں میں جھگڑے ہیں، ان کو محبت سے بدل دے، الفت سے بدل دے، ہمارے گھروں کو محبت و الفت و امن وسکون کا گہوارہ بنا دے، یا اللہ! ہمارے نوجوانوں کو نیکی کی راہ پر لگا دے، ہمارے نوجوان بچوں اور بچیوں کو نیکی کی توفیق عطا فرما، نفس اور شیطان سے ہم سب کی حفاظت فرما، نفس اور شیطان کی غلامی سے ہم سب کی حفاظت فرما، نفس اور شیطان ہمیں ہر وقت گناہ کی طرف کھینچتے ہیں، اور کھینچے چلے جاتے ہیں، یا اللہ! ہم نے اپنے دلوں کو گناہوں کی لذتوں سے اتنا آلودہ کر دیا ہے کہ ہمیں نفس اور شیطان کی بھی ضرورت نہیں، یا اللہ! ہمارے اس جرم کو معاف فرما، یا اللہ! گناہوں کی لذتوں کو ہمارے دلوں سے ختم فرما، ہمارے اعضاء سے ختم فرما، ہمارے دلوں اور دماغ اور اعضاء کو طاہر، مزکی، مصفی بنا دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ

سَلِّمْ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۳۹

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے سلام اور افتاء کی سند
اور فتح کی بشارت

محمد مصطفیٰ فخر رسل کا جیسے نام آیا
فرشتوں اور خدا کا عرشِ اعظم سے سلام آیا

اجالا ہو گیا محفل میں ان کے روئے انور سے
کبھی جب بزم میں وہ حسنِ کل ماہِ تمام آیا

ابو بکر و عمر عثمان علی سب چاند تارے ہیں
انہیں تاروں ہی کے جھرمٹ میں وہ ماہِ تمام آیا

سکون و امن اور عدل و مساوات و اخوت کا
تمہارے دم سے ہی دنیا میں اخلاقی نظام آیا

امین و صادق و ہادی بشیر و رحمت عالم
لقب لے کر نہ تم سا کوئی بھی عالی مقام آیا

مسلمانو! پڑھو تم بھی درود اس پاک ہستی پر
کہ جس کے واسطے باری تعالیٰ کا سلام آیا

یہی ہے بس تمنا میری اے احمدؔ کہ محشر میں
رسول اللہ فرمادیں کہ وہ میرا غلام آیا

(حضرت مولانا محمد احمدؔ صاحب)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ أرْسَلَہُ اللّٰہُ تعَالیٰ إلیٰ کَافَّۃِ النَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا، وَدَاعِیًا إلَیْہِ بِإذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

أمَّابَعْد! فَأعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَحِیْم

﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رءُوْفٌ الرَّحِیْمُ﴾ صدق اللّٰہ العظیم.

دوستو! میں نے آپ کے سامنے ایک آیت تلاوت کی، ہمارے اکابرین میں حضرتِ اقدس حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ بیان کے لئے تشریف لائے اور حضرت نے خطبۂ مسنونہ کے بعد یہی آیت پڑھی، اور اس کے بعد حضرت نے وعظ کے دوران یہ فرمایا کہ میں نے ایک تازہ انعام کی بنا پر آپ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی ہے، اور اس تازہ انعام کی

حضرت نے تصریح نہیں فرمائی، وہ تازہ انعام کیا ہوا ہوگا مجمع کو معلوم نہیں ہوسکا، بعد میں جب حضرت کا وہ وعظ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے طباعت کے لئے، چھاپنے کے لئے تیار کیا تو اس میں ایک حاشیہ لکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت تھانوی قدس سرہ کو سلام

اس تازہ انعام کی تفصیل یہ ہے کہ ایک اللہ والے تھے، بڑے بزرگ آدمی تھے انہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو میرا سلام کہنا، تو یہ ارشاد سن کر وہ دل میں سوچنے لگے کہ میں تھانہ بھون حاضری نہیں دیتا، وہاں میرا جانا نہیں ہوتا تو میں سلام کس طرح پہنچانے جاؤں؟

اس زمانہ میں سفر بڑا تعب کا ہوتا تھا، دور دور کا لوگ سفر نہیں کر سکتے تھے، جیسے ہی انہوں نے اپنے دل میں یہ سوچا تو خواب میں ہی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مولوی ظفر احمد صاحب سے ملاقات ہوتی ہے ان کے ذریعہ سلام پہنچا دو، طریقہ بھی بتادیا۔

حضرت تھانوی قدس سرہ پر حال طاری ہوگیا

چنانچہ مولانا ظفر احمد صاحب سے جب ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے قصہ سنایا، خواب سنایا، سلام پہنچایا، انہوں نے آکر حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا تو حضرت پر ایک حال طاری ہوگیا، ہونا چاہئے جہاں لوگ سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں وہاں سے سلام آرہا ہے، کتنی بڑی سعادت ہے۔

چنانچہ حضرت نے جب وعظ فرمایا تو وعظ سے پہلے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ آیتِ شریفہ ہے یہ پڑھی اور اس پر حضرت نے ایک طویل وعظ فرمایا۔

اب جو حضرات حضرت تھانوی قدس سرہ کو پسند نہیں کرتے، دوسرے عقیدے، دوسرے

فرقہ کے لوگ، وہ آپس میں کہتے ہیں کہ یہ چیزیں تو چلتی رہتی ہیں،اور یہ لوگ اس قسم کی باتیں نقل کرتے رہتے ہیں، اور ایسا دعویٰ تو ہر ایک اپنے متعلق کرسکتا ہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا، لہٰذا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ والا واقعہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

مگر دوستو! یہاں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خواب کسی اور نے دیکھا اور جنہوں نے خواب دیکھا ہے یہ حضرت کے یہاں کے حاضر باش بھی نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت گنگوہی قدس سرہ کو افتاء کی سند

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سنایا کہ آج میں نے عجیب خواب دیکھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ منبر پر بیٹھو، میں منبر پر ارشاد کے مطابق بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، مجمع سامنے تھا ایک مسئلہ پوچھا، جس طرح کسی مفتی سے کوئی سوال کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسئلہ پوچھا، دوسرا پوچھا، تیسرا پوچھا، حضرت گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سوالات فرمائے اور سو سوالات کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فتویٰ دینے کی سند عطا فرمائی، کیا مقام ہوگا اور کیا عشق ہوگا کہ دربارِ رسالت میں اس قدر ان کی قدر کی جارہی ہے۔

سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جب یہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا خواب مشہور ہوا، تو جس طرح میں نے عرض کیا، تو یہ دوسرے فرقہ کے لوگ ہمارے متعلق ایسی باتیں برداشت نہیں کرسکتے، انہوں نے کہا کہ اچھا! ہم ایسا کرتے ہیں کہ انبالہ میں بزرگ ہیں سائیں توکّل شاہ صاحب، بڑے اونچے بزرگوں میں سے تھے لیکن تھے امّی، بالکل الف، با، تا، بھی لکھنا پڑھنا جانتے نہیں تھے، امّیِ محض، اور

متفق علیہ بزرگ، ساری دنیا ان کو بزرگ مانتی تھی، انہوں نے کہا کہ ہم ان کی خدمت میں جا کر سوال کرتے ہیں۔

سائیں توکل شاہ صاحب کا مکاشفہ

کیونکہ یہ ایسے بزرگ ہیں کہ بڑے بڑے علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور ایک کاغذ پر قرآن کی آیت لکھ کر پیش کرتے، تو جب وہ کاغذ کا ورق ان کے سامنے کیا جاتا تو وہ تو تھے امّی اور یہ ایک عربی تحریر، مگر صرف ایک نظر دیکھتے، نہ اس کو غور سے دیکھتے تھے، جیسے ہی اس پر نگاہ پڑی تو اسی سیکنڈ میں فرماتے تھے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے۔

پھر وہ علماء ایک کاغذ پر عربی میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لکھ کر پیش کرتے، اس کو ایک نظر دیکھتے ہی فرماتے کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، پھر عربی کی اپنی طرف سے عبارت بنا کر، عربی جملہ بنا کر، اپنا بنایا ہوا جملہ ان کے سامنے پیش کرتے، تو دیکھ کر فرماتے تھے کہ یہ نہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کے رسول کا کلام ہے، تو ہر شخص حیران ہوتا تھا کہ یہ بالکل امّیِ محض اور یہ کس طرح پہچان لیتے ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ جب تم میرے سامنے کوئی تحریر پیش کرتے ہو تو جیسے ہی میں اس پر نگاہ ڈالتا ہوں اگر وہ اللہ کا کلام ہوتا ہے، قرآن کی کوئی آیت ہوتی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس کاغذ کے ٹکڑے سے لے کر عرشِ الٰہی تک نور ہے، نور ہی نور عرشِ الٰہی سے لے کر اس کاغذ کے ٹکڑے تک، تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ عرش والے کا کلام ہے۔

اور جب تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث میرے سامنے لکھ کر پیش کرتے ہو تو میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر سے لے کر اس تحریر تک ایک نور دیکھتا ہوں، اور میں کہہ دیتا ہوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، اور جب مجھے کوئی نور نظر نہیں آتا تو کہہ دیتا ہوں کہ یہ عام انسانوں کا کلام ہے۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حضرت گنگوہی کو مسندِ افتاء پر دیکھتا ہوں (سائین توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

انہوں نے حضرت گنگوہی کے اس خواب کے متعلق آپس میں یہ ٹھہرایا کہ ہم جا کر سائیں توکّل شاہ صاحب جو امّی ہیں، ان سے جا کر پوچھتے ہیں کہ حضرت گنگوہی کے متعلق آپ ارشاد فرمائیں، کہ وہ کیسے ہیں؟ نہ کچھ انہوں نے جا کر خواب بیان کیا، نہ کوئی اختلاف بیان کیا، نہ کوئی جھگڑا، صرف ایک سادہ سوال کیا، کہ حضرت آپ یہ بتائیں کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کیسے ہیں؟

اِدھر سائیں توکل شاہ صاحب انبالہ میں رہتے ہیں، کبھی گنگوہ کا سفر نہیں کیا، کبھی گنگوہ نہیں گئے، اور گنگوہ نہیں دیکھا، نہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو دیکھا، مگر جیسے ہی انہوں نے پوچھا کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کیسے ہیں؟ کیسے بزرگ ہیں؟ کیسے آدمی ہیں؟

ارشاد فرمایا ان کا کیا پوچھنا؟ میں دربارِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں مسندِ افتاء پر ان کو فائز دیکھتا ہوں، جو خواب دیکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتحان لیا تھا اور فتوے پوچھے تھے سو، اِدھر یہ امّی بزرگ اس کی تصدیق فرما رہے ہیں۔

کتنا سچا خواب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بہت مبارک ہے، اور کبھی مختلف جہات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، ہمارے دوستوں میں ایک دوست ہیں، انہوں نے خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں، کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کو کس کا انتظار ہے؟ ارشاد فرمایا کہ شاہ فیصل کے انتظار میں کھڑا ہوں، اسی دن ان کی شہادت ہوگئی، کتنا سچا خواب؟

سلطان نور الدین کی عجیب دعا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فتح کی بشارت

آج کل بصرہ اور کوفہ اور بغداد اور تمام مقدس مقامات یلغار کی زد میں ہیں، ایسا ہی زمانہ تھا سلطان نور الدین محمود کے زمانہ میں، کہ دِمیاط میں یلغار ہوئی، اس زمانہ میں وائرلیس نہیں تھا، خبر رسانی کے لئے کوئی ذرائع نہیں تھے، تو مدتوں بعد، ہفتوں، مہینوں بعد اطلاع آیا کرتی تھی کہ فلاں جگہ یہ قصہ ہوا، فلاں جگہ فوج کو یہ فتح ہوئی، شکست ہوئی۔

سلطان نور الدین کو دِمیاط کے محاصرہ کا بڑا فکر تھا کہ دشمنوں نے اس کا چاروں طرف سے محاصرہ کر رکھا ہے، تو ان کے جو امام تھے، سلطان نور الدین کو جو نماز پڑھاتے تھے، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سلطان نور الدین محمود کو بتادو کہ دشمن چلا گیا اور دشمن کا محاصرہ ختم ہو گیا، اور علامت کے طور پر یہ بھی ان کو بتا دینا، ایک علامت بتائی۔

صبح آنکھ کھلی، امام صاحب سلطان کے دربار میں حاضر ہوئے اور ان کو خوش خبری سنائی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور دِمیاط فتح ہو گیا، اور دشمن کا محاصرہ تمہاری فوجوں نے ختم کر دیا، دشمن بھاگ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علامت کے طور پر سلطان نور الدین کو یہ بتا دینا، کہ جس طرح میں نے بتایا، کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ ان کا خواب سچا بھی ہے کہ نہیں؟

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامت بھی بتائی، اور ارشاد فرمایا کہ سلطان کو بتانا کہ آج رات تم نے سجدہ میں یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ! یا اللہ! سلطان نور الدین کون ہوتا ہے جس کی مدد کی جائے؟ تو سلطان نور الدین کی مدد نہ کر، اسلام کی تو مدد کر، آج یہی دعا کی تھی آپ نے، کہ یا اللہ! تو ہمارے حال کو نہ دیکھ اسلام کو تو دیکھ، اس میں سلطان نور الدین نے آج رات سجدہ میں یہ دعا کی، کہ اے اللہ! تو سلطان نور الدین کو نہ دیکھ اسلام کو تو دیکھ، سلطان نور الدین

کی نصرت نہ کر، اسلام کی تو نصرت کر، سلطان نورالدین محمود کون ہوتا ہے؟

یہ جملہ جب انہوں نے کہا تو سلطان نور الدین کو خوشی بھی ہوئی بلکہ خوشی میں رونے بھی لگے اور روتے ہوئے کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تم نے جملہ ادھورا کہا، جملہ پورا کیجئے، امام صاحب کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ فرمایا تھا سلطان نورالدین کتا ہوتا ہے کون جس کی مدد کی جائے، امام صاحب نے ادب کے خاطر یہ جملہ پورا نہیں کہا تھا، کتا کا لفظ حذف کردیا تھا، انہوں نے روتے ہوئے دہرایا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ آپ نے سجدہ میں یہ دعا کی کہ الٰہی! تو سلطان نورالدین محمود کی نصرت نہ کر اسلام کی تو مدد کر، سلطان نورالدین محمود کتا کون ہوتا ہے جو کہ اس کی نصرت اور مدد کی جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اسلام کی نصرت فرمائے، اسلام کی لاج رکھے، اسلام اور مسلمانوں کی دنیا کے کونہ کونہ میں حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

۴۰

خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کی مہکتی مرقدیں

وقد فاح طيباً كف من مس كفّه
وما حل رأساً جسَّ شيب الذوائب

جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا
اس کے ہاتھ سے خوشبوئے عنبرین مہکنے لگی

اور جس شخص کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست
مبارک پھیرا تا زندگی اس کے بال سفید نہ ہوئے

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْد

یہ بڑی مقدس کتابیں ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک کلمہ انتہائی نورانیت سے بھرپور، خوشبوؤں سے بھرپور، کاش کہ ہمیں اللہ تبارک وتعالی اس کی قدر پہچاننے کی توفیق دے، اسی لئے صحابۂ کرام ایک ایک حدیث کے خاطر، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کا قصہ آپ کو معلوم ہے کہ صرف ایک حدیث کے خاطر اتنا طویل دوسرے ملک کا سفر کیا۔ انہوں نے اس کی قدر پہچانی اور جو قدر پہچانتے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان کو کس قدر نوازتے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے خوشبو

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کس طرح نوازا گیا ہوگا، آخرت میں کیا کیا انہوں نے

پایا ہوگا، وہ تو آخرت میں پہنچ کر ہمیں معلوم ہوگا، لیکن دنیا نے دیکھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جسم نہیں، ان کا کفن نہیں، بلکہ ان کی تربت میں، اور قبر میں جہاں ان کی نعش رکھی ہوئی تھی، کتنی گہری قبر ہوتی ہے اور اس کے اوپر منوں مٹی ہوتی ہے، تو اس کے باہر کی مٹی تک میں دفن کے بعد لوگوں نے یہ تاثیر دیکھی کہ اس میں مشک کی خوشبو پھوٹ رہی تھی، لوگ اٹھا اٹھا کر اس کو لے جاتے تھے، جب ان کے جسم سے دور، اتنی دور باہر کی مٹی کا یہ حال ہے تو خود ان کا کیا حال ہوگا؟ جو نعمتیں انہوں نے پائی ہوں گی اس کی ایک جھلک اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کو دکھائی۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے خوشبو

ابھی ہمارے قریبی بزرگوں میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب دفن کیا تو ان کا بھی یہی حال، کہ کئی ہفتے تک لوگ مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔

باقاعدہ حکومت نے اس کو لیبارٹری میں لے جا کر ٹیسٹ کروایا، کہ یہ جو لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں پھر مٹی ڈالی جاتی ہے تو ان کے کوئی خادم، ماننے والے اس پر کچھ چھڑک کر تو نہیں لاتے، انہوں نے لیبارٹری میں ٹیسٹ کر کے رپورٹ میں لکھا کہ یہ مٹی خالص ہے اس میں کوئی خارجی اجزاء شامل نہیں ہیں، یہ خوشبو اس مٹی کی اپنی خوشبو ہے۔

اسی طرح مولانا موسیٰ بازی روحانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی۔

سائنس پر بے جا اصرار

آج کل بڑا اصرار ہے کہ سائنس، سائنس، عید کے موقع پر سائنس یاد آتی ہے، کہ سائنس اور آبزوٹیری کے مطابق چاند نہیں ہوسکتا، لوگوں نے کیسے دیکھ لیا؟

ہم نے کہا، یہ جو کواکب اور ستارے ہیں جن پر یہ انسانوں کو ان کی تقدیریں بتاتے ہیں کہ تمہاری تاریخِ پیدائش یہ ہے، یہ فلاں سیارہ تمہارا اپنا ستارہ ہے اور اس کے مطابق تمہاری اس ہفتے کی یہ تقدیر ہے، اس مہینہ کی یہ تقدیر ہے، تو ان کا وہ ایک پورا ستارہ ہی اب تک ان

سے غائب تھا، کہتے ہیں سو ڈیڑھ سو سال تک وہ موجود ستارہ انہیں معلوم نہ ہوسکا، ابھی انہوں نے اپنی اس غلطی کو ٹھیک کیا۔

یہ اصرار ہوتا ہے کہ چاند ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ اوبزرویٹری کے مطابق حساب نہیں بیٹھتا۔

ہم ان پڑھ لوگ ہیں

حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حساب کی نفی فرمادی **نحن امة امية لا نكتب و لا نحسب** کہ ہم تو ان پڑھ لوگ ہیں، حساب کتاب کچھ جانتے نہیں، **الشهر هكذا هكذا هكذا او هكذا** اشارے سے فرمایا، انگلیاں مبارک دو دفعہ پانچوں دسوں انگلیاں کھلی رکھیں اور تیسری مرتبہ میں بھی کھلی رکھیں، چوتھی مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھے مبارک کو بند کردیا، پھر بھی اصرار کہ نہیں، ہم نے کہا کہ بیچاری سائنس تو کہتی ہے کہ نہیں ہوسکتا چاند اور سعودیہ میں بھی دیکھا گیا، چائینا میں مسلمانوں نے چاند دیکھ کر عید کی، صوبہ سرحد میں کی، موزامبیک میں چاند دیکھا، وہاں والوں نے عید کی، امریکا، کینیڈا میں لوگوں نے دیکھا، انہوں نے عید کی۔

حضرت مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے خوشبو

حضرت مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ جو جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث تھے، اس زمانے کے ہمارے طبقے کے سب سے بڑے عالم، بڑے بڑے ماہرین فلکیات ان کے پاس کتابیں پڑھنے جایا کرتے تھے، ان کی اس پر آبزوٹری پر اور فلکیات اور نجوم پر کوئی دو درجن سے زیادہ کتابیں ہیں، پچیس سے زائد کتابوں کے تو نام میں نے خود پڑھے ہیں، تو یہ وہاں لاہور کے شیخ الحدیث تھے، ان کا جب انتقال ہوا، ان کو دفن کیا تو ان کی قبر کی مٹی کا بھی یہی حال کہ خوشبو آتی رہی، ساری عمر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے مبارک مشغلے میں یہ رہے۔

علمِ حدیث

ابھی یہ صحاح ستہ آپ پڑھ رہی ہیں، اس میں ہر وقت انسان جتنے مراحل سے گزر سکتا ہے یعنی ہم لوگ ابھی جن سے نہیں گزرے وہ بھی اور جس کا امکان ہے، پوسیبل ہے، انسان جہاں جہاں سے گزر سکتا ہے ان تمام چیزوں کو یہ علمِ حدیث حاوی ہے۔

اس میں ایک باب بدؤ الخلق ہے کہ مخلوق جب نہیں تھی تو کیا تھا؟ مخلوق میں اول مخلوق سب سے پہلے حق تعالی شانہ نے کس چیز کو پیدا کیا؟ مختلف روایات کہ عرش کو، لوح محفوظ کو، روح کو، قلم کو، نور کو اول فرمایا گیا، سب روایات ہیں۔

مگر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اول ما خلق اللہ نوری۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے حق تعالی شانہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا تو اولیات میں ترجیح انہوں نے اس روایت کو دی اور فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو تمام مخلوق میں سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔

وہاں سے لے کر ہر انسان کی اپنی قیامت، اپنی موت اور پھر اس قیامت صغرٰی کے بعد قیامت کبرٰی سارے عالم کی موت، پوری دنیا کی موت اور اس فنا کے بعد پھر اعادہ اس کا، پھر حشر اور نشر، دوبارہ اللہ تعالی سب کو پیدا فرمائیں گے، حشر اور نشر ہوگا، پھر حساب کتاب اور پھر جنت اور دوزخ، تو یہ جتنے مراحل ہیں ان تمام مراحل کو یہ علم حاوی ہے، پھر اس دنیاوی زندگی میں، چھوٹی سی زندگی، اس میں رہتے ہوئے انسان جتنے مراحل سے گزر سکتا ہے یہ تمام ابواب آپ کو ان کتابوں سے ملیں گے۔

ایک ایک چیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روز روشن کی طرح ہمارے لئے بیان فرمادی، کچھ چیزیں عملی طور پر بیان فرمائیں، ورکچھ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی بیان فرمائیں۔

ان کو پڑھتے ہوئے جتنا استحضار ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ تعالی عنہا کے گھر میں تشریف فرما ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرے میں تشریف رکھتے ہیں، ابھی کھانا نوش فرما رہے ہیں، ابھی دودھ نوش فرمارہے ہیں، ابھی آرام فرمارہے ہیں، ابھی وضو ہو رہا ہے، ابھی مسجد کی تیاری، ابھی مسجد میں حق تعالی شانہ کے حضور سربسجود ہیں، ساری ساری رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے راز و نیاز میں مصروف ہیں۔

یہ جب آپ پڑھیں تو سو فیصد آپ کا ذہن اس کی طرف متوجہ ہو، دل و جان سے آپ اس کی طرف متوجہ ہوں، اور جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس مجلس میں آپ موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھ رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو خود اپنے کانوں سے سن رہی ہیں، اس طرح بالکل آپ ان کتابوں کے پڑھتے ہوئے محو ہو جائیں، پھر دیکھئے کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالی کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں، کتنا نوازتے ہیں۔

ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم اللہ اکبر کہہ کر نیت تو باندھتے ہیں مگر پھر وہاں سے بھی غَیبت، خدا کے حضور حاضر ہوتے ہوئے بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ کتاب کھلی ہوئی ہے، درس ہو رہا ہے، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، کان سے آواز بھی پہنچ رہی ہے، لیکن ہم پھر بھی غیر حاضر، موجود نہیں ہیں، ہمارے خیالات، تفکرات کہیں اور ہیں جیسے نماز میں جنہیں خشوع میسر نہیں ہوتا تو اپنے سارے دن بھر کے کام ان کے نماز میں ہو جاتے ہیں۔

یہی حال ہمارے اس درس کی نماز کا ہے کہ اس میں اگر پوری توجہ کے ساتھ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین کو پڑھیں، سنیں، جس طرح ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے بذات خود سن رہے ہیں، تو پھر دیکھئے کتنا لطف بھی آتا ہے اور اللہ تعالی ہمیں کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں۔

جس طرح اللہ نے اپنے ان نیک بندوں کو پہنچایا، کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اطہر

سے مشک کی خوشبو، حضرت لاہوری کی قبر سے مشک کی خوشبو،مولانا موسی بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے مشک کی خوشبو۔ان مراتب تک آج بھی یہ احادیث پڑھنے والے پہونچ سکتے ہیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی قبر کی مٹی سے خوشبو

ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو مدینہ طیبہ میں ہم نے دفن کیا اور فارغ ہوکر ہم حجرے میں پہنچے تو سب گردن نیچی کیئے ہوئے ہیں،کوئی رو رہا ہے،کوئی ادھر، الگ الگ سب چپ چاپ بیٹھ گئے، اتنے میں حضرت مولانا طلحہ صاحب آئے، ہم نے دیکھا کہ وہ قبر میں اترے تھے،ان کے کپڑے مٹی سے آلودہ ہیں تو ہم نے کہا کہ آپ ذرا نہا کر آجائیں، وہ اوپر جا کر نہا کر وہ آگئے، ان کی والدہ صاحبہ اور اہلیہ محترمہ، گھر کی مستورات نے ان کے آنے کے بعد دیکھا کہ پورا فلیٹ ان کا انتہائی خوشبو سے مہک رہا ہے، تو وہ حیران، کہ خوشبو کہاں سے آئی؟یعنی ان کو باقاعدہ اس کی تلاش ہوئی کہ اتنی خوشبو کیسے پھوٹ رہی ہے، تلاش کرتے کرتے انہوں نے دیکھا کہ حمام میں، باتھروم میں وہ کپڑے جو نکال کر گئے اس میں جو مٹی ہے ان کپڑوں سے یہ خوشبو پھوٹ رہی ہے،شاید اب تک وہ محفوظ ہوں گے۔

یہی حال ایک دوسرے صاحب عبداللہ دہلوی کا ہے، جو حضرت کی تدفین کے وقت قبر کے پاس تھے ان کے کپڑے مٹی میں آلودہ ہوگئے، انہوں نے گھر جا کر نکالے تو ان کا بھی یہی حال، ان کی والدہ اور بہن اور مستورات نے ان کے جانے کے بعد دیکھا کہ یہ ہمارا پورا گھر مہک رہا ہے، کیا ہوگیا؟ کتنی خوشبو ہوگی کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کے ان کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اتنی زبردست خوشبو ہمارے گھر میں کیسے،تو انہوں نے بھی دیکھا کہ یہ جو کپڑے اتار کر گئے باتھروم میں، وہاں سے آرہی ہے، اب تک بھی محفوظ ہیں، پچیس برس گزر جانے پر بھی اب تک وہی خوشبو ان کپڑوں میں ہے۔

رحمت کے دروازے

اللہ تبارک وتعالی کے یہاں رحمت کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں جیسے ان کے لئے یہ عطایا کی بارش تھی تو ہمارے لئے بھی ہوسکتی ہے، اللہ نے ان کو اس لئے یہ نعمتیں عطا فرمائیں کہ انہوں نے ان فرامین کی قدر پہچانی، ہر وقت اس کی خدمت میں لگے رہے، اس کا کما حقہ ادب واحترام کی کوشش کی، اللہ تعالی ہمیں بھی اس طرح کا ادب نصیب فرمائے اور جو نعمتیں اللہ تعالی نے ان حضرات کو میسر فرمائیں۔

واقعی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو ہم جتنا ادب سے توجہ سے پڑھیں گے، سنیں گے تو ہماری کایا پلٹ جائے گی، دین اور دنیا ہماری بدل جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے یہ جو خزانے نکلے ہیں اس میں بڑی زبردست برکات ہیں، تو یہ جب قراءت ہو رہی ہو اس کو آپ سنیں، تو اس نیت سے سنیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہم اس کو سن رہی ہیں۔

حدیث مسلسل بالاولیۃ

میں کتاب کی بسم اللہ سے پہلے حدیث مسلسل بالاولیۃ پڑھ دیتا ہوں۔ حدیث مسلسل بالاولیۃ اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس میں اولیت کا تسلسل ہو، پوری چین یہاں سے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے اساتذہ اس کڑی میں شامل ہیں، چین میں، تو ہر ایک نے اپنے استاذ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی، تمام احادیث میں سب سے پہلے اس کو سنا۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سب سے پہلے حدیث سنی وہ یہ حدیث **ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك و تعالى ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء و في رواية ارحموا ترحموا**، وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مخلوق پر رحم کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان پر رحم

فرماتے ہیں، تو ان کے شاگردوں نے سب سے پہلے یہ حدیث ان سے سنی، تو اس طرح حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے جب میں نے بخاری شریف پڑھی تو سب سے پہلے حضرت نے بخاری شریف کی قراءت سے پہلے یہ حدیث پڑھی، حضرت کبھی تو خود قراءت فرماتے تھے ورنہ عام طور پر تو طلبہ پڑھتے تھے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو بخاری شریف کا استحضار

حضرت کے یہاں یہ بخاری شریف کے تیس پارے ہیں تو حضرت نے ہر پارے کی الگ الگ جلد بنوائی تھی، پوری کتاب لے جانے کے بجائے وہ ایک ایک پارہ جو ایک جلد میں تھا وہ ہم بخاری شریف کے سبق میں حضرت کے لئے ساتھ لے جایا کرتے تھے، جیسے ہی حضرت کو ہم گھر سے لے کر چلتے تھے وہیل چیر میں تو حضرت کا سوال ہوتا تھا کہ پارہ لے لیا؟

لیکن یہ پارہ، یہ کتاب سارے سال بند رہتی تھی اور حضرت کو بخاری شریف کا استحضار اس قدر تھا کہ حضرت فرماتے تھے کہ میرے پیارو، دیکھو داہنی طرف سے تیس ورق الٹو، نیچے سے چوتھی سطر دیکھو، اس سطر کے بالکل وسط میں یہ عبارت ہے، پھر عبارت پڑھتے تھے کبھی فرماتے کہ الٹی طرف سے دس ورق الٹو، سب سے پہلی سطر میں یہ عبارت۔

جس طرح حافظ کے ذہن میں پورا قرآن ہوتا ہے، ہر صفحے پر کونسی آیت کہاں سے شروع ہوتی ہے، صفحہ کے ختم پر کونسا کلمہ ہے اس طرح بخاری شریف حضرت کو یاد تھی اس لئے بخاری شریف کھولنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

حافظ حدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان کے حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہمارے زمانے کے حافظِ حدیث کہلاتے تھے۔ وہاں مدرسہ صولتیہ میں جو مولانا سیف الرحمٰن صاحب ہیں ان کی اہلیہ کے سگے نانا ہوتے تھے، جب وہاں حرمین کا ان کا سفر ہوتا تھا تو یہ حرمین کے ائمہ حضرات ان کے متلاشی رہتے تھے، سب سے پوچھتے رہتے تھے کہ وہ حافظ حدیث آئے کہ نہیں؟

کیونکہ وہ کبھی کہتے کہ حضرت ذرا فلاں باب العقیقہ ، باب العتیر ہ،فلاں باب اس کی احادیث سنایئے ،تو وہ پوری سند کے ساتھ سنا دیتے، احادیث ان کو حفظ تھیں۔اسی لئے جو علماء ملنے کے لئے جاتے ان سے مصافحہ کے بعد پوچھتے کہ کیا نام؟ کہاں سے آئے؟ کیا کرتے ہو؟اس نے اگر غلطی سے کہہ دیا کہ ترمذی شریف پڑھاتا ہوں،تو فرماتے کہ اچھا ترمذی کی پہلی حدیث سند کے ساتھ سنایئے، اب ساری عمر ترمذی پڑھا رہے ہیں،مگر ان بیچاروں کو سند کے ساتھ حدیث کہاں یاد؟ اس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اللہ تبارک وتعالی نے استحضار بخاری شریف کا اس قدر عطا فرمایا تھا کہ صفحہ،سطر کے ساتھ نشاندہی فرماتے تھے۔

سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی اجازت

یہی حضرت مولانا درخواستی نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے پندرہ سال بعد، وہاں مدینہ شریف میں مجھے بلایا،مولانا سیف الرحمٰن کہنے لگے کہ حضرت درخواستی تمہیں کل رات یاد فرمارہے تھے، میں نے عرض کیا کہ میں تراویح کے بعد حاضر ہوں گا،تراویح کے بعد میں پہنچا تو فرمانے لگے کہ گزشتہ رات جب میں صلوۃ وسلام کے لئے روضہ شریف پر حاضر ہوا تو وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں تمہیں ہمارے قادری سلسلہ میں بیعت کی اجازت دوں۔

یہ صحاح ستہ اس طرح پڑھتے تھے جس طرح ابھی تراویح میں،رمضان میں ہمارے یہاں حفاظ تراویح میں قرآن پڑھتے ہیں،کس قدر انہوں نے اس کے لئے محنت کی ہوگی،اس طرح اللہ تبارک وتعالی ویسے بھی کسی کو نعمت عطا فرمادیتے ہیں لیکن ان کی طرف سے کچھ نہ کچھ کاوش،محنت تو ضرور ہوئی ہوگی، کہ ایک سو سات سال کی عمر میں غالباً انتقال ہوا اوراس وقت تک ان کے حافظہ کا یہی حال تھا حالانکہ ہمارے یہاں تو پچاس، ساٹھ سال کے بعد بیچارے بڈھے ہوجاتے ہیں ان کو اپنے بچوں کے نام یاد نہیں رہتے اور یہاں سو سال سے اوپر اور ان کے حافظے کا یہ حال۔ ابھی میں بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ دیتا ہوں پھر اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں۔

باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقول الله عزوجل انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعده حدثنا الحمیدی عبد الله بن الزبیر قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحی بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد بن ابراهیم التیمی انه سمع علقمة بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه علی المنبر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرأ ما نوی فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امرأة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه۔

دعا کرلیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، حدیث پاک کی قدر کی توفیق عطا فرمائے، درود شریف پڑھ لیں، ہاتھ اٹھا کر دعا کرلیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ.وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن.

۴۱
صدر و بدرِ کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم
کی چہیتی ہستیاں

مدیحِ سرورِ کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں
خیالِ کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں

شبِ اوہام ہے شمعِ یقیں محفل میں لاتا ہوں
چراغِ طور ایمن کوہ معنیٰ پر جلاتا ہوں

الٰہی شوخیِ برقِ تجلی وہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن زبانم را

محمد پیشوا و رہنمائے خلق و عالم ہیں
معزز ہیں، مقدس ہیں، معظم ہیں، مکرم ہیں

فروغِ محفل ہستی ہیں، نورِ عرشِ اعظم ہیں
حبیب حق ہیں، ممدوح ملک ہیں، فخر آدم ہیں

انہیں کے رنگ سے رنگ گلِ ہستی کی زینت ہے
انہیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

انہیں کے دل کو آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر
انہیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر

وہی چشم خدا بیں، محو تھی اندازِ فطرت پر
انہیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر

وقائع ان کے عزم وفکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیلِ مقصد کو نکلتے تھے

وہ نظریں ساقیِ میخانہ یزداں پرستی تھیں
وہ آنکھیں مظہر انوار، راز بزمِ ہستی تھیں

انہیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں
اسی محفل کی بخششیں خلد کے پھولوں میں بستی تھیں

اس سرکار نے رتبہ بڑھایا طبع انساں کا
اسی دربار نے خلعت پہنایا نورِ ایماں کا

(اکبرالہ آبادی)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ.صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اما بعد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمن تبارک و تعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

یہ حدیث مسلسل بالاولیۃ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ اس کے راوی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے صحابہ میں سے ہیں،حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ ان کے والد محترم، جن کا لقب تھا داہیۃ العرب، عرب کے عقلمند ترین انسان، اسلامی تاریخ کی جو فتوحات ہیں، اس میں ان کی کوششوں کو بڑا دخل ہے، یہ اس لئے نہیں کہ یہ حضرات بہت اچھی طرح تلوار چلانا جانتے تھے۔

معرکۂ بدر

سب سے پہلا معرکہ بدر ہے، بدر میں صحابۂ کرام کی تعداد سو چیئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ ابو سفیان اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی اعلان، بغیر کسی تیاری اپنے حجرہ شریفہ سے نکلے کہ چلو، ان سے بات کرتے ہیں، قافلے سے پوچھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہماری جائدادیں انھوں نے ضبط کی ہوئی ہیں، جو مسلمان وہاں محبوس ہیں، جن کو ہجرت سے روکا گیا ہے، ان پر مظالم ڈھائے جا تے ہیں، ان کو یہاں آنے سے بھی روکا جاتا ہے۔

کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے جا رہے ہیں تو مکہ سے مخاطب ہیں کہ اے مکہ کی سرزمین! تو مجھے نہایت ہی محبوب، لیکن تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں رہنے نہیں دیا۔اس لئے میں تجھے چھوڑ جا رہا ہوں۔

اب مدینہ منورہ کے قریب سے ابوسفیان گذر رہا ہے جا کر اس سے پوچھتے ہیں، ہم اپنی طرف سے تدبیریں جتنی ہوسکتی تھیں، کر چکے۔ ہم اپنے مذہب پر قائم رہ سکیں اس کے لئے، انھوں نے ایک ایک کر کے ہماری ہر ایک تجویز کو ٹھکرا دیا۔اب جو وہاں محبوس ہیں، ان کو چھوڑو۔ جو ہمارے اموال تم نے ضبط کئے ہیں اس کا حساب دو۔

صرف بات کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صحابۂ کرام کو جمع فرمایا، نہ کوئی فوج مقرر فرمائی، نہ میمنہ، نہ میسرہ، نہ قلب، کچھ نہیں۔ جب مدینہ منورہ سے نکلے ہیں، شاعر کہتا ہے کہ:

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں

اب یہ کل تیاری اس فوج کی جو انسانی تاریخ کا سب سے بڑا معرکہ تھا

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں

بدلنے کو آئے تھے یہ دنیا بھر کی تقدیریں

اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے نکلے تو نہ کوئی اعلان، نہ کچھ، آپ سرکار تشریف لے جارہے ہیں کہیں، ساتھ ساتھ پیچھے صحابۂ کرام ہو لئے۔ کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے، کسی کے ہاتھ میں تیر ہے، کسی کے ہاتھ میں کمان ہے، کسی کے پاس کچھ نہیں، کوئی سامان نہیں، صرف بات کرنے اور مظالم کی وجوہات معلوم کرنے، کہ کیا سبب ہے کہ یہ ظلم و ستم ڈھائے جارہے ہیں، کیا وجہ ہے، میں بدر کی ساری داستان آپ کو نہیں سنا رہا ہوں۔

آپ نے دیکھا کہ ادھر یہ تین سو تیرہ اور ادھر تھی ایک عظیم فوج، منظّم فوج، جو باقاعدہ وہاں سے پوری تیاری کے ساتھ، ساز و سامان کے ساتھ نکلی، حق تعالی شانہ نے ان کے ذریعہ سے انہیں کو شکست دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجے میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ملاحظہ فرمایا کہ اب سوائے اس کے کہ ان سے مقابلہ ہو، کوئی چارہ نہیں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارادہ نہیں تھا اپنی طرف سے، اس لئے جب یہ آخری مرحلہ آیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ اب، یہ تو اتنا بڑا لاؤ لشکر لے کر تیاری کر کے آئے اور ہم تو نہتے، ہمارے پاس کچھ نہیں، یہاں سے مقابلہ کے بجائے واپس جائیں، تو کیا رائے ہے تمہاری، مقابلہ ہو یا نہ ہو؟

مہاجرین میں سے ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! انہوں نے اپنی طرف سے ظلم میں کوئی کمی نہیں کی، تو اب یہ جو مقابلہ کے لئے آئے ہیں تو ان کو جواب دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرف رخ فرمایا جدھر انصار تھے۔

مہاجرین کا یہ جواب تو فطری تھا کہ جن کو مکہ مکرمہ میں ستایا گیا، مارا گیا، پیٹا گیا، ان کے بیوی بچوں کو وہاں روکا گیا، خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کو، صاحبزادیوں کو روکا گیا، وہ نہیں آسکتے اس لئے ان کا جواب تو فطری تھا، مہاجرین کا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف رخ فرمایا اور ان سے مخاطب ہوئے کہ بتاؤ۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! آپ کا منشا ہو، تو ہم

سمندر میں گھوڑے ڈال دیں، آپ کا منشا ہو، تو ہم برک غماد تک گھوڑے دوڑاتے چلے جائیں۔

اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! انصار کا ایک بچہ جب تک زندہ ہے ہم آپ کے دائیں، آپ کے دائیں لڑیں گے، آپ کے بائیں لڑیں گے آپ کے آگے، پیچھے، چاروں طرف سے آپ کے محافظ ہوں گے جب تک جان میں جان رہے گی۔

ایک لطیفہ

مجھے اس پر ایک لطیفہ یاد آیا ہے بچہ پر، ابھی میں سوالات کے متعلق عرض کر رہا تھا تو ایک مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ حضرت، کسی جگہ مقابلہ ہو رہا ہو اور وہ کسی بچہ کو اگر ڈھال بناتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

مفتی صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو یہ مشق کرائی جاتی ہے نشانے کی، کہ تمہارے تیر کا نشانہ خطا نہ جائے، تو اگر مقابل کسی بچہ کو ڈھال اور آڑ بنا کر تمہارے مقابلہ میں کر دیا جائے، تو تم تیر چلا دو، لیکن تم بچہ کو بچانے کی سو فیصد تمہاری نیت ہو اور تمہارا نشانہ قطعی طور پر خطا نہ جائے اور دشمن ہی کو لگے اس کی کوشش کرو، ایسے تو دنیا میں ہوتا بھی ہوگا اس لئے انہوں نے سوال کیا کہ بچہ کو ڈھال بنایا جائے تو ہم کیا کریں؟

پھر وہ پوچھتا ہے کہ اچھا، اگر ان میں سے نبی کو ڈھال بنائیں ہمارے سامنے، پھر ہم کیا کریں؟ تو انہوں نے بڑا پیارا جواب دیا کہ اسی نبی سے پوچھ لینا، کہ اے اللہ کے نبی! اب میں کیا کروں؟ یہ آپ کو ڈھال بنائے ہوئے ہیں، تیر چلاؤں یا نہ چلاؤں؟

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کے دائیں لڑیں گے، بائیں لڑیں گے، آگے لڑیں گے، پیچھے لڑیں گے، جب تک انصار کا ایک بچہ زندہ رہے انشاء اللہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ پائے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس، کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا

میں مشغول ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت دعا میں مشغول ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ پہنچتے ہیں تو یہ کلمات دعا کے سنتے ہیں۔ **اللھم ان تھلک ھذہ الفئة لن تعبد ابداً**۔ اگر آج یہ مختصر جماعت ختم ہوگئی، تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

شیخ خلیفی

جب وہاں حرمین میں رمضان گزارتے ہیں، مکہ مکرمہ میں، تو ابھی تو مجمع بہت زیادہ بڑھ گیا اس لئے تھوڑی سی دقت ہوتی ہے، مگر اس زمانے میں تو یہ عالم تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ روزانہ، تراویح سے فارغ ہوکر حضرت صولتیہ میں جا کر کھانا نوش فرماتے اور اس سے فارغ ہوکر، پھر عمرہ کے احرام کے لئے تنعیم تشریف لے جاتے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول تھا کہ ہر رمضان میں آدھا رمضان مکہ مکرمہ میں، آدھا مدینہ منورہ میں، پندرہ دن مکہ مکرمہ میں، پندرہ دن مدینہ منورہ۔ مکہ مکرمہ میں تراویح اس زمانے میں شیخ خلیفی پڑھایا کرتے تھے جو بکّاء مشہور تھے، بہت روتے تھے، مغرب کی نماز میں کوئی سورت شروع کی اور گریہ اور زاری شروع کی۔ اللہ تعالی ایسی نماز، ایسی قراءت ہمیں بھی نصیب فرمائے اور سارا حرم نماز میں روتا تھا۔

شیخ خلیفی تراویح میں کبھی کسی آیت پر اٹک گئے، رو رہے ہیں، رو رہے ہیں، اور پہلی دس رکعت شیخ سبیل پڑھاتے تھے جو اب تک بڑے امام تھے، ابھی ریٹائر ہو گئے، اور آخری دس رکعت وہ شیخ خلیفی پڑھایا کرتے، تراویح سے فارغ ہوکر حضرت صولتیہ تشریف لے آتے تھے اور کھانے سے فراغت پر تنعیم احرام کے لئے تشریف لے جاتے اور وہاں سے سیدھے حرم آ کر عمرہ کی تکمیل فرماتے اور صولتیہ پہونچ کر حلق کرواتے۔ یہ روزانہ کا معمول تھا۔

علمِ حقیقت

اس زمانے میں یہ موجودہ عظیم الشان مسجد عائشہ، مسجد تنعیم ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی، بہت چھوٹی سی میرے خیال میں آپ کی اس مسجد سے بڑی نہیں رہی ہوگی۔ جب حضرت وہاں

پہنچے، تو مسجد میں داخلے سے پہلے، دروزاے سے کچھ فاصلے پر وہیل چیر رکوائی اور حضرت وہاں اترے، چاروں طرف نگاہ فرمائی اور اس کے بعد چند قدم آگے چلے اور مسجد کا جو وسط تھا، درمیانی حصہ تھا دروازے والا، اس سے دائیں طرف تھوڑا ہٹ کر خالی زمین پر، وہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اشارہ فرمایا کہ ہاتھ چھوڑ دیجئے، حضرت کو بیٹھنا ہوتا تھا تو اشارہ فرمادیتے تھے، کہ بٹھا دو۔ جب ذرا سا تردد ہوا ہمیں کہ نیچے کوئی چیز بچھی ہوئی نہیں ہے، اور حضرت مٹی پر، زمین پر بیٹھنا چاہتے ہیں، ہم ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں، حضرت کو چھوڑتے نہیں تو حضرت نے تیزی سے ہاتھ کھینچے کہ بٹھا دو!

ابھی حضرت نے نماز شروع نہیں فرمائی تھی، اتنے میں تبلیغی جماعت کے سر پرستوں میں ایک صاحب ہوا کرتے تھے، انہوں نے کسی ساتھی سے کہا کہ بھئی مصلی رکھو، مصلی ہے؟ تو حضرت نے زور سے ڈانٹا کس کو مصلی چاہیے؟

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اونٹ یہاں بیٹھا تھا۔ یہ ہے اس کی حقیقت جس کی نصیحت فرمائی، وصیت فرمائی، منصور حلاج نے کہ بیٹا، تم علمِ حقیقت کے حصول کے لئے جد و جہد اور کوشش کرتے رہنا، اور علمِ حقیقت حاصل کرنا۔ اسی علم کے نتیجہ میں یہ قوۃ ادراک کہ ڈیڑھ ہزار برس پہلے کہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اونٹ بیٹھا تھا، یہ بھی مکشوف ہوگیا۔

روزانہ سات عمرے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ یہاں تنعیم سے احرام باندھ کر تشریف لے جاتے تھے، روز ایک عمرہ ہوتا تھا پندرہ دن تک، اور حضرت کے خدام میں کئی کئی اس طرح کے تھے جو دو دو عمرے کرتے تھے، کئی کئی تین تین۔ ہمارے حکیم استغفر اللہ صاحب تھے وہ سات عمرے کرتے تھے روز، سات عمرے روزانہ، وہاں کی گرمی، وہاں کی تپش اور پسینہ؟ ہم سوچتے ہیں کیسے کرتے ہوں گے۔

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجھے اس پر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب یاد آئے، مفسرِ پاکستان حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے، یہ وہاں مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں طائف کے انار آئے، ایسے میٹھے انار دنیا میں بہت کم ہوتے ہوں گے، اتنے سرخ رنگ کے اور خوبصورت، اور بڑے دانے، بہت کم دنیا میں ہوتے ہوں گے اور جیسا مدینہ پاک کا موجودہ ابھی بھی انگور ہے، اتنا سستا ہے، آپ چیلنج کر سکتے ہیں کہ اتنا میٹھا اور سستا انگور دنیا میں کوئی نہیں، بے دانہ وہاں کا، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، مکہ مکرمہ کے لئے برکات کی دعا کی تھی۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضِعْفَیْ اس کا دوگنہ مدینہ منورہ کے لئے مانگا تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ انار بہت اچھے ہیں، جی چاہتا تھا کہ مولوی حبیب اللہ کے لئے بھیجیں، مگر مشکل یہ ہے کہ ان کی قیام گاہ کسی کو معلوم نہیں۔ حضرت سے میں نے عرض کیا کہ حضرت، انشاء اللہ میں پہنچا دوں گا، فرمایا کیسے؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت میں ان کی قیام گاہ کو تو نہیں جانتا مگر ان کے ایک خادم ہیں، ان کو جانتا ہوں اور ہوسکا تو ان کی خدمت میں پہنچا کر آؤں گا، ورنہ خادم کے حوالہ کر دیں گے، ان شاء اللہ، خدمت میں وہ پہنچا دیں گے۔ مولانا غلام رسول صاحب مالیگاؤں والے، ان کی گھڑیوں کی دکان پر میں پہنچا، میں نے عرض کیا تو فوراً میرے ساتھ چلے۔

اس وقت جو مکہ مکرمہ میں جو تہ خانہ ہے تو وہ تہ خانہ نماز کے لئے نہیں بنایا گیا تھا، غالباً اعتکاف والوں کے لئے اسی نیت سے حکومت نے خلوے بنائے تھے، ان میں سے ایک کمرہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کو دیا گیا تھا، عام طور پر کسی کو دئے نہیں جاتے تھے مگر یہ امتیاز تھا ان کا، اور امتیاز اس لئے تھا کہ جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے عمرے کی نیت سے، اس کے بعد انہوں نے تہیہ کیا کہ یہیں رہنا ہے، تو انہیں بتایا گیا کہ یہاں تو اقامہ کی کوئی سبیل نہیں، ویزا

نہیں مل سکتا، اقامہ جتنا اس وقت آسان ہے اقامہ اُس وقت اتنا آسان نہیں تھا۔

اسی لئے ایک تاجر تھے عبدالعزیز ساعتی تھے، ابھی اقامہ آسان ہے کہ ہمارے یہاں گاؤں سے ماشاء اللہ پچاسوں جوان وہاں کام کے لئے پہنچے ہوں گے، مگراس زمانہ میں بہت مشکل تھا اقامہ، اوران کی گھڑیوں کی دکان تھی، اقامہ مل ہی نہیں سکتا تھا۔ایک دفعہ شاہ فیصل مرحوم طواف کے لئے آئے، انہوں نے اپنی درخواست تیار کی، اپلیکیشن، اورلکھ کر کے مطاف کے قریب پہنچ گئے۔ جیسے ہی شاہ فیصل طواف سے فارغ ہوگئے،تو جلدی سے پولیس کا دائرہ توڑکران تک پہنچ گئے اورسلام کر کے وہ لفافہ ان کے ہاتھ میں دے دیا، اس پر انہیں اقامہ ملا تھا۔ اقامہ اتنا مشکل تھا۔

سوالاکھ طواف کی نذر

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے بادشاہ تک پہنچنے کی تدبیر سوچنے کے بجائے بادشاہوں کے بادشاہ تک پہنچنے کی سبیل نکالی،انہوں نے منت مانی اورمنت یہ مانی کہ الٰہی! تیرے در پر میں ساری عمر گزارنا چاہتا ہوں، سودا کررہے ہیں، اللہ میاں سے سودا، کہ الٰہی! اگرتو نے مجھے یہاں قیام کی مستقل اجازت عطا کردی حکومت کے واسطے سے اور مجھے مستقل اقامہ مل گیا،تو میں سوالاکھ طواف کروں گا۔

جوحضرات جاچکے ہیں، انہیں اندازہ ہوگا کہ سوالاکھ طواف، انہوں نے یہ سوچ کر ہی نذر مانی ہوگی کہ کس طرح کریں گے،اللہ میاں کوتو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا، کتنی مشقت اس میں ہوسکتی ہے، کتنا وقت اس کے لئے چاہئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے سامنے جب میں یہ قصہ سناتے ہوئے یہاں تک پہنچا،تو حضرت کی طبیعت میں عجلت تھی، ہر چیز میں، اس لئے ہم ہر وقت بھاگتے رہتے تھے، دوڑتے رہتے تھے، حضرت کی منشاء کے مطابق۔تو میں ابھی حضرت کو یہ قصہ سنارہا تھا کہ فرمایا حضرت نے جھٹ سے پوچھا ’پھروہ سوالاکھ طواف انہوں نے کرلئے؟‘

میں نے عرض کیا کہ ان کے خدام کا بیان ہے کہ انہوں نے سوالاکھ طواف پورے کردئے اور قریب میں جنہوں نے ان کو دیکھا، ابھی چند مہینے ہوئے ہیں، ابھی قریب میں، اپریل میں میں عمرے کے لئے گیا تو بتایا گیا کہ واقعہ بالکل صحیح ہے، کہ ہم نے ان کو دیکھا ہے کہ ہر وقت وہ دوڑتے رہتے تھے، ہم تو چل کر طواف کرتے ہیں وہ تو دوڑتے ہوئے طواف کرتے تھے۔

نتیجہ

اس دوڑنے کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالی نے وہی علم حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کو عطا فرمایا تھا، منصور حلاج کے بیٹے کو جس کی وصیت باپ نے کی وہ بھی یہی ہے، یہاں تک عطا فرمایا کہ ان کے یہ شاگرد اور خادم مولانا غلام رسول صاحب مالیگاؤں والے مجھے جو لے کر گئے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مولانا حبیب اللہ صاحب ہماری لیبارٹری ہیں، جس چیز میں، شہر میں بحث چل پڑتی ہے کہ یہ صابون ناپاک ہے، اس کو استعمال کر سکتے ہیں؟ کوئی کہتا ہے کہ نہیں کر سکتے، یہ بسکٹ کھا سکتے ہیں، یا نہیں کھا سکتے، یہ ٹوتھ پیسٹ استعمال کر سکتے ہیں، یا نہیں کر سکتے، تو ہم جا کر ان کے سامنے کر دیتے ہیں، پوچھے بغیر اشارہ ہو جاتا ہے کہ جاؤ کھا لو، اور پوچھے بغیر فرماتے ہیں کہ جلدی جلدی حرم سے نکلو، نجاست کو پھینک کر آؤ۔

ادبِ حدیث

ابھی والدہ محترمہ کے انتقال پر جب میں افریقہ میں تھا، تو ہمارے بھائی حضرت مولانا حسن بھورات صاحب، وہ جب جامعہ حسینیہ سے فارغ ہوئے تو پھر ان کا بیان ہے کہ میں نے مشورہ کیا۔ تو اساتذہ نے کہا کہ تمہیں آگے دار العلوم دیوبند اور ہمارے بڑوں کے پاس جانا چاہیئے، رہنا چاہیئے، تو میں نیت کر کے چلا کہ میں جہاں دل لگے گا کسی بزرگ سے بیعت ہوں گا۔

فرماتے ہیں کہ میں اس نیت سے چلا، دیوبند پہنچا، تو اس وقت وہاں حضرت مولانا

فخر الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند کا درس، درسِ بخاری ہو رہا تھا، جس شان سے، جس حال میں وہ بخاری شریف کا درس دیتے تھے، جس ادب کے ساتھ وہ بیان سے باہر ہے، میں نے خود ان کے درس بخاری کے دوران دیکھا ہے۔

جب اندر حضرت کو لے جایا جا رہا تھا، تو حضرت اندر چند قدم چل نہیں سکتے، خدام اٹھا کر لے جا رہے ہیں اور ایک وقت کی جتنی ہم غذا کھاتے ہیں وہ غذا ان کے لئے ایک ہفتے بھر کو کافی تھی، ایک ہفتے میں اتنی ان کی غذا ہوتی ہوگی جتنی ہمارے ایک وقت میں، وہ چند لقمے، لقیمات، بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ، پھر بھی ایک ہی التحیات کی نشست پر ہیں، کئی کئی گھنٹے، چار چار گھنٹے، ہمارے بھائی مولانا حسن صاحب کہتے ہیں کہ صرف ایک ہی نشست اور ان کا درس جو میں نے سنا، تو میں نے اپنا فیصلہ بدل دیا، وہ فرماتے ہیں کہ وہیں پر فیصلہ کر دیا کہ یہیں پر رہیں گے اور پڑھیں گے، ایک سال بخاری شریف پڑھی، پھر حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گئے، اور وہاں پورا ایک چلہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں گزارا، اور حضرت سے بیعت ہوئے۔

وہ فرماتے ہیں، کہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں دو بستر ساتھ تھے، ایک حسن کا اور ایک ابو الحسن کا۔ حسن تو خود حضرت مولانا حسن بھورات صاحب اور ابو الحسن حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ، فرماتے ہیں کہ پورا چلہ ہم ساتھ تھے، چونکہ حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دورۂ تفسیر پڑھنے کے لئے لاہور گئے، ان سے تفسیر پڑھی، ان کی تشکیل سے حضرت مولانا حسن صاحب بھی تیار ہوئے اور وہاں گئے اور حضرت سے دورۂ تفسیر پڑھا اور حضرت کے ہدایا کو اب تک انہوں نے تبرک کے طور پر محفوظ رکھا ہے، قرآن شریف جو حضرت نے اس وقت چھپایا تھا اپنی تفسیر والا، وہ ان کو دیا تھا۔

دلِ روشن

میں کہہ رہا تھا کہ حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قلب اور دل روشن تھا اس درجہ تک کہ چیز سامنے آئی اور فرمایا کہ یہ نجاست، اس کو پھینک کر آؤ حرم سے باہر، تو یہ حال، ممکن ہے کہ طواف کی کثرت سے بھی ملا ہوگا اس سے جلاء اس میں ملی ہوگی، لیکن اصل دولت لے کر آئے ہوں گے لاہور سے، کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تو اس طرح مجمع عام میں، علانیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا دعویٰ ہے کہ جو شخص میرے پاس ایک چلہ رہے، جو میں اسے کھلاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پیئے، تو چلہ پورا ہونے سے پہلے اس کا دل روشن ہوجائے گا۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اپنا، پرایا، اپنا شاگرد، مرید، کسی کے گھر کا نہیں کھاتے تھے، اس لئے کہ جو ہدایا حضرت کی خدمت میں پیش ہوتے تھے، وہ ایک کسوٹی لانے والے کی ہوتی تھی۔ اس لئے لوگ کوشش کرتے تھے کہ مجمع ہٹ جائے تو چپ چاپ جا کر حضرت کے دروازے پر جا کر پیش کریں ورنہ کہیں ہماری رسوائی نہ ہوجائے۔

رسوائی کیسے ہوتی تھی کہ حضرت کے چہیتے خدام میں سے ایک خادم پھلوں کا ٹوکرا لے کر آیا، ٹوکرا پیش کیا، حضرت نے اشارہ فرمایا، واپس لے جاؤ، اشارہ سے خادم سمجھ گئے، انہوں نے پوچھا کہ حضرت، ابھی میں گھر چھوڑ کر آتا ہوں لیکن ادب سے میری التماس، میری درخواست ہے کہ حضرت والا مجھے تنبیہ فرمادیں، بتادیں کہ اس میں کیا آمیزش ہے، کیا ملاوٹ ہے، اس لئے کہ میرے اپنے نزدیک یہ باغ، یہ زمین، یہ زمین کا جو ٹکڑا جو مجھے ملا ہے، جتنا میراث میں میرا حق تھا اس سے کم میں نے لیا، اور میں خود اس میں کام کرتا ہوں، نہ کوئی میں نے نوکر اور مزدور رکھے ہیں کہ جو ادھر ادھر کرسکیں، پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت اس کو رد فرمارہے ہیں، میرے نزدیک بالکل حلال سمجھ کر میں حضرت کی خدمت میں لے کر آیا۔

حضرت نے فرمایا کہ اصرار نہیں کرتے۔ پھر اصرار کیا، فرمایا کہ نہیں اصرار نہیں کرتے، مگر

خادم نے عرض کیا اس کو لے جارہا ہوں لیکن مجھے اس کی وجہ بتائیں، وہ مصر رہے۔

چونکہ خدام میں سے تھے اصرار کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا، یاد کرو، آپ نے گزشتہ مہینے کی فلاں تاریخ کو کتنے گھنٹے کے لئے پانی بک کروایا تھا، نہر کا پانی یہاں بھی کھیتوں میں دیتے ہیں، تو انہوں نے کہا جی حضرت، بالکل۔ اسی تاریخ کو پانی لیا تھا۔ حضرت فرماتے ہیں تم نے اتنے گھنٹوں وہ پانی بک کروایا تھا، اچھا، اب اگلی بات سنو کہ تم نے وہ پانی اپنے نزدیک آٹھ گھنٹے کے لئے بک کروایا تھا اور اس پانی پر جو متعین سرکاری افسر ہے، اس نے آٹھ گھنٹے پورے ہونے پر وہ پانی بند نہیں کیا تھا، وہ دس گھنٹے تمہارے کھیت میں آتا رہا اور وہ پانی جس کے پیسے آپ نے ادا نہیں کئے اس سے یہ پھل پکے ہیں۔

حکیم عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کسی زمانہ میں اطباء ہوا کرتے تھے، اطباء بھی اب ختم ہوگئے، اب وہاں انگلینڈ سے بیمار علاج کے لئے آنا چاہتے ہیں، پوچھتے ہیں کوئی حکیم صاحب بتائیں، ہم نے کہا کہ وہ تو اللہ کے پیارے ہوگئے، ہمارے حکیم عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اس طرح کے، ان کے کامیاب تجربات، کامیاب علاج کے قصے بہت ہیں۔

حضرت مولانا ابراہیم اندوری صاحب، شیخ الحدیث ترکیسر جب افریقہ سے واپس تشریف لے آئے تو وہاں بخاری شریف، جلالین وغیرہ پڑھائی تھی، وہاں اساتذہ کے سامنے گفتگو ہوئی، میں نے کچھ واقعات حکیم عبد القدوس صاحب کے سنائے، کہ فلاں لیسٹر میں گنگات صاحب کینسر کے مریض ان کے علاج سے بالکل ٹھیک ہوگئے، اقبال سکرانی صاحب کی ہمشیرہ لندن میں انٹینسو کیئر میں، آخری سیکنڈ ان کے گنے جارہے تھے، ان کے علاج سے وہ ٹھیک ہو گئیں، واقعات سنائے۔

مہتمم صاحب، مولانا ابراہیم صاحب بھی فرمانے لگے کہ میرے ساتھ بھی حکیم صاحب کا ایسا قصہ پیش آیا۔ میں عمرے کے لئے گیا ہوا تھا اور والدہ صاحبہ کی گھٹنے میں شکایت تھی، تو

میں نے حکیم صاحب کی تعریف سن رکھی تھی، ملاقات کی اور حکیم صاحب سے عرض کیا کہ والدہ صاحبہ کو یہ تکلیف ہے، حکیم صاحب نے فرمایا کہ کس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہو؟ میں نے نام بتایا، حکیم صاحب نے فرمایا کہ اچھا عشاء کی نماز کی اتنی دیر بعد میں وہاں ہوٹل کے دروازے پر پہنچ جاؤں گا، حکیم صاحب تشریف لائے، والدہ کی نبض دیکھی، اس طرح دیکھتے تھے، انگلی ذرا سا نبض پر رکھ کر، اس کے بعد جب والدہ کو دیکھ چکے تو مستورات تھیں، تو ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمیں بھی دکھانا ہے، دوسری نے کہا ہمیں بھی دکھانا ہے۔

ہماری چچا زاد بہن تھی، جوان، وہ کہنے لگی کہ مجھے بھی ہاتھ دکھانا ہے، میں نے اس کو ڈانٹا کہ یہ ایک بزرگ آدمی ہیں، ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے، تمہیں کیا بیماری، کیا تکلیف؟ خواہ مخواہ حکیم صاحب کو تکلیف دے رہی ہو، حکیم صاحب نے یہ ڈانٹ سنی، تو حکیم صاحب نے کہا کہ کوئی نہیں، کوئی بات نہیں، آنے دیجئے، حکیم صاحب نے انگلی رکھی، فرمایا کہ ان کو تو دل کا عارضہ ہے، انگلش میں مولانا ابراہیم صاحب نے ترجمہ کیا ہمشیرہ کو بتایا تو وہ ہنسنے لگیں کہ مجھے تو کوئی تکلیف نہیں، حکیم صاحب نے فرمایا کہ اچھا، دوسرا ہاتھ دو، دوسرے ہاتھ پر انگلی رکھ کر کہ فرمایا کہ نہیں، یقیناً دل کا عارضہ ہے۔

مولانا ابراہیم صاحب کا بیان ہے کہ ہم تو چونکہ عمرہ پر تھے، اس کا کوئی سیریس نوٹس نہیں لیا، کیونکہ کوئی تکلیف نہیں تھی، جوان عورت، کہتے ہیں ہم یہاں سے گھر پہنچے، چند روز نہیں ہوئے کہ وہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

ایک اور حکیم کا واقعہ

اس طرح کے حکماء میں ایک حکیم گزرے ہیں کہ وہ حکیم صاحب کی طرح سے نبض پر انگلی بھی نہیں رکھتے تھے، جس طرح میں بیٹھا ہوں، تو ان کے سامنے ٹیبل پر ایک سیب رکھا رہتا تھا، وہ سیب سامنے رکھ لیتے تھے اور مریضوں سے جس طرح لیزر والے کہتے ہیں سامنے ہو جاؤ، تو وہ مریض ان کے سامنے کھڑا ہوتا، سیب دونوں کے بیچ میں ہوتا، حکیم صاحب کی نظر رہتی تھی

سیب پر اور امراض گنوانا شروع کرتے تھے، کہ تمہیں فلاں جگہ، فلاں عضو میں یہ تکلیف ہے، فلاں تمہارا عضو صحیح ہے، فلاں خراب ہے، اور وہ سو فیصد صحیح تشخیص ہوتی، کہ مریض کے اس سیب کے نزدیک آنے سے اس کی رنگت بدلتی تھی۔

کہتے ہیں آج کل ہمارے یہاں جو فلو پیدا ہوا ہے تو دنیا بھر کے ایر پورٹز مطار پر تھر ما میٹر رکھ دئے گئے ہیں، ان کی گرمی اور ٹمپریچر سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس پر ٹیمپریچر ہے، بخار ہے، اسی طرح سے اس سیب کی رنگت بدلتی تھی۔ تو حکیم اس سیب کے ذریعہ سے پتہ لگاتے کہ سامنے جو مریض کھڑا ہے، اس میں کونسی بیماری ہے۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ پھلوں کو دیکھ کر، ایک مہینہ پہلے پانی ٹک ہوا تھا اور کتنے گھنٹے ٹک ہوا تھا، اور دو گھنٹے مزید پانی کھیت میں لیا گیا، اس کے پیسے ادا نہیں ہوئے اور اس پانی سے یہ پھل پکے ہیں اس لئے اس کو واپس فرمادیا، کہ اس کو واپس لے جاؤ۔ اس لئے عام لوگ جو ہدیہ لے کر آتے تھے، تو حضرت کے خدام پہلے ہی سے روک دیتے تھے، فرماتے حضرت لیتے ہی نہیں کوئی ہدیہ۔ کہیں حضرت تشریف لے جاتے مدارس کے سلسلہ میں، تو مدرسوں میں جا کر وہاں بھی ایک لقمہ نہیں کھاتے، اپنے گھر سے روٹی لے کر جاتے اور نمک لے کر جاتے۔

کوئی بہت بڑا ایک جگہ کا نواب تھا، اس نے بہت اصرار کیا تو اس نے اپنے یہاں بیٹے کے نکاح کے لئے دعوت دی تھی، اس نکاح کے لئے حضرت تشریف لے گئے، اس کے بعد اس نے اصرار کیا کہ دستر خوان پر، تو حضرت دستر خوان پر بھی تشریف فرما ہوئے اور جیب میں سے وہ روٹی نکالی اور وہ نمک، اس لئے حضرت فرماتے تھے کہ جو میں کھلاؤں وہ کھائے، چالیس دن نہیں گزریں گے کہ اس کا قلب روشن ہوجائے گا۔ یہ حضرت کے خدام تو سب جانتے تھے کہ حضرت کو پتہ چل جاتا ہے، اس لئے اپنے نزدیک سو فیصد جس چیز کے حلال

ہونے کا یقین ہو وہی پیش کرتے۔

حضرت مولانا اشرف صاحب

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے درس کا انداز بڑا عجیب تھا، ایک سانس میں حضرت چار نہیں، پانچ نہیں، کوئی سات آٹھ مذاہب گنوا دیتے، ایک سانس میں۔

یہ حضرت مولانا اشرف صاحب پروفیسر تھے پشاور یونیورسٹی کے، 'حضرت شیخ اور خلفاء کرام' کتاب، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ہم لکھ رہے ہیں، ان کو پتہ چلا تو وہ ملنے کے لئے آئے، اور اتنی زحمت اٹھا کر کے کہ ان کی کمر کو بڑی تھی، پیچھے سے ہڈی نکلی ہوئی تھی، کسی سواری میں نہیں بیٹھ سکتے تھے وہ، ان کو لٹا دیا جاتا تھا لیٹ کر جا سکتے تھے، اور لیٹنے میں بھی بڑی تکلیف، ہمیشہ حرم میں بھی یہی دیکھا کہ جس طرح بچے کو اٹھاتے ہیں، بچہ کے دونوں ہاتھ گردن میں ڈال کر، اس طرح خادم اٹھا کر لائے۔

ہمیں بڑی شرم محسوس ہوئی، ہم نے عرض کیا کہ حضرت، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں اور بڑے عظیم انسان، ان کے جیسی اردو اور ان کے جیسا محقق شاید اس وقت کم ہو، اور اسی لئے جنرل ضیاء نے شرعیہ کونسل بنائی تھی، اس میں ان کے ذمہ بھی کچھ کام لگایا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو انہوں نے عریضہ لکھا، اس میں ایک خط لکھا کہ میرے ذمہ حدود اور تعزیرات کی شق قانون کی، میرے ذمہ ہے اور وہ مجھے قانون تیار کرنا تھا دلائل سمیت، تو اس میں ایک جگہ پہنچ کر میں اٹک گیا اور وہ حدیث مل کر نہیں دیتی تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی فضائل کی کتابیں

اب یہ آپ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی فضائل کی کتابیں پڑھتے ہیں، آپ کو کیا اندازہ کہ یہ کتابیں کس درجہ کی، کس پائے کی ہیں، کافی عرصہ ہوا، بڑی تلخ داستان ہے، جماعت والوں کے ساتھ ہمارا اس وقت اختلاف رہا، جب وہ فضائلِ درود شریف اس میں سے نکال رہے

تھے،صرف سلفیوں کوخوش کرنے کے لئے ، وہ پھر بھی خوش نہیں ہوئے ، ہم نے کہا کہ تمہیں کیا اندازہ کہ یہ کتابیں کیا ہیں؟ اوران کتابوں کا کیا مقام ہے اورکس طرح یہ تیار کی گئیں اوراس کے لئے حضرت نے کتنی کاوشیں کی ہیں۔

ایک حدیث کی تلاش میں تین دن

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اوجز کی تصنیف چل رہی ہے، ہم خدام پیچھے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور جو حضرت فرماتے کتابت کرنے والوں میں بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب تھے، مولانا یونس صاحب،مولانا عاقل صاحب تھے، حضرت عربی میں لکھواتے، مضمون عقیقہ کا تھا، ایک حدیث تھی، باب العقیقہ میں کہ **البلاء مؤکل بالمولود ما لم یعق عنه**، کہ جب تک بچہ کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے تو اس پر بلا رہتی ہے۔

جب اس حدیث پر حضرت پہنچے تو اس کی حدیث کس پائے کی ہے کس درجہ کی ہے، کس کس نے اس کو روایت کیا ہے، کہاں ہے تو اس کی تلاش،صرف اتنے ایک جملہ کی، تین دن سے زیادہ اسی میں رہے،سب تلاش کررہے ہیں، حضرت فرمارہے ہیں اچھا، یہ کتاب اٹھاؤ، حضرت دیکھ رہے ہیں، اچھا وہ اٹھا کر تم دیکھو، ایک یہ کتاب عاقل کو دو، مولانا عبد الرحیم صاحب اٹھا کر دیکھ رہے ہیں، اتنا جملہ **البلاء مؤکل بالمولود ما لم یعق عنه**،اس کی تحقیق میں تین دن صرف ہوئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے درس کا انداز

کیوں پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول نہ ہوں۔ ہر کتاب پر بڑی بڑی بشارتیں، میں اگر سنانا شروع کروں تو لمبا وقت درکار ہے۔

ہماری بخاری شریف کی ایک جماعت کے سامنے میں نے بخاری شریف کا سبق شروع کیا،تو مقدمہ میں میں نے شروع کیا کہ میں نے صحیح بخاری حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے پڑھی اور حضرت نے، جس سال میں نے پڑھی تو حضرت کو جب کتب خانہ کے زینے سے

نیچے اتارتا تھا تو حضرت روز فرماتے تھے کہ پارہ لے لیا، بخاری شریف کا پارہ؟

وہ پارہ ساتھ تو جاتا تھا مگر کھلتا نہیں تھا، بند ہی رہتا تھا، حفظ پڑھاتے، کہیں حضرت کو کچھ دیکھنا ہوتا، تو پارہ کھول کر کے آتشی آئینہ کی مدد سے دیکھ کر فرماتے ورنہ سب حفظ، اور حفظ کس طریقے سے کہ فرماتے پیچھے سے پچیس ورق الٹو، نیچے سے تیسری سطر دیکھو، وہاں وہ جملہ ہوتا جو حضرت فرما رہے ہوتے، پیچھے سے پچیس ورق، کبھی فرماتے کہ چالیس ورق کے بعد آخری سطر کو دیکھو، یہ حدیث یہاں شروع ہوتی ہے، اس طرح حفظ تھا۔

مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خود ہمارے یہاں گجرات میں اللہ تبارک وتعالی نے کیسے کیسے حضرات پیدا فرمائے، حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ابھی گزشتہ کل میں احمد آباد میں تھا، تو وہاں والوں سے میں نے کہا کہ آپ لوگوں کے سب سے بڑے محسن، سب سے بڑے محسن ہمارے طبقہ میں حضرت مولانا احمد اللہ صاحب ہیں، احمد آباد والوں کے، بروڈا والوں کے، سورت والوں کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ ان علاقوں میں شیر کی طرح سے حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات ہوتے تھے اور آدھی رات تک بارہ بجے تک بیان فرماتے اور دور دراز علاقوں میں سفر فرما کر جاتے اور کتنی تکلیف کے ساتھ وہاں پہنچ کر بیان فرماتے۔

خود ہمارے یہاں جب میں یہاں نرولی آیا ہوا تھا تو ایک دفعہ ہمیں سوجھی، ہم نے سوچا کہ دعوت دیں، لیکن آگے سوچا نہیں کہ ہاتھی کے لئے دروازہ بھی تو اس کے مطابق بنانا چاہئے، حضرت کو دعوت دے کر آگئے، یہاں پہنچے تو حضرت نے فرمایا بھئی استنجے کو جانا ہے، ہمارے یہاں جو بیت الخلاء تھا، اس میں اگر حضرت بیٹھتے تو شاید وہ مٹی اور لکڑیاں کا بنا ہوا سارا بیٹھ ہی جاتا، نہ پانی استعمال کر سکتے صحیح طریقے سے اور جس طرح کہ دیہاتی علاقوں کا دستور ہوتا ہے، تو تلاش کر کے پڑوس میں جہاں کہیں پکا حمام تھا، بیت الخلاء وہاں حضرت کو ہم لے گئے۔

حضرت ان دور و دراز علاقوں سے واپس سفر کر کے آتے ، دو تین گھنٹے، سوئے نہ سوئے اور پھر مدرسہ، بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا۔۔۔۔ پھر خراٹے لے رہے ہیں۔ایک منٹ، دو منٹ، تین منٹ کے بعد ہاں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا، بات جہاں چھوڑی تھی وہیں سے پھر شروع تھی، اسی طرح دلائل دیتے ہوئے بھی ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا تھا، پوچھنا بھی نہیں پڑتا تھا کہ میں کیا کہہ رہا تھا، اتنا استحضار، اس قدر جد و جہد کی علم کی نشر و اشاعت کے لئے۔

دارالعلوم کے لئے بشارت

اللہ تبارک و تعالی نے انہیں علم حقیقت کس درجہ کا نصیب فرمایا کہ ہمارا دار العلوم بری، جب اس کی چابی ملی، تو ویران جگہ تھی، کوئی ایک کمرہ ایسا نہیں تھا کہ جہاں ہم کسی مہمان کو بٹھا سکیں، ایک کمرہ تیار نہیں تھا، ٹوٹی پھوٹی عمارت، اس میں پانی ٹپک رہا ہے چاروں طرف سے، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے ہمارے مہمان ہوئے، جب حضرت بنوری تشریف لائے دارالعلوم میں دعا کے لئے، تو وہاں ہم نے باہر میدان میں چٹائی بچھائی اور وہاں حضرت تشریف فرما رہے اور وہاں گفتگو ہوئی اور وہاں دعا فرمائی۔

اسی حال میں حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو ایسا دارالعلوم دیکھ کر حضرت اپنے بیان میں، بیان کرتے، کرتے ایک جگہ پہنچ کر نہایت جوش سے فرما رہے ہیں، نہایت جوش کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ''میں یہاں سے ایک نور اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو سارے عالم میں پھیلے گا''۔

ابھی یہ قریب کا نہیں، تقریباً پندرہ برس پہلے کا قصہ ہے، ایک صاحب ملے کہ میں LOS ANGELES سے آیا ہوں، میرا نام یہ ہے اور میں آپ کی زیارت کے لئے، دار العلوم دیکھنے کے لئے آیا، میں نے کہا کہ صرف دارالعلوم دیکھنے کے لئے وہاں سے یہاں تک آپ آئے؟ انہوں نے کہا نہیں نہیں، آپ کے دارالعلوم کے فارغین میں سے مولانا احمد علی ہیں، تو

ان کی انگلش کی جو کیسیٹس ہیں، بیانات ہیں، وہ ہم وہاں امریکہ میں پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے تو ابھی کام اسی سال شروع کیا، اس ایک سال میں ہم نے ان کی دس ہزار کیسیٹ پورے امریکہ میں پھیلائی ہیں۔

میں نے ان کو یہ قصہ سنایا، کہ یہ آپ جو قصہ بیان فرما رہے ہیں کہ آپ نے پورے امریکہ میں ایک دارالعلوم کے فارغ مولوی احمد علی کی کیسیٹ پھیلائی۔ نہایت مقبول ہیں مولانا احمد علی، انگلش کے بڑے اونچے مقررین میں سے ہیں، دارالعلوم کے فضلاء میں سے، تو میں نے کہا کہ یہ تصدیق ہے مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کشف کی کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں یہاں سے ایک نور اٹھتا ہوا دیکھتا ہوں کہ جو پورے عالم میں پھیلے گا، تو کیسے انہوں نے دیکھا ہوگا۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پڑھانے کا میں بیان کر رہا تھا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں خدام ہدیہ لے کر آتے، کوئی رد ہو جاتا، کوئی قبول کیا جاتا۔

اس پر میں نے یہ لطیفہ سنانا شروع کیا تھا۔ کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے درس میں کیا فرمایا کیا انداز تھا حضرت کا۔

کہ جب باب قبول الہدیۃ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ لایا جاتا تو فرماتے کھاؤ بھئی اور ہدیہ پیش کیا جاتا تو فرماتے کہ آؤ بھئی، ایسی تعبیر اردو زبان والے اس کو سمجھ سکتے ہیں، کھاؤ بھئی اور آؤ میں اس ہدیہ کی ساری شرح فرمادی اور صدقہ کی ساری شرح حضرت نے فرمادی۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی لاؤ بھئی اور پھینکو بھئی، یہ ان کے یہاں ہوتا تھا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، اس لئے خدام نے انتظام کیا تھا کہ کوئی حضرت کو تکلیف نہ دے، کوئی ہدیہ ہم کو نہیں چاہئے، کوئی دے تو واپس، بڑے سے بڑا ہدیہ، چھوٹے

سے چھوٹا ہدیہ، جانے ہی نہیں دیتے، کسی کو پھڑ کنے نہ دیتے حضرت کے پاس، وہ خدام کوشش کرتے اپنی طرف سے کہ ہم اپنے طور پر پوری محنت کر کے حضرت کے سامنے بالکل حلال چیز پیش کریں گے کہ حضرت کو تکلیف نہ ہو۔

دودھ کا ہدیہ کیوں رد

ایک خادم تھے کہ جن کے یہاں سے ہمیشہ دودھ آتا تھا، دودھ لے کر جا رہے ہیں، معمول کے مطابق روز لے جاتے ہیں، ایک دن جب حضرت کے سامنے سے گذرے، حضرت نے فرمایا ادھر آ، کیا دودھ؟ فرمایا لے جاؤ، فرمایا کہ میں اپنے گھر سے لایا ہوں، جاؤ بھئی پھینکو اس کو، انہوں نے فرمایا کہ میں ابھی آتا ہوں، فوراً گئے اور حوض کی نالی میں بہا دیا۔

پھر حاضر ہوئے، رونے لگے اور عرض کیا، حضرت کے پیر پکڑ لئے، دبا رہے ہیں، حضرت! للہ مجھے بتا دیں کہ یہ میری بھینس ہے اس کا روز دودھ آتا ہے اور روز حضرت اس کو قبول فرماتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ نہیں، نہیں۔ کہا کہ میں یہاں سے اٹھوں گا نہیں اور حضرت کے پیر پکڑ لئے۔ حضرت نہیں اٹھ سکتے جب تک مجھے نہ بتائیں، تو حضرت نے فرمایا کہ پرسوں تم فلاں دکان میں فلاں بازار میں دکان سے گزر رہے تھے اور تم نے اپنی بھینس کو کھلانے کے لئے دانے وہاں سے خریدے تھے اور تم نے اس سے کہا کہ پیسے بعد میں دے دوں گا، اور آج آپ نے بھینس کو یہ دانے کھلائے جس کے پیسے ادا نہیں کئے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی قبر کی مٹی سے خوشبو

کیسے دیکھتے ہوں گے یہ، واللہ! یہ گھڑی ہوئی کہانیاں نہیں ہیں، سچے قصے ہیں، یہی حال حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا، ان کے صاحبزادے کا وہاں کا مکہ مکرمہ میں، حضرت مولانا احمد علی لاہوری کو جب دفن کیا گیا تو مدتوں ان کی قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی، لوگ اٹھا اٹھا کر لے جاتے، حکومت نے ٹیسٹ کروایا، سائنسدانوں نے لیبیاریٹری میں ٹیسٹ کر کے کہا کہ اس میں خارجی اجزاء کوئی نہیں، یہ طبعی اسی مٹی کی خوشبو ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی قبر کی مٹی سے خوشبو

ابھی میں نے وہاں احمد آباد کے علماء ملنے کے لئے آئے تو ان کو قصہ سنایا، میں نے کہا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی تدفین سے ہم لوگ فارغ ہوکر جب مدرسہ علوم شرعیہ پہنچے تو وہاں پہنچ کر کے سمٹ کر بیٹھ گئے، کوئی اس کونے میں بیٹھ گیا، کوئی اس کونے میں، اور اپنے رونے دھونے میں مصروف تھے، تھوڑی دیر کے بعد ہم نے اشارہ کیا پیر صاحب کو، حضرت مولانا طلحہ صاحب کو، وہ چونکہ قبر میں اترے تھے تو ان کے کپڑے سارے مٹی میں ملوث تھے، کپڑوں پر مٹی لگی ہوئی، تو ہم نے کہا کہ ذرا اوپر جا کر غسل کر کے کپڑے بدل لیں، ابھی سب تعزیت کے لئے عرب حضرات اور مشائخ اور علماء سب آئیں گے۔

وہ فورًا جلدی جلدی اوپر چلے گئے جہاں اماں جی کا قیام تھا تو وہاں اماں جی اور حضرت کی اہلیہ محترمہ اور ہماری اہلیہ ان کے پاس تھیں، وہاں وہ پہنچے اور انہوں نے جا کر غسل خانے میں غسل کر کے کپڑے وہاں پھینکے اور دوسرے کپڑے بدل کر کے نیچے آگئے، وہاں اوپر جو مستورات تھیں، اب آپ وہ لمحہ سوچیں کہ ابھی حضرت کا وصال ہوا ہے، ابھی دفن کیا ہے، تو وہ سب مستورات محسوس کر رہی ہیں ایک خوشبو، سب کہہ رہی ہیں یہ کیا خوشبو ہے، کہاں سے آرہی ہے؟ رونا دھونا چھوڑ کر کے اس خوشبو کی تلاش میں کہ یہ خوشبو کیا؟ کتنی ہوگی۔

ایسے موقع پر کوئی سوچ سکتا ہے، کسی کا ذہن جا سکتا ہے اس چیز کی طرف کہ یہ خوشبو کیسی ہے، کہاں سے آئی، انہوں نے، سب نے ایک دوسرے کو اشارے کئے کہ خوشبو، خوشبو تو پھر بالآخر جب حمام کا دروازہ کھولا تو سب سے زیادہ خوشبو حمام میں، غسل خانے میں، تو وہاں خوشبو کہاں سے؟ دیکھا کہ حضرت پیر صاحب کے کپڑوں میں، جس میں وہ قبر کی مٹی لگی ہوئی تھی۔

یکم شعبان، پیر کے دن، تین بج کر چالیس منٹ پر حضرت کا وصال ہوا تھا، عصر سے پہلے، تو یکم شعبان، شعبان گزرا، رمضان گزرا، یکم شوال عید کے روز ہمارے ایک دوست ڈاکٹر

یعقوب دہلوی جو مدینہ یونیورسٹی کے بڑے اونچے پروفیسر، ڈاکٹروں میں سے ہیں، جو سعودیہ بھر کے قضاۃ ہیں سارے وہ ان سے فقہ پڑھنے آتے ہیں، وہ اپنے یہاں لے گئے عید پر، میں نے کہا، روتے ہوئے میں نے حضرت کا ایک شعر ان کو سنایا جو حضرت عید کے موقع پر خطوط میں لکھوایا کرتے تھے:

خوشی کے ترانے خبر دے رہے ہیں — سحر جلوہ گاہ ہے جہاں عید ہوگی
سحر کے ترانے خبر دے رہے ہیں — سحر جلوہ گاہ ہے جہاں عید ہوگی
مگر جن کے دل مر چکے ہو انہیں کیا
سحر کے ترانے خبر دے رہے ہیں — سحر جلوہ گاہ ہے جہاں عید ہوگی
مگر جن کے دل مر چکے ہو انہیں کیا — جہاں عید ہو گی وہاں عید ہوگی

یہ کہہ کر میں رو رہا ہوں اور میں نے کہا کہ کیا کھانا اور کیا کرنا؟ اور پھر میں نے روتے ہوئے وہی حضرت کے قصے اس طرح شروع کئے اور یہ قصہ سنایا حضرت کے پیر صاحب کے کپڑوں والا کہ اس میں خوشبو۔

بچوں کی طرح انہوں نے چھلانگ لگائی، کود پڑے، اچھل پڑے، اور بھاگ کر کے گئے اور جلدی سے ایک تھیلا لے کر آئے میرے سامنے رکھ دیا، کہ اس کو سونگھو۔ میں نے وہ تھیلا کھولا، سونگھا تو میں نے کہا کہ واللہ، یہ تو حضرت کی خوشبو، آپ سوچیں گے خوشبو وہ کپڑوں جیسی انہوں نے سونگھی، خواتین کو کیا پتہ کہ حضرت کے جسم کی خوشبو کیا تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی یادیں

میں نے ہمارے دار العلوم میں از ہر کی طرف سے ایک استاذ بھیجے گئے تھے عربی پڑھانے کے لئے، شیخ عبد اللطیف، انہوں نے شکوہ کیا، کہ آپ ہر سال کیوں طویل عرصہ کے لئے یہاں سے چلے جاتے ہو؟ وہ یوں چاہتے تھے کہ ہم دار العلوم میں رہ کر زیادہ کام کریں، آپ چلے جاتے ہیں، یہاں ذرا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

اس پر میں نے ان کو پھر حضرت کے قصے سنانے شروع کئے، میں نے کہا دارالعلوم رہے، آگے تو نہیں کہنا چاہئے کہ 'یا نہ رہے'، کیوں کہ یہ جو کچھ آپ نے مظاہر العلوم میں سنا، مظاہر العلوم کا قصہ جو کچھ ہوا، اور اس میں تباہی آئی اور دو جماعتیں بنیں اور دو ٹکڑے ہو گئے اُدھر وہ اور اِدھر یہ، اُدھر تم اور اِدھر ہم تو یہ کیوں ہوا؟ لوگ ان کو ایک جماعت کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیا، کوئی کسی کو کوستا ہے۔

ایک دفعہ خدام کی مجلس ہو رہی تھی، ہمارے صوفی اقبال صاحب اس وقت بیٹھے ہوئے تھے، صوفی جی سے میں نے کہا کہ صوفی جی، میں ایک بات کہوں، یہ تو بہت دیر سے فلاں فلاں کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں مگر یہ جو کچھ سہارنپور میں ہوا ہے وہ آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ چونک پڑے وہ صوفی صاحب، کہ یہ قصہ تو بعد میں شروع ہوا، حضرت کے وصال کے بعد تو حضرت نے کیسے کیا؟ پھر میں نے قصہ سنایا کہ ایک دفعہ وہاں سے کسی نے کوئی قصہ لکھا مظاہر العلوم سے متعلق، وہ قصہ جب حضرت نے سنا تو حضرت کو تکلیف ہوئی، تو حضرت نے جب جواب لکھوانا شروع کیا تو فرمایا پہلے یہ شعر لکھو، شعر بھی ایسا:

بلبل نے آشیاں اپنا چمن سے اٹھا لیا
بلا سے اپنی کہ ہما رہے یا بوم بسے

کہ اس چمن سے بلبل نے تو اپنا آشیانہ اٹھا لیا اپنا گھونسلہ کہیں اور لے کر چلی گئی، اب وہ یہاں اس کے چہکنے کی آواز تم نہیں سن پاؤ گے، یہاں اب تو یا تو رہے گا ہما یا بوم اور الو، تو میں نے کہا کہ اس لئے الو بس رہا ہے مظاہر العلوم میں، اس وقت بند تھا ویران۔ تو میں نے کہا کہ یہ حضرت کی زبان سے یہ جو کلمات نکلے وہ اسی طرح پورے ہوئے۔

میں نے شیخ عبد اللطیف صاحب سے کہا کہ، وہ ہمارے حضرت ہمیں اتنے پیارے ہیں کہ ہم حضرت کے لئے سب کچھ چھوڑنے کے لئے تیار۔ پھر حضرت کے واقعات کہ کیوں

ایسا، تو سناتے سناتے میں جب یہاں پہنچا، میں نے کہا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ایک مزاج تھا، ہر چیز میں مختلف تھا دوستو، ہر چیز میں۔

حضرت کے اس مزاج کو دیکھ کر ہم تو سوچا کرتے تھے کہ یہ تو قرنِ اول کے لوگوں میں سے کہیں رہ گئے تھے، چھپ گئے تھے، جو آج ظاہر ہوئے، جیسے وہ شیعوں کے یہاں غار سُرَّ من رأی یا سِرداب سامری میں مہدی چھپے ہوئے ہیں وہ آئیں گے، کہا کہ یہ تو صفِ اول کے لوگوں میں سے اور قرنِ اول کے حضرات میں سے کہیں رہ گئے تھے، اللہ تبارک وتعالی نے ہمارے لئے ان کو رکھ رکھا تھا۔

ورنہ ہر چیز میں مزاج مختلف، لباس میں حضرت کا یہ جملہ، فرماتے کہ اچھا لباس مجھے کبھی نہ اپنے لئے اچھا لگا، نہ دوسرے کے بدن پر اچھا لگا، دوسرے کے بدن پر اچھا لباس دیکھ کر ظاہر ہے کہ اس کو تو نہیں ٹوکتے تھے جیسا کہ ایک نمائش آج کل ہوتی ہے، روک ٹوک، یہ حالت حضرت کی نہیں تھی، قطعاً نہیں، نہایت پیار ہی پیار تھا۔

حضرت کا مزاج کہ اچھا لباس مجھے کبھی اپنے لئے پسند نہیں آیا، اپنے لئے اچھا نہیں لگا اور دوسرے کے بدن پر بھی اچھا نہیں لگا، دوسرے کے جسم پر پسند نہیں آیا، کسی اور کو تو میں نے جیسا عرض کیا کہ زبان سے ٹوکتے بھی نہیں تھے، چاہے دولہا بناؤ سنگار کر کے کسی طرح پہنچا ہو، اس کو دعائیں دے دی، رخصت کر دیا۔

مگر وہاں مدینہ منورہ میں حضرت چارپائی پر ہیں، نواسے، نواسیاں، بچے کمرے میں آرہے ہیں، ابا جی السلام علیکم، ایک بچہ آیا تو ذرا چمکدار کوئی کپڑا اس نے پہن رکھا تھا، تو حضرت نے فرمایا ادھر آ، دوسالہ بچہ، دوسالہ، ادھر آ! حضرت نے غصہ میں دو تین جگہ سے اس کو پھاڑا اور فرمایا، اپنی ماں کو جا کر دکھا، یہ عمل تھا اپنے گھر میں، اپنوں کے ساتھ حضرت کا، جو حضرت فرماتے تھے کہ اچھا لباس مجھے کبھی اپنے اوپر اچھا نہیں لگا، نہ دوسرے پر اچھا لگا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے کپڑوں کی خوشبو

اسی وجہ سے ہم دیکھتے تھے کہ سالہا سال ہم نے حضرت کو دیکھا کہ پوری سردیاں پانچ مہینے ایک کرتہ حضرت پہنتے تھے اور وہ پانچ مہینے کبھی دھلتا نہیں تھا، جب موسم ختم ہوا تب اترتا تھا، روزانہ جب حضرت لیٹتے تھے،اس وقت اس کو گرمی میں دھوپ میں رکھ دیا جاتا، پھر حضرت اٹھتے، وضو فرماتے، پہنا دیا جاتا، اور جب پانچ مہینے ختم ہوئے تب وہ گرمی کے کپڑے، دوسرے ململ اور عام کپڑا پہننا حضرت شروع فرماتے تھے، وہ تو اتنا چھ مہینے، پانچ مہینے پہننے کے باوجود اس کو آپ سونگھیں گے تو اس میں وہ خوشبو ہوتی تھی جو کعبۃ اللہ کی غلاف اور دیوار میں آپ سونگھیں گے،حضرت کے جسم میں یہی خوشبو ہم سونگھتے تھے۔

شیخ عبداللطیف صاحب سے میں نے کہا کہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے اپنے شیخ کے متعلق، ایسا پیر کوئی بتائے گا؟ مزاح میں کبھی حضرت فرماتے تھے کہ ’پیراں نمی پرند مریداں می پرانند‘ پیر تو اڑتے نہیں ہیں، مریدین اڑاتے ہیں ہانکتے رہتے ہیں ان کی کرامتیں، اناپ شناپ۔

میں نے کہا کہ یہ جس کی شہادت اس طرح آپ کو مل جائے گی کہ میں یہ جو کہتا ہوں کہ ہم حضرت کے جسم سے وہ ملتزم والی خوشبو سونگھتے تھے اور وہ کعبۃ اللہ والی، غلاف والی خوشبو سونگھتے تھے۔ حضرت کے کپڑوں سے سونگھتے تھے، میں نے کہا کہ میں جب پہلی مرتبہ آیا تھا۔ اس وقت کا میں کرتہ لے کر آتا ہوں آپ کے پاس، کتنے برس ہوگئے، انہوں نے گننا شروع کیا۔

کہا کہ ہاں اتنے برس۔ کہا کہ وہ میں کرتا لے کر پہنچا، دیا انہیں، سونگھا، اب ان کے ہاتھ لرز رہے ہیں، کانپ رہے رہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، رونے لگے اور بار بار روتے ہوئے یہ کہے جا رہے ہیں واللہ! یہ تو وہی خوشبو ہے ملتزم والی، وہ کئی برس وہاں رہے مکہ مکرمہ میں، مدرس تھے عربی زبان کے، تو یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خوشبو ان کپڑوں میں بسی ہوئی تھی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب عید کے دن میں پہنچا، ڈاکٹر یعقوب صاحب کے یہاں دسترخوان پر، وہ بھاگے ہوئے تھیلا لے کر آئے اور تھیلا میرے سامنے رکھا کہ اس کو سونگھو، میں نے سونگھا تو میں رونے لگا، میں تو پہلے سے رو رہا تھا، حال برا ہوگیا، جب کچھ طبیعت سنبھلی، تو میں نے کہا کہ یہ حضرت کے کپڑے؟ میں نے کہا یہ کیا، حضرت کی خوشبو یہاں کیسے؟ ان کپڑوں میں؟ یہ کپڑے حضرت کے نہیں؟ بالکل حضرت کے کپڑوں کی، حضرت کے جسم کی خوشبو ان کپڑوں میں کہاں سے آگئی؟

وہ کہنے لگے کہ جب حضرت کو دفن کیا جارہا تھا تو تدفین کے وقت مدد کرنے میں ہمارے بھائی عبد اللہ وہ بھی شریک تھے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو جلدی جلدی گھر پہنچے، انہوں نے دیکھا کہ سب کپڑے مٹی میں اٹے ہوئے ہیں، گھر پہنچے اور غسل خانے میں گئے اور کپڑے اتارے اور غسل کر کے چلے گئے۔

ڈاکٹر یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ گھر میں اس وقت چند خواتین تھیں، میری والدہ تھی، میری خالہ تھی، میری ہمشیرہ، اور فلاں فلاں اور خواتین تھیں اور جو مستورات تھیں، انہوں نے بھائی کے جانے کے ساتھ ہی محسوس کیا کہ پورا گھر خوشبو سے مہک رہا ہے۔

ان سب نے کہا کہ یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے، تلاش کے بعد ان سب نے غسل خانے میں جا کر دیکھا کہ یہاں سے خوشبو ہے، ان کپڑوں کو اٹھایا، پھر کہا کہ یہاں سے خوشبو ہے، کہتے ہیں کہ ہم نے ان کپڑوں کو اسی طرح محفوظ کرلیا ہے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی قبر کی مٹی کی یہ خوشبو، جیسے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی اکلِ حلال کی توفیق دے اور ہمیں بھی یہ خوشبوئیں نصیب فرمائے، ایسے اعمال کرنے کی توفیق دے کہ جس سے قبر ہمارا انتظا کرے، آخری یہ قصہ بیان کر کے میں حدیث پڑھ لوں گا دعا کرلوں گا، بلکہ حضرت مولانا ذوالفقار صاحب سے دعا کروائیں گے۔

ایک خواب

سیدی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ابھی حیات تھے۔ حضرت کے وصال سے دس دن پہلے تنکاریہ کے ہمارے ایک دوست ہیں بولٹن میں، اس وقت وہ لندن میں ہیں ان کا خط آیا، حضرت کے حالات، خیر خیریت معلوم کرنے کے لئے تھا، اس میں انہوں نے لکھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا، خواب میں کیا دیکھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہوگیا، پھر اس کے دس دن کے بعد واقعۃً حضرت کا انتقال ہوگیا۔

ابھی ہمارے ماموں جان، غلام محمد ترکی صاحب، اسی سفر میں مجھے عبد الرحیم نے بتایا کہ آپ کے آنے کی اطلاع سے دس بارہ دن پہلے ماموں جان نے بتایا کہ میں نے آج خواب میں دیکھا کہ بھائی یوسف آئے ہیں اور آگے آگے کوئی چل رہا ہے، تو کہتے ہیں کہ اس کے بعد، چار پانچ دن کے بعد اطلاع آئی، ان کا خواب بالکل سچا تھا۔

دس دن پہلے یعقوب ناتھا کا خط آتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا اور حضرت کا جنازہ بقیع میں لے گئے اور بقیع میں جنازہ رکھا گیا۔ تو خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت نے خود کفن کھولا اور فرمایا کہ مجھے قبر میں رکھنے سے پہلے قبر میں خود اتر کر دیکھ لو کہ یہاں سے کعبہ شریف نظر آتا ہے؟

وہ فرماتے ہیں کہ میں قبر میں اترا اور قبر میں اتر کر میں نے دیکھا تو ایک طرف دیکھا کہ قبلہ کی جانب کھڑکی، کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور وہاں سے صاف کعبہ نظر آرہا ہے، میں نے آکر، اوپر آکر حضرت کو اطلاع دی، قبر سے اوپر آکر حضرت کو اطلاع دی کہ حضرت کعبہ نظر آرہا ہے، حضرت نے فرمایا اچھا، پھر حضرت نے فرمایا کہ اب نیچے اترو اور دیکھو کہ یہاں سے روضہ شریف نظر آرہا ہے؟

یہ بقیع شریف کچھ حصہ اس کا بلند ہے، کہیں نیچے ہے، نشیب وفراز والا قبرستان ہے، وہ لکھتے ہیں کہ میں نے قبر میں اتر کر دیکھا تو دوسری کھڑکی سرہانے کی طرف کھلی ہوئی ہے اور

کھڑکی سے میں دیکھ رہا ہوں کہ روضہ شریف صاف نظر آرہا ہے، تو میں نے قبر سے باہر آکر حضرت کو اطلاع کی کہ حضرت روضہ شریف بھی نظر آرہا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اچھا، اب مجھے قبر میں نیچے اتارو، اس کے بعد دفن کیا گیا۔

اب ٹھیک دس دن کے بعد حضرت کا وصال ہوا اس خط کے آنے کے دس دن کے بعد اور قبر حضرت کی ایسی ہی جگہ بنی۔ آج مجھے کوئی پوچھ رہا تھا احمد آباد میں کہ حضرت کی قبر شریف کہاں ہے بقیع پاک میں؟ تو میں نے کہا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر کے سرہانے کے سیدھ میں آپ کھڑے ہوں اور چلنا شروع کریں، گنتے ہوئے ایک قبر، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی تو چھٹی قبر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہے۔

وہاں جب ہم نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا اور وہاں سے جب میں نے اپنا رخ پھیرا تو دیکھا گنبد شریف کو، تو بالکل گنبد شریف کی سیدھ میں قبر ہے، بالکل سیدھ میں جو انہوں نے خواب میں لکھا تھا کہ وہ ادھر کھڑکی کھلی ہوئی ہے، اندر سے لیٹے لیٹے کعبہ کو بھی دیکھ رہے ہوں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پائینٹی شریف میں، اقدامِ عالیہ میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے تو اس کی بالکل سیدھ میں حضرت کے لئے نماز کی جگہ رکھی جاتی، پہلے سے کوئی ایک ساتھی پہنچ جاتا اور وہاں مصلی بچھا کر بیٹھا رہتا، پھر حضرت وہاں پہنچتے اور پانچوں نمازیں ادا فرماتے، اس جگہ کا معمول کئی برس رہا، اللہ تبارک وتعالی ہمارے اکابرین کی طرح ہمیں سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا پیار

میں نے تو کہا تھا کہ آخری قصہ لیکن حضرت کی داستان ایسی ہے کہ جو ختم نہیں کی جا سکتی، میں نے کہا کہ ایک دفعہ بخاری شریف میں پڑھا رہا تھا، تو میں نے تین ہفتے مسلسل حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کئے مقدمے میں، میں نے کہا کہ میں نے حضرت شیخ سے،

یہیں سے میں نے شروع کیا کہ میں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی اور فرمایا کہ میرا ارادہ اس سال بخاری شریف پڑھانے کا نہیں تھا نزولِ آب کی وجہ سے پانی اترا، مگر صرف تیری وجہ سے پڑھا رہا ہوں۔

یہ کہہ کر پھر حضرت کے حالات جو شروع کئے، تین ہفتے، پھر میں نے سوچا کہ یا اللہ! ان کا بخاری کا نقصان ہو رہا ہے، تو پھر آگے بخاری پڑھانی شروع کی، میں نے ان سے کہا کہ میں تو پتہ نہیں پاگلوں کی طرح سے بکتا چلا جاؤں گا، سالہا سال کی داستانیں، کتنی ساری ذہن میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ ختم کریں۔

آج جمعہ ہے، گزشتہ جمعہ کی شب میں ہمارے یہاں فون آیا پاکستان کے اوپوزیشن کی، پارلیمنٹ میں جو اوپوزیشن کے لیڈر ہیں، دس سال تک رہے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، وہ تشریف لائے، انہوں نے فون کیا کہ مجھے آپ سے ملنا ہے، ملنے کے لئے آئے، والدہ ماجدہ کی تعزیت کے سلسلہ میں، تعزیت کے لئے وہ ملنے کے لئے آئے۔ انہوں نے پھر تعزیت کے بعد کہا کہ آپ ذرا اس وقت صدمے میں ہیں، مجھے نہیں پوچھنا چاہئے مگر میں گزشتہ سال چوک گیا تھا۔ جب ایک قصہ جو آپ نے سنایا تھا تو وہ میں آج پھر آپ کی زبانی اس کو تازہ کرنا چاہتا ہوں، کہ کچھ وہ قصہ ادھر ادھر نہ ہو جائے، ان کے پوچھنے پر مجھے فوراً وہ ساری گفتگو یاد آ گئی۔

میں نے کہا کہ آپ کے ساتھ پارسال یہ گفتگو ہوئی تھی، آپ نے اپنا قصہ سنایا تھا، راے ونڈ کی اجتماع میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تشریف لے گئے، وہاں کے بڑے بڑے علماء تمام جامعات اور دار العلوم کے شیخ الحدیث، تمام اکھٹے ہو کر مفتی محمود صاحب کی، مولانا فضل ا لرحمٰن صاحب کے والد کی قیادت میں حضرت کو ملنے کے لئے پہنچے۔ تو ان میں سے بہت سوں کو حدیث کی اجازت لینی تھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے، جب ملاقات ہوئی تو حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت، یہ میرا فضل الرحمٰن میرا بیٹا ہے اس سال یہ

فارغ ہوا ہے، اس کے لئے روایت حدیث کی اجازت کی درخواست ہے، مولانا فضل الرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ادھر آؤ، سامنے بلایا۔ فرمایا میرے پیارے، کتنا پیارا انداز۔

اکابر کے اصول

اس لئے ہماری وہ کتاب محبت نامے تیار ہوئی تو اس میں ہر جگہ پیار کے جملوں کے لئے پھول، گلاب کا پھول تجویز کیا، میرے پیارے، فرمایا مولانا فضل الرحمٰن سے، میرے پیارے، حدیث کی میری طرف سے تجھے اجازت ہے بشرطیکہ میرے اکابر کے اصول کے تحت حدیث پڑھاؤ۔ تو یہ اکابر کا اصول کیا تھا؟ اکابر کا اصول یہ تھا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک غیر مقلد بڑے علامہ حاضر ہوئے، سوالات کئے، اخیر میں اس نے کہا کہ حضرت، بس معاف کیجئے، میں تو گستاخی کے لئے آیا تھا، امتحان کے لئے آیا تھا مگر یہاں تو کچھ اور ہے، مگر مجھے ایک اشکال ہے، پوچھا کیا اشکال؟ فرمایا کہ آپ جیسا علم کا سمندر اور آپ جیسے انسان مقلد؟ تو یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ اس سے آپ سوچئے کہ آپ جیسا انسان اور غیر مقلد؟۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا مقام

حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ہمارے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں، فرماتے تھے کہ میں نے ہمارے استاذ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ نہیں، بارہا سنا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو حق تعالیٰ شانہ نے اجتہادی صلاحیت اور استعداد اس درجہ عطا فرمائی تھی کہ اگر ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدون کیا ہوا فقہ دنیا سے ختم ہوگیا ہوتا، تو ہمارے حضرت گنگوہی اس کو مِنْ و عَنْ اسی طرح مرتب فرما دیتے، کس درجہ کا علم ان حضرات کا، اس لئے جس درجہ کے علم کے پہاڑ ان کے لئے شہادت دے رہے ہیں، پھر بھی یہ حضرات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے مقلد رہے۔ حضرت کا جملہ ''بشرطیکہ میرے اکابر کے اصول کے مطابق تشریح کریں احادیث کی'' یہ معنی ہیں اس جملے کے۔

اوجز المسالک کا مقام

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب جب پوچھنے کے لئے آئے تھے، پھر میں نے ان سے، آگے سنایا کہ یہ تو آپ نے اپنے متعلق سنایا تھا اور پھر میں نے جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو قصے سنائے تھے اس میں سے دو قصے آپ کو سنائے تھے، ایک جو میں شروع میں سنا رہا تھا، ایک حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علی کے خلیفہ پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر انہوں نے ان کے ذمے تعزیرات اور حدود کی شق تھی، جو انہوں نے حضرت کو خط لکھا تھا، اس میں لکھا کہ تعزیرات اور حدود کے ذیل میں ایک حدیث کی تلاش تھی اور میں اس حدیث کو تلاش نہیں کر پایا، ایک دن، دو دن، تین دن، کہتے ہیں کہ دو ہفتے اس میں گزر گئے، میں پریشان، میرا آگے قلم نہیں چل رہا اور مجھے ایک محدود وقت میں حکومت کے لئے مضمون تیار کرنا تھا۔

میں ایک رات اسی پریشانی کے عالم میں سویا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کس حدیث کی تلاش ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس حدیث کو تلاش کر رہا ہوں، فرمایا کہ اوجز کی فلاں جلد میں، فلاں باب میں، فلاں جگہ دیکھو، یہ حدیث ہے۔ جیسے ہی میری آنکھ کھلی رات کو ساڑھے تین بجے، میں نے اوجز کھولی، وہ باب کھولا و، وہ صفحہ کھولا، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اسی جگہ وہ حدیث تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم کس قدر اس کتاب پر ہے کہ وفات کی صدیوں بعد ڈیڑھ ہزار برس بعد رہنمائی فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث فلاں جگہ ہے، کتنی مقبول ترین کتاب ہے۔

اب ان فضائل و مبشرات کو دیکھئے اور فضائلِ درود شریف کا جھگڑا دیکھئے، میں نے کہا کہ

دوسرا قصہ میں نے سنایا تھا کہ شیخ الاسلام پاکستان جنہیں شیخ الاسلام کا لقب دیا گیا تھا، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بیٹے ڈاکٹر محمد عمر نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وصال پر مجھے تعزیتی مضمون لکھا تھا اور اس میں ایک مضمون بھیجا تھا اور جو اس وقت اقرأ ڈائجسٹ میں ہم نے چھپوایا بھی تھا۔

اس میں انہوں نے لکھا کہ میرے والد صاحب اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہم استاذ تھے، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے شاگرد اور حضرت شیخ بھی، تو دونوں ہم استاذ تھے۔

کہتے ہیں میرے والد صاحب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب بیان فرمایا کرتے تھے ایک عجیب قصہ ہوا کہ ایک دفعہ رات کو عشاء کے بعد دیر تک بذل المجہود کی تألیف ہوتی رہی، جب تصنیف سے فارغ ہوئے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دولت کدہ پر، گھر پر، مدینہ منورہ میں جو ان کا گھر تھا وہاں تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ وہیں مدرسہ علوم شرعیہ میں اپنے کمرے میں چلے گئے۔

رات کو خواب دیکھا، آنکھ کھلی، جیسے ہی آنکھ کھلی تو بھاگے حضرت شیخ الحدیث، آدھے رستے میں نہیں پہنچے، تو دیکھا کہ سامنے کوئی لالٹین لے کر آ رہا ہے، اس زمانہ میں بجلیاں نہیں تھیں ہمارے بچپن میں بھی یہاں نرولی میں بجلی نہیں تھی، یہاں پہلی دفعہ میں دیکھ رہا ہوں۔ فانوس، لالٹین لے کر کوئی صاحب آ رہے ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے دور سے دیکھ کر سوچا کہ ہوں گے کوئی، جب حضرت نے قریب پہنچ کر دیکھا تو اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہیں، لپک کر دوڑے کہ حضرت، آپ نے رات کے وقت، اس وقت تکلیف فرمائی، صبح کا انتظار فرماتے، خدام حاضر ہوتے ہی ہیں، فرمایا کہ ارے بھئی آج میں نے خواب دیکھا، تو ہچکیاں بندھ گئی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی روتے روتے، حضرت نے فرمایا روتے ہوئے کہ حضرت میں بھی خواب سنانے کے

لئے ہی حاضر ہو رہا تھا، استاذ محترم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا؟

حضرت نے عرض کیا کہ آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آج کی شب بذل المجہود کا یہ مضمون لکھا گیا ہے، اور اس مضمون میں فلاں جگہ ایک سہو ہے، اس کو صبح ذرا درست کیجئے، تو میں نے سوچا کہ پتہ نہیں صبح تک زندہ رہیں یا نہ رہیں، اس لئے میں تو بھاگا ہوا آرہا تھا۔

یہ مقام ہمارے اکابرین کا، یہ بذل المجہود کا اور یہ اوجز المسالک کا، اللہ تبارک وتعالی ان بزرگوں کی ہمیں قدردانی کی توفیق عطا فرمائے، ان کا اتباع نصیب فرمائے۔

حدیث مسلسل بالاولیۃ

میں نے جو پہلے حدیث پڑھی تھی الحدیث المسلسل بالاولیۃ، اس کی بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ہم کو کئی دفعہ اجازت ملی ہے، ہر سال شروع درس میں حضرت اس کو پڑھا کرتے تھے، اس لئے میں نے پڑھی **الراحمون یرحمهم الرحمن تبارک و تعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء**۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی ہزار حدیثیں سنیں اور لکھیں۔

ایک دفعہ حضرت کے خاص خادم جو ہر وقت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ رہتے، انہوں نے کچھ اوراق اٹھائے، جیسے ہی انہوں نے اٹھائے تو حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے چھین لئے۔ آپ نے کیوں اٹھائے؟

شاگرد رونے لگا کہ حضرت میں تو سمجھا کہ حضرت کے ہر کام کی مجھے اجازت ہے اور میں نے یہ اوراق اٹھائے تو حضرت اس قدر ناراض، اس قدر خفگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ یہ میرا صحیفۂ صادقہ ہے، یہ مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے، کوئی اس کو ہاتھ لگائے یہ مجھ کو گوارا نہیں، اس لئے کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ سے احادیث سنتے ہیں، یاد کرتے ہیں، یاد رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر ممکن ہے کچھ خطا ہوجائے، ہم بھول جائیں، اس لئے اجازت ہے کہ اس کو میں لکھ لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، لکھ لیا کرو، اور زبانِ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے حق کے سوا کوئی چیز نہیں نکلتی، **وما ینطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی**، تو وہ صحیفہ صادقہ کے راوی ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہزاروں احادیث سنیں، ان میں سب سے پہلی یہ حدیث سنی، **الراحمون یرحمھم الرحمن تبارک و تعالی، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء**۔

اس وقت دنیا میں اسی کی ضرورت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فضیلت رحم کی بیان فرمائی اس حدیث میں، اللہ تبارک وتعالی رحم کو دنیا میں عام فرمائے، حکام کے دلوں میں رحم ڈالے، بادشاہوں کے دلوں میں رحم ڈالے کہ وہ ظلم رعیت پر نہ ڈھائیں اور بستیوں کو ویران نہ کریں اور اللہ تبارک وتعالی آپس میں ایک دوسرے سے تراحم، توادد کی توفیق عطا فرمائے، اس کے بعد میں آخری حدیث پڑھ دیتا ہوں پھر حضرت مولانا ذوالفقار صاحب دعا فرمائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. بابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَ قَوْلَهُمْ یُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاهِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِیَة وَ یُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُو الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَهُو الْجَائِرُ حَدَّثَنا اَحْمَدُ بْنُ اشكَاب قَالَ حَدَّثَنا مُحَمّدُ بْنُ فُضَیْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعقَاع عَنْ اَبِی زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلی الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلٰی اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِی الْمِيْزَان، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ علی آلِ سیدنا و مولانا محمد وَ عَلٰی اَزْوَاجِ سَيِّدِنا و مولانا محمد وَ عَلی اصحاب سیدنا محمد. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. ربنالا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا، ربنا و لا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا و اغفرلنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین، ربنااغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیاٰتنا و توفنا مع الابرار، ربنا و اٰتنا ما وعدتنا علی رسلک و لا تخزنا یوم القیامة، و لا تخزنا یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد، ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین اللهم لا سهل الا ما جعلته سهلا و انت تجعل الحزن سهلا اذا شئت لا اله الا الله الحلیم الکریم لا اله الا الله رب العرش العظیم و الحمد لله رب العالمین، نسئلک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک و الغنیمة من کل بر و السلامة من کل اثم و العصمة من کل ذنب لا تدع لنا ذنبا الا غفرته و لا هما الا فرجته و لا کربا الا نفسته و لا ضرا الا کشفته و لا دینا الا قضیته و لا مرضا الا شفیته و لا حاجة هی لک رضا الا قضیتها یا ارحم الراحمین،الیک رب فحببنا و فی انفسنا لک رب فذللنا و فی اعین الناس فعظمنا ربنا هب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرة اعین و اجعلنا للمتقین اماما، و اجعلنا للمتقین اماما. اللهم انا نعوذ بک من عذاب جهنم و نعوذ بک من عذاب القبر و نعوذ بک من فتنة المسیح الدجال و نعوذ بک من فتنة المحیا و الممات، اللهم انا نسئلک حبک و حب رسولک و حب

مـن یـحبک و الـعـمـل الـذی یبلغنا الی حبک اللھم صل علی سیدنا و نبیناو شـفـعیـنـا و حبیبـنـا و سـندنا و مولانا ممد و بارک و سلم سبحان ربک رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

۴۲

صاحب ان ھو الا وحي يوحی

سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کا استخارہ واستشارہ

ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر

وہ رند پاک طینت قبلۂ صافی درو ناں ہوں
کہ برسوں جوتیاں سیدھی کرے پیر مغاں میری

وہ سر پر سایہ افگن ہو قدم بوسی میں یہ مصروف
کمر بستہ ہیں خدمت میں زمیں و آسماں میری

مرے کلک فصاحت پر مضامین ناز کرتے ہیں
سریر آرائے اقلیم بلاغت ہے زباں میری

مفاتیح عقول عشرۂ عالم پہ میں قابض
علوم عقلی ونقلی سے مملو داستاں میری

دو سنگ آسیائے گنبد خضرا و غبرا میں!
مثال دانۂ بریاں ہے جان ناتواں میری

کمالات محمد کو بیاں کرتا مگر افسوس
نہ اس قابل بیاں میرا نہ اس قابل زباں میری

(حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِیَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْکَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْد

دوستو! جون میں نوجوانوں کی کانفرنس کے نام سے ہم سب یہاں اکٹھے ہوئے تھے، اور ابھی ان طلبہ کی فراغت کے موقع پر ختم بخاری شریف کے جلسہ میں ہم پھر جمع ہوئے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ جب سے یہ جلسہ شروع ہے اس وقت سے بیان کرنے والے اور مقررین الگ الگ موضوع پر، الگ الگ طریقہ سے اپنے اپنے انداز سے آپ کا ذہن بنانے کی کوشش کرتے رہے، آپ کی اس ذہن سازی میں آپ سے یہ چندہ کے خواہاں نہیں ہیں۔

ہمارا یہ مدینۃ العلوم کوئی مالدار ادارہ نہیں ہے، اس کی عمر بیس سال سے زیادہ ہوگئی، یہ بیچارہ پیدائشی مقروض، اور آج تک اسی حال سے یہ گذر رہا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سی

عمارتیں ٹوٹی پھوٹی، پھر بھی کانفرنس کے موقع پر بھی ہزاروں کا مجمع شریک ہوتا ہے، جو طبقہ جون میں آتا ہے، بہت کم اس موقع پر وہ دیکھا جاتا ہے۔اور اس وقت بھی مدینۃ العلوم کی انتظامیہ کی خواہش، کوشش، اور جو بھاگ دوڑ ہوتی ہے، وہ صرف یہ کہ آپ کو یہ اچھے سے اچھا کھلائیں، اور بہتر سے بہتر انتظام آپ کے لئے کیا جائے، ہر طرح کی راحت رسانی کا یہ حضرات انتظام کرتے ہیں، اس کے لئے نہ کھانے کا کوئی ٹکٹ، بلکہ شروع کے سالوں میں تو یہ پوچھا جاتا تھا کہ آپ کو یہ جلسہ کیسا لگا؟ آپ کی نظر میں اگر کوئی قابلِ اصلاح چیز ہو، انتظام کے بارے میں، کھانے پینے کے بارے میں، بیانات کے بارے میں، مقررین کے بارے میں، تو بے شک آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں۔

یہ اسی لئے کہ یہ للہ، فی اللہ، لوجہ اللہ، صرف اور صرف آپ کی دینی خیر خواہی چاہتے ہیں، اس کے پیچھے نہ کوئی ادارہ ہے جو اس کی مالی معاونت کرتا ہو، نہ اس کے پیچھے کوئی بڑے امراء اور مالدار لوگ ہیں، جو اس کی سرپرستی کرتے ہوں، ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ آپ حضرات کی بطورِ مہمان جتنی تواضع کر سکیں یہ کریں، اور آپ کو دینی فائدہ زیادہ سے زیادہ پہنچے، اس کی یہ کوشش کرتے ہیں۔

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل وابستگی

ان کی کوشش صرف یہ ہے کہ آپ اپنے ایمان کو بچالیں، اور آپ کے دل و دماغ میں اللہ عز و جل کی ذات پر ایمان اور یقین، اور اللہ کی ذاتِ عالی کے بارے میں پختہ عقیدہ، اور سرورِ کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام، ذاتِ پاک کے ساتھ آپ کو وابستگی نصیب ہو جائے، اور اسلام کے متعلق ہر قسم کے شکوک، شبہات، اوہام اور سوالات سے پاک، صاف، ستھرا عقیدہ آپ کے قلب اور دماغ میں بسا ہوا ہو۔

اس لئے کہ آپ اِس ملک میں ہیں، ہر طرح سے آپ ان کی نگرانی، ان کی ماتحتی، ان کے انتظام کے ماتحت ہیں، اور آپ اِس ملک کے، اِس حکومت کے قانون کی ہر طرح سے پابندی

کرتے ہیں، اور یہاں بھی بار بار جب آپ تشریف لاتے ہیں تو اسی کا اعلان کیا جاتا ہے کہ یہاں آتے ہوئے، جاتے ہوئے، روڈ پر، یہاں اندر باہر، کسی کو آپ کی طرف سے کوئی ادنیٰ تکلیف نہ پہنچے، اس طرح کے اعلان کئے جاتے ہیں، اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اسلامی عقیدہ

یہ کانفرنس اور اس طرح کے جلسوں کا مقصد جو میں نے عرض کیا کہ اسلامی عقیدہ کو مضبوط بنانا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی پر ایمان اور یقین، میں سوچ رہا تھا کہ مجمع میں سے ہر کوئی جس مصیبت سے گذرتا ہے اس کی یہ تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ کاش اتنا بڑا مجمع ہے، اس موضوع پر بیان ہو، میرا بیٹا باغی، بیٹی جو آنکھوں کی ٹھنڈک تھی وبالِ جان بنی ہوئی ہے، اس باپ کی اس مجمع میں خواہش ہوتی ہے کہ ایک اچھا مقرر والدین کی اطاعت کے موضوع پر اچھا سا بیان کرے، وہ ٹیپ لے جا کر گھر پر سناؤں۔

مختلف مسائل

اس طرح جو بھی جس مسئلہ سے دو چار ہوتے ہیں ان کی یہ تمنا اور خواہش ہوتی ہے کہ اس موضوع پر بیان ہو، میں سوچ رہا تھا کہ بہت سے حضرات نے خصوصاً خطوط کے ذریعہ، ملاقات میں اپنی اپنی حاجات بیان کیں، پریشانیاں بیان کیں کہ اس موقع پر آپ ہمارے لئے، ہمارے اس مقصد کے لئے دعا کریں۔

دعا کردیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام کے جائز مقاصد پورے فرمائے، ان کی پریشانیاں ختم فرمائے، جو اولاد کی طرف سے پریشان ہیں ان کی پریشانیوں کو ختم فرمائے، جو بے اولاد ہیں اللہ تعالیٰ انہیں نیک صالح اولاد عطا فرمائے، جن کو پسند کے جوڑے نہیں ملتے اللہ تعالیٰ انہیں اچھے جوڑے عطا فرمائے، ان کے جوڑوں کے لئے جلد سے جلد انتظام فرمائے۔

میں نے سوچا کہ بہت سے مقاصد لوگوں نے بیان کئے، ان میں سے کسی موضوع پر دو چار منٹ میں بیان کردوں، پھر مجھے مدینہ طیبہ کی عیدیں یاد آئیں، کہ وہاں ہر عید کے موقع پر

مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے جو بڑے امام صاحب شیخ عبدالعزیز بن صالح تھے، کوئی پچاس سال کے قریب انہوں نے امامت فرمائی۔

ایک خواب اوراس کی تعبیر

آپ کے یہاں آپ کے صحیح مسلم شریف کے استاذ مولوی یوسف لورگت جو وہاں پڑھتے تھے مدینہ یونیورسیٹی میں، ایک دن انہوں نے مجھے وہاں مدینہ منورہ سے فون کیا، اور کہا کہ میں نے آج خواب میں دیکھا، خواب بیان کرتے ہوئے وہ رونے لگے۔

کہ میں نے خواب دیکھا کہ مسجدِ نبوی کا ترکوں کے زمانہ کی بنی ہوئی عمارت کا منار گر گیا، میں نے اس وقت اس کی تعبیر یہ دی کہ وہاں مدینہ طیبہ میں کسی بڑے کا انتقال ہوگا، کچھ ہفتہ عشرہ کے بعد پھران کا فون آیا کہ شیخ عبدالعزیز بن صالح کا انتقال ہوگیا، چونکہ وہ تمام ائمہ میں سب سے پرانے تھے اس لئے پرانی عمارت کا منار گرا۔

ایک اورخواب اوراس کی تعبیر

میں جب ریونین میں تھا، تو وہاں علماء کی مجلس تھی، وہاں کے علماء کے اجلاس میں جمع تھے، وہاں کسی نے ایک خواب بیان کیا، وہ صاحب کہنے لگے کہ میں نے کوئی پندرہ بیس سال پہلے خواب دیکھا تھا، جب اتنا انہوں نے کہا تو میں نے ان سے کہا کہ بھئی! اتنا پرانا خواب پندرہ بیس سال کا، کبھی تو تعبیر آناً فاناً فوراً واقع ہوجاتی ہے، اب پوچھنے سے کیا فائدہ؟ پندرہ بیس سال کا آپ خواب ذکر کررہے ہیں، پھر میں نے کہا اچھا بتاؤ!

انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ہماری سینٹ پئر کی مسجد کا منار سونے کا بنا ہوا ہے، میں نے کہا کہ آپ کا خواب تو بالکل سچا ہے، آپ ذرا تاریخ یاد کریں، اور وہ زمانہ یاد کریں، آپ نے جب خواب دیکھا ہوگا عین اسی وقت آپ کے یہاں، آپ کی مسجد میں مولانا اسحاق گنگات صاحب نے امامت شروع کی ہوگی، اور منار سونے کا اس لئے دکھایا گیا کہ مولانا اسحاق صاحب نے اپنا ایک دانت کا خول سونے کا بنایا ہوا ہے۔

مدینہ منورہ میں شیخ عبدالعزیز بن صالح کے عید کے خطبہ کا موضوع

شیخ عبدالعزیز بن صالح کو میں یاد کرنے لگا آج کہ جس طرح وہ اپنے عید کے خطبہ میں اسلامی عقیدہ، کفر وشرک، اور بدعت سے نفرت، سنت کا اتباع، نماز کی پابندی اور ارکان اربعہ کو تفصیل سے بیان فرماتے تھے، اس کے بعد پھر وہاں پر جو منکرات ہیں، بے پردگی، عریانی، شراب نوشی، اس کے خلاف وہ بیان کرتے تھے، اور الحمدللہ آپ نے صبح سے لے کر اب تک دیکھا کہ جامع طور پر بہت سی باتیں ضرورت کی آپ کے سامنے ان چیزوں میں سے آ گئیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ جو طلبہ آج فارغ ہو رہے ہیں، اور جس تقریب میں آپ جمع ہیں، یہ درسِ نظامی کی سب سے اہم ترین کتاب صحیح بخاری کے ختم کی تقریب ہے، یہ ہمارا درسِ نظامی یہ بڑا بابرکت، ایسا نصاب ہے جو صدیوں سے اسی طرح چلا آ رہا ہے، کیا علمی استعداد کے اعتبار سے اس کی برکات؟ کیا اس کی روحانی برکات؟ دیکھئے! درسِ نظامی کے اخیر میں، سب سے اخیر میں یہ صحیح بخاری پڑھائی جاتی ہے، جس کی یہ آخری حدیث ابھی آپ کے سامنے پڑھی جائے گی، جس کو قرآنِ پاک کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب، **اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ** قرار دیا گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استخارہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھوں احادیث میں سے اپنی اس کتاب میں کسی حدیث کو لینے سے پہلے استخارہ فرمایا، جب استخارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطمینان دلایا گیا، اس کے بعد آپ نے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے قریب **ریاض الجنۃ** میں اس کے ابواب لکھے، بہت سی احادیث ان ابواب کے تحت لکھیں، کیا ٹھکانہ اس بابرکت کتاب کا، کہ جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے استخارہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں استشارہ اور مشورہ کیا گیا ہو۔

کس قدر قبولیت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو عطا فرمائی، کہ کہاں دور ودراز بخارا، بخارا سمرقند میں امام بخاری گذرے، اور ان کی کتاب، صدیوں بعد آج یہاں ختم کی جارہی ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس ختم کی تقریب میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، ہم سہارنپور میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہوتے تھے، کبھی کوئی مسلمانوں کے متعلق بری خبر آتی تو قرآنِ پاک کا اور صحیح بخاری کا ختم پڑھا جاتا تھا، دعا کی جاتی تھی۔

فتح الباری کی مقبولیت

یہ ہمارا درسِ نظامی بڑا بابرکت ہے، اور اس کی ایک ایک کتاب چُن چُن کر اس نصاب میں رکھی گئی ہے۔

یہ صحیح بخاری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی، آپ کے بعد سینکڑوں اس کی شرحیں لکھی گئیں، ایک سو پچاس شرحیں ہندوستان کے ایک صاحب نے اپنے مضمون میں ذکر کی ہیں۔

اور ان ایک سو پچاس شروح میں سب سے زیادہ قبولیت اللہ تبارک وتعالیٰ نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری کو عطا فرمائی، ان کی کتاب تمام شروح میں سب سے زیادہ مقبول، ہمارے یہاں شرح نخبۃ الفکر بھی درسِ نظامی میں داخل ہے۔

شیخ سنا قدری کی دعا

یہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے حالات میں فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب اور میری والدہ بہت پریشان رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک بزرگ تھے شیخ سنا قدری، ان کی خدمت میں میرے والد حاضر ہوئے اور ان سے اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی، جیسے ہی میرے والد نے ان سے دعا کے لئے درخواست کی تو فوراً انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں اولاد دے گا، بیٹا دے گا، اور ایسا بیٹا دے گا کہ پوری دنیا کو علوم سے مالا مال کرے گا۔

اب جیسے میں نے عرض کیا کہ اب یہ کتنی صدیاں گذر گئیں اور جیسی شرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری لکھی اس کے پائے کی شرح آج تک نہیں لکھی جاسکی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بزرگ کو کیسی نظر عطا فرمائی ہوگی کہ نہ بیٹا سامنے ہے، نہ اس کی کوئی امید سامنے ہے، کتنی بڑی پیشین گوئی فرما رہے ہیں، اور وہ پیشین گوئی کتنی سچی ثابت ہوتی ہے، اور کیسی عظیم الشان پیشین گوئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اولاد دے گا، بیٹا دے گا، اور بیٹا بھی کیسا؟

جو دنیا کو علوم سے مالامال کرے گا، تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی اپنے حالات بیان کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شیخ سنا قدری کی دعا کے نتیجہ میں میرے والد کے گھر مجھے پیدا فرمایا، یہ، شیخ سنا قدری کی دعا کا نتیجہ ہے۔

دارالعلوم بری کے متعلق حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کا ۱۹۷۰ء میں ایک اشتہار

ابھی آج جو نکاح ہوئے ان میں ایک ہمارے عزیز محمد سلیم یوسف بھورات تھے، انہوں نے پرسوں ہی دارالعلوم میں فیکس کے ذریعہ ایک اشتہار بھیجا، میں نے وہاں دارالعلوم میں وہ اشتہار لگوایا تھا کہ طلبہ اس کو دیکھیں۔

یہ سن اُنہتّر، ستّر (۶۹/۷۰) کی بات ہے، میں نے ایک کتاب لکھی اطاعتِ رسول، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں بھیجتا رہا، حضرت اس کتاب کو خود بنفسِ نفیس سنتے تھے، جہاں کہیں کوئی اشکال ہوا، اس کی اصلاح فرماتے، جب اس کی طباعت کی نوبت آئی، حضرت نے اس کتاب کے اخیر میں خود ایک اشتہار لکھوایا۔

اس اشتہار میں لکھا ہوا ہے کہ دارالعلوم خلیلیہ رشیدیہ بولٹن، اور اعلان یہ ہے کہ انگلینڈ میں مسلمان دن بدن بڑھ رہے ہیں مساجد قائم ہو رہی ہیں، دینی ماحول بن رہا ہے، تو ہماری تمنا، آرزو اور کوشش ہے کہ یہاں دارالعلوم بنایا جائے، جس میں ان علوم کی تعلیم دی جائے، وہ

علوم ذکر کئے ہیں۔

اور یہ اشتہار اس وقت کا ہے جب نہ دارالعلوم تھا، نہ دارالعلوم کی کوئی جگہ تھی، نہ طلبہ تھے، نہ اساتذہ تھے، ہم وہاں بولٹن زکریا مسجد میں براجمان تھے، چھوٹی سی ایک مسجد تھی، وہاں مکتب چلتا تھا، وہ اشتہار جب لکھا گیا، حضرت کو لکھنے کے بعد سنایا گیا۔

شیخ الحدیث مولانا تقی الدین ندوی صاحب نے حضرت کو سنایا، حضرت نے فرمایا کہ آپ نے دورۂ حدیث نہیں لکھا؟ کہ وہاں دورۂ حدیث بھی ہوگا، یہ عبارت بھی اس میں بڑھادو، کہ یہاں دورۂ حدیث تک مکمل تعلیم ہوگی۔

اب جو حضرات سن ستّر (۷۰) سے پہلے اس ملک میں تھے وہ سوچیں اس زمانہ کے حالات پر غور کریں، کہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ یہاں کوئی دارالعلوم بن سکتا ہے اور چل سکتا ہے، مگر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سن اُنہتّر (۶۹) میں اشتہار لکھوا رہے ہیں اور، مدرسہ کے اشتہار میں اس کا اضافہ کروا رہے ہیں کہ لکھو! کہ وہاں حدیث اور تفسیر کی تعلیم ہوگی، اور دورۂ حدیث تک مکمل تعلیم ہوگی، چنانچہ حضرت کی دعا کے نتیجہ میں یہ دارالعلوم کی عمارت ہم نے سن بہتّر (۷۲) میں خریدی۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

سب سے پہلے جو دارالعلوم میں جلسہ ہوا، بَری میں، تو جلسہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ راندیری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، حضرت نے اپنے وعظ کے دوران یہ ارشاد فرمایا کہ میں یہاں سے ایک نور اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو پوری دنیا کو منور کرے گا۔

حالانکہ جس عمارت کی طرف انہوں نے اشارہ کیا، اس عمارت کے کچھ دو سو، تین سو شیشوں میں سے ایک شیشہ اس کا سلامت نہیں تھا، نہ اس کی چھت کا کوئی ٹھکانہ تھا، اندر عمارت میں داخل ہونے سے ڈر لگتا تھا، جگہ جگہ بارش کا پانی جمع ہوکر کے تالاب بن جاتا تھا، ہم نے عمارت سے دور باہر ایک گیرتج تھا، اس میں صفائی کرکے وہاں جلسہ کیا تھا، حضرت

اس خستہ حال عمارت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ میں یہاں سے ایک نور اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو پوری دنیا کو منور کرے گا۔

دار العلوم کا نور

ابھی اس سے پہلے جو رمضان گذرا ہے، اس کے بعد شوال میں طلبہ سے میں نے پوچھا کہ امریکہ کون کون گیا؟ جو ہمارے علم میں صرف دار العلوم کے طلبہ آئے جو وہاں تراویح پڑھانے کے لئے گئے تھے، تقریباً ستّر (۷۰) مساجد میں گئے تھے۔

یہ مولانا ریاض الحق صاحب کی کیسیٹ ماشاء اللہ ساری دنیا میں مقبول ہیں، ان کے ایک دوست نے بتایا کہ تین لاکھ سے زیادہ کیسیٹ ان کی پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں جو صرف ان کے ایک ادارہ سے، چھوٹا سا ان کا انسٹی ٹیوٹ الشریعہ ہے، وہاں سے جو لوگوں نے منگوائی اس کی تعداد کتنی؟ تین لاکھ سے زیادہ۔

آپ اندازہ لگائیں کہ پھر آگے جنہوں نے اس کو نقل کیا ہوگا، کاپی کی ہوگی، مولانا احمد علی صاحب، ان کی اہلیہ امید سے ہیں، آخری ایام ہیں، اس لئے وہ تشریف نہیں لائے، تو وہ گذشتہ سال بتا رہے تھے کہ کیلیفورنیا سے ایک شخص آج ملنے کے لئے آیا ان کی کیسٹ کی وہ وہاں تجارت کرتا ہے، یا کیسٹ اپنی طرف سے تقسیم کرتا ہے، بہت بڑی تعداد میں منگوا کر اس نے تقسیم کیں، تو وہ بطورِ خاص کیلیفورنیا سے سفر کر کے ان کو دیکھنے کے لئے آیا کہ اتنا عرصہ گذر گیا، ان کی لاکھوں کیسٹس میں نے تقسیم کی، لیکن میں نے آج تک اس شخص کو دیکھا نہیں، اس سے مقصود نہ مولانا ریاض الحق صاحب کی تعریف ہے، نہ مدینۃ العلوم کی تعریف ہے۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ مولانا احمد اللہ صاحب نے کیسے دیکھ لیا ہوگا؟ حالانکہ دار العلوم کی خستہ حال عمارت سامنے ہے اور فرما رہے ہیں کہ یہاں سے میں ایک نور اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو پوری دنیا کو منور کرے گا، جیسے شیخ سنا قدری نے حافظ ابن حجر کے دنیا میں آنے سے پہلے دیکھ لیا، کہ وہ پوری دنیا کو اپنے علوم سے مالا مال کریں گے، وہ کتنے بڑے انسان

ہوں گے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

ہمارے حلقہ میں بہت بڑے حضرات جن کا علمی مقام بہت اونچا تھا، حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں صرف دو انسان تھے، وہ فرماتے تھے کہ ایک مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے متعلق تو اتنے اونچے کلمات فرماتے تھے، کہ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ اجتہادی، علمی استعداد اور قوت عطا فرمائی ہے کہ اگر امام اعظم، امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدون کیا ہوا فقہ اس دنیا سے ناپید ہو گیا ہوتا تو وہ اس کو بعینہ مِنْ و عَنْ اسی طرح مدون کر دیتے، یہ ان کا علمی مقام تھا، اور دوسرے اپنے استاذ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے تھے کہ دنیا میں ان کے جیسا عالم نہیں دیکھا اور فرماتے تھے خود انہوں نے **لَمْ یَرَ نَفْسُہٗ مِثْلَہٗ** ، کہ انہوں نے خود اپنے جیسا بھی کسی کو نہیں دیکھا۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

یہ حافظ ابن حجر کتنے بڑے انسان ہوں گے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا یہ علمی مقام اور اتنے بڑے انسان وہ جب حج کے لئے حرمِ مکی میں پہنچتے ہیں، ملتزم پر موقع ملتا ہے، یا طواف سے فارغ ہو کر زمزم کا گلاس ہاتھ میں لیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، ان کی دعا کیا ہوتی ہے؟ مسنون دعا جو سب پڑھتے ہیں، وہ بھی انہوں نے ضرور پڑھی ہوگی، مگر ساتھ یہ دعا کرتے ہیں کہ ''یا اللہ مجھے حافظ ابن حجر جیسا حافظہ عطا فرما اور ان کے جیسا علم نصیب فرما'' کتنا اونچا مقام حافظ ابن حجر کا، کہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری ان کے جیسا

بننے کی دعا کرتے ہیں۔

آج کل تو پتہ نہیں بچے کیا کیا ٹی وی میں دیکھتے ہیں، اخبارات میں، میگزن میں دیکھتے ہیں، اسکولوں میں کیا کیا سیکھ کر آتے ہیں، اور کیا سے کیا بننے کی کوشش کرتے ہیں، مولانا انور شاہ صاحب کی دعا ہے کہ ''یا اللہ مجھے حافظ ابن حجر جیسا حافظہ عطا فرما اور ان جیسا علم عطا فرما'' چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں وہ عطا فرمایا، ان کی دعا قبول ہوئی۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

جس جگہ ان کے جیسا بننے کی دعا مولانا انور شاہ صاحب نے کی، تو ان سے پہلے حافظ ابن حجر نے بھی اسی جگہ، اسی ملتزم پر، اسی زمزم کے کنویں پر زمزم کا گلاس ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ ''یا اللہ مجھے ذہبی جیسا بنا'' تو یہ تمنائیں، آرزوئیں ہونی چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان جیسا بنائے۔

قیامت میں حشر

محدثین نے ﴿یوم ندعوا کل اناس بامامهم﴾ کے تحت ایک روایت بیان کی ہے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں جس کو انسان نے اپنا بڑا مانا ہوگا قیامت میں اس کے ساتھ حشر ہوگا، اقوال میں، افعال میں، عادات میں، عبادات میں جس کی نقّالی کی ہوگی اس کے ساتھ حشر ہوگا، اگر فرعون جیسا بننے کی تمنا کی، تو اس کے ساتھ حشر، ہامان جیسا بننے کا شوق تھا، تو اس کے ساتھ حشر ہوگا۔

علماء کے امام حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور جو علماء ہیں، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس طبقہ کے امام اور حشر میں سب سے آگے آگے چلنے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تمام علماء کا گروہ ان کے پیچھے پیچھے چل رہا ہوگا۔ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی عمر

اٹھارہ برس ہے، مدینہ طیبہ میں ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ [1] مدینہ منورہ پہنچتے ہیں، وہ بھی اس وقت بالکل نوجوان ہیں، ان کا کام، ہدف اور مقصد نوجوانوں کو اسلام میں داخل کرنا ہے، آج اس سے دوستی کی، اس کو اسلام میں داخل کیا، کل اس سے دوستی کی اور اس کو اسلام میں داخل کیا، اس طرح انہوں نے نوجوانوں میں خوب کام کیا اور مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ ان کی برکت سے اسلام میں داخل ہوئے۔

جو یہاں نوجوان بیٹھے ہیں، کتنے ہمارے نوجوان سڑکوں پر گھومتے ہیں ہمارے یہاں شبِ جمعہ کی مجلس میں دو دن پہلے پریسٹن سے مولوی الیاس سب نوجوانوں کو لے کر آئے، اسی طرح بیچارے شام کو اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں، تو ان سب کو اکٹھا کر کے ایک بس میں دارالعلوم میں ذکر کی مجلس میں لے کر آئے، تو ان پر ترس کھانا چاہئے، ان پر محنت کرنی چاہئے، ان کو آوارگی سے، بے راہروی سے بچانا چاہئے، یہ ہمارا فرض ہے۔

حضرت عمرو بن الجموح کے اسلام کا عجیب واقعہ

حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوانوں میں خاص طور پر کام کرتے تھے، جب چند نوجوان اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ عمرو بن الجموح [2] بڑا سردار ہے، اور یہ ہر وقت اپنے بُت کے سامنے بیٹھا رہتا ہے، اور ہر وقت اس کی عبادت میں مصروف رہتا ہے، تو ایک دن نوجوانوں نے یہ کیا کہ رات کے وقت اس کے گھر کے قریب بیٹھ گئے۔

ہمارے یہاں گرم علاقوں میں غریب لوگوں کے یہاں تو دروازے بھی نہیں ہوتے، اور جن کے یہاں مکانات میں دروازے ہوتے ہیں تو وہ بھی دروازے کھلے رکھ کر سوتے ہیں، مزہ سے آرام سے سکون کی نیند سوتے ہیں، نہ کسی چیز کا خطرہ، نہ خوف۔

---

[1] سیر الصحابة [2] سیر الصحابة

عمرو ابن الجموح گرمی میں دروازہ کھول کر سوئے ہوئے ہیں، ان نوجوانوں نے دیکھا کہ خراٹے کی آواز شروع ہے، تو چپکے سے گئے اور ان کے بُت کو اٹھایا اور لے جا کر کے جہاں کیچڑ اور غلاظت تھی، وہاں لے جا کر پھینک دیا۔

یہ اٹھتے ہیں بُت کی تلاش میں تو پھر مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہ نوجوان جا کر انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، کہ دیکھئے! کہ جو بُت اپنی حفاظت نہیں کر سکا تو وہ آپ کی حفاظت کیا کرے گا؟

مگر بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی، اپنے بت کی تلاش میں مصروف ہیں، اور پھر انہوں نے اس کو تلاش کر لیا، اس کو غسل دیا، دھویا، خوشبو لگائی، پھر اپنی جگہ پر اس کو لا کر رکھ دیا، پھر اس کی عبادت شروع کی۔

چونکہ عمرو بن الجموح بیچارے بوڑھے تھے تو ان نوجوانوں نے سوچا کہ آئندہ رات پھر ان کی خبر لیتے ہیں، رات کو پھر ان کے یہاں پہنچے، جب وہ سو گئے تو پھر اس کو اٹھایا، اور پھر لے جا کر پھینک دیا۔

دوبارہ وہ تلاش کر کے ڈھونڈ کر کے لائے، اور اس کو نہلا کر، دھلا کر خوشبو لگا کر پھر رکھ دیا، اور بُت کو بھی رکھا اور اس کے ساتھ ایک تلوار رکھی اور ہاتھ اٹھا کر کہا کہ دیکھ میں تو بوڑھا ہوں تیری حفاظت سے عاجز ہوں، جو کوئی بھی تیرے ساتھ یہ حرکت کرتا ہے تو یہ تلوار میں تیرے پاس رکھتا ہوں، اس کی اچھی طرح اس تلوار سے خبر لینا۔

جب رات ہوئی تو یہ نوجوان وہاں پہنچے، دیکھا کہ بت رکھا ہوا ہے اس کے برابر میں تلوار رکھی ہوئی ہے، تو ان نوجوانوں نے بت کو اٹھایا اور کیچڑ میں جا کر پھینک دیا، اور وہیں ایک مردار کتا پڑا ہوا تھا تو تلوار اس کے گلے میں ڈال دی۔

جب صبح ہوئی تو عمرو بن الجموح نے دیکھا کہ بت غائب ہے پھر اس کی تلاش میں نکلے، بچے بھی پہونچے کہ دیکھ اس کو تلوار دو، کچھ بھی دو، یہ اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔

بالآخر ان کو عقل آئی، اللہ نے ان کو ایمان سے نوازا۔ اب جیسے ہی آنکھیں کھل گئیں اور بت سے مخاطب ہو کر کہا واللہ! اگر تو خدا ہوتا تو اس قدر ذلیل نہ ہوتا اور اس کے بعد اسلام لے آئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

یہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام میں ان کا بڑا اونچا مقام ہے **اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل**، تو یہ میدان محشر میں علماء کے گروہ کے آگے آگے چل رہے ہوں گے، ایک روایت میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیگر علماء کے مقابلہ میں ان کا مقام اتنا بلند ہوگا کہ وہ بہت دور آگے چل رہے ہوں گے، یہ ان کے پاس جانے کی کوشش کرتے ہوں گے اور جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے، اتنے دور وہ ان کو نظر آتے ہوں گے، آگے آگے چل رہے ہوں گے۔

دوسری ایک روایت میں آتا ہے کہ یہاں سے تیر پھینکا جائے، تو جتنے دور تیر پہنچتا ہے اتنے دور حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ ہوں گے، اور تمام علماء کا گروہ ان کے پیچھے پیچھے ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا حشر ان بابرکت ہستیوں کے ساتھ فرمائے۔

اللہ والوں کی نگاہ

میں نے یہ عرض کیا کہ نہ معلوم اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کی نگاہ میں کیسی قوت عطا فرمائی ہوتی ہے کہ جس سے شیخ سنا قدری نے ابن حجر کا مقام دیکھ لیا، مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے دارالعلوم بنے گا، اس میں درس حدیث ہوگا اور دنیا میں علم پھیلے گا وہ دیکھ لیا۔

موطأ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

درسِ نظامی کی یہ سب برکات ہیں کہ اس میں یہ سب عظیم کتابیں ہیں، جس طرح ہمارے

یہاں صحیح بخاری کے ختم کو اہمیت دی جاتی ہے، ایک زمانہ تھا کہ کوئی بیمار ہو، کوئی پریشانی آئے موطا پڑھی جاتی تھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں سہارنپور میں ہم لوگ حضرت کے پاس ہوتے تھے، رات کو دو تین بجے دروازہ پر کھڑکا ہوتا تھا، سوچتے کہ اتنی رات گذر گئی، رات کو دو تین بجے کون کھڑکا کرنے والا؟ ہم پوچھتے کیا بات ہے؟

کہتے کہ فلاں کے گھر میں آخری ایام چل رہے ہیں ان کی بیوی کو دردزہ ہو رہا ہے تو ہم موطا لینے کے لئے آئے ہیں، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں موطا ایک کپڑے میں لپٹی ہوئی غلاف میں رکھی رہتی تھی، جب اس طرح کسی کے یہاں آخری وقت ہو اور ولادت میں تکلیف ہو تو موطا دی جاتی تھی اور اس خاتون کے سرہانے تکیہ کے پاس اسے رکھ دیا جاتا اور آسانی سے ولادت ہو جاتی۔

مختصر القدوری کی خصوصیت

ایسی بابرکت کتابیں ہمارے یہاں درسِ نظامی میں ہیں، یہ ابتدائی فقہ جس میں پڑھایا جاتا ہے مختصر القدوری، اس سے آپ طلبہ اگر چاہیں دسیوں اربعین تیار کر سکتے ہیں، اتنی متبرک کتاب ہے کہ مصنف نے اس کی کوشش کی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کلمات کا ترجمہ کرنے کے بجائے اپنی زبان میں اس کو ڈھالنے کے بجائے، اس کلمہ کو بدلنے کے بجائے وہی کلمات انہوں نے رکھے، تمام کتب فقہ میں سب سے زیادہ جس میں حدیث کے بعینہ الفاظ ملتے ہیں وہ مختصر القدوری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصحیح

صاحبِ قدوری کے متعلق علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ جب یہ کتاب تیار ہوئی، تو قدوری سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچے، ایک زمانہ تک وہاں یہ دستور رہا، حتی کہ یہ دستور مشرکین کے زمانہ میں بھی تھا کہ جس چیز کو وہ جانچنا چاہتے تھے، اس کو پرکھنا چاہتے تھے، اس کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے؟ اس کو کعبۃ اللہ کے دروازہ پر لٹکا دیتے تھے۔

امام قدوری فرماتے ہیں کہ میں طواف کے لئے پہنچا، اور طواف شروع کرنے سے پہلے میں نے بیت اللہ کے دروازہ پر اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب وہاں رکھی، اور میں نے طواف کیا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! مجھ سے جو کوشش ہوسکی صحیح اور سچی، اور حق بات لکھنے کی، میں نے اس کتاب میں جمع کی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس میں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو، تو مجھے اس پر متنبہ فرما، اور مجھے غلطی اور خطا سے بچالے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ میں جب طواف سے فارغ ہوا اور جا کر میں نے کتاب اٹھائی، تو کئی ایک جگہ سے آپ نے جو مضمون لکھا ہوا تھا تو اس جگہ اس مضمون کے بجائے سفیدی تھی اور مضمون مِٹا ہوا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا انتظام فرمایا فرشتہ کے ذریعہ کہ جہاں جہاں ان سے چوک ہوئی تھی، سہو ہوا تھا وہ عبارت مِٹا دی گئی۔

اس طرح کی تمام کتابیں ہمارے یہاں درسِ نظامی میں بڑی بابرکت کتب ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، ابھی چونکہ طلبہ کی دستار بندی بھی ہونی ہے، نماز بھی پڑھنی ہے، اور قریب کے حضرات مغرب تک اپنے گھر پہنچ جائیں اس لئے اب دعا کر لیتے ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور کتابوں کے متعلق بھی آپ سنتے کہ کیسی کیسی کتب جمع ہیں۔

بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ہمارے یہاں جلالین علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی متبرک کتاب کہ دو جلال الدین نے مل کر یہ کتاب لکھی ہے، کہ ایک مصنف لکھ کر اللہ کو پیارے ہوگئے جلال الدین محلّی، تو علامہ سیوطی نے اس کو پورا کیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے متعلق فرمایا جب ایک مرتبہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا خواب سنایا، تو پوچھا گیا کہ حضرت آپ کو کتنی بار زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے سوچ کر کہا کہ الحمدللہ! مجھے ستّر (۷۰) مرتبہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں

زیارت ہوئی ہے، اور جو خواب میں ہوئی وہ اس کے علاوہ ہے۔

علامہ سیوطی کی زندگی کا ایک راز

ان کے ایک خادم فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مصر کے باہر عصر کی نماز کے بعد پیدل ٹہلنے کے لئے نکلے، چل رہے تھے، علامہ سیوطی یہ فرمانے لگے کہ اچھا! اگر میری زندگی میں یہ راز نہ کھولو تو ایک کام کرتے ہیں، انہوں نے کہا کیا؟ پوچھا کہ وعدہ کرتے ہو کہ میری زندگی میں یہ راز کھولو گے نہیں، خادم نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں نے وعدہ کیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! آنکھیں بند کرو، آنکھیں انہوں نے بند کی، ہاتھ پکڑا سیوطی نے چند قدم چلنے کے بعد فرمایا اچھا! آنکھ کھولو! جب چلنا شروع کیا تھا تو مصر میں تھے اور جب آنکھ کھولی تو دیکھا کہ جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہاں مزار ہے اس کے قریب وہ مکہ مکرمہ میں کھڑے ہوئے ہیں، مغرب کی نماز حرم میں لے جا کر پڑھائی۔

اور پھر علامہ سیوطی فرمانے لگے کہ دیکھو! یہ ہمارے مصری قافلہ کے فلاں، فلاں کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں! میں نے دیکھ لیا کہ یہ سب یہاں حج کے لئے آئے ہوئے ہیں، فرمایا کہ ایک اور تعجب کی بات میں آپ کو بتاؤں؟ کہ ہم تو ان کو دیکھ رہے ہیں وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے، نماز پڑھی، فرمایا کہ چلو واپس، حرم سے ہم باہر نکلے، فرمایا کہ آنکھیں بند کرو، دو چار قدم چلے آنکھ کھولی تو دیکھا مصر میں ہیں۔

چند قدم میں مدینہ طیبہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خادم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہیں، عصر کی نماز کے بعد خادم سے پوچھا کہ مدینہ طیبہ میں مغرب پڑھنی ہے؟ کہا بہت اچھا! فرمایا کہ آنکھیں بند کرو، چند قدم چلے دیکھا کہ مدینہ طیبہ میں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے فیوض سے فیض یاب فرمائے، ان سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کے

سلسلہ سے ہمیں وابستہ رکھے۔

۴۳

محبوب رب ذی الجلال
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
خالق رب کائنات کا بلاوا
اور مرشدی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ
کے آخری ایام

’’صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال سے کچھ پہلے، صحابۂ کرام خدمت میں تیمارداری کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو حاضر تھے، اچانک خوشی کا اظہار فرمایا اور اعلان فرمایا کہ فَازَ فِیرُوزُ، کہ فیروز کامیاب ہوگیا، صحابۂ کرام نے پوچھا کیا یا رسول اللہ؟ ارشاد فرمایا کہ فیروز دیلمی نے اسود عنسی کو قتل کردیا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک باطل فرقہ کی سرکوبی اور مدعیٔ نبوت اسود عنسی کے فتنہ کی سرکوبی کتنی ضروری تھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوصال میں بھی اِس کے لئے متفکر ہیں، اور اِس کا فکر فرما رہے ہیں کہ یہ فتنہ میری حیات میں اور میری زندگی میں اختتام پر پہنچے، اس کے اتباع میں آخر میں الرد علی الجھمیة کہ حضور مرض الوصال میں فتنوں کی سرکوبی کے لئے متفکر ہیں۔

اِسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے اخیر میں کتاب الرد علی الجھمیّة لاکر بتا رہے ہیں کہ جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، اور ان کی فوز وکامیابی کی صحابہ کو خود اطلاع فرمائی کہ فاز فیروز۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سنت کے اتباع میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری ایام میں دجالی فتنوں کی سرکوبی کا فکر تھا۔ اس کے اتباع میں الرد علی الجھمیة اخیر میں لائے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں اگر فکر ہے تو مدعی نبوت کا اور اس کی بیخ کنی کی بشارت صحابہ کرام کو دے رہے ہیں فاز فیروز‘‘

(صفحہ نمبر ۶۹۷)

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤمِنُ بِهٖ وَنَتوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه. صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا کَثِيْرًا کَثِيْرًا. اَمَّا بَعْد

دوستو! آپ نے دارالعلوم لیسٹر کا رپورٹ سنا، کس قدر اُن والدین کو خوشی ہورہی ہوگی جنہوں نے اپنے بچوں کو اِس ادارہ میں قرآنِ پاک کی حفظ کی دولت کے لئے، قرآنی علوم، سرورکائنات فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ پاک اور اُس کے علوم کی خاطر اِس ادارہ میں بھیجا، اور اُن کی سالہا سال کی تمنائیں آج پوری ہورہی ہیں۔

اس موقع پر واقعی خوشی ہونی چاہئے، خوشی منانی چاہئے، کہ کتنی بڑی دولت اِن نوجوانوں نے اور اِن بچوں نے حاصل کی، اور اُس کی وجہ سے اُن کے والدین کل قیامت میں میدانِ محشر میں حق جل مجدہ کی بارگاہ میں علی رؤوس الاشہاد ساری مخلوق کے سامنے کس قدر نوازے جائیں گے، اُن کا کتنا اعزاز، اکرام ہوگا، اِس کا اِس دنیا میں رہ کر ہم اندازہ نہیں کر سکتے، ہم

صرف چند حدیثیں سن کر جو اِن حفاظ کے بارے میں اور علماء کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جو آپ ہمیشہ سنتے رہتے ہیں، اُن کی وجہ سے ہمیں خوشی ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کے حفظ کی تکمیل کو، علمیت کی تکمیل کو اِن نوجوانوں کے لئے مبارک فرمائے، اِن کے خاندانوں کے لئے مبارک فرمائے، اِن کے اساتذہ اور اربابِ دارالعلوم کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے، جتنی اِس پر خوشی منائی جائے کم ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ بقرہ کے اختتام پر کتنی بڑی خوشی منائی، اور اِن طلبہ نے تو پورے قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا۔

ہمارے یہاں گجرات میں تین دن عید منائی جاتی تھی، عید کا دن، باسی عید کا دن، تیسرے دن کا عید کا دن، تو یہاں لیسٹر میں آج اِس دارالعلوم میں آج عید ہے اور مولانا سلیم صاحب کے جامعہ ریاض العلوم میں ڈبل عید ہے، کہ کل مولانا کا نکاح ہوا، اُنہوں نے پہلے سے دعوت بھی دی، آج اُن کے یہاں بھی جانا ہوا، وہ جتنی اِس پر خوشی منائیں وہ کم ہے۔

آج کل تو کچھ اسلام کو ہم اِس طرح پیش کرتے ہیں کہ روکھا سوکھا، کہ ہر وقت سجدہ میں رہو، دنیا کی اِن نعمتوں اور لذتوں سے، فائدہ اُٹھانے کا تمہیں کوئی حق نہیں، تمہیں صرف اِس دنیا میں بھیجا گیا ہے کہ تم سجدہ ریز ہو کر روتے رہو، تمہیں کھانے، پینے سے لذّت اُٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے ہوں اور ہم پیٹ بھر کر کھانا کھائیں، صحابۂ کرام کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں کہ اُن کے پاس لباس تک نہیں ہوتا تھا۔

دوستو! اعتدال کے ساتھ ہر چیز پیش کرنی چاہئے، اِس سے وہ حضرات جو اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، اسلام کی طرف رغبت رکھتے ہیں، وہ تو دور بھاگ جائیں گے کہ یہ اِس قدر خشک مذہب جو ننگ دھڑنگ رہنے کی دعوت دیتا ہے، نہ لباس کوئی ڈھنگ کا پہن سکتے ہیں، نہ کھانے پینے کی نعمتوں سے لذت اُٹھا سکتے ہیں، نہ کسی خوشی کے موقع پر خوشی منائی جا سکتی ہے،

ایسا نہیں؟ بلکہ جیسے میں نے عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف سورۂ بقرہ کے ختم پر کتنی بڑی دعوت فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے موقع پر مدینہ والوں کی دعوت

اور اِیک نکاح کے موقع پر میں نے عرض کیا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے موقع پر تین سو سے زائد حضرات کی دعوت فرمائی، اور تاریخ کا آپ مطالعہ کریں تو مدینہ منورہ میں اُس وقت کوئی ہزاروں کی آبادی نہیں تھی، تو تقریبًا آدھے مدینہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت فرمائی۔

اِسی طرح یہ جواَب میں نے عرض کیا کہ دنیا کی تمام نعمتوں سے دور رہا جائے، دولت جمع کرنے اور اس کو ایک عذاب کا ذریعہ بتایا جائے اس طرح تو لوگ اسلام سے متنفّر ہوجائیں گے، میں نے وہاں ایک فہرست گنوائی تھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں فرنیچر کیا کیا ہوتا تھا، اور دولت کیا تھی، اِس وقت تو یہ موقع نہیں۔

میں نے وہاں عرض کیا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے بڑی دولت ہوتی تھی جانور، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہمیشہ، ہر وقت، ہر زمانہ میں سو بکریاں رہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جب سو سے زیادہ ہوں، اُس کو ذبح کر کے کھالیا جائے، کتنی دولت تھی، اور میں نے آگے عرض کیا تھا کہ گھوڑا کتنا قیمتی ہوتا تھا اُس زمانہ میں، اور اونٹ کتنے قیمتی ہوتے تھے، تمام دولتوں کی فہرست گنوائی تھی، یہ تو میں نے ضمناً عرض کیا۔

اسلام تو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے مذہب کے طور پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے، اور انسانی ضرورتوں، طبعی تقاضوں اور ہر چیز کا اِس میں خیال رکھا گیا ہے، اِسی لئے واقعی یہ جو خوشی کے مواقع ہیں، اُس میں ضرور انسان کو خوشی منانے کا حق ہے،

اور خوشی منانی چاہئے، نکاح کی تقریب بھی ان ہی میں سے ہے۔

اِسی لئے فقہاء نے با قاعدہ جن مواقع پر دعوتیں مستحب ہیں اُن کی مستقل فہرست گنوائی ہے، جن مواقع میں دعوت کرنا مستحب ہے، اور میں نے عرض کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ میں، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے موقع پر آدھے مدینہ کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت فرمائی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک کنیز تھی، آپ کی ملک میں، جس طرح عقد نکاح کے طور پر دلہن کو لایا جاتا ہے اِسی طرح ملکِ یمین کے طور پر کوئی آقا، سید جب اپنی باندی کا مالک بنتا ہے، تو اُس کو وہ بطورِ بیوی کے بھی استعمال کرسکتا ہے، اِس موقع پر جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ باندی حضرت صفیہ جب آپ کی ملک میں آئیں تو اس موقع پر خوشی منائی گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت بڑی دعوت کی۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جس طرح نکاح کے موقع پر تکلف کیا جاتا ہے، دلہن کا بناؤ سنگار کیا جاتا ہے، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں اپنے نکاح میں قبول فرماتے ہیں، تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں یارسول اللہ! آپ کی اجازت ہو میں اِن کا ذرا بناؤ سنگار کردوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بناؤ سنگار کے لئے لے جانے کی اجازت دی، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُنہیں لے گئیں، اور دلہن بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کنیز حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کنیز حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ابھی ذکر خیر ہوا، یہ بہت نیک سیرت، خوب صورت بھی تھیں، اپنے اخلاق و عادات میں بہت مشہور تھیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بھی خاص تعلق تھا۔

''سیرین'' جو سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ وہ حضرت صفیہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صفیہ سے بہت تعلق تھا آپ نے سیرین کے بارے میں تحقیق فرمائی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی تحقیق فرمائی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سیرین کے رشتہ کے بارے میں کسی بات کا اندیشہ نہ فرمائیں۔

تحقیقات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رشتہ قبول فرمالیا اور نہایت اہتمام سے نکاح کا انتظام فرمایا، مجلس نکاح میں اٹھارہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم شریک تھے، اور ان کے علاوہ کتنے صحابہ رہے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے تین زوجات مطہرات، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے ان کا بناؤ سنگار کیا اور ان کو دلہن بنا کر حضرت سیرین کے یہاں بھیجا، جن سے بعد میں امام المعبّرین امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

ہمارا مذہبِ اسلام جو عین بشری انسانی تقاضوں کے مطابق ہے، اِس لئے جب اُسے پیش کیا جائے، تو صرف ایک پہلو کبھی پیش نہیں کرنا چاہئے، تاکہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ بڑا روکھا سوکھا مذہب ہے، تقریب کی مناسبت سے میں نے عرض کیا کہ آپ کے یہاں بڑی مبارک تقریب ہے، والدین جتنی خوشی منائیں کم ہے، اور اِسی طرح جامعہ ریاض العلوم کے متعلق میں نے عرض کیا کہ اُن کے یہاں ڈبل عید ہے۔

از ہرا کیڈمی کی خوبصورت مسجد

اِسی طرح گذشتہ کل وہاں لندن جانا ہوا تھا تو از ہرا کیڈمی کی از ہر مسجد تیار ہوئی اور جس طرح ماشاء اللہ آپ کی یہ بخاری مسجد خوبصورت اور شاندار ہے، وہاں علاقہ کی کاؤنسلر مسجد دیکھنے کے لئے آئی تو اُس نے کہا کہ ہمارے پورے کاؤنسل کے اِتنے بڑے رقبہ میں، پورے علاقہ میں سب سے خوبصورت ترین عمارت یہ آپ کی عمارت ہے، اُنہوں نے اِس کو بہت سراہا، پسند کیا۔

وہاں اُنہوں نے اپنی عمارت کی تکمیل پر عید منائی تو میں نے اُن کو یاد دلایا کہ دیکھئے! آپ تو یہاں اِس وقت خوشی منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں اور آپ نے سب کو دعوت دی کہ ہم نے اِتنا بڑا کارنامہ انجام دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور جہمیہ

یہ آپ کے سامنے طالب علم نے جو باب پڑھا، یہ صحیح بخاری کی آخری کتاب ہے **کتاب الرد علی الجهميّه**، جہم ابن صفوان ایک خبطی انسان تھا پاگل اور اُس نے ایک فتنہ پھیلایا تھا، اُس کی تردید کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا باب، بلکہ بہت بڑی کتاب اِس کے لئے قائم فرمائی، **کتاب الرد علی الجهميّه**۔

صدیوں پہلے جو فتنے اِس دنیا میں گذرے، علماء کرام اپنا فریضہ سمجھ کر برابر اُس کی تردید فرماتے رہے، اِسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری سمجھا کہ یہ جہمیّہ حق تعالیٰ شانہ کی صفات کا انکار کرتے ہیں اِس لئے اُن کو دلیل کے ذریعہ، اُن کا جواب دینے کے لئے مختلف ابواب قائم کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن پر رد فرمایا۔

مختلف ذوق کے علماء

ہمارے بزرگوں میں بھی حق تعالیٰ شانہ نے مختلف قسم کے ذوق پیدا فرمائے، حضرت

مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی آپ اظہارالحق دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ساری عمر اِس کام کے لئے خرچ کی، حالانکہ بہت تھوڑی سی مدت میں اُنہوں نے یہ کتاب تیار کی تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ ساری عمر ہندوستان میں جو آریہ سماج وغیرہ کے فتنے تھے اس کے رد میں بھی کام کرتے رہے، اسی طرح حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جدوجہد فرمائی۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کا خاندان

آپ سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادوں نے اور اُن کے خاندان نے اِس کے لئے بڑی قربانیاں دیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دہلی میں شیعیت کا فتنہ اِس قدر غالب تھا کہ دہلی پر جو حکومت کر رہا تھا وہ کٹر شیعہ تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ پہنچے اِس کلائی سے الگ کر دئے گئے تھے تا کہ آپ لکھ نہ سکیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر آپ کو پکڑ کر کے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر چھپکلی مل دی گئی تھی، انتہائی زہریلا جانور، یہ صرف اور صرف اِس کا جواب کہ فلاں فرقہ پر تم رد کرتے ہو تو تمہیں اِس کی سزا دی جاتی ہے۔

اِس کے باوجود یہ سلسلہ الحمدللہ آج تک جاری ہے، اور ہر فتنہ کی سرکوبی کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے ہماری جماعتِ علماء پیدا فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے یہاں حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے رہے، کتنے بڑے مناظر، اُن کی مناظرے کی داستانیں گھنٹوں وہ سناتے رہتے تھے کہ فلاں جگہ ہم مناظرہ کے لئے گئے وہاں یہ ہوا، فلاں جگہ مناظرہ کے لئے گئے وہاں یہ ہوا، تو جو خشک مزاج ہوتے

تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ تو مسلمانوں میں تفریق اور آپس میں لڑانے کے سوائے کوئی دین کا کام کرتے نہیں! حالانکہ یہ بھی بہت بڑا دین کا کام ہے، اور دین کو بچانے کی جدوجہد اور کوشش ہے۔

غلط عقیدوں کی تردید

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتنی پیاری مقدس کتاب، قرآن پاک کے بعد اِس کا مرتبہ مانا جاتا ہے، اُس میں اتنا بڑا رد کا باب قائم کیا، بہرحال جو کتابیں قائم کی ہیں، کتاب الصلوۃ، کتاب الطہارت، اُن میں جو بہت بڑی کتابیں ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے **کتاب الرد علی الجهميّه** ، اُن کو کیوں اِس کی ضرورت پیش آئی، کہ کسی فرقہ کی تردید کے لئے اِنہوں نے اِتنا بڑا ذخیرہ اپنی کتاب میں جمع کرلیا، اِس کے بجائے رونے دھونے کی آخرت کی، جنت کی باتیں کرتے نہیں!

جتنی ضرورت جنت اور جہنم اور آخرت اور دوزخ کے تذکرہ کی ہے، اُتنی ہی ضرورت اِس کی بھی ہے، عقیدہ کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں، وہ بھی دین اور ایمان کو بچانے کی کوشش ہے اور یہ بھی دین اور ایمان کو بچانے کی کوشش ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت ہے، ہم نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا آخری وقت دیکھا، میرا ہمیشہ کا معمول یہ تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان گذارنے کے لئے میں رمضان المبارک سے کچھ دن پہلے جانے کی کوشش کرتا تھا، جب میں خط لکھتا تھا تو حضرت فرماتے کہ تمہارا مسجد کا حرج ہوگا، مدرسہ کا حرج ہوگا ابھی جلدی نہ کرو، آخر وقت میں پورا انتظام کرکے آنا۔

لیکن میں نے ایک مرتبہ حضرت کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو فون کیا، اُنہوں نے ربیع الاول میں بتایا، ابھی تو رمضان کو کئی مہینے رہتے تھے، میں نے پوچھا

کہ حضرت کی طبیعت کیسی ہے؟ فرمایا کہ طبیعت تو حضرت کی بہت اچھی ہے لیکن حضرت پوچھتے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟

میں نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کیا کہ حضرت کا تو معمول میرے ساتھ ساری عمر کا اِس کے برعکس ہے کہ میں جب حاضری کی کوشش کرتا ہوں تو حضرت مجھے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اِس مرتبہ حضرت نے یوں فرمایا تو ضرور کوئی بات ہے، آپ میرے جواب کے طور پر اتنا حضرت سے عرض کر دیں کہ میں ویزا لے کر بکنگ کروا کر اطلاع کرتا ہوں، میں نے جلدی سے وزٹ ویزا منگوایا اور بکنگ کروا کر میں پہنچ گیا، کئی مہینے حضرت کے ساتھ رہنا ہوا، اور یکم شعبان پیر کے دن عصر کی نماز کے وقت تین بج کر چالیس منٹ پر حضرت کا وصال ہوا۔

انتقال سے قبل آخری تین دنوں میں حضرت شیخ کے بڑے بڑے عجائبات

حضرت کے انتقال کے آخری ایام اور خاص طور پر جو آخری تین دن تھے، بڑے عجائبات ہم دیکھ رہے تھے، جو بزرگوں کے متعلق بہت کم کتابوں میں پڑھے گئے یا سنے گئے، کہ حضرت کو میں فجر کی نماز کے وقت وضو کرانے کے لئے کھڑا ہوا برتن لے کر تو حضرت پوچھتے ہیں، کون؟ میں نے عرض کیا یوسف، یہ کون؟ عرض کیا حکیم عبدالقدوس صاحب۔

بیداری میں ملک الموت سے ملاقات

فرمایا آج ملک الموت پھر آگئے تھے، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! کیا کوئی خواب دیکھا؟ فرمایا کہ نہیں! میں ابھی لیٹا ہی تھا، بیدار تھا اور بیداری میں آگئے اور بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔

مارو اِس کو

ایک دن فرمانے لگے، انتقال سے دو دن پہلے، فرمایا مارو اِس کو، تو ہم دیکھ رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت یہاں کون ہے؟ اچھے بھلے، بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، ایسی کوئی بات نہیں تھی، کہ بیماری کی وجہ سے کسی کا دماغ ماؤف ہوجائے اور غلط سلط باتیں کرنے لگے، بالکل نارمل اور معمول کے مطابق تمام چیزیں حضرت کی ہورہی تھیں اور اچانک فرمایا ماروِاس کو، ہم اُدھر دیکھ رہے ہیں۔

اُس کے بعد حضرت نے اِس طرح گردن پھیری اور ہنسنے لگے، ہم نے پوچھا حضرت کون تھا؟ فرمایا نہیں! وہ شیطان تھا، ابلیس، تو انتقال سے دو دن پہلے پھر اِس طرح کے واقعات ہوئے، عجیب واقعات حضرت کے یہاں دیکھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے قبل آخری تین دنوں میں جبرئیل امین علیہ السلام کی روزانہ تشریف آوری

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جبرئیل امین علیہ السلام کی آمد تو ہوتی رہتی تھی مگر آخری تین دن میں روز آتے، جب انتقال کو تین دن رہ گئے تو پہلے دن جبرئیل امین علیہ السلام آتے ہیں اور آکر عرض کرتے ہیں **السلام علیک یا رسول اللّٰہ**، حق تعالیٰ شانہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، اب حق تعالیٰ شانہ کو آپ کے اور دنیا بھر کے تمام حالات معلوم ہیں اِس کے باوجود آپ سے پوچھ رہے ہیں **کَیْفَ تَجِدُکَ**؟ آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں **اَجِدُنِیْ مَغْمُوْمًا مَکْرُوْبًا**، میں اپنے آپ کو انتہائی تکلیف میں اور غمزدہ پا رہا ہوں۔

پھر دوسرے دن جبرئیلِ امین تشریف لاتے ہیں یہی سوال جواب **السلام علیک یا**

رسول اللّٰہ کَیُفَ تَجِدُکَ؟

تیسرے دن، آخری دن، پیر کے دن جب وصال ہونے والا ہے تو تشریف لاتے ہیں جبرئیلِ امین علیہ السلام پوچھتے ہیں **السلام علیک یا رسول اللّٰہ کَیُفَ تَجِدُک؟** حضور فرماتے ہیں اَجِدُنِیُ مَغۡمُوۡمًا مَکۡرُوبًا۔

اُس کے بعد جبریلِ امین فرماتے ہیں کہ دیکھئے! یہ میرے ساتھ فرشتہ ہے، اِس کا نام ہے اسماعیل۔

بڑا مبارک نام ہے، سیدنا حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بھی ہے، پھر تعارف کراتے ہیں، جبریلِ امین فرماتے ہیں کہ اِس کا نام ہے اسماعیل اور یہ ملک الموت کا فرشتہ ہے، یہ ملک الموت ہے، موت کا فرشتہ ہے، اِس کا نام ہے اسماعیل، اور یہ آپ سے ملنے کے لئے آیا ہے، حق تعالیٰ شانہ نے اِسے بھی بھیجا ہے۔

اور پھر اُس فرشتہ کا مرتبہ جبرئیلِ امین نے بتایا، کہ یہ روئے زمین پر آج تک کسی سے اِس نے یہ سوال نہیں کیا، اور حق تعالیٰ شانہ نے آپ سے ایک سوال کرنے کو فرمایا ہے، اور اِس کا مسکن اور رہنے کی جگہ آسمان اور زمین کے درمیان فضا میں ہے، اور اِس کی ماتحتی میں، اِس کے انڈر میں ستر ہزار فرشتے ہیں، اور اُن فرشتوں میں سے ہر فرشتہ کے انڈر میں اور اُس کی ماتحتی میں ستر ہزار فرشتے ہیں، ستر ہزار کو آپ ستر ہزار میں ضرب دے کر گنتے رہیئے کتنے ارب بنتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا

وہ فرشتہ آ کر، ملک الموت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی سوال کرتا ہے کہ **کَیُفَ تَجِدُکَ یا رسول اللّٰہ؟** آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے درد اور کرب کا اظہار فرماتے ہیں۔

وہ عرض کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے اور یہ خاص آپ کے لئے ہے کہ حق تعالیٰ شانہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ اِس دنیا میں مزید رہنا چاہتے ہوں تو آپ رہ

سکتے ہیں، اور اگر آپ آنا چاہتے ہوں تو مجھے لے جانے کی اجازت ہے، تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سوالیہ نگاہ سے جبریلِ امین کو دیکھتے ہیں۔

جب معراج میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد اور دودھ اور شراب، تین گلاس پیش کیے گئے، تو جبریلِ امین کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو جبریلِ امین نے اشارہ کیا اور مشورہ دیا کہ آپ دودھ کا گلاس لیجئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا گلاس لیا اور نوش فرمایا، فرشتہ جو دودھ شراب اور شہد لے کر آیا تھا اُس نے عرض کیا کہ **یارسول اللہ! اخترت الفطرة،** آپ نے فطرت کو چن لیا، پسند فرمالیا، آپ اگر شراب کا گلاس لیتے تو **ضَلَّتْ اُمَّتُکَ،** تو آپ کی امت گمراہی میں پڑ جاتی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ بادشاہ نبی بننا چاہتے ہیں؟ جیسا کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو، حضرت داؤد علیہ السلام کو عظیم سلطنت دی گئی، آپ بادشاہ نبی بننا چاہتے ہیں یا عبد نبی بننا چاہتے ہیں؟ یہاں بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلِ امین کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، جبریلِ امین نے ایسے اشارہ فرمایا، **اَنْ ضَعْ نَفْسَکَ،** فرمایا کہ اپنے آپ کو نیچے ہی رکھنا اچھا ہے، نیچے رکھو، یعنی کہ یوں کہو کہ میں عبد نبی بننا پسند کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ شانہ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلِ امین کی طرف دیکھا، انہوں نے اوپر کا مشورہ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی جواب دینے کو جارہے ہیں کہ اتنے میں پھر وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ دیکھئے! میں نے آپ سے سوال تو کیا ہے، اور جبریلِ امین کو بھی میں نے دیکھا کہ آپ کو مشورہ دے رہے ہیں، لیکن میں ساتھ ایک چیز یہ عرض کرتا ہوں کہ **اِشْتَاقَ اِلَیْکَ رَبُّکَ،** کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں، اِس لئے آپ کو ایسا جواب دینا چاہیئے کہ اِس دنیا میں رہنا نہیں ہے اللہ کے پاس جانا ہے، اِس میں حق تعالیٰ شانہ آپ کی

ملاقات کے مشتاق ہیں، سوچ کر جواب دیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! میں حق تعالیٰ شانہ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

جبرئیل امین نے فرمایا میرا مقصد صرف آپ کی ذات

اُس کے بعد جب ملک الموت اپنا کام شروع کرتے ہیں، اُس وقت آخری الفاظ کہتے ہیں جبریلِ امین، سالہا سال تک کی رِفاقت اِس دنیا میں جبریلِ امین کی ختم ہورہی ہے، جبریلِ امین نے جو کلمات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس آخری ملاقات میں فرمائے وہ ہمارے لئے بڑے سبق آموز الفاظ اور بڑے سبق آموز کلمات ہیں، کہ جبریلِ امین حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں تو اِس دنیا میں، اِس روئے زمین پر جو بار بار آتا تھا، جاتا تھا وہ آپ کی وجہ سے، اب یہ میرا آخری چکر ہے، اِس روئے زمین پر قدم رکھنے کا میرا آخری سفر ہے، اور کیوں؟ کہ **اِنَّمَا کُنْتَ حَاجَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا**، کتنا بڑا کلمہ ہے، فرمایا کہ اِس دنیا میں اور روئے زمین پر میرے آنے سے میری حاجت اور میرا مقصد صرف آپ کی ذات تھی۔

حق تعالیٰ شانہ کا اِتنا مقرب ترین فرشتہ، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے سفیر بن کر جانے والا فرشتہ جبریلِ امین حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سب سے بڑی حاجت، اپنا سب سے بڑا مقصد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتا ہے، کہ آپ میرے مطلوب، آپ ہی میرے مقصود۔

اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہم پر فرض کی گئی اور ہمیں دنوں گذر جائیں، مہینوں گذر جائیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کرنے کی توفیق میسر نہ آئے۔

کتنی بڑی بدقسمتی ہے، اور ہم نے کتنی بڑی ذمہ داری ادا نہیں کی کہ ہم پچھلے اپنے ایام کو دیکھیں اور سوچیں کہ مجھے کب مدینہ پاک کے تذکرہ پر رونا آیا تھا، میں نے کب روکر دعا کی

تھی کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کے لئے پہنچوں، اور حاضری دوں، تو کبھی یاد بھی نہیں آئے گا کہ کب آنکھوں سے کوئی آنسو ٹپکا ہو۔ دوستو! ہم پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض کی گئی اور جس طرح یہ جبریلِ امین فرماتے ہیں کہ **اِنَّمَا کُنْتَ حَاجَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا۔**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی

اِسی طرح حق تعالیٰ شانہ کی کائنات میں کوئی چیز ہمارے لئے دل لگانے کے قابل نہیں ہے، نہ کوئی انسان، نہ بیوی، نہ بچہ، نہ ماں، نہ باپ، نہ دوست، نہ احباب، کسی سے انسان کو دل نہیں لگانا چاہئے، حق تعالیٰ شانہ کی مخلوق میں، انسانوں میں اور تمام مخلوقات میں اگر دل لگانے کے قابل کوئی ذات ہے، اور کوئی حق تعالیٰ شانہ کی مخلوق ہے تو وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی ہے، حق تعالیٰ شانہ ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہم نے حق تلفی اب تک کی ہے اِس حق تلفی کے بجائے ہمیں حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اِس حق تلفی پر ہمیں حق تعالیٰ شانہ رونے دھونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فکر

یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری تین دن یہ بڑے اہم تھے، اور اِس میں بڑے واقعات پیش آئے، آخری دن اب یہ کتنا اہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ روئے زمین پر یہ میری آخری گھڑیاں ہیں۔

لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہے تو یہ جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا **کتاب الرد علی الجهميّة**، اِس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہے تو ایک کام کا فکر ہے، وہ فکر یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا، مختصر میں عرض کر دوں

تا کہ پورا قصہ آپ کے ذہن میں رہے۔

والا نامہ کی بے ادبی

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف رکھتے ہیں، ہٹے کٹے دو موٹے پہلوان مسجد میں پہنچتے ہیں، جن کی بڑی بڑی مونچھیں ہیں، مسجد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس لگی ہوئی تھی، اُس کے قریب پہنچتے ہیں، اُن پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے، کانپنے لگتے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں تسلی دیتے ہیں کہ آرام سے بیٹھو گھبرانے کی بات نہیں۔

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے پوچھتے ہیں کہ کیوں آئے؟ کیسے آئے؟ کہاں سے آئے؟ اس کے بالمقابل اُن صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جو مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں کتنی نورانی شکلیں اور اِن آنے والوں کی بڑی بڑی مونچھیں داڑھی صاف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ تمہیں یہ شکل بنانے کے لئے کس نے کہا؟ وہ کہنے لگے کہ ہمارے رب کسریٰ نے ہمیں اِس کا حکم دیا کہ داڑھی مونڈاؤ اور مونچھیں بڑھاؤ، مونچھیں بڑھاؤ اور داڑھی مونڈاؤ۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کاٹوں، اُس کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے کا مدعیٰ پوچھا تو اُنہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمیں کسریٰ نے بھیجا تھا کہ آپ نے کسریٰ کو جو گرامی نامہ بھیجا کہ اَسْلِمْ تَسْلَمْ اسلام میں داخل ہوجاؤ، تو اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پھاڑ دیا، اور اپنا گورنر یمن میں باذان صنعاء پر جو مقرر تھا، اُس کو حکم دیا کہ جس نے ہمیں یہ خط بھیجا ہے اُس کو پکڑ کر ہمارے پاس لایا جائے، اُس نے فوج بھیجنے کے بجائے دو بڑے پہلوان بھیجے کہ ایک ایک آدمی کئی کئی سو کا تنہا مقابلہ کرسکتا ہے، اِس لئے یہاں مدینہ منورہ کی چھوٹی سی آبادی میں دو کو بھیجنا اُس نے کافی سمجھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گورنر باذان کو جا کر کہہ دو کہ تمہارا

کسریٰ قتل کر دیا گیا، اِن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت فرمایا، یہ ہانپتے کانپتے جلدی جلدی یمن پہنچے، وہاں پہنچ کر باذان کو بتایا، اُس نے فوراً تحقیق کے لئے آدمی بھیجا تو معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اطلاع دی تھی کہ تمہارا بادشاہ کسریٰ قتل کر دیا گیا وہ بالکل سچی تھی۔

باذان کا اسلام

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر اُن کے نزدیک سچی ثابت ہوئی تو معجزہ دیکھ کر وہ باذان گورنر اُس نے اپنی ساری رعایا کو جمع کیا اور کہا کہ چونکہ یہ سچے نبی ہیں تو میں اُن پر ایمان لاتا ہوں اور اسلام قبول کرتا ہوں، اور میرا تم سے مشورہ ہے کہ تم بھی مسلمان ہو جاؤ، تو ساری یمن کی قوم اسلام میں داخل ہوگئی، اِس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ **اَلْاِسْلَامُ یَمَان،** کہ اسلام تو ہمیشہ یمن والوں جیسا ہونا چاہیئے، کہ اُنہوں نے ایک سچی خبر اور معجزہ دیکھ کر فوراً اسلام قبول کیا۔

اسود عنسی کے فتنہ کا فکر

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں وہاں باذان جہاں گورنر تھا یمن میں، وہاں اسود عنسی اِس نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور یہ کچھ جادو وغیرہ جانتا تھا، بڑے کرشمے دکھاتا تھا، اُس کی فوجوں کی جنگ باذان گورنر کی فوجوں سے ہوئی، اتفاق سے باذان کو شکست ہوئی، مسلمانوں کو شکست ہوئی، اور جو باذان کی بیوی تھی اُس کو اسود عنسی اپنے یہاں لے گیا، اور اپنے یہاں اُس کو بیوی کے طور پر رکھ لیا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس اسود عنسی کو قتل کرنے کے لئے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں حاضری کے لئے لمحات گن رہے ہیں اور وہاں جانے کا شدید اشتیاق ہے، لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر فکر سوار ہے تو اِس جھوٹے مدعیٔ نبوت کے خاتمہ کا اور اُس کی تردید کے لئے اور اُس

کے مقابلہ کے لئے فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا گیا تھا، اُس کا فکر ہے۔

صحابہؓ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال سے کچھ پہلے، صحابہؓ کرام خدمت میں تیمارداری کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو حاضر تھے، اچانک خوشی کا اظہار فرمایا اور اعلان فرمایا کہ فَازَ فِیرُوزُ ،کہ فیروز کامیاب ہوگیا، صحابہؓ کرام نے پوچھا کیا یارسول اللہ؟ ارشاد فرمایا کہ فیروز دیلمی نے اسود عنسی کو قتل کردیا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک باطل فرقہ کی سرکوبی اور مدّعیٔ نبوت اسود عنسی کے فتنہ کی سرکوبی کتنی ضروری تھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوصال میں بھی اِس کے لئے متفکر ہیں، اور اِس کا فکر فرمارہے ہیں کہ یہ فتنہ میری حیات میں اور میری زندگی میں اختتام پر پہنچے، اس کے اتباع میں آخر میں الرد علی الجھمیۃ کہ حضور مرض الوصال میں فتنوں کی سرکوبی کے لئے متفکر ہیں۔

اِسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے اخیر میں **کتاب الرد علی الجھمیّۃ** لاکر بتا رہے ہیں کہ جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، اور ان کی فوز و کامیابی کی صحابہ کو خود اطلاع فرمائی کہ **فاز فیروز**۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سنت کے اتباع میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری ایام میں دجالی فتنوں کی سرکوبی کا فکر تھا۔اس کے اتباع میں **الرد علی الجھمیۃ** اخیر میں لائے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں اگر فکر ہے تو مدعی نبوت کا اور اس کی بیخ کنی کی بشارت صحابہ کرام کو دے رہے ہیں **فاز فیروز**۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِسی طرح آپ کے بعد جب صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کے دورِ خلافت میں سب سے زیادہ زور اِن فتنوں کی سرکوبی پر لگا، اور اُنہوں نے اِس کو ضروری سمجھا، اور اتنا زیادہ ضروری سمجھا کہ جب اُن کی طرف سے جو مرتد ہو چکے تھے یا مرتد ہونے والے

تھے یا جنہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا، چار ہزار آدمی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور کئی روز تک گفتگو رہتی ہے۔

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اے امیر المؤمنین! ہم مسلمان بھی رہتے ہیں، ہم اسلام کا کلمہ پڑھیں گے، نماز پڑھیں گے، روزہ رکھیں گے، حج کریں گے، تمام احکام کو مانیں گے مگر یہ جو آپ زکوۃ کے نام سے ہم سے سوال کرتے ہو جانوروں کا، بس ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اِس زکوۃ کو مستثنیٰ کر دیا جائے، اور آپ ہمیں اِس کی اجازت دو کہ ہم زکوۃ نہ دیں۔

چونکہ لوگ مسلسل مرتد ہو رہے تھے اور پورے علاقہ میں آگ کی طرح فتنے پھیلے ہوئے تھے کہ کہیں دو چار مسلمانوں کے مکانات ہیں کچھ لوگ وہاں مرتد ہو گئے، اُنہوں نے اُن کو قتل کر دیا، بلکہ اکثر جگہ ایسا ہوا کہ اُنہیں زندہ جلا دیا گیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ ذرا تھوڑی نرمی برتیں، ابھی تھوڑے دن کے لئے ہم اِس کو منظور تو نہیں کرتے لیکن ہم اِس کی طرف سے چشم پوشی کرتے ہیں، اور اِس فتنہ کو ابھی درگذر کرتے ہیں کہ جب ہمیں قوت حاصل ہو جائے گی، اسلام مضبوط ہو جائے گا اُس کے بعد اِس کی خبر لی جائے گی۔

لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں! یہ زکوۃ تو کیا اگر اونٹنی کا ایک چھوٹا سا بچہ جو زکوۃ میں دینا ضروری تھا اگر اُس کے دینے بھی انکار کریں گے، اونٹ پکڑ کر کے رسی سے باندھ کر زکوۃ جو وصول کرنے والا ہے اُس کے حوالہ کرنا چاہیئے، تو اُس اونٹ کے گلے میں اگر رسی بھی بندھی ہوئی نہیں ہوگی تو بھی میں اِن سے جنگ کروں گا، کیوں؟ کہ ارکانِ اسلام میں سے زکوۃ سب سے بڑا رُکن ہے، ایک رُکن کو گرا دینا پورے دینِ اسلام کو ڈھانا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سمجھانے کی کوشش کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن پر ناراض ہوئے، کہ "أَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ" کہ جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر بن رہے تھے اور ابھی جب اسلام میں موقع آیا تو

اِتنے بزدل بن رہے ہو؟

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن مرتدین مانعینِ زکوۃ، اِن سب کی جیسے سرکوبی فرمائی، اِسی طرح مسیلمۃ الکذاب اور ایک مدعیہ تھی نبوت کی؛ سجاح، اِن سب کی خبر لی اور باقاعدہ اُن سے جنگ کی اور کتنی بڑی جنگ؟ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا مدینہ منورہ خالی کر دیا، صرف مدینہ منورہ میں عورتیں اور بچے تھے، اُن کے سوا کوئی نہیں تھا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیلمۃ الکذاب کی فوجوں سے جنگ کے لئے خود تشریف لے گئے، خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کمانڈر بنایا، اور اُن کی کمانڈری میں جو مسیلمۃ الکذاب کی فوجوں سے جنگ ہوئی اُس میں خود صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنفسِ نفیس شریک تھے۔

اسلام کے خلاف فتنہ

یہ جو بھی اسلام کے خلاف فتنے اٹھتے ہوں عقیدہ کے اعتبار سے، اُن کی سرکوبی ہر طرح سے بہت ضروری ہے، اور علماء کا بہت بڑا فرض ہے، اِسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا **کتاب الرد علی الجهمية**، آپ حضرات کا وقت تھا ساڑھے پانچ بجے تک اور دس منٹ زیادہ ہوگئے، میں معافی چاہتا ہوں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ختمِ بخاری شریف کی برکتوں سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے، اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو مظالم سے نجات دے، جہاں جہاں مسلمان پریشان ہیں، عراق میں، فلسطین میں، افغانستان میں، اور دنیا کے جس کونہ میں بھی جس طرح سے بھی پریشان ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے لئے خلاصی کے اسباب پیدا فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں۔

اللهم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا و حبیبناوسندنا مولانا محمد وبارک وسلم. ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار. ربنا اغفر

لـنـا ذنـوبـنـا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین.ربنا لاتـزغ قـلـوبـنـا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة.وهب لنا من لدنک رحـمة.انک انـت الـوهـاب.ربـنـا فاغفر لنا ذنوبنا وکفرعنا سیئاتنا وتوفنا مع الابـرار.ربـنـا لاتـؤاخـذنـا ان نسینا او اخطئنا. ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا.ربنا ولاتحملنا مالا طاقة لنا به. واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکفرین۔

یا اللہ! جن بچوں نے قرآن پاک حفظ ختم کیا ہے اُن کی حفظ کی برکتوں سے اُن بچوں کو بھی نواز دے، اُن کے والدین، خاندانوں کو بھی نواز دے، اِس مدرسہ کو قبول فرما، اِس بستی کو قبول فرما، اِس ادارہ کے چلانے والوں کو قبول فرما، جو ادارہ کے معاونین ہیں اُن سب کو قبول فرما، یااللہ! مسلمان جہاں کہیں پریشان ہیں اُن کی پریشانیوں کو ختم فرما، جو بیمار ہیں اُن کو شفا نصیب فرما، جو مقروض ہیں اُن کو قرض سے خلاصی نصیب فرما، یااللہ! ہمیں سچا تیرے احکام کی پابندی کرنے والا بنادے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کرنے والا بنادے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بنا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی توفیق دے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمارے دل کو خالی کردے، ہمارے دل سے تمام مخلوقات کی، تمام انسانوں کی تمام محبتوں کو نکال دے، تیری محبت ہمارے دل میں ڈال دے، تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہمارے دلوں کو آشنا کردے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا اور پکا تعلق پیدا کرنے کی ہمیں توفیق دے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم بہت دور ہوچکے، ہمارے دل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی رہتے ہیں، اِس سے ہم تیرے سامنے توبہ کرتے ہیں، یااللہ! ہماری اِس حق تلفی کو معاف فرمادے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما، صغیرہ گناہوں کو بھی معاف فرما، کبیرہ گناہوں کو بھی معاف فرما، جسے ہم نے گناہ سمجھا اُسے بھی معاف فرما، جسے ہم نے گناہ نہیں سمجھا اُسے بھی معاف فرما، یااللہ! ہمارے

گناہوں کی وجہ سے ہم اِس دنیا میں پریشان ہیں، یا اللہ! ہمارے گناہوں کی نحوستوں کوختم فرما، اُن نحوستوں کے اسباب کوختم فرما، یااللہ! ہمیں تیرے ساتھ مخلص رہنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہم جس طرح اپنی عزت دوسروں سے منوانا چاہتے ہیں یا اللہ! اِس طرح ہم تیری بارگاہ کے مخلص بن کر رہیں، تیرا حق ادا کریں، تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کریں اِس کی ہمیں توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں نمازی بنا، یا اللہ! ہمیں زکوۃ دینے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! مال کی محبت ہمارے دلوں سے نکال دے، یا اللہ! دنیا کی محبت ہمارے دلوں سے نکال دے، ہمیں تیری عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما، قرآن پاک کی تلاوت کی توفیق عطا فرما، قرآن پاک سے تعلق نصیب فرما، یا اللہ! ہمیں ہمارے بچوں کو حفظ کرانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! جنہوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا یا لکھا اُن سب کے جائز مقاصد کو پورا فرما۔

اللھم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا مولانا محمد وبارک وسلم.سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللّٰہ رب العلمین.

۴۴

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اجماع صحابہ اور کسروی شہزادی روضۂ اقدس پر

اذا مـــا أتتـــنـــی أزمة مـــدلهـــمة

تحیط بنفسی من جمیع جوانب

جس وقت مجھ پر ایسی سختی آتی ہے جو اپنی تاریکی و دشواری میں انتہا ء کو پہنچی ہوئی ہو اور وہ میرے نفس کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے

تـطـلّبـت هـل من ناصر أو مساعد

ألـوذُ بـه مـن خـوف سوء العواقب

تب میں ڈھونڈھتا ہوں کہ آیا کوئی ایسا یار و مددگار ہے کہ جس کی پناہ لوں، تا کہ برے انجام کا خوف ٹل جائے، اور اندیشہ جاتا رہے؟

فـلسـت أرى الا الـحبيب محمّداً

رسـول الـه الـخـلـق جَمّ المناقب

پس میں نہیں دیکھتا کسی کو سوائے اس محبوب کے، جن کا نام مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

جو حق تعالیٰ شانہ کے رسول ہیں، اور جن کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں

ومـعتصم المكروب فی كل غمرة

ومـنتـجـع الـغـفـران من كلّ تائب

ایسی پریشانی کے عالم میں مجھے کوئی سہارا نظر نہیں آتا، سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے،

جو ہر سختی اور مصیبت میں غمزدہ کے چنگل مارنے کی جگہ ہیں، اور جو ہر توبہ کرنے والے کے لئے مغفرت طلب کرنے کی جگہ ہیں

رسـولَ الـلّٰـه يـا خيرَ البـرايـا

نـوالـك أبتـغـی يـوم الـقـضـاء

اے خدا کے رسول! اے مخلوقات میں سب سے بہتر!

یہ نا کارہ و نالائق امتی فیصلہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی بھیک مانگتا ہے

اذا ما حلّ خطب مدلهم
فأنت الحِصن من كل البلاء
جس وقت کہ کوئی ہولناک حادثہ جو نہایت تاریکی میں ہو، پیش آئے
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر بلا سے پناہ ہیں
الیک توجهی وبک استنادی
وفیک مطامعی وبک ارتجائی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف میرا متوجہ ہونا ہے،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی میرا پناہ لینا ہے
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات عالی میں میری ہر طمع کا
اور میری امیدوں کا مرکز ہے
وأنت شفیع یوم لا ذو شفاعة
بمغنٍ کما أثنی سواد بن قارب
اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفیع ہیں اس دن جس دن کہ کوئی شفاعت کرنے والا کام نہیں دے گا
جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت سواد بن قارب صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا
وأنت مجیری من هجوم ملمة
اذا أنشبت فی القلب شر المخالب
اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھے پناہ دینے والے ہیں مصیبت کے ہجوم کرنے سے،
جب کہ وہ دل میں بد ترین پنجے گاڑے
فما أنا أخشی أزمة مدلهمة
ولا أنا من ریب الزمان براهب
پس نہ تو میں کسی تاریک سختی کا اندیشہ رکھتا ہوں
اور نہ میں گردش زمانہ سے ہراساں ہوں

(اَطْیَبُ النَّغَمِ)

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْد:

بابُ قَوْلِ اللّٰہِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَ قَوْلَھُمْ یُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاھِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّوْمِیَۃ وَ یُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَھُو الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَھُو الْجَائِرُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْکَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمّدُ بْنُ فُضَیْل عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ القَعقَاع عَنْ اَبِی زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَال

دوستو! آپ حضرات کی آج یہاں آمد، ان حافظ اور عالم ہونے والے طلبہ کے جلسہ میں شرکت اورختمِ بخاری شریف کے اس جلسہ میں شرکت اور دعا کی غرض سے ہے۔

جس طرح طالبِ علم نے ابھی مناجات پڑھی، اللہ عز وجل کے سامنے ہم اجتماعی، انفرادی، ہر طرح سے آہ وزاری، فریاد، عاجزی کرتے ہیں کہ یا اللہ! تو مسلمانوں کی موجودہ ذلت کو عزت سے بدل دے۔ یہ وقت کی، اس وقت کی سب سے بڑی ہماری ضرورت ہے، انفرادی تمام ضرورتیں، ذاتی پریشانیاں، گھریلو پریشانیاں، بیماریاں، اولاد کی نافرمانی، ان کی بغاوت، طغیانی، سرکشی۔ اگر وہ اس جہان سے اپنے اسلام کو محفوظ لے کر گئے اور ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اللہ عز وجل سب گناہ معاف کر دے گا۔

یہ تمام مسائل، سب ہیچ ہیں، سب سے بڑا مسئلہ اس وقت، اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے ملینوں مسلمانوں کی عزت کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالی اسلام کی لاج رکھ لے، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہماری جھوٹی، سچی نسبت کی لاج رکھ لے۔

دوستو! جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہ بغاوت چاہے ہماری طرف سے ہو، بڑوں کی طرف سے ہو، چھوٹوں کی طرف سے ہو اور نافرمانی اور گناہ، سب کل قیامت میں اللہ تبارک و تعالی معاف کر دے گا بشرطیکہ ہم اپنے ایمان کو بچا کر لے گئے، تو ہمارے یہاں آنے کا مقصد اور جس غرض سے ہم یہاں آئیں اور جو چیز ہمیں یہاں اکٹھا کر رہی ہے، کہ اتنے دور سے، کوئی لندن سے، کوئی گلاسگو سے سفر کر کے آئے گھنٹوں کی مسافت اور مشقت جھیل کر کے، تو صرف اللہ اور اس کے رسول کے خاطر۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

دوستو، اور ہمارے اعمال، ارکان اور جو نا کردنی چیزیں ہیں، گناہ، تو وہ تو حساب اِدھر اُدھر ہوسکتا ہے بشرطیکہ ہم اپنے دل میں اللہ اور اس کے رسول کو صحیح طور ر بسا لیں۔ کئی دفعہ وہ قصہ **القائل و البائل و السائل**، ایک صحابی کی طرف تین قصے منسوب ہیں اس میں سنایا، کہ وہ صحابی عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں نے کچھ بہت زیادہ نماز روزہ اکٹھا نہیں کیا، صاف

صاف۔

سب سے بڑی چیز نماز، روزہ فرائض میں کتنا بڑا فرض، مگر وہ اس کی نفی کرتے ہیں کہ میں نے کوئی بہت زیادہ نماز روزے تو اپنے نامۂ اعمال میں تیار نہیں کئے، صرف ایک چیز میں نے تیار کی ہے وہ حضور کی محبت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ، کہ جس سے محبت ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ کل قیامت میں حشر کے بعد، آخرت میں اسی کے ساتھ اسے رکھیں گے۔

کاش کہ ہم حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح طور پر اِن صحابی کی طرح سے اپنے دل میں بسالیں کہ ہم کہہ سکیں کہ ہمارے پاس اور کچھ تو پیش کرنے کے قابل کوئی عمل نہیں، ایک حضور سے محبت تو ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح، سچی محبت نصیب فرمائے۔ کہتے تو ہم بھی ہیں، سمجھتے تو ہم بھی ہیں کہ ہمیں حضور سے کسی نہ کسی درجہ میں محبت ہوگی، علماء بھی کوئی تاویلات کر کے، محبت کی اقسام بیان کر کے، ایمان کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن دوستو، سچی بات یہ ہے اور صحیح فیصلہ یہ ہے کہ اس میں ہماری طرف سے کمی ہے، ہمارے دل میں ہر وقت حضور بسنے چاہئیں، کہ کوئی خوشی کا موقع ہو، کوئی غمی کا موقع ہو، کوئی بڑے سے بڑا حادثہ ہو، حضور دل میں ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس پر مجھے یاد آیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ اکبر! کتنے بڑے جرنیل، کتنے عظیم انسان! دنیا نے شاذ و نادر ایسے بہادر انسان دیکھے ہوں گے، انسان ہوتے ہوئے اتنی جرأت، شجاعت، جرأت، بہادری، عقل میں نہیں آسکتی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ایرانی فتوحات کے سلسلہ میں ماہان ارمنی کے دربار میں اس کے بلانے پر تشریف لے جاتے ہیں، اپنے چند ساتھیوں کو لیا اور اس

کی خواہش پر، اس کے بلاوے پر، اس کی دعوت پر ملنے کے لئے تشریف لے گئے، اور کہاں ملنے کے لئے تشریف لے گئے؟ فوجی اڈے پر، اور فوجی اڈا کتنا بڑا؟

تاریخ میں لکھا ہے کہ اطراف میں دس لاکھ فوج تھی، دس لاکھ فوج کے بیچ میں ماہان سردار سے ملنے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں، جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ اس کے دربار میں پہنچے تو اس نے اپنے طور پر واقعی آپ کا شاہانہ استقبال کیا، جس طرح بادشاہوں کے یہاں بڑوں کا، بادشاہوں کا استقبال کیا جاتا ہے اس طرح فوجیں آپ کے استقبال کے لئے کہئے، آپ کو مرعوب کرنے کے لئے کہئے، لیکن جب اس محل میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کے چلنے کے لئے وہ قیمتی قالین بچھائے گئے جو بادشاہوں کے لئے بچھائے جاتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے جب نیچے نظر فرمائی، چلتے ہوئے دیکھا کہ ریشم کا قالین، آج کل تو اصلی ریشم کا قالین بھی نایاب ہوگا، اون کا مل سکے گا، سوت کا مل سکے گا، جو ریشم کے کیڑے سے ریشم بنتا ہے وہ کہیں مل بھی نہیں سکے گا، تو اتنا قیمتی قالین اس نے آپ کے چلنے کے لئے بچھایا۔

خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہما کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں کہ اس کو اٹھا دو، اس نے کہا کہ ہم نے تو یہ آپ کے اعزاز کے لئے بچھایا ہے، آپ کی عزت ہم اس میں سمجھتے ہیں کہ بادشاہوں کے چلنے کے لئے جس طرح قالین بچھائے جاتے ہیں، آپ کے لئے ہم نے بچھایا۔

مگر خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کے جواب کو آپ دیکھئے کہ یہاں آپ مسئلہ بھی بتا سکتے تھے، زہد کا بھی اظہار کر سکتے تھے کہ ہمارے اسلام میں سیدھی سادی زندگی کی تعلیم ہے اور یہ اس تعلیم کے منافی ہے یا جس طرح اسی حدیث سے مالکیہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح مردوں کے لئے ریشم پہننا حرام ہے، ناجائز ہے، اس طرح ریشم کو بچھونے کے طور پر، فراش

کے طور پر استعمال کرنا بھی ناجائز مالکیہ کے یہاں۔ ہمارے یہاں اس کی اجازت ہے، پہن نہیں سکتے، چادر بنا سکتے ہیں، فرش کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

مگر فوجی جنرل کا جو جواب ہونا چاہئے اور اپنی جرأت اور بہادری کا ایسے موقع پر جس کلمہ سے مظاہرہ ہوسکتا ہو، دشمن جس سے مرعوب ہو سکے وہ جواب آپ نے دیا۔

خالد بن ولید مسئلہ بتانے کے بجائے، زہد کی طرف، فقر و فاقے کی زندگی گزارنے کی تعلیم کی طرف جانے کے بجائے اس کو فرماتے ہیں کہ اٹھا دو اس کو، اللہ کا فرش تیرے فرش سے بہتر ہے، اس نے اپنی ذلت محسوس کی ہوگی کہ صاحب، ہم تو پیار کرتے ہیں ہمارے پیار پر ان کو غصہ آتا ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ سے پھر وہ التجاء کرتا ہے۔ دس لاکھ فوج اور ان کے پاس تمام ساز و سامان، جس سے ساری دنیا کو انہوں نے مرعوب کر رکھا تھا، اور ادھر یہ چند فوجی جن کے ہاتھ میں صرف تلواریں ہیں، تلوار کے سوا کچھ بھی نہیں۔

خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ سے وہ پھر کہتا ہے کہ ہم نے تو یہ قالین آپ کے لئے، آپ کی عزت کے لئے بچھایا، ہم آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں، آپ کے ساتھ بھائی چارہ رکھنا چاہتے ہیں اور ہم آپ کو اپنا بھائی بنانا چاہتے ہیں، تو جب اس نے یہ کہا کہ ہم آپ کو بھائی بنانا چاہتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اچھا، پھر پڑھو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو وہ کہتا ہے کہ نہیں، یہ تو نہیں ہوسکتا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کلمہ تم نہیں پڑھ سکتے اور یہ نہیں ہوسکتا، تو پھر تو ہم نے اسی کلمہ کی وجہ سے ہمارے حقیقی بھائیوں کو چھوڑ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جنگِ بدر میں جو قیدی گرفتار ہوئے، ان قیدیوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشورہ فرمایا کہ اِن کا کیا کیا جائے، حضرت عمر رضی

اللہ تعالی عنہ نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ جس کا جو سب سے قریبی رشتہ دار ہو، مسلمان، وہ اپنے ہاتھ سے اپنے قریبی رشتہ دار کافر قیدی کو قتل کرے، اگر باپ مسلمان ہے تو بیٹے کو قتل کرے، بیٹا مسلمان ہے تو اپنے قیدی باپ کو قتل کرے، بھائی مسلمان ہے تو اپنے قیدی بھائی کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے، کفر سے اس قدر نفرت کا اظہار۔

خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ اس سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی کلمہ کی وجہ سے تو ہم نے ہمارے حقیقی بھائیوں کو بھی چھوڑ دیا، وہ ماہان ارمنی سوچتا ہے کہ اب اتنی ہم نے ان کی عزت کی، اتنا پیار ہم ان کو دینا چاہتے ہیں، کتنی اچھی گفتگو ہم کرنا چاہتے ہیں، ان کی گفتگو تو تلخ سے تلخ، تیز سے تیز ہوتی چلی جارہی اور وہ کتنی تیز ہوئی؟

کہ دس بیس آدمی حضرت خالد بن ولید کے ساتھ ہیں، دس لاکھ فوج کے بیچ میں ہیں، اور اس کو فرماتے ہیں ماہان ارمنی کو، کہ ایک بات سن لے، اگر تو نے اس وقت جو میں تجھے پیش کش کررہا ہوں، بھائی بنانے کے لئے کہ تو یہ کلمہ پڑھ لے **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**، اگر تو نے یہ فیصلہ نہ کیا اور جنگ ہوئی تو اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا میں تجھے بتائے دیتا ہوں۔

اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں شکست ہوگی اور تو خود گرفتار ہوگا اور رسی کا پھندا تیرے گلے میں ہوگا اور اس سے گھسیٹ کر ہم تجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے حضور میں مدینہ منورہ پیش کریں گے۔

سنئے، کس قدر جرأت، کیسا خطاب اور کہاں یہ بول رہے ہیں، کس ماحول میں؟ فرماتے ہیں کہ اگر تو نے یہ کلمہ نہیں پڑھا تو رسی کا پھندا تیرے گلے میں ہوگا اور تجھے گھسیٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حضور میں ہم پیش کریں گے، اس پر اسے غصہ آنا تھا، اب آپ کو تعجب ہوگا کہ اسلام تو امن و آشتی کا مذہب ہے، صلح سکھاتا ہے، محبت سکھاتا ہے۔

لیکن دوستو، ان حضرات کے دل و دماغ میں بسا ہوا تھا کہ یہ وہ قوم ہے کہ جن کو ہمارے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پہنچا اور ان کے بادشاہ نے اس کو اپنے ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق اسی وقت فرمایا تھا کہ جس طرح اس نے میرے خط کو پھاڑا ہے، اللہ تبارک وتعالی کسریٰ اور ایران کو بھی اسی طرح پارہ پارہ کرے۔

ان ساری نفرتوں کے پیچھے، جتنی ایرانی فتوحات ہیں اس کے پیچھے، اور لوگوں پر، اور قوموں پر تو صحابۂ کرام کو اتنی جلدی نہیں تھی، بلکہ وہ موقع دیتے تھے کہ دشمن کو سوچنے کا موقع ملے، یہ اپنی جان بچا سکیں، جان بچالیں لیکن ایران اور کسریٰ کے سلسلہ میں انہوں نے دوسرا رویّہ اختیار کیا، اس لئے خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی گفتگو تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔

جب دس لاکھ فوج کے درمیان ان کے سب سے بڑے افسر کو آپ نے یہ فرمایا کہ تیرا یہ حال ہوگا کہ تیرے گلے میں رسی کا پھندا ہوگا اور گھسیٹ کر ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حضور میں تجھے پیش کریں گے، تو یہ سن کر اس نے کہا کہ مارو ان کو! اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ مارو ان کو! پکڑو ان کو!

میں آپ کو قصہ سنا رہا تھا کہ کوئی موقع ہو، خوشی کا موقع ہو، غمی کا موقع ہو، یا کہیں قیامت آجائے، بڑے سے بڑا حادثہ پیش آئے جس موقع پر انسان سب کچھ بھول جاتا ہے، دل ودماغ سے سب چیزیں رخصت ہو جاتی ہیں، دل وَ اَفْـئِـدَتُـهم هَوَاء قیامت کے متعلق اور عذاب کے متعلق بتایا گیا کہ تمام خیالات سے دل خالی ہو جاتے ہیں، ایسے موقع پر یہ حال ہو جاتا ہے۔

مگر صحابۂ کرام کے دل ایسے نہیں تھے، ایسے موقع پر بھی دل میں حضور بسے ہوئے تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے جب یہ سنا کہ اس نے دس بیس آدمیوں کے لئے اپنی دس لاکھ فوج کو حکم دے دیا کہ مارو ان کو! پکڑو ان کو!

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی تلوار نکالی، اور تلوار لہرا کر ساتھیوں سے

فرمایا کہ اب تیار ہو جاؤ موت کے لئے ،اور میری اور تمہاری ملاقات اب حوضِ کوثر پر ہوگی ،تو سب سے پہلے ایسے موقع پر خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے کس کو یاد کیا؟

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ میری اور تمہاری ملاقات کہاں ہوگی؟ حوضِ کوثر پر، حضور کو اس طرح وہ اپنے دل میں بسائے ہوئے تھے کہ بڑے سے بڑا حادثہ، بڑے سے بڑا واقعہ ایسے موقع پر بھی حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کا خیال رہتا تھا۔

یہ ایرانی فتوحات کا باب بڑا عظیم باب ہے، پڑھنا چاہیئے، ہم تو اپنی تاریخ بھی نہیں پڑھتے ،کیسی عظیم الشان تاریخ وہ لکھ کر گئے اور چند دن میں انہوں نے لکھ ڈالی، جس کام کے لئے صدیاں درکار تھیں، چند دن میں وہ کر کے چلے گئے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجماعی عقیدہ ہے

اسی ایرانی فتوحات کے سلسلہ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک جگہ دشمن قلعہ بند ہو گئے تھے اور مسلمانوں نے چاروں طرف سے قلعہ کو گھیر لیا تھا۔حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی طائف کا قلعہ محاصرہ میں لیا، ڈھائی تین ہفتے محاصرہ رہا، اس کے بعد حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین تھے، نہایت شفیق تھے،فرمایا کہ چلو، کل کو واپس چلے جاتے ہیں، بعضے صحابہ جو ابھی کل کو مسلمان ہوئے تھے، فتح مکہ کے موقع پر نئے نئے مسلمان، وہ کہنے لگے کہ ہم اتنے دنوں سے قلعہ کو گھیرے ہوئے ہیں، ابھی ہم نے فتح نہیں کیا، ہم چلے جائیں؟ جس کام کے لئے ہم آئیں، قلعہ کو ہم فتح کر کے جاتے تو ان کی رائے نہیں ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی بات ہے، دوسرے دن قلعہ کی طرف سے زبردست سنگ باری ہوئی، انہوں نے مسلمانوں پر تیر برسائے ،کئی مسلمان زخمی ہوئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو جمع فرمایا کہ چلو، محاصرہ ختم کر کے چلتے ہیں، اب سب تیار ہو گئے ،تو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، فرمایا کہ آج اتنا نقصان اٹھانے کے بعد تیار ہو گئے ،فرمایا کہ جب میں نے فرمایا تھا کہ آج چلو، تب تیار نہ ہوئے، اب نقصان اٹھا کر

تیار ہوئے۔

یہاں بھی ایرانی قلعہ محاصرہ میں ہے، اسلامی فوج چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہیں، اور وہ تدبیریں سوچ رہے ہیں کہ کس طرح اس کو فتح کیا جائے، اس کے جھروکے بھی ہوتے ہیں کھڑکیاں ہوتی ہیں، ہرطرف سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی سلسلہ میں ایک مسلمان مجاہد، خوبصورت نوجوان تھے۔

جمعہ کے دن حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں جب جمعہ کی تیاری کر کے حضرت کو جمعہ کی نماز کے لئے لے جانے کے لئے ہم پہنچتے، تو حضرت اوپر سے نیچے تک ایک نظر فرما کر فرماتے، شعر پڑھتے، اوپر سے نیچے تک مسکراتے ہوئے دیکھتے، فرماتے اوہو! اس کے بعد شعر پڑھتے:

ـــــ حُسْـنُ الْحَضَارَةِ مجلُوبٌ بِتطريةٍ
وَ فِـى البَـدَاوَةِ حُسْنٌ غَيْرِ مَجْلُوب

عربی کا ایک شعر حضرت پڑھتے کہ ایک دیہاتی حسن ہوتا ہے ایک شہری حسن ہوتا ہے، شہری حسن زبردستی پیدا کیا جاتا ہے، اچھے اچھے کپڑے پہن کر کے، کریم اور کیا کیا چیزیں پالش کر کے زبردستی کسی کو حسین بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور وَ فِـى البَـدَاوَةِ حُسْنٌ غَيْرِ مَـجْلُوب، شاعر کہتا ہے کہ جو دیہات میں حسن ہے، تو دیہات میں یہ سب چیزیں نہیں ہوتی وہاں قدرتی حسن ہوتا ہے۔

ادھر ایک مسلمان مجاہد کو اوپر جھروکے میں سے شاہزادی نے دیکھا کہ او! یہ نوجوان کتنا حسین ہے، بار بار اس کو وہ تکتی رہی، اِدھر سے ان صحابی نے دیکھا کہ یہ کوئی کھڑکی کبھی کبھی کھلتی ہے، یہ اپنے پلان میں مست کہ کوئی سبیل نکلے، بالآخر کئی بار جب نظریں ٹکرائیں، اس کے بعد اُس شاہزادی کے دل میں اِن کی محبت بس گئی، اس نے نیچے کہیں اتر کر کے کوئی جگہ بات چیت کرنے کے لئے بتائی کہ فلاں طرف تم آؤ، وہاں سے میں اندر سے تمہارے ساتھ

بات بھی کر سکتی ہوں،   بات چیت ہوتی رہی، ہوتی رہی، تو جو باتیں اور دل لگی کی ہوتی ہوں گی۔

ایک بات یہ صحابی اس کو روز کہتے، فرماتے کہ ظاہری دروازہ تو ہمارے لئے کھول دے اور باطنی دروازہ اللہ کے لئے کھول دے، تو ایک بالکل غیر مسلم، آگ کی پوجا کرنے والی لڑکی، یہ مذہبی کلمہ کو کیا سمجھے گی؟

خیر بعد میں آپس میں دونوں نے کوئی وقت طے کیا اور اس لڑکی نے گیٹ کھول دیا اور وہ قلعہ فتح ہو گیا اور اب اس لڑکی نے اِس مسلمان مجاہد سے کہا کہ تمہارے خاطر میں نے یہ سب کچھ قربان کیا، تم مجھ سے شادی کرلو، اُنہوں نے فرمایا کہ دیکھئے میں نے تو پہلے دن سے ہر ملاقات میں وہی ایک کلمہ کہا کہ ظاہری دروازہ ہمارے لئے تو کھول دے اور باطنی دروازہ اللہ کے لئے کھول دے۔

وہ کہنے لگی کہ ہاں میں روز سنتی تھی مگر ظاہری دروازہ کھولنا اور قلعہ کھولنا یہ تو میں نے کرلیا، مگر یہ باطنی دروازہ اللہ کے لئے کھول لے، اس کے کیا معنی؟ انہوں نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ تو کلمہ پڑھ لے **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**، اپنے دل میں ایمان کو جگہ دے دے، تب تو میرے ساتھ نکاح کر سکتی ہے اس کے بغیر نہیں، وہ کہنے لگی کہ اچھا ایسا ہے، پھر تم مجھے تمہارے کسی بڑے کے پاس لے چلو۔

اس زمانے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس علاقے میں جہاد کے لئے بڑے اسفار کئے، آذربائجان چھ مہینے سے زیادہ آپ کا قیام رہا، سفر میں قصر اور اتمام کے مسئلہ میں اس قصے کو بیان کیا جاتا ہے، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا آذربائجان کا قیام۔

اس شاہزادی کو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لے گئے، قصہ بتایا تو وہ اِن سے کہنے لگی، مجاہد سے، مسلمان سے، لڑکے سے، کہ اِن سے بڑے کے پاس مجھے لے جا، انہوں نے کہا کہ اچھی بات ہے، ان کو مدینہ منورہ لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

خدمت میں پیش کیا، کہ یہ قصہ ہے اور یہ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے اور اس نے ہمارے لئے دروازہ کھولا تھا اور اسے مسلمان ہونا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی مجلس کو وہ غور سے دیکھتی رہی، اس کے بعد پھر وہ اپنے محبوب سے، اس نوجوان سے کہتی ہے کہ ان سے بڑے کے پاس ہمیں لے جاؤ۔

ایک مسئلہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر چودہ سو سال تک اجماعی رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، حیات النبی کا مسئلہ کہ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِی قُبُوْرِھِمْ، پاکستان میں تین شخص تھے راولپنڈی میں اور پنجاب میں، انہوں نے یہ مسئلہ اجماعی عقیدہ کے خلاف اٹھایا، بڑا شور وشغب ہوا، حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان سے بلایا گیا، دونوں پارٹیوں نے اپنی رضامندی ظاہر کی کہ حضرت جو فیصلہ فرمائیں گے۔

حضرت نے کئی گھنٹے طویل تقریر فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اُس وقت سے لے کر آج تک اس مسئلہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔

مگر میں جب اس قصہ کو دیکھتا ہوں تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اتنی ساری کتابیں لکھی گئیں مگر دلیل کے طور پر کسی نے یہ قصہ نہیں لکھا، النور میں حضرت حکیم الامۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ چھپا ہے، اس میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔

حالانکہ صحابۂ کرام کا اس پر اجماع ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے کا اجماع، کہ جب اس شاہزادی نے یہ خواہش کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے بڑے کے پاس مجھے لے جاؤ اور مجھے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا ہے اور ان کی خدمت میں جانا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور صحابۂ کرام اس شاہزادی کو کہاں لے جاتے ہیں؟ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور تمام صحابۂ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی مبارک کی طرح سے، برزخ میں بھی اور قبر میں بھی اسی طرح زندہ

ہیں، چنانچہ جب وہ شاہزادی کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارشریف اورقبرشریف پر لے جایا گیا تو کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ وہاں پہنچتی ہیں اور وہ کلمہ اپنی زبان سے ادا کرتی ہیں، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اور زمین پر گرتی ہیں اور انتقال کر جاتی ہیں، کتنی مبارک عاشقہ اس نوجوان مجاہد کی، اللہ تبارک وتعالی نے کتنی عظیم دولت اُس کو عطا فرمائی۔

دوستو، یہ ایرانی فتوحات کے سلسلہ میں جو صحابۂ کرام کا اس قدر سخت رویہ تھا وہ کسریٰ کی بے ادبی کی وجہ سے تھا۔ دوسری قوموں اور جگہوں میں جس طرح میں نے بتایا کہ صحابۂ کرام اس کی کوشش فرماتے تھے کہ دشمن کو بھاگنے کا موقع ملے، جان بچانے کا موقع ملے، مگر ایرانیوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامے کے ساتھ جس طرح کا برتاؤ ہوا تھا، وہ ان کے دل و دماغ میں بسا ہوا تھا۔ اب کسریٰ اور اس کے ایران کا تو یہ حال ہوا کہ پورا ایمپائر تباہ ہو گیا، مگر شاہِ روم کو اور رومن ایمپائر کے ہرقل کو جب وہ گرامی نامہ پہنچتا ہے تو وہ اس کی تعظیم تکریم کرتا ہے، آنکھوں سے لگاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جواب میں ہدایا بھیجتا ہے، اس نے اپنے آپ کو بھی بچالیا، اپنے ملک کو بھی بچالیا، اپنی قوم کو بھی بچالیا۔

وفدِ یمن

اُس زمانہ میں جو یمن کا علاقہ تھا، وہاں بھی اور علاقوں کی طرح جنگ بالکل نہیں ہوئی، وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی آتے رہے، اسلام قبول کرتے رہے، ایک وفد یمن سے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں مدینہ طیبہ کی حاضری کے موقع پر آپ دیکھیں گے کہ ریاض الجنۃ میں جو ستون ہے وہاں ستون کے اوپر لکھا ہوا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کام کے لئے استعمال ہوتا تھا، ایک ستون پر لکھا ہے **اُسْطُوَانَۃُ الْوُفُوْد** کہ جب باہر سے وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لئے حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ سے نکل کر وہاں تشریف رکھتے اور وہاں ان سے ملاقات کرتے۔

ایک وفد یمن کا حاضر ہوا، انہوں نے دنیوی اس زمانہ کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنا چاہا، تحیہ اور سلام کا جو طریقہ اس زمانہ میں بادشاہوں کے یہاں حاضری کے موقع پر تھا تو انہوں نے شاہانہ سلام جھک کر پیش کرنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس ہیئت سے بھی منع فرمایا، ان کلمات سے بھی منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ **اَنَا لَسْتُ بِمَلِک** ، میں بادشاہ نہیں، یہ تو بادشاہوں کا رواج ہے اس طرح، اس ہیئت سے اور ان کلمات سے سلام پیش کیا جاتا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ اچھا ہم تو آپ کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں، آپ کا امتحان لینے کے لئے آئے ہیں اسلام لانے کے لئے، مگر اُس سے پہلے ہمیں تھوڑا اطمینان ہوجائے اس کے لئے ہم آپ کے امتحان کے طور پر **قَدْ خَبَأنَا لَک**، جب جادوگر اور کاہنوں کے یہاں لوگ جاتے تھے تو وہ ان کو چیلنج کرتے تھے کہ اچھا، کوئی تم کسی چیز کے متعلق سوال کرو، تو اس طرح کاہنوں اور جادوگروں والا طریقہ انہوں نے اختیار کیا، اور کہنے لگے کہ **قَدْ خَبَأنَا لَک**، ہم نے آپ کے لئے ایک چیز چھپائی کہ بتاؤ کہ وہ کیا چیز ہم نے چھپائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح پہلے سلام کے متعلق ارشاد فرمایا کہ **انا لستُ بِمَلِک**، یہاں فرمایا کہ **اَنَا لَسْتُ بِکَاھِن**، کہ یہ تو کاہنوں کا کام ہے۔

مگر آج کل تعویذ اور عملیات والے لوگ اس سے بھی آگے ہیں، اُس زمانہ کے کاہنوں سے بھی آگے، ایک صاحب کو کسی نے ٹوکا کہ بھئی یہ تعویذ والے غلط لوگ ہوتے ہیں، اور مال بھی لوٹتے ہیں، عزت بھی لوٹتے ہیں، ایمان بھی لوٹتے ہیں، اگر وہ مسلمان ہے اور خود نہیں لوٹتا، تو اس نے غلط وہم میں ڈالا، اس کو اس سے اطمینان نہ ہوا تو آگے دوسرے کے پاس جائے گا، تیسرے کے پاس جائے گا، پھر وہ ہندوؤں کے پاس علاج کے لئے جاتے ہیں، آج کل یہاں کوئی شیطانی مذہب چلا ہوا ہے ان کے پاس جاتے ہیں، تو اس طریقہ سے ایمان بھی سلامت نہیں رہتا۔

وہ ان کوٹو کنے لگے کہ تم ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، کہنے لگے کہ نہیں، نہیں، وہ تو بہت جانتے ہیں، کیا جانتے ہیں؟ کہا کل میں ان کے پاس گیا تھا تو میں نے میری جیب کے متعلق پوچھا کہ بتاؤ اس میں کیا ہے؟ وہ فوراً کہتے ہیں کہ ذرا دیر سوچ کر کے انہوں نے آنکھیں بند کیں اور کہہ دیا کہ تمہاری جیب خالی ہے، کہتے ہیں واقعی خالی تھی، یہ کرامت؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم! آج کل تو ریسیشن سے جیب خالی ہی ہے۔

میں زمین پر چل رہا ہوں یہ میری کرامت

کرامت پر یاد آیا۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ صوفی اقبال صاحب مدینہ طیبہ میں تھے، خدام ان کو لے کر جا رہے تھے، بڑے صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے، ہمارے خاص دوستوں میں سے تھے، خدام ان کی وہیل چیر پُش کر رہے ہیں، کوئی مہمان تھے پاکستان سے عمرہ کے لئے آئے تھے، وہ کہنے لگے حضرت کوئی کرامت دکھائیں، حضرت صوفی صاحب کا جواب سنئے۔

صوفی صاحب نے جو وہیل چیر پُش کر رہا تھا، چلا رہا تھا، اس سے فرمایا کہ ذرا رک جاؤ، رُک گئے اس کے بعد فرمایا کہ دیکھتے نہیں ہو کہ میں زمین پر چل رہا ہوں، یہ میری کرامت ہے ورنہ میرا اعمال نامہ اتنا گندہ ہے، اتنا گندہ ہے اور اتنے گناہوں کا بوجھ میرے سر پر ہے کہ میں سوچتا رہتا ہوں کہ میں زمین پر کیسے ہوں؟

اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ سینکڑوں میل زمین کے اندر مجھے دھنسا دیا جائے، یہ اللہ والے کا جواب، اور یہاں مولانا صاحب کہتے ہیں کہ آپ کی جیب خالی اور واقعی خالی نکلی، یہ کرامت ہوگئی۔

کنکریوں کی شہادت

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسی سوال پر فرماتے ہیں، جب وہ کہتے ہیں وفد والے کہ **قَدْ خَبَأنَا لَکَ** کہ ہم نے آپ کے لئے ایک چیز چھپائی، بتاؤ کیا چھپائی؟ حضورِ پاک صلی

اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا فرماتے، اللہ تعالی فرشتہ کے ذریعہ وحی بھیج کر فرمادیتے کہ اس میں یہ چیز چھپائی ہے، آپ بتا دیتے، مگر حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں، **اَنَا لَسْتُ بِکَاھِن**، یہ طور طریقہ سب کاہنوں کا ہے اس کو چھوڑو۔

اب وہ پریشان ہوئے، کہنے لگے کہ ہم تو ان کے متعلق معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں کہ ہم اس مذہب کو اور ان کو سچا پائیں تو ہم اسلام لے آئیں، انہوں نے پھر صاف صاف پوچھا کہ **فَمَنْ تَشْھَدْ لَکَ**؟ کہ پھر آپ کے گواہ کون؟ آپ کے ماننے والے، یہ سب مسلمان صحابہ جو آپ کے خدام ہیں یہ تو گواہی دیتے ہیں مگر ہمارے دل کو ان کے ایمان لانے سے اطمینان نہیں ہوتا، **فَمَنْ تَشْھَد لَکَ**؟ اور اللہ کی مخلوق میں سے کوئی چیز ہے کہ جو آپ کے لئے شہادت دیتی ہو کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، کنکری مبارک حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے اٹھائی، دستِ مبارک ان کے سامنے کیا، سارا وفد دیکھ رہا ہے کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں ابھی ہمارے سامنے زمین سے اٹھائی تھیں **فَسَبَّحَتِ الْحَصٰی** روایت میں ہے کہ یہ کنکریاں زور سے اللہ کی تسبیح پڑھنے لگیں، **سُبْحَانَ اللّٰہِ**! آج ہم تسبیح پڑھیں گے **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم**۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا لایا جاتا، صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ ہم اس کھانے سے تسبیح کی آواز کو سنتے، کنکریاں ہیں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں، اُن کنکریاں نے تسبیح پڑھنی شروع کی، ان کو اطمینان ہوا کہ واقعی، یہ اللہ کے نبی معلوم ہوتے ہیں، یہ معجزہ ہمیں دکھایا، انہوں نے سن رکھا تھا کہ ان پر کوئی کلام خاص طرح سے نازل ہوا ہے، جو نثر بھی نہیں ہے، تقریر بھی نہیں ہے، خطبہ بھی نہیں ہے، شعر بھی نہیں ہے، کوئی عجیب کلام ہے۔

انہوں نے اس کی خواہش کی، **اَسْمِعْنَا**، اس کلام میں سے ہمیں کچھ سنائیں، حضورِ پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الصافّات شروع فرمائی، وَالصَّافَّاتِ صَفًّا، فَالزَّاجِرَات زَجْرًا، فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم وَالصَّافَّاتِ سے لے کر جب شِهَابٌ ثَاقِبٌ تک پہنچے، اور خود حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، تھوڑی دیر وہ دیکھتے رہے، پھر پوچھتے ہیں کہ واقعی آپ نے بہت بڑا معجزہ ہمیں دکھایا؛ کنکریاں، پتھر، اس کی تسبیح ہم نے سنی، اس کی آواز ہم نے سنی، اور یہ کلام جو آپ نے ہمیں سنایا، کتنا عظیم الشان کلام، کتنی اس میں فصاحت اور بلاغت، ہم خود اس فن کے ماہر اور امام ہیں، مگر یہ ہمارے خواب اور خیال سے باہر یہ عظیم الشان کلام ہے، مگر اس میں تو کوئی ایسی آیت نہیں آئی یا ایسا مضمون نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے رونا آئے، آپ کو رونا کیوں آیا؟

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح یہ کلام تم نے سنا، تمہیں پسند آیا، کتنا پیارا کلام ہے، اور اس کلام کے متعلق اللہ کی طرف سے مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وَ لَوْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ ، کہ اگر اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے فرشتہ کے ذریعہ، وحی کے ذریعہ آپ پر یہ کلام اتارا ہے، یہ ہم نے ہمارے حکم سے اتارا ہے، ہمارے اختیار سے اتارا ہے، آپ کے اختیار میں کوئی چیز نہیں، اگر ہم چاہیں، جب تک ہم چاہیں تو اسے آپ کے سینہ میں محفوظ رکھیں اور جب ہم چاہیں تو لَنَذْهَبَنَّ، ہم اس کو آپ سے واپس لے سکتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر مجھے رونا آیا۔

ادب، ایک بہت بڑی نعمت

خیر تو یہ روم کا اور ایران کے علاقے کے متعلق بات ہو رہی تھی جس میں ان کے، صحابۂ کرام کا رویہ اور سلوک مختلف کیوں تھا ان کے ساتھ؟ وہ حضور کی وجہ سے تھا۔ اس پر میں نے یہ عرض کیا دوستو، یہ ادب بہت بڑی نعمت ہے اور بہت بڑا خُلق ہے۔ بے ادبی کی وجہ سے جس طرح کسریٰ نے اپنے آپ کو، اپنی قوم کو، اپنی سلطنت کو غرق کیا، اسی بے ادبی کی وجہ

سے ابلیس نے سب کچھ کھویا۔

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے دو رفیق طالب علم

اسی بے ادبی پر مجھے یاد آیا کہ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طالبِ علمی کا دور تھا، آپ کی طرح سے کوئی ایک طالبِ علم تھے اور کہاں پڑھ رہے تھے عظیم الشان دار العلوم نظامیہ میں پڑھتے تھے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جہاں ہوا کرتے تھے، کیا شان ہوگی اس زمانے میں اس بغداد کی کہ جس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے طالبِ علم، اللہ تبارک وتعالی مسلمانوں کو وہ شان وشوکت دوبارہ عطا فرمائے، جن گناہوں پر ہمیں یہ سزا مل رہی ہے اُن گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

لکھا ہے حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب طالبِ علم تھے تو ان کی طالبِ علمی کے زمانہ میں بغداد میں ایک بزرگ رہا کرتے تھے، مجذوب صفت بزرگ تھے، کہتے ہیں کبھی وہ نظر آجاتے اور کبھی روپوش ہوجاتے، خلقت انہیں ڈھونڈھتی رہتی، بغداد کا چپہ چپہ چھان مارتی، کہیں ان سے ملاقات نہیں ہوسکتی تھی، کبھی کبھار وہ نظر آجاتے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دو ساتھی طالبِ علم تھے، ایک کا نام تھا ابن ابی اسرون اور ایک کا نام تھا ابن سقہ، تینوں نے آپس میں طے کیا کہ چلو ہم ان کے پاس جاتے ہیں، ان کو تلاش کر کے جا کر ان سے ملتے ہیں۔

ابن ابی اسرون کہتے ہیں کہ مجھے ان سے ایک سوال کرنا ہے، دیکھتے ہیں کیا جواب دیتے ہیں، دوسرے ساتھی ابن سقہ کہنے لگے کہ میں تو سوچ کر ایسا سوال کروں گا کہ جس کا جواب بھی ان سے بن نہیں پڑے گا، شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ توبہ توبہ، اتنے بڑے اللہ والے اور بزرگ کے پاس جا کر اس طرح کی گفتگو اور بات چیت اور یہ سوال؟ فرماتے ہیں کہ نہیں بھئی، مجھے تو ڈر لگتا ہے، میں تو چپ چاپ رہوں گا، صرف ان کی زیارت کروں گا، جو

وہ فرمائیں گے سنوں گا، کوئی سوال میں تو نہیں کر سکتا، تینوں پہنچے بزرگ تھے بہت جلالی قسم کے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے یہاں حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ایسی چیزوں میں بہت مشہور تھے، جو ان کے یہاں جاتا تو پہلے ڈانٹ پڑتی، حضرت حکیم الامت تھانوی قُدِّس سرہ تشریف لے گئے تو خوب ڈانٹا، یہ کوئی آنے کا وقت ہے، اس وقت تشریف لائے، میں آپ کے لئے کہیں سے مانگ کر آپ کو کھانا کھلاؤں گا، رات کا وقت ہے، آپ نے نہیں سوچا کہ اب یہاں کھانا کہاں سے آئے گا؟! حضرت تھانوی کو ڈانٹ پڑی۔

کسی نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت! یہ آپ کی نماز، آپ کا لباس، آپ کا کھانا، آپ کا پینا، آپ کا ساز و سامان ہر چیز عین سنت کے مطابق، سو فیصد بالکل سنت کے مطابق مگر یہ ڈانٹ اس قدر کیوں؟ ایک دفعہ کسی نے بہت بڑی رقم پیش کی، اس زمانہ کے لاکھ روپے، تو یہ اللہ والے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں اس طرح کہ ہم کچھ سمجھتے نہیں اور جس طرح مجذوب صفت ہوں، لیکن بڑے ذکی اور مِنْ اذکیاءِ الناس ہوتے ہیں، انتہائی تیز عقل و فراست اللہ تبارک وتعالی انہیں عطا فرماتے ہیں۔

جب یہ بہت بڑی رقم آئی تو حضرت نے جو مجمع موجود تھا ان سے فرمایا کہ دیکھو، یہ ہماری یہ جو دیوار ہے یہ گرنے کو ہے، کتنے دنوں سے آپ دیکھ نہیں رہے ہیں؟ فرمایا ہاں اس کو کچھ کرنا چاہئے، فرمایا جاؤ! اعلان کرو، جلدی آؤ! جلدی آؤ! ہماری دیوار گرنے کو ہے، اب حضرت نے بلایا تو سارا گاؤں دوڑ کر جمع ہو گیا، کوئی پھاوڑا لے کر، کوئی کدال لے کر، سب چیزیں لے کر اور حضرت نے فرمایا کہ یہ ہماری دیوار کے لئے ہم نے آپ کو تکلیف دی کہ اس کو بنانا ہے، جب دیوار بنائی تو پوچھا کہ کتنا مجمع ہے؟ اتنے لوگ، فرمایا ان سب میں یہ تقسیم کر دو، ساری رقم تقسیم کر دی اسی وقت، کتنا اچھا مصرف سوچا۔

ایک مرتبہ انگریز کا زمانہ تھا۔اُس وقت تو ایک انگریز افسر آیا تو اس نے کوئی رقم پیش کرنا چاہی کہ آپ کے پاس اس قدر لوگ آتے رہتے ہیں اور آپ کے لئے ہم یہاں بہت بڑی خانقاہ بنوا دیتے ہیں اور اس میں کھانے پینے کا انتظام کردیتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھئی، میرے لئے تو یہ میری ایک چار پائی ہے اور یہ میرے دو لوٹے ہیں، اور دو پانی کے گھڑے ہیں، یہ کافی ہیں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

ایک کوئی نواب صاحب تھے، ان کا کوئی مسئلہ اٹکا ہوا تھا، دعا کے لئے آئے، حضرت نے دعا فرمائی، وہ کام ہوگیا،تو بہت بڑی رقم لے کر آئے،تو حضرت کے سامنے پیش کی، حضرت نے فرمایا میں اس کا کیا کروں گا؟ تم لے جاؤ اور اس کے قرآن شریف جتنے چھپ سکتے ہو، چھپا کر تقسیم کرو،تو انہوں نے کیا کیا کہ وہ قرآن شریف چھپوائے اور لے کر حضرت کی خدمت میں آئے کئی اونٹ پر لاد کر کے اور ایک خوبصورت گھوڑا حضرت کی سواری کے لئے لائے، اس کا زین اور تمام چیزیں شاہانہ ٹھاٹھ کی تھیں،اس طرح حضرت کی خدمت میں لا کر پیش کئے وہ سارے قرآن شریف، پانچ ہزار قرآن شریف،مختلف سواریوں پر لادے ہوئے،حضرت نے فرمایا کہ چلو،فلاں سے کہا کہ تم اس پر بیٹھو،اس پر بیٹھو،ان کو لے کر نکلے اور ساری اطراف کی بستی میں گھوم پھر کر چند گھنٹوں میں سارے قرآن شریف تقسیم فرما دئے۔

حضرت کے یہاں نہ پیسہ رہتا تھا، نہ دولت، نہ کوئی چیز،وہ خادم پوچھنے لگے کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟ آپ کا ہر فعل، ہر عمل، ہر قول، ہر بات بالکل سو فیصد سنت کے مطابق،لیکن ایک چیز سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ سنت کے خلاف کیوں؟ حضرت نے پوچھا کہ وہ کیا؟ کہنے لگے کہ یہ آنے والے مہمانوں کی ڈانٹ ڈپٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے؟ حضرت نے فرمایا اِدھر آؤ، کان میں فرماتے ہیں کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو یہاں میرا رہنا مشکل کردیں لوگ، مجمع کی آمد کم کرنے کے لئے یہ طرز اختیار فرمایا تھا۔

ایک دفعہ مولانا احمد علی لیسٹر والے، ان کو میں نے ایک لنگی والے مولانا کا قصہ سنایا

تھا، اس طرح وہ فرمانے لگے کہ لوگ میرا جینا مشکل کر دیں گے، ان کو تھوڑا ڈانٹ ڈپٹ کر لیتا ہوں، مجھے معاف رکھئے اس کے لئے یہ ساری حرکت میں از خود کیا کرتا ہوں، ورنہ میں دل میں بڑا نادم ہوتا ہوں، اللہ سے معافی مانگتا ہوں، ان کے لئے دعائیں بھی کرتا ہوں۔

اب یہ تینوں حضرات، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونوں ساتھی چلے، ہمارا وقت تھا ساڑھے چار بجے تک خیر جلدی سے اس کو ختم کرتے ہیں، حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی اسرون اور ابن سقہ تینوں طالبِ علم پہنچتے ہیں ان بزرگ کے پاس، اتفاق سے ملاقات ہوگئی۔

جیسے ہی وہ ملے، ملتے ہی، دیکھتے ہی، فرمانے لگے ابن سقہ جس نے یہ کہا تھا، جس طالبِ علم نے کہ میں ایسا سوال کروں گا کہ ان کا اس سے جواب نہیں بن پڑے گا، ڈانٹ کر فرماتے ہیں کہ ابے! تو نے یہ کہا تھا کہ تو ایسا مجھ سے سوال کرے گا کہ جواب نہیں بن پڑے گا۔ تیرا سوال یہ تھا؛ سوال دہرایا جو اس کے دل میں تھا، اور اب جواب سن، پھر جواب دیا اور اس کے بعد فرمایا کہ تو بے ادب ہے، بے ادب بنا، تیری بے ادبی کی سزا تجھے ملے گی کہ جب تو اس دنیا سے رخصت ہوگا تو مرتد ہو کر مرے گا، اللہ اکبر!

اور دوسرے ساتھی تھے ابن ابی اسرون تھے، ان سے فرماتے ہیں کہ ہاں، تو نے بھی ایک سوال سوچا تھا، کہا تو نے یہ سوال سوچا تھا کہ یوں پوچھے گا، تو وہ سوال دہرایا اور اس کے بعد پھر اس کا جواب دیا، کہ اس کا جواب یہ ہے اور فرمایا کہ تو تیرے مستقبل کے متعلق سن لے کہ تو دنیا میں غرق ہوگا اور تجھے دنیا چاہئے تو دنیا تجھے اتنی ملے گی، اتنی ملے گی کہ یہاں نہیں یہاں تک (گلے سے سر کی طرف اشارہ فرمایا) دنیا میں تو ڈوب جائے گا۔

چنانچہ وہ اخیر عمر میں روتے تھے ابن ابی اسرون اور کہتے تھے کہ ہم نے اُس بزرگ کی خدمت میں جانے کے آداب اور ادب کا پاس اور لحاظ نہیں کیا، اُس کی مجھے یہ سزا ملی کہ مجھے بادشاہوں کے پاس بیٹھنا اٹھنا، یہ زیادہ اچھا لگنے لگا اور مجھ پر عہدۂ قضا پیش کیا گیا، مجھے قاضی

القضاۃ بنایا گیا اور یہ ساری دنیا کی فراوانی اور دولت مجھے ملی، یہ مجھے اس بزرگ کی بددعا کی سزا کے طور پر ملی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں اس کے محاسبہ سے مجھے بچائے، اس پر رویا کرتے تھے۔

اور تیسرے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا آجا۔ ان سے معانقہ فرمایا اور فرمایا کہ تو باادب لڑکا ہے، تیرے مستقبل کی میں پیشن گوئی کرتا ہوں، کہ یہ جو بغداد کی سب سے بڑی جامع مسجد ہے اس کے منبر پر تو بیٹھا ہوگا اور اللہ کی طرف سے تو یہ اعلان کرے گا کہ قَدَمِیُ ھٰذِہ عَلیٰ رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیٍّ کہ میرا یہ قدم، تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام اولیاء کی سیادت اور ان کی امامت تجھے عطا فرمائیں گے، حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا اونچا مقام عطا فرمایا۔

ابن ابی اسرون اپنا حال خود اخیر عمر میں یاد کر کے روتے تھے اور ابن سقہ جس کے متعلق حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ تو مرتد ہو کر مرے گا ان کا یہ حال ہوا کہ پڑھتے رہے، پڑھتے رہے، جس طرح طالبِ علمی کی زمانہ سے یہ شوق تھا کہ میں اُس بزرگ سے جا کر ایسا سوال کروں جس کا ان سے جواب نہ بن پڑے، تو یہی مزاج رہا، یہی مزاج اور یہ مزاج ہوتا ہے مناظرانہ کا، دوسرے کو چپ کرنے اور ساکت کرنے کی تمنا اور کوشش۔ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے مناظر بنے، پہلے تو مسلمانوں کے لئے مناظرے کرتے رہے، اور اس میں جب مشہور ہوئے تو ضرورت پیش آئی عیسائیوں سے مناظرہ کی، تو وہاں اِن کو خلیفہ نے بادشاہِ روم کے پاس بھیجا کہ وہاں مناظرہ کے لئے جاؤ، وہاں مناظرہ کے لئے گئے اور جو اسلام پر انہوں نے تقریر کی تو بادشاہ اور تمام درباری ان کے بڑے معتقد ہو گئے، ان کے پاس بڑی عزت کے ساتھ رہنے لگے۔

اسی دوران پھر وہاں کسی عیسائی عورت کے ساتھ معاشقہ ہوا، ہوتے، ہوتے، ہوتے انہوں نے نکاح کا پیغام بھیجا، اُس نے کہا کہ نہیں، ویسے تو میں نکاح نہیں کرسکتی جب تک کہ تم

ہمارے مذہب کو قبول نہ کرو، لکھا ہے کہ اس بزرگ کی بددعا غالب آئی، اس عیسائی عورت سے نکاح کے لئے اس نے اسلام کو رخصت کیا، عیسائی بنا اور اسی حالت میں اس کو موت آئی۔

جب وہ عیسائی بن چکا تھا اس وقت بغداد کے بعض لوگ وہاں پہنچے، جب اس کا یہ حال دیکھا کہ صلیب گلے میں پڑی ہوئی ہے اور عیسائی بنا ہوا ہے، پوچھا یہ کیا؟ تو تو ایک زمانہ میں بہت بڑا مناظر تھا، مسلمانوں کی طرف سے اور ان کی طرف سے مناظرہ کے لئے تجھے اِدھر بھیجا گیا تھا تو وہ ان کے پیر پکڑ کر رونے لگا، کہنے لگا میں کیا کروں مجھے ان بزرگ کی بددعا لگی اور کہتے ہیں کہ ان کی بددعا بھی بڑی عجیب ہے ایک طرف میں سمجھ رہا ہوں کہ میں غلط کام کر رہا ہوں، اور سمجھتے ہوئے کیئے جا رہا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ تم تو اپنے وقت کے ایک بہت بڑے عالم تھے اور قرأت سبعہ کے تم قاری تھے، تو وہ سارا علم تمہارا کیا ہوا؟ کہتے ہیں مجھے تو کچھ یاد نہیں، صرف ایک آیت یاد ہے، پوچھا وہ کیا؟ کہنے لگے یہ آیت ہے **رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْن** ، کہ کافر لوگ، ایک وقت آئے گا کہ تمنا کریں گے کہ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔ اللہ تبارک و تعالی ہمیں اسلام پر زندہ رکھے، اسلام پر موت دے۔

ابھی جس طرح میں نے بتایا کہ ہمیشہ انسان ظاہری، باطنی طور پر تواضع اختیار کرے اور ہر مسلمان کے ساتھ نرمی اور تواضع کا برتاؤ، خاص طور پر نیک مجلسوں میں جب جائیں، نیک لوگوں کے پاس جب جائیں، تو وہاں اور زیادہ اس کا خیال ہو، جس طرح یہ بغداد کے مجذوب بزرگ، انہوں نے ان کو دیکھتے ہی تینوں کے متعلق بتا دیا کہ تم یہ سوال کرنے والے تھے اور تمہارا انجام یہ ہوگا، تم یہ سوال کرنے والے تھے اور تمہارا مستقبل یہ ہے، اللہ تبارک و تعالی ان کو ایسی باطنی فراست عطا فرماتے ہیں کہ پتہ نہیں کہاں سے کہاں تک کی وہ دیکھ لیتے ہیں۔

اللہ والوں کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے

پنجاب میں تونسہ شریف کی گدی بڑی مشہور ہے، وہاں کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی۔ دوستو، ان اللہ والوں سے بہت ڈرتے رہنا چاہئے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کیا کرتے تھے: اللہ والوں سے بہت ڈرتے رہا کرو، ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے، جو زبان سے نکل جائے، اللہ تبارک وتعالی کے وہ لاڈلے ہوتے ہیں، جو زبان سے نکلتا ہے اللہ تبارک وتعالی ایسا بنا دیتے ہیں۔ تو یہ ان کی فراست اور ان کا کشف بڑا تیز ہوتا ہے۔

خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی تونسہ شریف، اُس زمانہ میں مورا شریف، اپنے پیر ومرشد کو ملنے کے لئے پہنچے، یہ ان کا آخری زمانہ تھا، ان کے آخری دن تھے، بیمار چل رہے تھے، سو سال سے زیادہ عمر پائی، تو یہ ملنے کے لئے گئے۔

خدام، جو بزرگوں کے یہاں ہوتے ہیں، چونکہ مجمع روز تنگ کیا کرتا ہے تو تحمل برداشت کم ہو جاتی ہے، انہوں نے کوشش کی کہ ملاقات ہو جائے، زیارت ہو جائے، خادم نے جواب دے دیا کہ نہیں، ملاقات نہیں ہوسکتی، انہوں نے کہا کہ میں بہت دور سے آیا ہوں اور مجھے جلدی واپس جانا ہے کہنے لگے نہیں، جب اصرار پر کوئی بات نہیں بن سکی تو انہوں نے کہا اچھا پھر میں واپس چلا جاتا ہوں اور جاتے ہوئے، خادم سے مصافحہ کرتے ہوئے خواجہ سلیمان تونسوی کے پاس قرآن شریف تھا، تو وہ قرآن شریف ان کو پیش کیا، کہ یہ آپ کو ہدیہ ہے اور ایک گھڑی، یہ جو الارم والی گھڑی ہوتی ہے، وہ خادم کو ہدیہ کی۔

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ رمضان میں اشراق کی نماز، چاشت کی نماز کئی گھنٹوں پڑھا کرتے تھے، کم از کم تین گھنٹے اس میں لگتے ہوں گے، گھڑی سامنے رکھتے، اس ڈر سے کہ کہیں زوال نہ ہو جائے، کیوں کہ حضرت استغراق سے نماز پڑھ رہے ہیں تو ساڑھے بارہ

بجے زوال کا وقت ہے تو کہیں سلام پھیرنے سے پہلے پہلے زوال نہ ہوجائے، اس لئے حضرت فرماتے تھے کہ وہ ٹیم پیس میرے سامنے رکھ دو، یہ ٹیم پیس الارام والی گھڑی۔

خواجہ سلیمان تونسوی نے چلتے ہوئے حضرت کے خادم کو قرآن شریف ہدیہ کیا اور ایک وہ ٹیم پیس ؛ الارام والی گھڑی دی، اب خادم کو خیال ہوا کہ یہ تو بری بات ہے کہ میں نے ان کی طرف سے ہدیہ بھی قبول کیا اور یہ بیچارے واپس جا رہے ہیں، دیر سے مِنت سماجت کر رہے ہیں، کہنے لگے اچھا ذرا ٹھہرو میں دیکھتا ہوں، اندر گئے اور حضرت سے عرض کیا کہ کوئی مہمان ہیں، ملنا چاہتے ہیں، حضرت نے فرمایا بلا لو، تو یہ اندر گئے مصافحہ کیا۔

اب حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے پیر و مرشد اپنے خادم کو غصہ میں پوچھتے ہیں پنجابی میں، وہ جملہ میں تو نہیں پڑھ سکا اس کا ترجمہ لکھا ہے کہ پنجابی میں اس کو پوچھتے ہیں، یہ حضرت کو کشف ہوگیا، حضرت نے فراستِ باطنی سے دیکھ لیا کہ اس نے کیا حرکت کی،، حضرت نے اپنے خادم کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم اِن کو ہم سے ملانے سے انکار کر رہے تھے اور ملاقات سے تم نے انکار کیا تھا، پھر ان کو ملاقات کے لئے لائے، تو تم نے ان سے کوئی رشوت لی ہوگی، اب وہ کہتا ہے کہ نہیں حضرت، میں نے کوئی رشوت نہیں لی۔

انہوں نے نہ کے لئے جب سر ہلایا تو جیسے ہی ادھر انہوں نے سر ہلایا اور اِدھر سے بغیر ٹائم لگائے ٹائم پیس بجنا شروع ہوا، الارم شروع ہوگیا، اب وہ دیہاتی خادم، اس کو پتہ ہی نہیں کہ کونسا بٹن دبائے کہ الارم بند ہو، اب حضرت خود بھی ہنس رہے ہیں اور آنے والے مہمان بھی ہنس رہے ہیں کہ یہ پکڑے گئے۔ یہ ہیں اولیاء اللہ، اس لئے ان سے ڈرنا چاہئے، حضرت کو معلوم ہوگیا کہ کیا اس نے حرکت کی پھر آگے ٹیم پیس کا الارام بھی حضرت کی کرامت سے چالو ہوگیا، یہی قرآنِ پاک نے کہا اَلْیَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ، اللہ اکبر!

جس طرح وہ ٹیم پیس کا الارم وہاں بجنا شروع ہوا اس طرح کل قیامت میں پوچھا جائے گا

کہ تم نے کیا کیا؟ تو وہ انکار کرے گا تو پیر بولنا شروع کرے گا کہ یہ مجھے فلاں سینیما میں لے گیا تھا، فلاں گناہ کے کام میں لے گیا تھا، فلاں گناہ کی جگہ پر مجھے لے گیا تھا، آنکھ بولنا شروع کرے گی کہ میرے ذریعہ اس نے فلاں کو گھورا تھا، فلاں کو دیکھا تھا، فلاں گناہ کیا تھا۔ ایک ایک عضو بولے گا، اللہ تبارک وتعالی ہماری عاقبت اچھی فرمائے، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں سچی محبت نصیب فرمائے، اور دوستو، یہ دعا کا وقت ہے۔

حدیث پڑھ لیتا ہوں میرے ساتھ یہ کلمات آپ دہرا دیں پھر دعا ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِی اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلی الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَان عَلَی اللِّسَان، ثَقِيْلَتَان فِی الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم.

وَصَلَّی اللّٰهُ تعالی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ.

۴۵

سید الارواح صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء اولیاء کی عالم برزخ سے رہنمائی

زباں پر مری ان کا نام آگیا
تو گردش میں مستی کا جام آگیا

سنا نامِ نامی جو عاشق نے ان کا
زباں پر درود و سلام آگیا

لبوں کو مرے رحمتِ حق نے چوما
جب ان پر درود و سلام آگیا

جو پہنچا درِ پاکِ احمد پہ طالب
تو ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا

جہاں میں جو تشریف لائے محمد
تو سامانِ عیش دوام آگیا

مرے کام آئی نہ کوئی عبادت
مرا ٹوٹا دل میرے کام آگیا

ہے ساقیِ کوثر کا فیض عام سب کو
جو چاہے پئے اذنِ عام آگیا

ہوئی دور ظلمت، منور ہوا جگ
جہاں میں وہ ماہِ تمام آگیا

نظام اب کوئی اور جائز نہیں
محمد کا اعلی نظام آگیا

مری نیک بختی میں کیا شک ہے ہمدم
محمد کی امت میں نام آگیا

وہ محشر میں فرمائیں اے کاش غازیؔ
لو دیکھو وہ میرا غلام آگیا

(مولانا نسیم احمد غازیؔ مظاہری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ختم تو ہمارے بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب کرائیں گے۔میں کچھ اس کتاب کے متعلق اور مؤلفِ کتاب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ عرض کر دوں گا۔ یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ عز وجل نے ایک عظیم کام لیا، جن سے حق سبحانہ و تعالیٰ کو کام لینا مقصود ہوتا ہے ان کے لئے انتظامات بھی اُدھر ہی سے کئے جاتے ہیں، جیسا کہ ہر سال آپ حضرات سنتے رہتے ہیں کہ حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بچپن میں بینائی چلی گئی، عرصہ تک نابینا، والدہ نہایت پریشان، رونا دھونا، گریہ و زاری، فریاد، ایک رات کیا دیکھتی ہیں کہ جد الانبیاء، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت ہوتی ہے۔

بلا واسطہ اور بالواسطہ مقاصد کا پورا ہونا

یہ ایک نقطہ عرض کروں گا جو روحانیت سے متعلق ہے اور روحانی عالم سے متعلق ہے، کہ چونکہ ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی امت میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جد الانبیاء، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے خاندان سے ہیں، اس لئے اس امت کو، امت کے کسی فرد کو جب

کبھی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں فریاد رساں ہوتا ہے، عرض و معروض کرتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے بغیر کسی واسطہ کے اس پریشان حال کی پریشانی دور کردی جاتی ہے، اس بیمار کو بغیر کسی طبیب کے، بغیر کسی واسطہ کے شفا دے دی جاتی ہے، کبھی درمیان میں کوئی سبب کے طور پر واسطہ کسی کو بنایا جاتا ہے جیسا کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ میں والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔

دار العلوم پر نگاہ کرم

اور جیسا کہ میں نے ایک دفعہ عرض بھی کیا تھا کہ ہماری دار العلوم بری میں جب مسجد تعمیر ہو رہی تھی اور جو مسجد کے کونٹراکٹر کو دینے کے لئے جو قسطیں متعین تھیں، ہر مہینہ کی پوری نہیں ہو پا رہی تھیں، تو ہم دوستوں کے ساتھ گئے، مختلف شہروں سے سب نے وعدہ کئے کہ ہر مہینہ ہم سے آپ دس پاؤنڈ لے لیں، بیس پاؤنڈ لے لیں، اس سے کام آسان ہو رہا تھا، مگر اس میں کبھی ان کی طرف سے کوئی بھول ہو جاتی، وہ کسی مہینہ چوک جاتے۔

دار العلوم کے دفتر میں بیٹھ کر میں اور ایک ساتھی، ہم نے مشورہ کیا کہ ہم نے سوچا یہ جو کام جتنا ہوا ہے اس کی ایک تصویر لیتے ہیں، اور ایک کیلنڈر چھاپتے ہیں اور اس کیلنڈر پر لکھا ہوگا کہ آپ نے دار العلوم کو ہر مہینہ جو قسط دینی ہے، مہینہ کے ختم پر جو خاص جگہ بنی ہوئی ہوگی، وہاں نشان لگا دیں کہ آپ نے وہ قسط ادا کردی، تاکہ یاد دہانی پورا مہینہ ہوتی رہے، ابھی وہ تصویر نہیں لی گئی، کیلنڈر نہیں چھپا تھا۔

اس مشورہ کو ہفتہ بھر نہیں گزرا ہوگا کہ اس وقت ہمارے دار العلوم میں طالبِ علم تھے حضرت مولانا اسماعیل واڈی صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا صوفی طاہر صاحب۔ وہ طالبِ علم تھے، میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک خواب سنانا ہے، میں نے کہا فرمایئے، کہنے لگے کہ آج میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ وسلم دار العلوم تشریف لائے اور اس وقت جہاں نماز ہوتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد والے ہال میں تشریف لے گئے اور

نماز کے بعد فارغ ہو کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی، چلتے چلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس رک جاتے ہیں اور اس دیوار پر ایک کیلنڈر لٹکا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک چھڑی کی نوک سے اس کیلنڈر کو دیوار پر سے نیچے گرا دیتے ہیں۔

اتنا سن کر میں نے کہا اللہ اکبر! اللہ اکبر! میں نے کہا آپ تو طالبِ علم ہیں اور یہ ہم دو کی گفتگو جو تین چار روز پہلے دار العلوم کے دفتر میں ہوئی تھی، وہ کیسے مدینہ منورہ پہنچ گئی اور کتنی شفقت، کتنی شفقت، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ، یہ پلان، یہ منصوبہ گوارہ نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالی شانہ کی طرف سے یہاں واسطہ بنایا گیا دار العلوم کے ایک غلط کام کی اصلاح کے لئے، جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا اس کو غلط ہی کہتے ہیں۔

حق تعالی شانہ کی طرف سے کبھی کسی کو واسطہ بنایا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تشریف لاتے ہیں، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر نوع کے، کسی کی شفا یابی کے، پریشان حال کی پریشانی کے دور ہونے کے، میں نے بہت سے مجالس میں بہت مختلف قصے اس سلسلہ کے آپ کو سنائے بھی ہیں، ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطہ بنایا گیا، ان تمام قصوں میں۔

اگر ان کو جمع کیا جائے تو سینکڑوں بالکل صحیح قصے ملیں گے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کسی کو شفا ہوئی، کسی پریشان حال کی پریشانی دور ہوئی، مصیبت زدہ کی مصیبت دور ہوئی، مدینہ منورہ حاضر ہونے والوں میں سے کسی کی میزبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، کسی کے ٹھہرنے کا انتظام فرمایا اور کئی دفعہ سنایا، وہاں اہلِ مدینہ کو ستانے والوں کے نکالنے کا بھی انتظام فرمایا تو ان سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا واسطہ

اسی طرح حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہیں، بہت سے قصوں میں، وہاں میں نے لیسٹر میں ایک قصہ عرض کیا تھا جس میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام واسطہ، یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی چلی جاتی ہے اور ماں کو زیارت ہوتی ہے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام خوشخبری دیتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے تمہارے بیٹے کی بینائی واپس فرمادی، اس پر دیکھتی ہیں، بیٹے کو جگاتی ہیں اور پوچھتی ہیں اس کو دیکھو، یہ دیکھو، تو کہتے ہیں کہ خواب حقیقت ہے، بالکل سچا خواب، یہاں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام واسطہ ہیں، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جن میں واسطہ بنایا گیا اس کے بھی قصے بکثرت ہیں۔

اس ملک میں ہم رہتے ہیں، اکثریت عیسائیوں کی ہے، ہر وقت بچپن سے ہمارے بچے حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا نام سنتے ہیں، کچھ علاقوں میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت زیادہ سنتے ہوں گے، جو چرچ اسکول میں جاتے ہیں، اسی طرح حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بھی جلیل القدر نبی۔ یہ تمام انبیاء، ان کی عظمت، ان کا مرتبہ، ان کے ماننے والوں اور ان کی امت سے زیادہ ہم تسلیم کرتے اور مانتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

لیکن نکتہ کی بات جو میں عرض کر رہا تھا وہ یہ کہ یہ اس طرح کے معجزاتی قصے، کہ جس میں خواب میں کسی کی زیارت ہوئی اور کسی کی مدد ہوگئی، یہ یا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سنے ہوں گے، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے سنے ہوں گے، لیکن حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، ان کے قصے کم سننے میں آئے ہیں۔

کوئی حکمت ہوگی حق تعالی شانہ کی، حالانکہ وہ بھی اللہ کے جلیل القدر نبی، تو حضرت

ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بشارت دیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے تمہارے بیٹے کی بینائی واپس فرمادی، بیدار ہوتی ہیں تو خواب حقیقت ہوتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

میں نے عرض کیا کہ ان کو منتخب کیا جاتا ہے، آگے کام لینا تھا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے، نابینا تھے، بینا ہو گئے، بینائی واپس مل گئی، خود خواب دیکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پنکھا جھل رہے ہیں، مکھی مچھر پریشان نہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی سے پریشانی نہ ہو، تو پنکھا جھل رہے ہیں۔

اس کی بھی معبر نے تعبیر دی کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کی خدمت کرو گے اور تم سے حدیثِ پاک میں سے صحیح احادیث کے الگ کرنے کا کام لیا جائے گا، چنانچہ اللہ تعالی نے یہ کام لیا۔

ہر سال میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہماری توجہ اُدھر ہونی چاہئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کی طرف، جہاں سے انتخاب کیا جاتا ہے، چنا جاتا ہے۔

حق تعالی شانہ کی ذات پاک تو صمد ہے، بے نیاز ہے، انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، صلحاء ہوں، سعداء ہوں، اشقیاء ہوں، کسی بھی قسم کے ہوں، حق تعالی شانہ کو ان میں سے کسی کی بھی ضرورت اور حاجت نہیں۔

اس لئے کبھی بلاواسطہ بھی ایسا ہوتا ہے جیسے یہ حدیث کی کتابیں آپ پڑھتے ہیں کہ جن میں یہ کتابیں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ، تو اسی طرح اہلِ تصوف کے یہاں چند کتابیں بڑے پائے کی ہیں جیسے قوت القلوب ہے، عوارف المعارف ہے، رسالہ قشیریہ ہے، رسالہ مکیہ ہے، ابن عربی کی فصوص الحکم کا نام لیں گے تو بعضوں کو اچھا بھی نہیں لگے گا، تو یہ تمام کتابیں، یہ تصوف کی بہت بنیادی کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اور آیاتِ شفاءِ ستّہ

ان میں جو رسالہ قشیریہ ہے، تو اس کتاب کے مرتب بہت بڑے ولیِ کامل امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بیٹے کی بیماری کی وجہ سے وہ پریشان ہیں، ان مذکورہ قصوں میں آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مگر ان کے بیٹے کی بیماری کی فریاد عرش تک جب پہنچی تو ان کے خواب میں خود حق تعالی شانہ تشریف لائے، اور خود حق جل مجدہ نے سبب کے درجہ میں، کیا سبب اختیار کیا جائے، کیا علاج کیا جائے وہ علاج بتایا، اور علاج کیا بتایا؟

حق تعالی شانہ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بیٹے کے لئے یہ آیات شفاءِ ستہ، چھ آیات ہیں جس میں شفا کا ذکر ہے، **فِيْهِ شِفَاء، هُدًى وَ شِفَاء، شِفَاءٌ وَ رَحْمَة، فَهُوَ يَشْفِيْن، شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُوْر، ويشف صدور قوم مؤمنين**، تو یہ جن چھ آیات میں یہ کلمات آئے ہیں تو ان کو ایک جگہ پر لکھ کر طشتری وغیرہ میں، وہ پانی اس کو پلاؤ۔

جیسے ہی امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوتے ہیں حق تعالی شانہ نے جو علاج بتایا، شفاء کی چھ آیات کا وہ پانی پلایا جاتا ہے، اور شفاء ہو جاتی ہے۔

مرض وسحر سے شفاء کے لئے منزل

ہمارے پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب یہاں تشریف لائے ہیں، تو جس سال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا وصال ہوا سن بیاسی میں، تو وہاں وہ کسی کو خط لکھ رہے تھے کہ منزل، جس کے پڑھنے سے شفاء ہوتی ہے۔

میں نے اُن سے عرض کیا کہ کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ اس میں دو چار سطر بڑھا دیں اور یہ چھ شفاء والی آیتیں اس میں آپ لکھ دیں کہ اس کے پڑھنے اور پلانے اور اس کو پڑھ کر دم کرنے سے بھی شفاء ہوتی ہے، چنانچہ فوراً انہوں نے وہاں لکھ دئے۔

انہوں نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ کونسی کتاب میں ہے؟ کس نے لکھا ہے؟ اور سچ مچ

مجھے، میں نے اس وقت تک یہ علامہ قشیری کے بیٹے کا واقعہ پڑھا بھی نہیں تھا، صرف اپنے تجربہ کی بنیاد پر میں نے ان سے یہ عرض کیا، مگر انہوں نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے ابا جان کے یہاں ان کی کچھ پوچھ تھی۔

اور یہاں تک کہ ایک مرتبہ، ایک کتاب کے نام کی تبدیلی کے لئے لکھنؤ سے حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط آئے کہ یہ کتاب بڑی عظیم الشان کتاب ہے، بڑی مفید کتاب ہے، مگر اس کا نام افادیت سے مانع ہے، تو اس کے بدلے میں یہ نام تجویز کیا جائے۔

حضرت نے جواب لکھوانا شروع کیا اور سہارنپور جو کتاب کی اشاعت پر مأمور تھے، حضرت کے داماد حکیم الیاس صاحب، ان کو لکھوا رہے تھے کہ لکھنؤ سے یہ خط آیا ہے، ان کی رائے ہے کہ نام بدل دیا جائے، چنانچہ آئندہ جب میری زندگی میں یا مرنے کے بعد اس کتاب کو آپ چھاپیں، اس کے بدلے میں یہ نام ہونا چاہئے، جب یہاں تک لکھوا چکے۔

اس وقت میں نے عرض کیا کہ حضرت، اگر نام اس کا بدل دیا جائے گا تو پڑھنے والے تذبذب میں ہوں گے کہ حضرت کی جو پہلے نام کے وقت جو رائے تھی اب نام کی تبدیلی کے بعد شاید کچھ رائے میں بھی تبدیلی آئی ہوگی۔

اتنا جملہ کہنا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے عزیز یوسف نے یہ رائے دی اور صحیح رائے دی، اس لئے وہی نام رکھا جائے۔

شاید اس طرح کے واقعات حضرت نے دیکھے ہوں گے، سنے ہوں گے اس لئے انہوں نے نہیں پوچھا کہ آیاتِ شفاءِ ستہ کیوں شامل کی جائیں، اگرچہ اب وہ اس میں حوالہ بھی دے سکتے ہیں کہ خود حق تعالیٰ شانہ نے امامِ قشیری کے بیٹے کے لئے یہ شفاء والی چھ آیات تجویز فرمائیں اور اس سے ان کو شفاء ملی، کبھی کسی کو واسطہ بنایا جاتا ہے، کبھی بلاواسطہ حق تعالیٰ شانہ کسی کی تکلیف پریشانی دور فرماتے ہیں۔

یعقوب ابن سفیان کا واقعہ

یعقوب ابن سفیان ایک بڑے محدث ہیں، جس طرح واقعہ امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا، بالکل ہو بہو وہی قصہ ان کا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بچپن کا ہے، اِن کا قصہ یہ ہے کہ ساری عمر حدیث کا مشغلہ رہا، تیس سال تک، تیس سال تک ان کا معمول یہ رہا کہ پورا دن وہ اپنے اساتذہ سے احادیث سنتے اور پھر ساری رات اس کے دیکھنے میں صرف ہوتی تھی، اس زمانہ کے روشنی کے انتظامات سوچیے، اس کے نتیجہ میں ان کی بینائی چلی گئی، دعائیں کر رہے ہیں الٰہی! اتنا مبارک کام مجھ سے چھوٹ گیا۔

ایک دفعہ روتے روتے آنکھ لگ گئی، سید الکونین، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں رو رہے ہو؟ اب شاید جی بہلانے کے لئے پوچھا ہوگا، کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اپنی بینائی کے جانے کا اتنا افسوس نہیں ہے جتنا افسوس مجھے میرے اس مشغلہ کے چھوٹنے کا ہے کہ مجھ سے حدیثِ پاک کا یہ مشغلہ چھوٹ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھنا شروع کیا، یعقوب ابن سفیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھنے کے بعد مجھ پر دم فرمایا اور دستِ شفقت میری آنکھوں پر پھیرا، آنکھ کھلی، دیکھتے ہیں پھر بینا ہوگئے، بینائی واپس مل گئی، میں نے عرض کیا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے وابستہ بالکل صحیح قصے بہت زیادہ ہیں۔

ملک ناصر الدین سبکتگین کا بیٹا

آپ نے سبکتگین کا نام سنا ہوگا، ایک بادشاہ گزرا ہے ناصر الدین سبکتگین، ان کے بعد اُن کا بیٹا جب تخت پر بیٹھا ہے تو اس کا خود بیان ہے کہ مجھے بارہا یہ شک ہوا کہ آیا میں ملک ناصر الدین سبکتگین کا بیٹا ہوں بھی یا نہیں؟ شک تو باپ کے بارے میں کیسے ہوسکتا ہے، وہ تو ان کے والد ماجد، لیکن چونکہ اس زمانہ میں جہالت کی وجہ سے یا اور کسی کی وجہ سے چار سے زیادہ حرم رکھنے کا مرض تھا، اور اسی طرح کسی کو اپنا بیٹا بنا کر متبنّٰی بنا لینا، یہ بھی بادشاہوں کا معمول تھا،

جس کسی پر فریفتہ ہوئے تو کہتے کہ آپ کا بیٹا ہمیں دے دو، تو وہ بھی خوشی خوشی دے دیتے کہ کل کو میرا بیٹا تخت پر بیٹھے گا، وہ کہتے ہیں کوئی وجہ نہیں تھی، بلا کسی وجہ کے مجھے اپنے بارے میں تر دد تھا۔

خود ہمارے یہاں بولٹن میں جب میں مسجد میں امام تھا اس وقت ایک باپ روتا ہوا آیا کہ بہت بڑی مصیبت میں ہوں کہ بیٹی کو یہ شبہ ہوگیا اور شبہ تھا جو کہ یقینی بنتا جا رہا تھا اور بار بار وہ اس کا اظہار کر رہی ہے کہ تم دونوں میرے والدین نہیں ہوں، اب ماں باپ پر کیا قیامت گزری ہوگی، کہ جب بیٹی، ایک اکلوتی بیٹی اور ہمارے متعلق اس کو یہ وہم ہوگیا۔

ناصر الدین سبکتگین کا بیٹا کہتا ہے کہ مجھے شبہ تھا کہ ناصر الدین میرے والد ہیں یا نہیں، دوسرا چونکہ میں پڑھتا تھا، سنتا تھا ہر جگہ قیامت، قیامت، کہتے ہیں میں سوچتا تھا کہ یہ تو ویسے ہی ڈرانے کی باتیں ہوں گی اس کی حقیقت کوئی نہیں ہوگی جیسے دہریہ مانتے ہیں کہ ہم ویسے ہی دنیا میں زندگی گزارتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں، **وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْن**، دوبارہ زندہ ہونا اس کی حقیقت کوئی نہیں۔

تیسرا کہتے ہیں علماء آتے تھے اور دوسروں کی طرف سے سفارشیں کی جاتی تھیں، کہا جاتا تھا کہ **اَلْعُلَمَاء وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء** تو کچھ ہمارے جیسے ہوں گے کہ جن کے حالات، کرتوت، اس کو دیکھ کر وہ کہتا ہے کہ مجھے اس پر شبہ تھا کہ یہ علماء؟ یہ انبیاء کے وارث؟ یہ تو مقولہ انہوں نے ویسے ہی علماء نے اپنی عزت بڑھانے کے لئے گھڑ لیا ہے، اس حدیث کی کوئی حقیقت نہیں۔

کہتے ہیں یہ تین چیزیں ولدیت، قیامت، وراثت میرے دل میں ہمیشہ کھٹکتی تھیں کہ ملک ناصر الدین سبکتگین میرا باپ ہے یا نہیں، قیامت کی حقیقت کوئی نہیں، **اَلْعُلَمَاء وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء** یہ بھی گھڑا ہوا مقولہ معلوم ہوتا ہے۔

لیکن جدھر توجہ ہو جائے، جیسے کیلنڈر کی طرف توجہ مبذول ہوگئی، دار العلوم کا کام ہوگیا، ایسے ہی وہ اپنے حالات خود بیان کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اے سبکتگین کے بیٹے! ایک شک کا جواب، اے سبکتگین کے بیٹے! ہوا یہ تھا کہ یہ رات کو اپنے جلوس کے ساتھ کہیں گزر رہا تھا تو رستہ میں ساری مخلوق کھڑی ہوئی تھیں، تو وہ بار بار دیکھتا تھا کہ وہ شمع دان لے کر جو سپاہی چل رہے تھے تو ایک پھٹے پرانے کپڑوں میں کوئی طالبِ علم اپنی کتاب کو لے کر تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ چلتا تھا، دیکھا کہ وہ شمع دان والا سپاہی دور ہوگیا، روشنی ختم ہوگئی تو پھر جو پیچھے والا ہے اس کا انتظار کرتا ہے، جب وہ آجاتا ہے تو اس کی روشنی میں تھوڑی دیر چلتا رہتا ہے۔

اس کو رحم آیا اس طالبِ علم پر، بادشاہ کے ساتھ تو ہزاروں شمع دان لئے ہوئے ہیں تو ایک سونے کا شمع دان، ایک اپنے خادم سے کہا کہ اس طالبِ علم کو دے دو، طالبِ علم بڑا خوش ہوگیا، زندگی بھر اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میرے لئے روشنی کا انتظام ہوسکتا ہے۔ تو اب خوشی خوشی اپنی کتاب اور شمع اپنے گھر لے آیا اور کتاب دیکھنے لگا۔

اسی رات میں اس کو زیارت ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اے سبکتگین کے بیٹے، تو نے میرے وارث کی قدر کی، اللہ تعالی بروزِ قیامت تجھے عزت دے۔ صرف ایک جملہ فرمایا، ایک جملہ میں تینوں اشکالات کا جواب ہوگیا، اے سبکتگین کے بیٹے، تو نے میرے وارث کو عزت دی، اللہ تعالی بروزِ قیامت تجھے عزت دیں۔

کہتے ہیں اس وقت سے میرا شیطان دور ہوگیا اور میں نے سوچا کہ نہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث ہیں علماء، اور قیامت بھی سچ مچ آنے والی ہی ہے اور سبکتگین میرے والد ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا کشف اور تین سوال کا جواب

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب ۱۹۷۹ء میں تشریف لائے تھے تو گلاسگو سے شاہین

صاحب ایک بڑا وفد لے کر آئے تھے اور مجھے کہنے لگے کہ میں نے جہاز وغیرہ کا سارا انتظام کر دیا ہے صرف حضرت سے آپ اجازت لے لیں تو چند گھنٹے کے لئے گلاسگو حضرت کو ہم لے جاتے ہیں، کہ وہاں مسجد کی تعمیر کا سنگِ بنیاد اگر حضرت کے دستِ مبارک سے رکھوا لیں، تو میں لے گیا کہ آپ خود درخواست پیش کریں، جب ہم حضرت کی خدمت میں پہونچے، تو حضرت مصروف تھے، وضو کرایا جا رہا تھا۔

جب وضو سے حضرت فارغ ہوئے اور تولیہ سے ہاتھ منہ صاف کر کے مصافحہ شاہین صاحب نے کیا تو پہلے بھی بارہا مدینہ شریف حاضری دے چکے تھے شاہین صاحب اور میں نے عرض بھی کیا کہ یہ شاہین صاحب گلاسگو سے۔

حضرت نے اتنا سنتے ہی فرمایا، چودھری صاحب، میں نے یوسف سے وعدہ لے رکھا ہے کہ میں کہیں جاؤں گا نہیں نمبر ایک، اور کسی کا ہدیہ نہیں لوں گا نمبر دو، نمبر تین میں نے تمہاری مسجد کے لئے کچھ دینے کی نیت کر رکھی ہے یہ فرما کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور لفافہ نکال کر شاہین صاحب کو دے دیا۔

شاہین صاحب روتے ہوئے باہر نکلے، وہ کہنے لگے کہ میری سب باتوں کا جواب ہوگیا، کہتے ہیں میں جیب میں لفافہ لے کر گیا تھا کہ حضرت کی خدمت میں پیش کروں گا، اس کا جواب ہوگیا کہ میں نے پہلے سے شرط کر رکھی ہے کہ میں کسی سے ہدیہ نہیں لوں گا، اور کہتے ہیں میں نے دل میں سوچا تھا کہ کاش کہ حضرت کی طرف سے کوئی پانچ، دس کا ایک نوٹ برکت کے لئے مل جائے ہماری مسجد کے لئے، تو ایک ہی جملہ میں ان کی سب باتوں کا جواب مل گیا۔

چودھری شاہین صاحب جب وہاں مدینہ شریف میں حضرت سے مسجدِ نبوی میں ملے ایک سفر میں، تو ان کے ساتھ مفتی مقبول صاحب تھے، حضرت نے فرمایا کہ عشاء کے بعد کھانے کے لئے ہمارے یہاں آجایئے۔ جب یہ حضرات وہاں جا رہے تھے تو راستہ میں مفتی مقبول

صاحب کوشاہین صاحب کہتے ہیں یہ تربوز والا جوتربوز بیچ رہا ہے، اس کا رنگ بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے واپسی میں تربوز لے کر جائیں گے۔

حضرت کے یہاں پہنچے، دسترخوان پر بیٹھے، تو حضرت نے فرمایا ابوالحسن! یہ چل کر آئے ہیں، ٹھنڈا ٹھنڈا تربوز نکال کر ان کے سامنے رکھو، تو شاہین صاحب کہتے ہیں کہ جب وہاں تھے مدینہ شریف میں تو یہ ہوا تھا اور یہاں یہ ایک جملہ میں تینوں چیزوں کا جواب۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تین سوال

تین چیزوں پر یاد آیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی **فیوض الحرمین** اور **الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین**، اس میں انہوں نے اپنے بہت سے مکاشفات، بہت سارے خواب، حالات لکھے ہیں۔

وہ اس میں لکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، میں ابھی دل میں سوچ رہا تھا کہ میں تین چیزوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں گا، تین چیزیں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنی ہیں۔

ایک تو یہ کہ اہلِ سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام اور ساری امت میں سب سے بڑے خلفاء اربعہ ہیں، اور ان میں سب سے پہلا نمبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ، پھر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں چاہتا تھا کہ خلفاءِ ثلاثہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو فوقیت اور فضیلت دی جائے، پہلا نمبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہو، تو میں چاہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں کہ یا رسول اللہ! میں ایسا کر سکتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل پر توجہ فرمائی، فرماتے ہیں کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی تو اس کے ساتھ ہی جو اجماعی عقیدہ ہے اس کے مطابق میرے دل

میں یہ جاگزیں ہوگیا یہ عقیدہ کہ سب سے بڑے، سب سے اونچا مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

دوسرا میرے دل میں یہ سوال تھا کہ میں پوچھوں کہ یا رسول اللہ! کسی کام کے لئے توکل اللہ جل شانہ کی ذات پر کیا جائے یا اسباب بھی اختیار کئے جائے، توکل بلا سبب یا توکل بالاسباب، اسباب کے ساتھ، اسباب کو اختیار کیا جائے، پھر توکل کیا جائے یا اسباب کو اختیار کئے بغیر توکل کیا جائے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل پر ایک خصوصی توجہ فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا کہ میرا ظاہری جسم اسباب میں مشغول ہے اور میری روح اور میرا باطن حق تعالی شانہ کی ذات پر توکل کئے ہوئے ہے، جس سے میں سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ اسباب اختیار کئے جائیں لیکن وہ جو دل کا تعلق ہے حق تعالی شانہ کی ذات کے ساتھ اس میں اسباب حائل نہ ہونے پائیں۔

تقریرِ دل پذیر

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، ان کی کتابیں بہت سی ایسی ہوں گی کہ جن کو آج کل کے علماء پڑھ بھی نہیں سکتے، سمجھ بھی نہیں سکتے، جیسے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ خود ان کا کتنا اونچا مقام، مگر وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے تقریرِ دل پذیر۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو سترہ مرتبہ پڑھا اور مجھے ایک حرف سمجھ میں نہیں آیا، کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہنا چاہتے ہیں، تو یہی حال آج کل کے ہم علماء کا ہے، وہ تو حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کا علم!

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کا پہاڑ کتنا اونچا، مگر وہ اپنے متعلق

فرماتے ہیں، خود انہوں نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ مجھے تقلید کی ضرورت نہیں اور میں تقلید چھوڑ دوں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اور غیر مقلد بنوں، اور خود اجتہاد کروں اور خود مجتہد بن جاؤں، مگر چونکہ ایک دل میں ایک طرح سے ایک تشویش پیدا ہو رہی تھی کہ آیا مجھے اپنی اجتہاد اور استنباط کی روشنی میں عمل کرنا چاہئے یا مجھے امام کی تقلید کرنی چاہئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ہرگز تقلید کو نہیں چھوڑیں، جس طرح مولانا نے بھی اشارہ کنایہ سے آج کل کے فتنۂ سلفیت کے بارے میں بتایا جن کے متعلق ابن عربی اندلسی، اپنے زمانہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ کتنی صدیوں تک یہ فرقہ اس کا نام ونشان اور وجود نہیں تھا اور پتہ نہیں چند سالوں سے کہاں سے یہ نکل آیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں اشکال دور ہوگئے۔ شاہین صاحب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، تینوں اشکال ختم۔ سبکتگین کے بیٹے کو اشکال تھا قیامت کے متعلق، اپنی ولدیت کے متعلق، اور علماء کی وراثت کے متعلق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ میں سب کا جواب دے دیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی کے واپس ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے ان کے انتخاب پر، میں نے متعدد واقعات آپ کو سنائے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی اس قابل بنائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمیں نصیب ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہمیں نصیب ہو، اس لئے کہ مَنْ رَآنِیْ فِیْ الْمَنَام فَسَيَرَانِي کے متعلق شراح یہ بھی لکھتے ہیں کہ جس کو زیارت ہوگئی تو قیامت میں انشاء اللہ ان کو شفاعت بھی ملے گی، وہاں زیارت بھی ہوگی۔ اللہ تعالی ہمیں شفاعت سے باریاب فرمائے۔

ایک لاجواب کتاب

اب کتاب کے متعلق مختصر عرض کر دیتے ہیں، یہ کتاب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی لاجواب کتاب، مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ایک لطیفہ، حضرت نے فرمایا کہ ایک مولانا

تھے بڑے علامہ صاحب، ان کا آخری وقت ہو گیا تو بیٹے کو بلا کر فرماتے ہیں کہ بیٹا میں نے ساری عمر بہت کوشش کی، مگر تو نے پڑھا نہیں، اب یہ میرا آخری وقت ہے، لوگ میرے مرنے کے بعد تیرے پاس آئیں گے کہ یہ علامہ صاحب کا بیٹا ہے اور تو تو پڑھا نہیں، تو ان کو کیا جواب دے گا؟ تو تو جاہل رہا، بیٹا پوچھتا ہے کہ کیا جواب دوں؟ علامہ صاحب کہتے ہیں بیٹے کو، بیٹا میری ایک نصیحت، ایک جواب یاد رکھ، جب تجھے کوئی مسئلہ پوچھے، کوئی سوال کرے، اس کے جواب میں بلا تکلف، زور سے کہہ دینا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، کیوں؟

آگے دلیل بیان کی، وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالی کے وجود میں بھی اختلاف ہے، جو کفار ہیں نہیں مانتے، تو اللہ کی ذات سے لے کر ہر چیز میں اختلاف ضرور ہے، اس لئے یہ جواب دے دینا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ یہ بڑی عظیم الشان لا جواب کتاب، اس کی ترتیب لا جواب، اس کے تراجم لا جواب، مگر کیا کریں، جب ہم سہارنپور میں پڑھتے تھے تو ترمذی، سنن ترمذی کے درس میں، جہاں تمام کتابوں کے ابواب کہ فلاں کتاب کے ابواب سہل اور آسان ہیں، فلاں کے غامض ہیں، اس پر بیان ہو رہا تھا تو ہمارے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو بخاری شریف کے تراجم کے متعلق کہا جاتا ہے اور اس پر بہت کچھ کہا جاتا ہے، ترجمۃ الباب پر کلام ہوتا ہے، ایک رائے یہ ہے کہ، یہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، کہ ایک ایک ترجمہ کی حکمتیں بیان کی جاتی ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقصد تھا، یہ مقصد تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو بے ترتیبی ہے یہ ایک حقیقت ہے اور اس کی خواہ مخواہ کی تأویلات کی جاتی ہیں، اگرچہ بہت اونچے لوگوں میں سے تھے ہمارے حضرت استاذ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

میرے پاس شب جمعہ میں ایک دفعہ بولٹن کے ابوبکر حاجی حفظہ شب جمعہ میں آئے اور رقعہ

دیا۔ دیتے رہتے ہیں حالات، واقعات، مشورے کے لئے، تو میں نے پڑھا تو اس میں انہوں نے خواب لکھا تھا کہ خواب میں انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک کفن میں رکھا ہوا ہے تو میں نے پرچہ پر لکھ کر ان کو دیا، جواب لکھا کہ کسی متبع سنت بزرگ کے انتقال کی خبر ہے، تو اس کے بعد حضرت مفتی مظفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا، بڑے اونچے ذاکر شاغل لوگوں میں سے تھے، ایک رائے انہوں نے بتائی کہ اس کی جو بے ترتیبی ہے وہ ایک حقیقت ہے۔

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی رائے اس کے برخلاف تھی اور اسی لئے حضرت نے ایک مستقل کتاب لکھی، تو یہ ترتیب ہر چیز میں، اس سے آسانی پیدا ہوتی ہے ترتیب بڑی ضروری ہے، ایک بیہودہ سی بات ہوگی مگر آپ کو سمجھ میں آئے گا کہ ترتیب کیسے ہوتی ہے۔

بہت سی جگہیں جیسے صحیح بخاری کے متعلق شراح کا یہ خیال ہے کہ یہ اس میں، اس کی ترتیب صحیح نہیں، تو جلدی نہیں کرنی چاہئے، کسی بھی فیصلہ سے پہلے سوچ لینا چاہئے، ایک شاعر نے ایک شعر کہا، وہ کہتا ہے کہ:

سامنے قاتل کے ہم نے اول خنجر رکھ دیا

سامنے قاتل کے ہم نے اول خنجر رکھ دیا

اب قاتل سامنے، یہ جو معشوق ہوتے ہیں، محبوب ہوتے ہیں، جن سے محبت انتہائی درجہ کی ہوتی ہے ان کو خطاب کر کے کہ:

سامنے قاتل کے ہم نے اول خنجر رکھ دیا

یہ جو روزمرہ کے واقعات ہوتے رہتے ہیں، کبھی آپ نے اخبارات میں بھی پڑھا ہوگا، دونوں بیٹھے ہوئے تھے فلاں ہوٹل میں اور ٹیبل پر گن ایک نے نکال کر رکھ دی، ایک نے کہا تم رکھو، اس نے رکھ دی، دوسرے نے کہا کہ نہیں مجھے رکھنے دو، تو کہا کہ دونوں رکھ دیتے ہیں، کہا کہ کون بٹن دبائے گا؟ ایک نے بٹن ڈبا دیا، دونوں مر گئے۔

سامنے قاتل کے ہم نے اول خنجر رکھ دیا

حضرت رائے پوری قدر سرہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں نے فسق کا نام عشق رکھ رکھا ہے، یہ تو شیطنت اور گناہ ہے، نفس پرستی ہے۔

اس کو سمجھنے کے لئے آپ اُدھر جائیں، بہت اوپر، جو سب سے پہلے مشکوۃ کی حدیث آپ پڑھتے ہیں کہ ایک بدوی اعرابی کی شکل میں جبرئیلِ امین آتے ہیں وہ بھی عاشق بن کر آئے، اسی لئے بیٹھے بھی کیسے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے مبارک سے اپنے گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے، بالکل پاکیزہ اور پاکیزہ تصور، اس عشق اور محبت کا۔

اس طرح وہ بیٹھے ہوئے ہیں دونوں عاشق اور معشوق اور اس کی منظر کشی شاعر کر رہا ہے کہ:

سامنے قاتل کے ہم نے اول خنجر رکھ دیا

عاشق کہتا ہے اپنے معشوق کے متعلق کہ:

سامنے قاتل کے ہم نے اول خنجر رکھ دیا
بعد اس کے کلیجہ رکھ دیا، پھر دل، پھر سر رکھ دیا

میں آپ کو ترتیب بتانا چاہتا ہوں کہ ترتیب کیسی عظیم شئی ہے، کہ آمنے سامنے دونوں بیٹھے ہوئے ہیں، بیچ میں خنجر رکھا ہے، تو جب وہ جھکے گا تو سب سے پہلے زمین کی طرف کیا جائے گا؟ کلیجہ، بعد اس کے کلیجہ رکھ دیا، پھر دل، پھر سر رکھ دیا، سر حاضر، دل بھی حاضر ہے تو یہ کیسی ترتیب اس نے اپنے شعر میں قائم کی، کہ ایک ایک عضو کو جس طرح سچ مچ رکھا گیا اس کی اس نے منظر کشی کی۔

جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے نکاح میں امِّ عاصم، عاصم بن عمر کی ماں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے کسی وجہ سے ان کو طلاق دی، اب ماں بیٹے کا جھگڑا ہے کیا؟ ''فاتھرس فورجسٹس'' دونوں میں جھگڑا چل رہا تھا کہ بیٹا ماں نے لے لیا۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ گھوڑے پر سوار، جا رہے ہیں قبا کے پاس دیکھا کہ بیٹا نانی کے پاس کھیل رہا ہے، حضرت عمر کہاں چھوڑتے، گھوڑے پر سے لپک کر کے فوراً اٹھایا، یہ جا وہ جا، چلے گئے، نانی اماں، عاصم ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی نانی روتی ہوئی فریاد لے کر آئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس۔

فریاد سنی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فیصلہ کیا نانی اور ماں کے حق میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ بیٹا ان کے حوالہ کردو، جوان ہوگا تو خود فیصلہ کرے گا، ابھی تو ہمارا شریعت کا یہ فیصلہ ہے کہ ماں کے حوالے کیا جائے۔

آگے دلیل بیان کی، جیسے وہ شاعر کہتا ہے پھر سر رکھ دیا، تو اسی طرح یہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے سمجھایا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو کہ وہ ماں کے پاس رہے گا، تو ماں کا ہاتھ پھیرنا، کہ ماں کا ہاتھ پھیرنا اور ماں کی گود اور ماں کی خوشبو تم سے بہتر ہے۔

کیسی زبردست ترتیب، کہ جب بیٹا ذرا سا دور ہوتا ہے تو ماں اور نانی بلا کر اس پر ہاتھ پھیرتی ہے اور جب وہ نزدیک آتا ہے تو اس کو گود میں لے گی اور گود میں لیا تو ماں کی خوشبو، سب سے پیاری بیٹے کے لئے ماں کی خوشبو ہوتی ہے۔

اسی لئے جو بچے سوئے ہوتے ہیں تو ماں کی خوشبو سونگھ کر سوتے رہتے ہیں، دیکھا کہ ماں ذرا سی اٹھی ہے، خوشبو دور ہوگئی ان کی نیند ٹوٹ جاتی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کے متعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے کتاب لکھی تراجم بخاری کئی جلدوں میں اور ہر ترجمہ کے متعلق کہ وہ صحیح اپنی جگہ ہے اور اس کے مقاصد کیا ہیں اور کیوں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ یہاں قائم فرمایا۔

جیسے حضرت مولانا ریاض الحق صاحب نے ابھی فرمایا کہ یہ دنیا میں شور ہوتا رہے سلفیت کا، مگر خدمتِ حدیث تو صرف ایک ہی جماعت کے مقدر رہے، آج تک اتنے وسائل پھیل گئے ہیں دنیا میں، مگر جتنی حدیث ہمارے اداروں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں اور کہیں

نہیں، ایک مسئلہ لے کر اس پر ریسرچ کر لیتے ہوں گے مگر جس کو قراءتِ حدیث کہتے ہیں، جس کو فہمِ حدیث کہتے ہیں، جس کو کتابتِ حدیث کہتے ہیں اتنا اور کسی کے یہاں نہیں، آپ حیران ہوں گے کہ یہ جو تراجمِ بخاری کی کتاب کی طرح ایک شرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اور ہے، لامع الدراری ہے۔

۹۷ دن کے درس بخاری کا نام لامع الدراری

اور لامع الدراری جو بخاری شریف کی شرح ہے اس کا متن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہ کے سبق کی تقریر ہے، جو حضرت پیر صاحب کے دادا جان نے تقریر لکھی تھی اور ضبط کی تھی اور وہ کیسے کہ ساری عمر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صحاح ستہ کا اپنے یہاں اور اپنے پاس طلبہ کو رکھ کر، اپنے خرچہ پر، اپنے انتظام سے رکھتے، درس دیا کرتے، جب معذور ہو گئے درس چھوڑ دیا، ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا، تمام انتظامات ختم کر دیئے، ہر چیز رخصت کر دی، اب آخرت کی تیاری، اب پڑھانے کے قابل نہیں رہے، کمزور ہو گئے۔

لمبے وقفہ کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے حضرت پیر صاحب کے دادا جان کے لئے سفارش کی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے، کہ آپ ایک دفعہ پھر دورہ پڑھا دیں، حضرت نے معذرت کی کہ میں کمزور ہوں، عرض کیا کہ نہیں، ایک دفعہ پڑھا لیں ایسا طالبِ علم نہ آپ کو ملا ہوگا، نہ ملے گا۔

چنانچہ حضرت نے پڑھانا شروع کیا، تو وہ درس ہوا صحاحِ ستہ کا، کیسے ہوا کہ جو بخاری شریف کی پہلی جلد ہے، پہلی جلد کے ختم میں کتنا وقت لگا؟ پچاس دن، پچاس دن میں بخاری شریف کی پہلی جلد پڑھائی، اور سینتالیس دن میں دوسری جلد پڑھائی، اب یہ پچاس دن میں بخاری شریف کس طرح تیزی کے ساتھ ہوئی ہوگی، کیسے پڑھائی ہوگی؟ اور اسی طرح سینتالیس دن میں ہوئی بخاری شریف کی دوسری جلد، وہ کیسے پڑھائی ہوگی؟

جب اتنے دنوں کی ضبط کی ہوئی تقریر کا یہ حال ہے کہ اس کی کئی جلدیں بن گئیں لامع

الدراری کے نام سے تو حضرت جب صحتمند تھے، اور اچھے تھے اور اپنی صحت میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طلبہ کو پڑھایا ہوگا تو وہ علوم کیا ہوں گے؟

اسی لئے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر امامِ اعظم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدون کیا ہوا فقہ دنیا سے ناپید ہوگیا ہوتا، تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو اللہ جل شانہ نے وہ اجتہادی، استنباطی قوت عطا فرمائی تھی اور وہ تفقہ اور استنباط کی قوت اور صلاحیت آپ کو عطا فرمائی تھی کہ آپ ہو بہو وہی فقہ مدون کر دیتے جو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مدون کیا تھا۔

اس کی دلیل یہ پچاس دن کا جلدِ اول، بخاری شریف کی جلدِ اول کا سبق اور سینتالیس دن کا یہ جلدِ ثانی کا سبق ہے، جس کا نتیجہ ہے یہ لامع الدراری کی ساری کی ساری جلدیں، اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان خزانوں کو پڑھنے کی اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مگر یہ امام بخاری رحمۃ اللہ کی کتاب کو جس طرح میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ غیر مرتب ہے اور اس کے ساتھ حسد کیا گیا، تو خود ان کی زندگی میں بھی حسد کیا گیا خلقِ قرآن کے مسئلہ میں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ابتلاء پیش آیا مگر اللہ تبارک وتعالی کو کام لینا تھا تو صدیوں تک کتاب بھی موجود ہے اور قیامت تک انشاء اللہ یہ کتاب بھی رہے گی اور اس طرح یہ پڑھنے پڑھانے والے مدرسین بھی رہیں گے۔

اللہ تبارک وتعالی اس ادارے کو قبول فرمائے، پڑھنے پڑھانے والوں کو قبول فرمائے، خاص طور پر یہ جو طلبہ فارغ ہو رہے ہیں ان طلبہ کو حق تعالی شانہ صفاتِ قبولیت سے نوازے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

اشاریہ

ا

ب

ت

ث

ج

ح

خ

د

ڈ

ذ

ر

ز

س

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

ل

م

ن

و

ہ

ی